ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ...
ششماہی ...
ممالک غیر سے سالانہ ...
فی پرچہ دو آنہ ۲

مقام اشاعت
۴۳ ... لین ـ کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
مینیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۳۲۵۱

ھٰذا بلاغ للناس!

پیغام

ہفتہ وار

زیر نگرانی
مولانا ابوالکلام

جلد ۱ | جمعہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۲۱ء | نمبر ۱

باب فتح و مقصود کا افتتاح

محمد علی شوکت علی کے سفر حق کا اختتام اور گرفتاریوں کی ابتدا

قفا نبک من ذکری حبیب و منزل!

باز اے مبتلان عشق تو یادمی دہد — ہر کہ بہ عشق نیست خوش عمر بہ بادمی دہد!
جلوۂ روان مانیست بہ ناقہ و جرس — عشق تو راہ می برد شوق تو زاد می دہد!

اٹھارہ مہینے ہوئے کہ محمد علی شوکت علی نے نظربندی سے رہا ہونے کے بعد راہ حق و حریت میں ایک دوسرا سفر شروع کیا تھا۔ آج اعلان کیا گیا ہے کہ سفر ختم ہو گیا اور مسافر منزل مقصود پر پہنچ گئے۔ و فی ذلک فلیتنافس المتنافسون۔ یہ اُن کا فرض تھا جو انہوں نے پورا کر دیا لیکن کیا ملک بھی اپنا فرض پورا کر دینے کے لئے تیار ہے؟ ملک کا فرض نہ تو دلوں کے اضطراب میں ہے، نہ صداؤں کے غلغلہ میں، نہ شور و بدامنی میں، نہ جلسوں کی تجویزوں اور جوش کے اظہارات میں۔ نہ اسٹرائک، نہ ہڑتال، نہ محض زبان، نہ محض قلم۔ بلکہ ہر اُس وجود کے لئے جو ان دونوں جانبازوں ملت کی محبت و عزت کا مدعی ہو، یہی دعوت ہے، ہمت کی پکار ہے، عمل اور قربانی کے آخری فیصلہ کی طلب ہے، اور صرف اسی مقصد کے عشق کی منزل ہے جس نے انہیں پانچ سال کی طویل نظربندی کے بعد پھر جیل خانے کی چار دیواری میں پہنچا دیا ہے۔ وہ جنہوں نے ملک کی آزادی کی راہ میں اپنی آزادی قربان کر دی ہے، تم سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ تھوڑا سا مال، تھوڑی سی جسمانی راحت، تھوڑی سی وہمی اور خیالی آزمائش [illegible] غفلت و نفس پرستی اُسی مقصد کی راہ میں قربان کر دو! سودیشی کا عہد، بائیکاٹ کی [illegible] ترک موالات کی پوری تعمیل، مجاہدین انگورہ کی مالی اعانت، غفلت و معصیت سے دل کی [illegible] خدا اور شریعت سے کامل اطاعت کا رشتہ۔ یہی ان گرفتاران حق کی قربانی کی اصل قیمت ہے جو ملک کو ادا کرنی چاہئے۔ افسوس ہے اور ماتم ان بدقسمت کے [illegible] و شقاوت پر جو اتنی قیمت بھی [illegible] رہ سکے! فھل من مدکر؟ بعد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ چونکہ ان کی گرفتاری کی بنیاد کراچی کی خلافت کانفرنس کا ایک رزولیوشن بھی رکھی گئی ہے [illegible] مؤیدین و مقررین بھی گرفتار کر لئے [illegible] ۔ ازاں جملہ ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسین احمد، مولوی نثار احمد، شنکر اچاریہ جی بھی گرفتار ہو چکے ہیں۔

سلام علی [illegible]!

مالیبار کی بدامنی

مالیبار کی بدامنیون کے سلسلہ مین یہ واقعہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ بعض مقامات مین موپلون نے ہندوؤن کو بالجبر مسلمان بنایا، مدراس کے اخبارات کے بعض نامہ نگارون نے اس کی تردید بھی کی ہے اور ہم کو فراموش نہین کرنا چاہیئے کہ اس قسم کی اشاعت کی تہ مین اکثر اوقات سیاسی چالین کام کیا کرتی ہین، تاہم اگر کوئی ایک واقعہ بھی ایسا جبر و تشدد کا وقوع مین آیا ہے، تو مین صاف صاف اعلان کر دیتا ہون کہ یہ صریح اسلامی احکام کے خلاف ہے اور تمام مسلمان اس طرح کے جبر کرنے والے مسلمانون سے اپنی بریت ظاہر کرینگے، اسلام نے کبھی یہ حکم نہین دیا ہے کہ لوگون کو لوٹ مار کر کے جبراً مسلمان بنایا جائے، بلکہ قرآن مین صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ دین کے بارے مین کسی طرح کا جبر نہین ہے، اور اسلام کے پیغمبر اور ان کے خلیفون کے طرز عمل نے اس بات کو عملی طور پر بھی واضح کر دیا ہے، اگر یہ سچ ہے کہ کسی موپلا مسلمان نے اپنے ذاتی عداوت کا انتقام لینے کے لئے مذہب کے نام سے ایسی کارروائی کی ہے تو یہ مذہب کا کام نہین ہے۔ بلکہ مذہب کے لئے صریح توہین ہے۔ مجھے امید ہے کہ کسی ہندو نے بھی ان خبرون کو ان کی اصلی حیثیت سے زیادہ قیمت نہ دی ہوگی اور مین مطمئن ہون کہ ہندو مسلم اتحاد اب اس قدر مضبوط ہو چکا ہے کہ ایسی خبرین اس کی آہنی دیوارون کو نہین ہلا سکتین۔

مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب

خلافت کمیٹیون کو اب کیا کرنا چاہیئے؟

تمام اُردو اخبارات اس مضمون کو اپنے اخبارات مین شایع کر دین

ایک سال چھ ماہ

الحمد للہ وحدہٗ۔ ڈیڑھ سال کا زمانہ گزرا کہ تحریک خلافت نے باقاعدہ جد و جہد کی صورت اختیار کی، اور تمام ملک مین خلافت کمیٹیان قایم کی گئین۔ اگرچہ عزم و ہمت کا مقتضا ہمیشہ یہی ہونا چاہیئے کہ جو کچھ ہو چکا ہے، اُس کو کم سے کم سمجھا جائے، اور جتنا نہ ہو سکا اسپر افسوس و حسرت کا اظہار ہو، لیکن یہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی صریح ناشکری ہوگی اگر ہم اُن عظیم الشان نتائج کے اعتراف و بیان مین کوتاہی کرین جو اس ڈیڑھ سال کی مدت مین خلافت تو قع و گمان ظاہر ہو چکے ہین اور جن کے ظہور کے لئے اس کی توفیق چارہ ساز نے خلافت کمیٹی کے وجود اور کارکنانِ دعوتِ خلافت کی درماندہ مساعی کو ذریعہ و آلہ بنا لیا، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم!

چند لمحون کے لئے اُن موانع و مفاسد کا بھی تصور کر لیجیے جن سے ہمارا سفر گھرا ہوا تھا۔ اُن درماندگیون اور کمزوریون کو بھی سامنے لایئے جن مین سے ہر کمزوری امیدون کا خون کر دینے کے لئے کافی تھی۔ ہم نے کونسا قدم اٹھایا جس کے لئے مشکلون کی ٹھوکرین نہ تھین؟ ہم کو کونسا گوشہ طلا جو رکاوٹون سے لبریز نہ تھا؟ دشمنون نے کب دشمنی مین کوتاہی کی؟ اور دوستون نے کب ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی کمین گاہون کو چھوڑا؟ تاہم ہمارا سفر جاری رہا اور منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا ہی گیا۔ آج ہم پورے یقین کے ساتھ اعلان کر سکتے ہین کہ اُن تمام موانع و مشکلات کو دیکھتے ہوئے جو اول دن سے اس راہ مین حائل تھین، اس ڈیڑھ سال کی قلیل مدت مین جو کچھ ہو چکا ہے، وہ کسی طرح بھی مایوس کن نہین ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی غیبی کارسازیون کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے اور ایک ایسی عظیم الشان کامیابی ہے جس کے حصول پر ہر مسلمان کو سجدۂ شکر بجا لانا چاہیئے، اور آیندہ کے لئے زیادہ مستعدی اور تیز رفتاری کے ساتھ سرگرم کار ہو جانا چاہیئے۔ اگر ہم سب نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت جس نے ابتدائی بے سر و سامانیون مین ہمارا ساتھ دیا ہے، آج درمیانی منزل کے امتحان مین بھی ساتھ دے گی، اور پھر خاتمہ کی فتح مندی بھی یقیناً ہمارے ہی لئے ہے۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا!

خلافت کمیٹی نے ابتک کیا کیا؟

خلافت کمیٹی نے یہ کیا کہ ناامیدیون سے امیدکی اور نامرادیون سے فتح و مراد کی بشارت پیدا کر دی۔ ھو اللذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا وینشر رحمتہ وھو الولی الحمید!

۱۔ تمام ملک عمل دینی سے بے پروا تھا۔ خلافت کمیٹی نے سب کو کام پر لگا دیا۔

۲۔ اُس نے خلافتِ اسلامیہ اور جزیرۃ العرب کی حفاظت کے لئے آٹھ کروڑ مسلمانون کے جذبات کو متحد کر دیا۔

۳۔ اُس نے ہندوستان مین سب سے پہلے ایک ایسی حرکت پیدا کی جو طبقۂ خواص سے گزر کے عامۃ الناس تک مین اثر کر گئی۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہندوستان مین طبقۂ عوام کی پہلی تحریک ہے۔

۴۔ اُس نے سب سے پہلے ہندوستان کی دونون قومون مین عملی طور پر اتحاد قایم کیا اور ہندو مسلمان طلب حق کی راہ مین ایک دل اور ایک زبان ہو گئے۔

۵۔ اُس نے نون کوآپریشن (ترک موالات) کی دعوت ملک کے سامنے پیش کی، اور ہندو مسلمان ہندوستان کے ہاتھ مین سب سے پہلے فتح و مراد کا ایک بے خطا ہتھیار نظر آیا۔

۶۔ اُسی کی جد و جہد ہے ہندوستان کی بیداری سب سے پہلے قولی و نظری درجے سے گزر کر عملی و شغلی میدان مین گامزن ہوئی۔

۷۔ اُس نے باوجود نہایت مایوس کن اور مہیب مخالفتون کے اپنی جد و جہد جاری رکھی، اور بالآخر ملک کی سب سے بڑی نایب اور سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگرس سے ترک موالات کا نظام عمل منظور کرا لیا۔ حتی کہ اب ترک موالات خود کانگرس کا موضوع عمل بن گیا ہے، اور جو راہ ابتدا مین صرف خلافت کمیٹی کی ایک سیاسی بدعت سمجھی جاتی تھی، وہ اب تمام ہندوستان کے لئے تنہا ذریعۂ نجات تسلیم کر لی گئی ہے۔ ابتدا مین صرف مہاتما گاندھی ہی خلافت کمیٹی کی تجویز ترک موالات مین شریک و معاون تھے، لیکن اب تمام برادرانِ ہنود ہمارے ہم صفیر و ہم نوا ہین!

۸۔ اُس نے ملک کی ایک بہت بڑی مصیبت یعنی مسئلہ مظالم پنجاب کو بھی پوری قوت کے ساتھ زندہ کر دیا۔ اگرچہ خلافت کمیٹی کے مقاصد مین براہِ راست وہ داخل نہ تھا، لیکن آج اُسی کی ضمن مین کانگرس کی قوت سے وہ بھی بڑی شان سے اُبھار رہا ہے!

۹۔ اُسی کی جد و جہد کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان مین ملکی آزادی اور سوراجیہ کی تحریک اس قوت کے ساتھ ظہور مین آگئی ہے، جو انشاء اللہ جلد تمام عالم اسلامی کی آزادی اور نجات کا ذریعہ ثابت

ہوئی۔ مسئلہ خلافت کا اصلی حل ہندوستان کی آزادی پر موقوف تھا، اس لئے تحریک خلافت نے
خود بخود پلٹ کر تحریک آزادی تک پہنچا دیا۔

۱۰۔ اس نے ڈیڑھ سال کے عرصہ میں [illegible] لاکھ روپیہ مرکز میں جمع کیا اور اسکو نہ صرف
جد و جہد کے علاوہ انگلستان کے وفد اور طلبا سمرنا کی اعانت میں خرچ کیا۔ البتہ یہ ضروری ہے
کہ کام اور وقت کی اہمیت دیکھتے ہوئے یہ مالی امداد کسی طرح بھی کافی نہیں کہے جا سکتے۔ اور آئندہ
اس بارہ میں بہت زیادہ اور بہت جلد سعی و تدبیر کی ضرورت ہے۔

۱۱۔ انڈین نیشنل کانگریس کی موجودہ تحریک خلافت ہی کے طفیل ہے اور خلافت کی تحریک ہی
سے پیدا ہوئی ہے، اس لئے جو نتائج اس وقت اس کے دامن عمل میں نظر آ رہے ہیں، وہ بھی فی الحقیقت
دعوت خلافت ہی کے برگ و بار ہیں۔ اگر خلافت کمیٹی کی جد و جہد ظہور میں نہ آتی تو کیا ہندوستان
کی ملکی جد و جہد کی تاریخ میں یہ عظیم الشان فتح مندی نظر آسکتی تھی کہ [illegible] کے
اندر ایک کروڑ پانچ لاکھ روپیہ جمع ہو چکا ہے۔ لاکھوں ممبران کانگریس کے ممبر ہو چکے ہیں، اور
لاکھوں چرخے بیک وقت متحرک ہیں؟

۱۲۔ اس کی صدائیں ہندوستان سے باہر بھی پہنچیں، اور عالم اسلامی کے مختلف گوشوں میں
جو جد و جہد جاری تھی، اس میں ایک نئی سرگرمی پیدا ہو گئی۔

غرضکہ اس قلیل مدت کے اندر باوجود ہر طرح کی بے سرو سامانیوں اور مشکلوں کے ہمارے قدم
برابر بڑھتے ہی گئے، الحمد للہ ہماری کوششیں بیکار نہ گئیں، ہماری آرزوئیں نامراد نہ ہوئیں۔
کامیابی نے ہمارا ساتھ نہ چھوڑا۔ امید نے ہمیں جواب نہ دیا۔ اور جس کام کو دوست و دشمن
یکساں طور پر ناممکن سمجھتے تھے [illegible] میں انجام
دے رہا ہے۔ آج مسئلہ خلافت کے لئے [illegible] ہیں۔ تحریک اپنی تمام ابتدائی
آزمائشوں سے کامیاب گزر چکی ہے۔ مال اور جان دونوں کی قربانیاں ہو رہی ہیں، روز بروز
ہماری طاقت بڑھتی جاتی ہے، اور یہاں تک ترقی ہو گئی [illegible] تھا،
ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فتح مندی قریب ہے۔ الحمد للہ الذی
ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ!

اب کیا کرنا چاہیئے؟

کلکتہ کے اسپیشل اجلاس کانگریس نے اگرچہ عظیم الشان کثرت رائے کے ساتھ ترک موالات
کا پروگرام تسلیم کر لیا تھا، لیکن پھر بھی متعدد سربرآوردگان کانگریس کے حلقے اس سے الگ تھے،
اور سالانہ اجلاس کے موقعہ کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ بالآخر فیصلہ کی وہ یادگار گھڑی آگئی، اور
تحریک خلافت کی قوت و نفوذ کا حیرت انگیز منظر دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا۔ ہندوستان کی
تمام مختلف قوموں [illegible] کا جو ناگپور میں ہوا تھا، ہر
سب نے بالاتفاق ترک موالات کی دعوت حق پر لبیک کہا، اور ایک صدائے مخالفت بھی
اس میں خلل انداز نہ ہوئی۔

پس فی الحقیقت کانگریس کی [illegible] کا سلسلہ اجلاس ناگپور سے شروع ہوتا ہے، اس اجلاس
کے بعد سے کانگریس نے پوری طرح [illegible] تمام صوبوں اور ضلعوں میں اپنا
نظام وسیع کر کے ترک موالات کے [illegible]۔

اس واقعہ [illegible] کمیٹیاں [illegible]
ترک موالات کی دعوت و عمل و نفاذ۔ وہ اس اجلاس کے بعد سے کانگریس نے اپنے ہاتھوں میں
لے لیا اور ہر جگہ کانگریس کمیٹیوں کے ماتحت شروع ہو گیا۔ کانگریس ملک کی تمام قوموں اور جماعتوں
کی مشترک اور متحدہ مجلس ہے۔ اس لئے جس طرح وہ ہندوؤں کی ہے، اسی طرح مسلمانوں کی بھی
ہے جس طرح ہندو اس کے کارکن ہیں اسی طرح مسلمان بھی اس میں کام کرتے ہیں۔ پس کانگریس
کے کام کرنے کے یہ معنی ہوئے کہ جس طرح ہندوؤں نے بہ حیثیت رکن کانگریس کے ترک موالات کا
انجام دینا شروع کر دیا، ٹھیک اسی طرح مسلمانوں نے بھی بہ حیثیت رکن کانگریس کے اس کام کو
سنبھال لیا۔ اور اس طرح تحریک خلافت کا کام ٹھیک ٹھیک اسی اسلوب پر انجام پانے لگا،
جو متحدہ ہندوستان کے لئے ہونا چاہیئے تھا۔

مگر مسلمانوں کی ایک خاص حیثیت دوسری بھی پیدا ہو گئی تھی یعنی خلافت کمیٹی کی
حیثیت۔ ناگپور کے اجلاس کانگریس تک وہ خلافت کمیٹی کے ذریعہ [illegible] مشغول تھے۔
روپیہ کی فراہمی میں اور ترک موالات کی دعوت و عمل میں۔ اب ترک موالات کا پورا انتظام
کانگریس نے سنبھال لیا ہے۔ اور اس کے لئے تلک سوراج فنڈ کے نام سے وہ روپیہ بھی جمع کر چکی
ہے۔ پس یقیناً یہ سوال سامنے آجاتا ہے کہ اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا کام باقی رہ گیا ہے؟
اور اس کا انتظام کن کاموں میں مشغول رہے؟

خلافت کمیٹیوں کے بعض ممبروں کی طرف سے یہ سوال مرکزی خلافت کمیٹی کے سامنے پیش کیا گیا ہے
ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کے خیال میں اس سوال نے ایک گونہ پریشانی
پیدا کر دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تحریک خلافت کا سب سے بڑا عملی کام ترک موالات تھا۔ اس کو
ہم نے کانگریس میں سنبھال لیا ہے اور کام کے نظم و انضباط کے لئے ضروری ہے کہ تمام کام ایک
ہی مرکز اور نظام سے انجام پائے۔ پس اب خلافت کمیٹیوں کو کیا کرنا چاہیئے؟ ترک موالات
کی دعوت و تبلیغ، قومی پنچایتوں کا قیام، چرخوں کا رواج، سودیشی کی پکار، ولایتی کپڑے
کا بائیکاٹ، قومی تعلیم کا اجرا، یہی کام خلافت کمیٹیوں کے کرنے کے تھے، اور یہی اب ہر جگہ
کانگریس کمیٹیاں کر رہی ہیں۔ پس اب خلافت کمیٹیوں کے لئے کیا چیز باقی رہ گئی؟

ضروری ہے کہ اس سوال کو صاف کر دیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ تحریک ترک موالات خلافت
کمیٹیوں کے لئے اصل کام تھا، اور یہ بھی سچ ہے کہ اب اس کا تمام عملی کام کانگریس کمیٹیوں نے اپنے
ہاتھوں میں لے لیا ہے، اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا، اور ایسا ہی
ہونا تحریک خلافت کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ تاہم ایک لمحہ کے لئے بھی یہ معنی نہیں ہو سکتے
کہ خلافت کمیٹیوں کے لئے اب کوئی کام باقی نہیں رہا، اور کانگریس کمیٹیوں کی مشغولیت کے بعد
ان کا وجود بیکار ہو گیا ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے کام کی اصل گھڑی ابھی وقت سے
شروع ہوئی ہے، جس وقت سے کانگریس نے یہ کام اپنے ہاتھوں میں لیا ہے، اور اس کی
شرکت کی وجہ سے وہ بیکار نہیں ہو گئی ہیں بلکہ ان کے وجود کا اصلی اور عظیم الشان کام ان کے
سامنے آ گیا ہے حتیٰ کہ پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ باوجود کانگریس کی شرکت و اتحاد
عمل کے اب بھی کام کی آخری کامیابی و فتح مندی خلافت کمیٹیوں ہی کی مستعدی و سرگرمی پر موقوف ہے!

تحریک خلافت اور مسلمانوں کے دو فرض

تحریک خلافت کے سلسلے میں مسلمانانِ ہند کے ذمے بیک وقت دو فرض عائد ہوتے ہیں، ایک داخلی اور ایک خارجی۔ داخلی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان کے اندر حصولِ مقاصد کے لئے جد و جہد کرنا۔ خارجی فرض سے یہ مقصود ہے کہ ہندوستان سے باہر مسلمانانِ عالم پر جو مصائب چھائے ہوئے ہیں، اُن کی ہر وقت خبر گیری کرنا اور حسبِ استطاعت مدد کرنا۔

تحریک خلافت کی اندرونی جد و جہد کے لئے ترکِ موالات کا پروگرام قرار پایا، اور خارجی مدد ہی کے لئے سمرنا فنڈ کا اجرا ہوا۔ اگرچہ چند لمحوں کے لئے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ داخلی جد و جہد کا تمام کام کانگرس نے سنبھال لیا ہے، جب بھی یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بیرونی فرائض کا تمام تر بوجھ صرف مسلمانوں ہی کی گردنوں پر ہے، اور ان کی انجام دہی کا تمام کام صرف خلافت کمیٹیاں ہی انجام دے سکتی ہیں۔ کام کا صرف یہی حصہ بجائے خود اس قدر ضروری اور عظیم الشان ہے کہ اگر پوری مستعدی کے ساتھ کام کیا جائے تو کارکنانِ خلافت ایک لمحہ کے لئے بھی بیکار نہیں رہ سکتے۔ ہندوستان کے آٹھ نو کروڑ مسلمانوں کی نصف تعداد بھی اگر زندگی میں ایک مرتبہ بجائے خلافت کے لئے چار چار آنہ نکالتی تو اس وقت ہم ایک کروڑ روپیہ سمرنا بھیج سکتے۔ اور اُن لاکھوں فرزندانِ اسلام کو تباہی و ہلاکت سے بچا لیتے جن میں کا ہر فرد حفاظتِ خلافت کے لئے اب بھی ایک دیوانہ پن کا کام دے رہا ہے۔ لیکن ہم اس وقت تک ایسا نہ کر سکے، اور یہ اولین فرضِ اسلامی بدستور ہمارے ذمے باقی ہے۔ کیا ایک ایسے عظیم الشان کام کے ہوتے ہوئے بھی ہم اس دھوکے میں پڑ سکتے ہیں کہ ہمارے لئے کوئی خاص کام باقی نہیں رہا ہے؟

ہم نے فرض کر لیا تھا کہ داخلی جد و جہد کے لئے صرف کانگرس کا کام کافی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ حصہ بھی اِس وقت سے کہیں زیادہ ہماری سرگرمیوں کا محتاج ہے۔ جس وقت تک کانگرس نے اس تحریک کو اپنے ہاتھوں میں نہیں لیا تھا، خلافت کمیٹی کا یہ کام تھا کہ ترکِ موالات کی دعوت کو تمام ملک میں مقبول کرائے۔ وہ اس میں کامیاب ہو گئی اور کانگرس نے منظور کر کے کام شروع کر دیا، لیکن اب خلافت کمیٹیوں کے ذمے خاص مسلمانوں کے سعی و عمل کی تازہ ذمہ داری عائد ہو گئی ہے۔ جس وقت تک جنگ شروع نہیں ہوئی تھی، خلافت کمیٹی سب کو جنگ کی طرف بلا رہی تھی۔ اب جنگ شروع ہو گئی ہے، اور اُس کا فرض ہے کہ اپنی جماعت کو اس فیصلہ کن جنگ میں ساتھیوں سے پیچھے ہونے نہ دے، بلکہ بن پڑے تو دس قدم آگے رکھے۔ اگر اُس نے اس فرض کی ادائی میں ذرہ بھی کوتاہی کی اور مسلمان سعی و عمل میں پیچھے رہ گئے تو نتیجہ نکلے گا کہ کانگرس کی تمام سعی اور ہندوؤں کی تمام جد و جہد بھی رائگان جائے گی، کیونکہ جب تک ہندو اور مسلمان، دونوں اپنا اپنا کام پورا نہ کر دیں اس وقت تک ہندوستان کا مجموعی کام کیونکر پورا ہو سکتا ہے۔

اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ صرف ہندو اپنی جد و جہد سے کوئی کامیابی حاصل کر لے سکتے ہیں، جب بھی ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کامیابی ہمارے لئے کب خوش آیند ہو سکتی ہے؟ کیا مسلمانوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی محرومی کی بات ہو سکتی ہے کہ اصلی کام اُن کا، تحریک اُن کی، پکار اُن کی، سعی و طلب اُن کی، اور آخر میں کامیابی صرف ہندو بھائیوں کے عمل سے؟

بلاشبہ کانگرس ہندو اور مسلمان دونوں قوموں سے مرکب ہے، اور کانگرس کمیٹیاں جو کام کر رہی ہیں ان میں مسلمان بھی ہندوؤں کے ساتھ برابر کے شریک ہیں لیکن خاص مسلمانوں کے اندر سرگرمی عمل پیدا کرنے کے لئے کانگرس کا نظام کافی نہیں ہے۔ وہ ایک مشترک اور خالص سیاسی جماعت ہے اس لئے اس کی آواز مسلمانوں پر خصوصیت کے ساتھ وہ اثر نہیں ڈال سکتی جو خلافت کمیٹیاں ڈال سکتی ہیں۔ خلافت کمیٹیوں کا نظام سیاسی نہیں ہے بلکہ اسلام کی مذہبی روح سے مرکب ہے، اور اس لئے اُن ہی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کو اسلام و شریعت کے نام پر مخاطب کریں۔ کانگرس کمیٹیاں کسی شہر یا بستی میں پچاس جلسے منعقد کر کے مسلمانوں سے کہیں کہ چرخہ چلاؤ اور ولایتی کپڑا چھوڑ دو تو وہ اثر پیدا نہیں ہوگا جو خلافت کمیٹی جمعہ کے دن مسجد میں ایک وعظ کرا کے پیدا کر سکتی ہے۔ پس فی الحقیقت ترکِ موالات کی دعوت و تبلیغ کا عظیم الشان کام بھی خلافت کمیٹیوں کے ذمہ باقی ہے، اور اس کے لئے پہلے سے زیادہ سرگرمی مطلوب ہے۔

کارکنانِ خلافت کو چاہیے کہ اب وہ اس کام کے لئے پوری سرگرمی کے ساتھ وقف ہو جائیں اور مسلمانوں کے اندر کام شروع کر دیں۔ وہ ہر مسلمان بستی میں جائیں، ہر مسلمان محلے میں دورہ کریں، ہر مسلمان مرد اور عورت کو پیغامِ حق سنائیں، اور اس طرح جان توڑ کے کوشش کریں کہ ہندوستان کی ساری جماعتوں اور قوموں میں مسلمانوں سے بڑھ کر اور کوئی گروہ نہ ہو جو میدانِ عمل میں سب آگے نظر آئے!

یہ حق اور سچائی کا مقابلہ ہے، اور کل کو وہی جماعت سب سے زیادہ قدرت و فتح کی حقدار ہوگی جو آج سب سے زیادہ میدانِ جنگ میں سرگرمی دکھلائے گی۔ کل تک ہندوستان کی قوموں کی غلامی کے لئے بازی ہو رہی تھی۔ اور ہر قوم چاہتی تھی کہ دوسری قوم کو گرا کر خود آگے نکل جائے لیکن آج آزادی کے میدان میں ہم اُتر آئے ہیں، اور چاہیے کہ ہم میں ہر جماعت دوسری جماعت سے آگے نکل جانے کے لئے قدم بڑھائے۔ خلافت کمیٹیوں کا سب سے بڑا کام بھی یہی ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو اس میدان کی ہر منزل میں سب سے آگے رکھے، اور اس سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ ان میں روحِ عمل پیدا کر دے کہ ملک کی کوئی قوم کوئی جماعت اُن سے بازی نہ لے جا سکے!

اگر کانگرس کے ایک کروڑ ممبروں کی تعداد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو خلافت کمیٹیوں کو چاہیے کہ صرف مسلمانوں ہی سے ساری بقیہ کی پوری کرا دیں۔ اگر چرخوں کی پکار اُٹھ رہی ہے تو چاہیے کہ سب سے زیادہ تعداد چرخوں کی مسلمانوں ہی کے گھروں میں دکھائی دے۔ سودیشی اور بائیکاٹ کی منزل آ گئی ہے تو ہم سب کو اس طرح جان توڑ کوشش کرنی چاہیے کہ بالفرض کروڑ ہندو بھائی اگر تیس دن کے اندر اپنے جسموں پر گاڑھا دکھلائیں تو سات کروڑ مسلمان پندرہ دن کے اندر اس کام سے فارغ ہو جائیں! اگر شراب خانوں کی بندش اور آثم العبائث کی ناپاکی سے ملک کی صفائی مطلوب ہے، تو چاہیے کہ خلافت کمیٹیاں اپنے دینی فرض کی روح سے معمور ہو جائیں، اور سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اس راہ میں سر بکف نظر آئیں۔ اور پھر جب اس پاک مقصد کے لئے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے قدم اُٹھیں تو سب سے زیادہ اُن میں تعداد پیروانِ قرآن ہی کی نظر آئے!

اسی طرح اگر قید و بند کی منزل اپنی قربانی کی دعوتوں اور مقامِ صبر و رضا کی برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ آ گئی تو اس وقت ایسا ہو کہ ہر میدان اور ہر گوشے میں مسلمانوں کے قدم سب سے زیادہ اور سب سے پہلے اُٹھیں، اور جہاں دس ہندوؤں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑیں وہاں کم از کم بیس مسلمانوں کے ہاتھ تو حق پرستی کے اس زیور سے مزین ہو جائیں!

۵- مسلمانو ملک کی حالت ابتر ہو رہی ہے۔ اس وقت کچھ لوگوں اور فرقوں کے دلوں میں سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ اسلام کو ہمیشہ کے لئے مٹا دیں اسلئے ضرورت ہے کہ احکام شرع کے انجام دینے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو پھر سے زندہ کر دیا جائے، اور ایسا ہو کہ لوگوں کے دل اللہ اور اس کی شریعت کے حکموں کے آگے سر بسجود ہو جائیں۔

اب سب سے آخر اور مقدم بات یہ ہے کہ خلافت کمیٹیوں کے تمام ارکان اور کارکن سب سے پہلے اپنی زندگی کو شرعی پابندی اور ایمان و اخلاص کا نمونہ بنالیں اور جتنی باتیں اپنے منہ سے نکالیں، اپنے وجود میں بھی ان کو طاری کرلیں۔ اگر صرف اتنی ہی بات پوری طرح انجام دے دی گئی اور ہر جگہ ایک ایسی کارکن جماعت پیدا ہو گئی جس کا قول و عمل یکساں ہو گیا تو خلافت کمیٹیوں نے اپنے وجود کا اصلی کام انجام دے دیا۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب ۔

ابوالکلام احمد

حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا فرمان

[illegible] [illegible]

اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مسلمانان بہار کو ایک ایسے عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے جس سے ان کی حیات و زندگی وابستہ ہے۔ تمام فوز و فلاح صرف اسی ایک عمل پر موقوف ہے لیکن ابھی صرف اجمالی و اعتقادا، یا قولا تک یہ عمل محدود ہے۔ اب ضرورت ہے کہ تمام مسلمانوں کے اعمال میں ایک عظیم انقلاب ہو۔ ہر عمل مطابق شریعت ہو۔ اور مقاصد عالیہ کے حصول کے لئے دلوں میں جوش و ولولہ، قلوب میں عزائم راسخہ ہوں، ارادوں میں پختگی، اعمال میں استقامت ہو۔ پھر اللہ تعالی پر توکل و اعتماد ہو اور بجز خشیۃ الٰہی و خوف خداوندی کے کسی کا خوف و خطرہ نہ ہو۔

اگر تم نے ان اصولوں پر عمل کیا اور استقلال کے ساتھ تمہارے قدم بڑھتے رہے تو یقینا تمام مشکلیں حل ہو جائیں گی۔ کل مصائب دور ہوں گے، تمہارے ایمان کی قوت اور اللہ تعالی کے سطوت و جبروت کے سامنے تمام باطل و سرکش گردنیں سر اطاعت خم کریں گی یا فنا ہو جائیں گی اور تم کو یقین رکھنا چاہیے کہ یقینا ہو کر رہے گا۔ ولو کرہ الکافرون، وما ذلک علی اللہ بعزیز

میں اس وقت بسلسلہ عمل چند احکام لکھتا ہوں جن پر تمام مسلمانان بہار کو خصوصیت کے ساتھ عمل کرنا چاہیے۔

۱- احکام شرعیہ کی پابندی کرو، بالخصوص نماز پنجگانہ با جماعت ادا کرنا لازم سمجھو اور منہیات و منکرات سے بچو، اور منشیات کے استعمال و بیع و فروخت کو یک دم ترک کر دو۔

۲- تم میں سے جو لوگ صاحب نصاب ہوں حساب کر کے زکوٰۃ ضرور ادا کریں، اور مرکزی بیت المال پھلواری شریف کے پاس بھیجا کریں۔

۳- اگر تم کسی مستحق زکوٰۃ کو زکوٰۃ دیا کرتے تھے یا دینا چاہتے ہو تو ان کے نام کی فہرست لکھ کر بیت المال میں بھیجو تاکہ یہاں سے ان کو مناسب طریقہ سے دیا جایا کرے۔ تم از خود بغیر واسطہ بیت المال ہرگز نہ دو۔

۴- ولایتی کپڑے کا استعمال و بیع و فروخت یکدم ترک کر دو۔ خالص دیسی کپڑا دیسی سوت کا بنا ہوا استعمال کرو۔ انگریزی و یورپی کارخانوں کا کپڑا یا سوت کسی طرح استعمال نہ کرو۔ چرخہ اور کرگہ کو نہایت کوشش کے ساتھ رواج دو۔ بہاری، بھاگلپوری اور مونگیری و دیگر پارچہ بافوں کو چاہیے کہ قوم و ملک کے لئے دیسی سوت کا کپڑا تیار کریں۔

۵- ولایتی کپڑے میں آگ لگا کر برباد نہ کرو۔ بلکہ جن ولایتی کپڑوں کو تم اپنے جسم سے اتار دو اس کو خلافت کمیٹیوں یا بیت المال کے حوالہ کر دو تاکہ جو کپڑا سمرنا یا مدینہ منورہ جانے کے لائق ہو وہ وہاں بھیجا جائے اور بقیہ مقامی اہل حاجت کو دے دیا جائے۔

۶- آپس کے تمام نفاق و شقاق کو یکدم دور کر دو، اور اپنے خصومات (مقدمات) صرف شرعی عدالت دار القضا میں انفصال کے لئے دائر کرو۔

۷- مبلغین محتسبین (اعمال مسلمین کے نگران) عمال (وصول کنندۂ زکوٰۃ وغیرہ) کے ساتھ (جن کے پاس امارت شرعیہ کی سند ہو گی) اخلاق سے پیش آؤ اور ان کی باتوں کو سنو اور عمل کرو۔

۸- مذہبی تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو، اور سب سے پہلے لڑکوں کو تعلیم مذہبی دلاؤ بعدہ دیگر علوم و فنون اور صنعت و حرفت و تجارت کی تعلیم دو۔

۹- علوم دینیہ کی حفاظت کے لئے علوم عربیہ کی اعلی تعلیم کی طرف خصوصیت کے ساتھ توجہ کرو۔

۱۰- حکومت انقرہ (انگورہ) کی پورے جوش و ہمت کے ساتھ مالی مدد کرو، اس وقت اس کی امداد اہم الواجبات سے ہے۔

تمام کام نہایت حزم و احتیاط، سکون و وقار کے ساتھ انجام دو۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ۔

محمد بدرالدین

المشتہر

سید محمد عثمان غنی ناظم دفتر امارت شرعیہ صوبہ بہار و اڑیسہ بمقام پھلواری شریف ضلع پٹنہ

مقالات

انقلاب فرانس

ایک اجمالی تاریخی نظر

نمبر ۱

اٹھارویں صدی کے آخر تک دنیا کی دیگر گورنمنٹوں کی طرح، فرانسیسی گورنمنٹ بھی اسی بوسیدہ رسم و رواج، جور و استبداد، اور طریق حکومت پر قایم تھی، جو اسے قرون مظلمہ سے ورثہ میں پہنچا تھا۔ اسی صدی کے اختتام پر فرانس کی معمولی ہوئی پبلک جاگی، اور اس نے محسوس کیا کہ ملک کی سیاسی حالت نہ صرف خراب، بلکہ عقل و انسانیت کے عام اور ابتدائی اصول کے بھی خلاف ہے، یہی احساس سنگ بنیاد تھا اس بڑے انقلاب کا جس نے بالآخر قدیم نظام حکومت کو الٹ دیا۔

قدیم نظام حکومت پر تین بنیادی اعتراض کئے جاتے تھے ؛۔

(۱) بادشاہ بالکل مطلق العنان تھے، وہ نہ کسی قاعدہ و قانون کے پابند تھے اور نہ کسی کے سامنے جواب دہ ۔

(۲) رعایا میں مساوات نہ تھی، بعض جماعتوں کے حقوق زیادہ تھے اور بعض کے کم ۔

(۳) گورنمنٹ کی روش نہایت ظالمانہ تھی، اور وہ بے ضابطہ کارروائیاں کرنے کی عادی ہو چکی تھی

اس اجمال کی مختصر تشریح یہ ہے کہ ؛۔

قدیم زمانہ میں بادشاہوں نے گو تمین [illegible] اس طور پر [illegible] تمام اختیارات
اُن کے قبضہ میں آگئے تھے چنانچہ فرانس میں بوربون خاندان کے بادشاہ [illegible] کے
مالک ہو رہے تھے، انھیں کے ہاتھ میں قوت تنفیذی تھی، جس کی رو سے [illegible] کار [illegible]
حکومت بھی کہ مذہبی پیشواؤں کو مقرر و معزول کرتے، جنگ و صلح کا اعلان کرتے، بین الاقوامی
معاہدوں کی منظوری دیتے، اور سلطنت کے تمام محکموں کو حسب مرضی چلاتے تھے، قوت تشریعی
(قانون سازی) بھی انھیں کے قبضہ میں تھی، چنانچہ اُن کا ہر حکم گورنمنٹ کا اٹل گزٹ ہونے کے
سبب کامل تھا، انھیں اپنے احکام کی تائید و تقویت کے لئے کسی قانونی سند اور دلیل کی حاجت نہ تھی
بلکہ اُن کا ہر حکم بجائے خود قانون تھا، اور قانون سے زائد طاقت رکھتا تھا، ملک میں کوئی تحریری
قانون نامہ موجود نہ تھا، اور سلطنت کا تمام تر مدار قدیم روایات اور شاہی احکام پر تھا۔ عدالتی
اختیارات بھی انھیں کے ہاتھ میں تھے، انھیں کے نام سے عدالتوں میں احکام صادر ہوتے اور
فیصلے کئے جاتے تھے، ججوں کا فرض صرف یہ تھا کہ بادشاہوں کی خوشامد اور خدمت کرتے رہیں،
جنھیں اختیار تھا کہ جس جج کو چاہیں برطرف کر دیں، یا اُس سے مقدمہ چھین کر کسی اور کے سپرد
کر دیں۔ مالی اختیارات بھی انھیں کو حاصل تھے جس طرح چاہتے تھے خزانہ میں تصرف کرتے تھے،
جس قدر چاہتے تھے ٹیکس مقرر کر دیتے تھے، اور پھر جس طرح چاہتے تھے انھیں وصول کرتے تھے،
کسی کو شکوہ و شکایت اور اعتراض و انکار کا حق نہ تھا۔

اپنے ان عالمگیر اختیارات برتنے کے لئے انھیں مددگاروں اور اہل کاروں کی ضرورت
تھی، چنانچہ پایہ تخت میں ایک جماعت وزراء کے نام سے رہتی تھی، اور صوبوں میں ایک ایک
گورنر اور اس کے چند مشیر ہوتے تھے، لیکن کسی کو براہ راست کوئی اختیار نہ تھا، اور نہ کسی کا عہدہ
پائدار اور محفوظ تھا، سب بادشاہ کی آنکھیں دیکھتے تھے، اور سب کی نوکریاں اسی کے رحم و کرم پر
تھیں، وہ جسے جتنی مدت چاہتا رکھتا، اور جب چاہتا برطرف کر دیتا تھا۔

غرضکہ بادشاہ اور اس کے مقربین خاص بالکل مطلق العنان تھے، اور جو کچھ کرنا چاہتے تھے،
بلا کسی جوابدہی کے خوف سے کرتے تھے۔ اگرچہ ان کا قول ہمیشہ یہی تھا کہ "بادشاہ کو مستبد اور
مطلق العنان نہ ہونا چاہیے، بلکہ اسے (ان کی اصطلاح میں) سلطنت کے بنیادی قوانین پر چلنا
چاہیے" لیکن سلطنت کے یہ بنیادی قوانین کیا تھے اور کہاں تھے؟ صرف بادشاہ کی زبان پر۔
کسی کتاب میں درج نہ تھے کہ فیصلہ کیا جا سکتا کہ بادشاہ کے کون سے احکام ان کے موافق ہیں
اور کون سے مخالف۔ لہذا اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے تھے، اور وہ پوری آزادی سے سلطنت
کا روپیہ صرف کرتا اور رعایا پر ظلم کرتا تھا۔

[illegible] میں پارلیمنٹ نے طے کیا کہ قومی نمائندوں سے مشورہ کئے بغیر بادشاہ کو نئے ٹیکس
لگانے کا حق نہیں ہے، یہ تجویز بالکل ایک نئی انوکھی بات تھی، کیونکہ لوئیس چہاردہم اور پانزدہم نے
اپنے [illegible] ٹیکس رعایا پر لگائے تھے مگر کسی سے کوئی مشورہ نہ کیا تھا، اور کرتے بھی تو کس سے کرتے جبکہ
۱۶۱۴ء کے سال سے گورنمنٹ نے کبھی بھی قومی نمائندوں کو جمع نہ کیا تھا۔

اس تجویز کے پاس ہونے کے بعد ۱۹ نومبر ۱۷۸۷ء میں بادشاہ لوئیس شانزدہم مع اپنے مشیر
سلطنت کے پارلیمنٹ کے جلسہ میں آیا، اور مشیر نے بادشاہ کی طرف سے سلطنت کے اس بنیادی
اصول کا اعلان کیا کہ فرانس کی تمام قدیم روایات اس اصول کو تسلیم کرتی ہیں کہ بادشاہ کو
اپنی سلطنت میں ہر قسم کے حقوق و اختیارات حاصل ہیں، وہ اپنے اعمال کا جواب دہ صرف اس
خدا کے سامنے ہے جس نے اسے تخت شاہی بخشا ہے، کسی کو اس [illegible]
حق نہیں ہے، اور وہ اپنے احکام کے اجراء میں کسی کی تصدیق [illegible]
قوتیں صرف اس کی ذات میں محدود ہیں، نہ اس کا کوئی شریک اور ساجھی ہے، [illegible]
کی پیروی و اتباع پر مجبور ہے۔ فرانس کے بادشاہ کو اپنی سلطنت کے انتظام میں کسی جمہوری [illegible]
کی احتیاج نہیں ہے، بے شک وہ قوم کے تینوں طبقوں کے نمائندوں کا مشورہ سن سکتا ہے
لیکن قبول کرنا یا رد کر دینا اس کے اختیار میں ہے، کیونکہ اسے یہ حقوق سلطنت کے بنیادی قوانین
کی رو سے حاصل ہو چکے ہیں"

پارلیمنٹ نے اس سرکاری اعلان کو سکون کے ساتھ سنا، اور پھر ادب و وقار کے ساتھ [illegible]
اعتراض کیا، لیکن بادشاہ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور حکم دیا کہ سلطنت کے لئے جدید [illegible]
منظور کرلے، مگر اس نے انکار کر دیا، جس پر بادشاہ نے ڈیوک دورلیوں کو طلب کر کے کہا کہ [illegible]
کی منظوری مجلس کے حکم کے بموجب درج کر کے اعلان کر دے، مگر پارلیمنٹ نے اس کی بھی مخالفت
کی اور اسے خلاف قانون قرار دیا، اس پر بادشاہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا "مجھے اس کی کیا پرواہ
ہو سکتی ہے؟ قانون! ہاں یہی قانون ہے، کیونکہ میں ایسا ہی چاہتا ہوں"

پارلیمنٹ کا یہ طرز عمل در حقیقت عجیب تھا، کیونکہ اگرچہ وہ عرصہ سے قائم تھی، مگر اسے کبھی [illegible]
پر اعتراض کرنے کی جرأت نہ ہوئی تھی، اور نہ اس قسم کے معاملات پر بحث کرنے کی اسے کبھی ہمت ہوئی
تھی، اب تک اس کا کام صرف اس قدر تھا کہ یا تو گورنمنٹ کی ہاں میں ہاں ملائے، یا پبلک کی
باہمی نزاعات کے فیصلے کیا کرے۔ وہ ان ظالمانہ مقدمات میں کبھی دخل نہ دے سکتی تھی جو گورنمنٹ
پبلک کے خلاف کھڑے کرتی تھی، اور جن کا فیصلہ خاص عدالتوں یا شاہی کمیشنوں کے ذریعے
کراتی تھی، اسی طرح صوبوں میں بھی کونسلیں موجود تھیں، اور وہ بھی پارلیمنٹ کی طرح بالکل معطل
تھیں، ان کا کام یہ تھا کہ زمین کی مالگزاری بڑھانے کی تدبیریں سوچیں اور پبلک کا خون چوسنے
میں گورنمنٹ کی مدد کیا کریں۔

اس صورت حال کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام حکومت بے لگام ہو رہی تھی، پبلک بالکل مقید
تھی، اور گورنمنٹ کی اجازت کے بغیر وہ معمولی سے معمولی کام بھی نہ کر سکتی تھی، چنانچہ پلوں کی مرمت
اور گرجوں کی درستگی تک سرکاری منظوری پر موقوف تھی۔ اور اکثر صوبے ایسے تھے جہاں عدالتی [illegible]
کی کوئی قائم مقام جماعت ہی نہ تھی کہ جس کے ذریعہ سے اس کی آواز گورنمنٹ تک پہنچتی۔ اس سے
حکام کو موقع ملتا تھا کہ جتنا چاہیں ظلم کریں، نہ کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا تھا، نہ کسی کو اعتراض
کا یارا تھا، اور نہ کسی ملکی اخبار کی پرواہ تھی، صوبوں میں جو انتظامی مجلسیں تھیں اس سے گورنمنٹ یا تو
چشم پوشی کرتی تھی اور یا لاعلم تھی، اس نے کبھی ان کی جانچ اور تحقیقات کے لئے کمیشن نہیں
بٹھائے، اور نہ اس کی ضرورت محسوس کی۔ ملک میں اگرچہ اخبارات موجود تھے، مگر انھیں حکام
کی کارروائیوں پر بحث کرنے کی اجازت نہ تھی، اور سنسر شپ کی سختی سے قوم کی نگرانی کرتا تھا، اور اگر
اجازت ہوتی بھی، تو وہ کیا کر سکتے تھے، کیونکہ ان کی اور گورنمنٹ کی کارروائیاں اتنی رازداری
سے ہوا کرتی تھیں کہ کسی کو ہرگز خبر نہ ہونے پاتی تھی، چنانچہ خود وزیر تالر نے اپنی زبان سے اقرار
کیا ہے کہ "فرانس پر حکمرانی، سرکاری دفاتر کے تاریک کمروں سے ہوتی ہے" گورنمنٹ کی بد نظمی
و بدانتظامی کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سلطنت کے مداخل و مخارج کی صحیح طور پر جمع بند
نہ کئے جاتے تھے، اور تالر کی جرأت تو اس قدر بڑھ گئی تھی کہ وہ حساب کے کاغذات بالکل غلط اور

جو نہایت کو کسی کو اعتراض کرنے کی ہمت نہ ہوتی تھی، غرض کسی کام کا کوئی حق نہ تھا اور حکومت کے خلاف زبان دراز کرنے اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے تھے، دوستوں کو قوی کرتے تھے، دشمنوں سے انتقام لیتے تھے، اور ایسی ایسی حرکتیں کرتے تھے جو گوارا انھیں کی ہو سکتی تھیں، مگر کس کی مجال تھی کہ ان کو روک سکتا کیونکہ طاقت انھیں کے قبضہ میں تھی، پبلک کر ہی کیا سکتی تھی اور کچھ نہ کر سکتی تھی۔

بادشاہ خزانہ کو اپنی ذاتی جائداد سمجھتا تھا، اور جتنا چاہتا تھا، اُس میں سے صرف کر ڈالتا تھا، چنانچہ اپنے حد سے زیادہ بڑھے ہوئے ذاتی مصارف کے علاوہ کم سے کم ۲ کرور فرانک سالانہ وہ خیرات میں دیا کرتا تھا، جو گویا اُس کا جیب خرچ تھا، اور جس کے حساب و کتاب کے رکھنے کی بھی اُسے ضرورت نہ تھی۔ بادشاہ کے اسراف بیجا کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُس نے شریف خاندان پولیٹیکل تحریرات الملک پر قدر دے ڈالے تھے، کسی سرکاری غرض کے لئے نہیں، بلکہ محض اپنی ذاتی خوشنودی کی خاطر۔ اس طرح ہر اُس شخص کے لئے خزانہ کھلا ہوا تھا جو بادشاہ کا دخل ٹھیک لے جائے اور جتنا روپیہ چاہے حاصل کر لے۔ اس اسراف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطنت کا خزانہ خالی ہو گیا۔ اور بہر حال بجٹ ناکافی ہونے لگا، آمدنی سے خرچ ہمیشہ زائد ہوتا تھا، اور اس وجہ سے جو کمی پڑتی تھی وہ قرض لے کر پوری کر دی جاتی تھی، نیز ہر سال طرح طرح کے محصول اور ٹیکس باندھے جاتے تھے جن میں کسی ضابطہ و اصول کی پابندی نہ ہوتی تھی، صرف یہ دیکھا جاتا تھا کہ کس کی حیثیت کتنی ہے؟ جس کی تعیین خود عمال حکومت کے ہاتھ میں تھی، اپنے دوستوں اور طرفداروں کو وہ ہمیشہ کم حیثیت قرار دیا کرتے، اور دشمنوں اور مخالفوں کو دولت سے مالامال بتا کر ان پر بھاری بھاری ٹیکس لگا دیتے تھے، اسی طرح دیہاتوں میں کسانوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا، ان پر کوئی رحم نہ کرتا تھا، اور جو غیر زائد ٹیکس انھیں ادا کرنا پڑتا ہے، جس سے بچنے کے لئے وہ ہمیشہ اپنی حیثیت کو چھپاتے، اور انتہائی بدحالی کے ساتھ گندے جھونپڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔

شراب اور نمک کا محصول کمپنیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا جن کے اہل کاروں کو بالکل وہی اختیارات دے گئے تھے، جو سرکاری آدمیوں کو حاصل تھے، یہ لوگ گھروں میں تلاشی لینے کے لئے گھس پڑتے تھے کہ ان میں چوری سے نمک تو نہیں لایا گیا ہے، جو لوگ کمپنی کے لیسنس بلا اجازت نمک فروخت کرتے تھے وہ مجرم سمجھے جاتے تھے۔ اور انھیں سخت سزائیں دی جاتی تھیں، کبھی درے لگتے تھے، اور کبھی جلاوطن کر دئے جاتے تھے۔ اس مصیبت میں گرفتار ہونے والوں کی تعداد سالانہ دو اور تین ہزار تک پہنچ جاتی تھی بعض صوبوں میں گورنمنٹ نے ہر گھر کے لئے نمک کی ایک مقدار مقرر کر دی تھی کہ اس سے زیادہ رکھنے کی اجازت نہ تھی، یہ مقدار اتنی کم تھی کہ صرف کھانے ہی کے لئے بمشکل کافی ہوتی تھی، کھالوں کی دباغت اور دوسری ضروریات کے لئے نمک کمپنی کی اجازت سے حاصل کرنا پڑتا ہے۔

گورنمنٹ کی بدنظمی، حکام کی سختی، ٹیکسوں کی زیادتی، اور عام ناانصافی سے بالآخر پبلک چیخ اٹھی، اور اُسے زندگی بسر کرنا ناممکن نظر آنے لگا۔

آزادی مطبع

پولیس کا جو محکمہ لوئیس چہاردہم نے قائم کیا تھا، وہ پبلک کے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ تھا اسی سے متعلق پریس کی نگرانی بھی تھی، تمام مطبوعات کی پوری طرح دیکھ بھال ہوتی تھی، اور کوئی کتاب، رسالہ، اخبار حتیٰ کہ اشتہار بھی شایع نہ ہو سکتا تھا جب تک کہ سنسر اسے پاس نہ کر دے، ہر قسم کی تحریریں اس کے پاس بھیجی جاتی تھیں جو مدتوں دیکھی نہ جاتی تھیں، اگر کوئی شخص اس کے دکھلائے بغیر کوئی تحریر شایع کر دیتا تھا تو اُسے سخت سزا ملتی تھی، حتیٰ کہ حبس دوام تک ہو جاتا تھا۔ سنسر کے پاس کر دینے کے بعد بھی امن نہ تھا، جس تحریر کو پولیس چاہتی، قابل اعتراض قرار دے کر اس کے لکھنے والے اور شایع کرنے والے پر مقدمہ چلا دیتی تھی، جس کے بعد اس قسم کی تحریریں یا تو جلا دی جاتی تھیں، اور یا ضبط ہو جاتی تھیں، چنانچہ والٹیر کے "فلسفیانہ رسائل"، "ڈیڈرو کا رسالہ نابینا" روسو کی کتاب "ایمل" کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا تھا، یہی نہیں بلکہ مولف و مصنف بھی پولیس کے رحم پر جیتے تھے، وہ ان میں سے جسے چاہتی گرفتار کر کے باسٹیل کے مہیب قید خانہ میں ڈال دیتی تھی، چنانچہ والٹیر دو مرتبہ قید کیا گیا، اور بالآخر مجبور ہو کر فرانس سے چلا گیا، تاکہ قید اور اس کی سختیوں سے بے خوف ہو کر کام کر سکے۔ اسی طرح "فرار" کو بھی باسٹیل میں سزا بھگتنا پڑی تھی کیونکہ وہ بادشاہ پر نکتہ چینی کرتا اور بادشاہت کے خلاف وعظ کہتا تھا۔

غرض کہ پریس کو مطلقاً آزادی حاصل نہ تھی، جس کی وجہ سے روزانہ اخبارات چل ہی نہ سکتے تھے، کیونکہ ہر مضمون شایع ہونے سے پہلے سنسر کے سامنے پیش کرنا پڑتا تھا، جو اُن کی بُری طرح قطع و برید کرتا، اور مہینوں ڈال رکھا کرتا تھا، کچھ اخبارات ایسے بھی تھے جن پر سنسر مہربان تھا، لیکن یہ وہی تھے، جو نہ ملک کی سیاست پر بحث کرتے تھے، اور نہ سیاسی خبریں شایع کرتے تھے، انھوں نے اپنا فرض صرف اس قدر سمجھ رکھا تھا کہ غیر سیاسی بحثیں کریں، اور سرکاری خبریں چھاپ دیا کریں!! (باقی دارد)

مسئلۂ عرب و شام

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

جرمنی کے روس پر اعلان جنگ کرتے ہی ہمیں یقین ہو گیا تھا کہ جس عالمگیر جنگ سے دُنیا خوف زدہ ہو رہی تھی، وہ شروع ہو گئی، ہمیں یہ بھی یقین تھا کہ سلطنت عثمانیہ جرمنی کا ساتھ دے گی۔ کیونکہ ہم اُن گہرے تعلقات سے واقف تھے جو انجمن اتحاد و ترقی، اور جرمنی کے مابین عرصہ سے موجود تھے۔ ہمیں اُمید تھی کہ اس موقعہ پر ترکی گورنمنٹ اپنے اُن وعدوں کو پورا کر دے گی جو اُس نے پیرس کی پہلی عربی کانفرنس کے بعد عربوں سے کئے تھے، ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی تھا کہ مبادا عربوں اور ترکوں کے قدیم تعصبات اس نازک موقع پر رونما ہوں اور سلطنت کی بربادی کا سبب بنیں۔ چنانچہ ہم نے جنگ چھڑتے ہی اپنا مشہور مضمون مصری اخبارات اور رسالہ "المنار" میں شایع کیا، اور عربوں کو نصیحت کی کہ "وہ دوران جنگ میں پوری خاموشی اختیار کریں، اور ترکوں کے دوش بدوش کھڑے ہو کر اپنی تمام قوتیں فتح حاصل کرنے میں صرف کر دیں۔۔۔ اس مضمون کا جو اثر عربوں پر ہوا وہ ظاہر ہے"!

عرب اور برطانیہ

اوائل جنگ میں مصر کے بعض ذمہ دار برطانوی افسروں نے ہم سے کہا کہ برطانیہ نے عربوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا عزم کر لیا ہے۔ عام اس سے کہ ترکی کی پالیسی اس جنگ میں کچھ ہی کیوں نہ ہو، اگر وہ غیر جانبدار رہی تو برطانیہ عربوں کے مطالبات اس سے تسلیم کرانے میں اپنا سارا رسوخ صرف کر دے گا۔ اور اگر وہ جرمنی کے ساتھ ہو گئی، تو برطانیہ عربوں کو خود مختاری حاصل کرنے اور عربی سلطنت کے قائم کرنے میں ہر قسم کی مدد دے گا"

اس کے بعد جب سلطنت عثمانیہ بھی میدان جنگ میں اتر آئی تو ہم خوف سے لرز گئے، کیونکہ سب سے زیادہ فکر عربی ممالک کی ہوئی، کیونکہ وہ ہر قسم کے سامان مدافعت سے خالی، اور سلطنت کے مرکز سے بہت دور تھے، اس لئے دشمنوں کی دست برد سے انھیں بچانا نہایت دشوار تھا، لیکن اسی اثنا میں چند برطانوی اعلیٰ افسروں نے طلب کر کے اطمینان دلایا کہ گورنمنٹ برطانیہ نے تمام پارٹیوں کی اتفاق رائے سے فیصلہ کیا ہے کہ تمام عربی ممالک آزاد کر دئے، اور اگر ضرورت ہو تو اس راہ میں ترکی سے جنگ بھی کرے، اور یہ کہ وہ اس کے صلہ میں عربوں سے کچھ نہیں چاہتا، اور نہ عرب کی ایک انچ زمین حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اس کی خواہش صرف یہ ہے کہ تمام عرب اس بات سے اچھی طرح آگاہ ہو جائیں اور آئندہ سے اپنا دشمن نہ خیال کریں اسی ساتھ ہی سوڈان کے ذمہ دار حلقوں سے بھی ہمیں یہی اطلاع دی۔

اس کے بعد [illegible] المصریون نے ہمیں وہ اعلان دکھایا جسے وہ عربی ممالک میں شائع کرنا چاہتے تھے، اور جس میں عربوں کو آزادی دلانے کا وعدہ کیا گیا تھا، مگر ہم نے پہلی ہی نظر میں محسوس کر لیا کہ یہ اعلان محض ایک دھوکہ ہے، کیونکہ اس میں بجز الفاظ کے اور کچھ نہ تھا، اور جو وعدے صراحت کے ساتھ ہم سے کئے گئے تھے، وہ اس میں نہ تھے۔ ہم نے ان سے کہا کہ اس اعلان کو بالکل صاف صاف اور پوری وضاحت کے ساتھ ہونا چاہئے کہ جس میں کسی قسم کی تاویل نہ ہو سکے، برطانیہ کو وعدہ کرنا چاہئے کہ وہ تمام عربی ممالک کو خودمختار بنا دے گا، اپنے اتحادیوں کو اس خودمختاری کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے گا، وہ اور اس کے اتحادی ہماری ایک انچ زمین پر بھی قبضہ نہ کریں گے، نہ فتح کے نام سے، نہ ملکیت کے نام سے، نہ پروٹکٹریٹ (حمایہ) کے نام سے، اور نہ عارضی قبضہ کے نام سے، غرضکہ کسی نام اور کسی صورت سے قبضہ نہ کریں گے، بلکہ جوں ہی فتح ہو جائے گی، تمام مقامات فوراً خالی کر دینگے، وہ بھی جن پر اس وقت قبضہ ہے، اور وہ بھی جن پر آئندہ قبضہ کریں گے، اور یہ سب بلا کسی قید و شرط اور معاوضہ کے۔"

اس پر انھوں نے باہم طویل مشورے کئے اور لندن سے گفتگو کرنے کے بعد صاف جواب دے دیا کہ ہم ایسا نہیں کر سکتے ہیں، حالانکہ پہلے خود ہی یہ وعدے کئے تھے، اور انھیں کی بنا پر ہم سے مددگاری کے خواہاں ہوئے تھے۔

ان کے اس طرز عمل کے برخلاف ہم نے متعدد احتجاجی یادداشتیں بھیجیں جن میں پوری وضاحت سے بتایا کہ برطانیہ کو بعض چاپلوس عربی اخبارات کی لفاظی سے دھوکہ میں نہ پڑنا چاہیئے، جو ہمیشہ جلی حرفوں میں لکھتے رہتے ہیں کہ "برطانیہ عربوں کا سچا دوست ہے، اور عرب برطانیہ کے سچے دوست ہیں" بلکہ واقعہ یہ ہے کہ عرب سب سے زیادہ برطانیہ ہی کی جانب سے غیر مطمئن ہیں، اور صرف اسی کو اپنا دشمن یقین کرتے ہیں، نیز اس حقیقت پر بھی روشنی ڈالی تھی کہ سلطنت عثمانیہ اسلام کی آخری اور وحید طاقت ہے کہ جو دنیا میں باقی رہ گئی ہے، مسلمان خودمختار اسلامی سلطنت کے بقا کو عقیدۂ توحید کے بعد سب سے زیادہ ضروری اور اہم چیز سمجھتے ہیں، اور بجا طور پر سمجھتے ہیں، کیونکہ اسی کے ذریعے سے دین الٰہی کی حفاظت و حمایت ہوتی ہے، اور اقوام عالم کے روبرو مسلمانوں کے سربلند ہوتے ہیں، چنانچہ محض اسی وجہ سے تمام دنیا کے مسلمان دولت عثمانیہ کے دلدادہ و شیدا ہیں، اور کیوں نہ ہوں

جبکہ سلطنت خلافت نبوی کو قائم رکھیں [illegible] پر قبضہ کر سکتا، اور حجاز پر دسترس حاصل کر سکتا [illegible] ہندستان کے [illegible] کہ برطانیہ اسلام کا دیرینہ دشمن ہے، اور [illegible] چاہتا ہے، اس پر وہ سب یک دل و جان ہو کر اس کے مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے، اور اس طرح برطانیہ شدید کشمکش میں مبتلا ہو جائے گا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتایا تھا کہ عرب پر قبضہ کر لینا اور پھر چین سے حکومت کرنا کھیل نہیں ہے، برطانیہ کو اس راہ میں لوہے کے چنے چبانے ہونگے اور بغاوتوں کے لامتناہی سلسلہ کے روکنے کے لئے بے شمار جنگی طاقت رکھنی پڑے گی۔

ان تحریروں میں ہم نے یہ بھی صاف کر دیا تھا کہ حالت جنگ میں برطانیہ کا یہ کہنا مسلمانوں کو ہرگز مطمئن نہ کر سکے گا کہ ترکی کے ساتھ اس کی لڑائی مذہبی نہیں ہے، لیکن یاد رکھنا چاہئے یہ جنگ مذہبی جنگ بھی ہو جائے گی، لیکن ہاں اگر وہ شام، عراق، اور جزیرہ عرب کی آزادی اور خودمختاری کی پوری پوری ضمانت دے دے، تو یہ خیال پیدا نہ ہو گا کیونکہ یہی وہ ممالک ہیں جو اسلام کا اصلی وطن اور گہوارہ ہیں۔ انھیں میں حرمین شریفین بیت المقدس، اور شیعوں کے نجف اشرف، کربلا، اور ائمہ اہل بیت کے مزارات ہیں، انھیں میں اموی و عباسی خلافتیں قائم ہوئیں، اور اسلامی تمدن و تہذیب برگ و بار لائی۔

اس کے علاوہ ہم نے بے شمار سیاسی و اقتصادی مصالح کی طرف بھی توجہ دلائی جو ان ممالک کی آزادی سے برطانیہ کو پہنچتے، مگر افسوس ہے کہ ہماری پکار صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ اور برٹش گورنمنٹ نے اس پر کان دھرنے سے ہمیشہ انکار کیا، یہی وجہ تھی کہ ہم نے اُس شعبدہ کو کبھی اہمیت نہ دی جو رائٹر کی تاربرقیوں اور انگریزی اخبارات میں مچا کرتا تھا کہ برطانیہ عرب کا نجات دہندہ ہے، عنقریب اس کی سنگلاخ سرزمین جنت عدن بننے والی ہے، اور "ہارون رشید و مامون رشید" کی عظمت رفتہ اسے پھر واپس ملنے والی ہے۔ بلکہ مصر کے ذمہ دار برطانوی حلقوں، اور "سر مارک سائکس" (جو ۱۹۱۵ء میں مسئلہ عرب پر غور کرنے کے لئے لندن سے بھیجے گئے تھے) سے گفت و شنید کرنے کے بعد ہمیں حق الیقین ہو گیا تھا کہ انگریز عربی ممالک پر دندان آز تیز کئے ہوئے ہیں، اور ہرگز کسی قسم کا تساہل برتنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ اس حقیقت سے ہم پہلے بھی واقف تھے، اور "المنار" میں بارہا اس کی طرف اشارہ کر چکے تھے، مگر اس دوران میں پوری تصدیق ہو گئی۔ انگریزوں کو امید تھی کہ ترکوں کے مقابلہ میں ہم ان کا ساتھ دیں گے، اور عربوں کو ان کی دوستی کا یقین دلائیں گے، مگر بالآخر انھیں ہم سے مایوسی ہوئی، اور ہمیں ان سے مایوسی ہوئی۔

برطانیہ اور امراء عرب

دوران جنگ میں برطانیہ نے اپنی پوری قوت سے عرب کے امراء اور رؤسا کو ترکی کے برخلاف اکسانا شروع کیا، امام یحییٰ نے تو قطعاً اس کی پرواہ نہ کی، اور حسب معاہدہ ترکی کے وفادار و معین و مددگار رہے۔ امیر نجد اور امیر عسیر اس سے متاثر ہوئے، اور غیر جانبداری اختیار کر کے ترکی کی مدد سے انکار کیا، لیکن شریف مکہ پر اس کا جادو پوری طرح چل گیا جس نے پہلے حجاز کی آزادی اور انجمن اتحاد و ترقی کی مخالفت کا اعلان کیا، اور پھر برطانیہ کی موالات میں دولت عثمانیہ سے جنگ کی، اور شام و عراق کی فتح میں انگریزوں کو جنگی مدد دی۔ شامیوں اور عراقیوں کو شریف کی موالات سے سخت دھوکہ ہوا

[illegible] ہیں کہ ایک [illegible] بغاوت [illegible] ظاہر کیا جاتا ہے، اور خود
بعد سے اس نے کئی [illegible] بغاوت [illegible] ہیں، اور ضرور ہے کہ وہ انھیں آزاد کر
ایک طرف انگریز چالیں چل رہے تھے، اور دوسری طرف انجمن اتحاد و ترقی کی گورنمنٹ
شام و عراق میں عثمانیان کر رہی تھی جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں بددلی پھیل گئی
اور وہ اس امید پر انگریزوں کے طرفدار ہو گئے کہ جنگ میں دول یورپ اور ترکی کی
مخالفت عرب کی آزادی کا بہترین موقعہ بہم پہنچا رہی ہے جس سے فائدہ اٹھانا چاہئے
بلاشک موقعہ تو نہایت عمدہ تھا اگر اس سے فائدہ اٹھانے کی عربوں میں صلاحیت ہوتی
اور ان میں ایسے رہنما موجود ہوتے جو سلطنت عثمانیہ کو تباہ کئے بغیر [illegible] آزاد کرا لیتے

حجاز کی بغاوت

برطانیہ کے ساتھ معاہدہ

شریف مکہ کی پہلی حرکت ان حالات کا لازمی نتیجہ تھی جو قانون و دستور کے ماتحت پہلے سے موجود ہو گئے تھے، اور اس حرکت کے متعلق کم از کم جو کہا جا سکتا تھا وہ وہی تھا جو میں نے اس کے آغاز ہی میں کہہ دیا تھا کہ وہ یا تو مفید ہوگی اور یا مضر نہ ہوگی۔ اور اس سے بڑھ کر بڑا جو کام لیا جا سکتا تھا، وہ یہ تھا کہ عرب کے تمام امرا باہم متحد ہو جاتے، اور اندرون ملک میں اتنی بڑی جنگی طاقت فراہم کر لیتے جو ترکی کی شکست کے وقت ملک کو اجنبی قبضہ و تصرف سے بچا سکتی کہ جس کا بچانا ہر ترکی، عربی، ہندی، افغانی اور ان تمام لوگوں پر فرض ہے جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ جب میں مکہ میں تھا تو میں نے شریف کے سامنے یہی تجویز پیش کی تھی کہ امراء عرب کو اتحاد و اتفاق کی دعوت دی جائے اور ایک متحدہ طاقت کے قائم کرنے کی کوشش کی جائے، ساتھ ہی میں نے اسے جتا دیا تھا کہ وہ اپنی مخالفت کو صرف انجمن اتحاد و ترقی تک محدود رکھے، اور ترکی قوم، سلطنت عثمانیہ اور سلطان المعظم سے کسی قسم کی سرکشی نہ کرے میں نے یہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ یہ جنگی طاقت ہر حال میں نہایت سودمند ہوگی، اگر سلطنت عثمانیہ بازی ہار جائے گی تو ہم اپنی آزادی کی حفاظت کر سکیں گے، اور اگر وہ فتحیاب ہوگی (جیسا کہ ہر مسلمان کی تمنا ہے) تو ہم اس سے اپنے حقوق منوا سکیں گے۔

لیکن شریف نے اس تجویز کی یہ کہہ کر مخالفت کی کہ "ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے، جب مدینہ فتح ہو جائے گا، تو میں امراء عرب کو دعوت دوں گا، ورنہ ابھی وہ سمجھیں گے کہ میں ان کے خوف سے ایسا کر رہا ہوں نہ کہ مصالح عامہ کے خیال سے"، اس کے جواب میں میں نے کہا کہ "وہ مسور سربرآوردہ لوگ اس کام کے کرنے کے لئے آمادہ ہیں، بشرطیکہ آپ کی جانب سے اس کی مخالفت نہ ہو" لیکن اس نے ایک نہ سنی اور جب میں چلا گیا تو اس نے اپنے ہمنشینوں سے کہا "یہ کون لوگ ہیں، جن کے ساتھ میں رشتہ اتحاد جوڑوں؟ آج تو عرب میں یہ بھی امیر ہیں اور وہ بھی امام ہیں، مگر کل معلوم ہو جائے گا کہ کون امیر ہے اور کون امام ہے!" شریف نے یہ صرف زبان ہی سے نہیں کہا، بلکہ بعد میں امیر ابن سعود سے جنگ کر کے عملاً دکھا دیا کہ وہ صلاح کا کتنا بڑا حامی ہے؟

شریف کی بغاوت جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے پیشتر صرف انجمن اتحاد و ترقی کے برخلاف تھی، لیکن بعد میں جب اس نے شاہ عرب کا لقب اختیار کیا (لیکن اس کے اتحادیوں نے اسے صرف شاہ حجاز تسلیم کیا ہے) تو بغاوت کا رخ پھر گیا، اور اس نے تمام ترکی قوم سلطنت عثمانیہ اور سلطان المعظم سے علانیہ مخالفت اختیار کی، اور اپنی پوری طاقت ان کے برباد کرنے میں لگا دی۔ یہ حجازی بغاوت کا دوسرا دور تھا جو فاتحہ درجہ مایوس کن بلکہ مہلک تھا۔

شریف کا مقصد تھا کہ خلافت کا بھی دعویٰ کرے، اور جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو میں نے سخت مخالفت کی، اور پوری تفصیل کے ساتھ ان مشکلات و موانع کا ذکر کیا جو اس راہ میں پیش آئیں گے، پھر ان مفاسد کی بھی تشریح کی جو اس جرأت سے پیدا ہو سکتے ہیں میں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ شریف کو کسی طرح بھی منصب خلافت کی امید نہ کرنا چاہئے، کیونکہ وہ خود سلطان محمد رشاد کے ہاتھ پر بیعت کر چکا ہے، اور صاف حدیث موجود ہے، کہ "اذا بویع الخلیفتین فاقتلوا الآخر منہما" (جب یک وقت دو خلیفوں کے لئے بیعت ہونے لگے، تو جو خلیفہ آخر میں کھڑا ہوا ہے اسے قتل کر دو) علاوہ اس کے تمام دنیا کے مسلمان اس کی بغاوت و شورش سے سخت ناراض ہیں، اور کسی طرح بھی اس کی خلافت تسلیم نہ کریں گے۔

اگر کہا جائے کہ حجاز کے مسلمانوں کی بیعت سے اس کی خلافت منعقد ہو سکتی ہے، تو یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اول تو حجازی اہل الحل والعقد نہیں ہیں کہ جن کی بیعت موثر ہو، اور دیگر یہ کہ وہ شریف کے ماتحت و محکوم ہیں اور آزادی سے اپنی رائے ظاہر نہیں کر سکتے، اسلئے خود شریف کے لئے ان کی بیعت حجت نہیں ہو سکتی۔

شریف کو مجھ سے توقع تھی کہ حجاز کی بغاوت کا میں حامی و مددگار رہوں گا، اور بیشک میں ہوتا، اگر اس کی روش اس نہج پر ہوتی جو میرے خیال میں مناسب اور برحق تھا، چنانچہ چلتے وقت بھی میں نے اس پر یہ بات ظاہر کر دی تھی جس سے اسے سخت مایوسی ہوئی، اور میرے رسالہ کا داخلہ حجاز میں روک کر اس نے مجھ سے انتقام لیا، جس پر میں خدا کا از حد شکرگزار ہوں کہ اس نے مجھے اس تہمت سے بری الذمہ ثابت کیا جو مجھ پر لگائی جاتی تھی کہ میں اس بغاوت کا حامی ہوں۔

شریف نے ترکوں سے کیوں جنگ کی؟ اور امراء عرب سے کیوں لاپرواہی برتی؟ اس کا اصلی باعث وہ معاہدہ تھا جو برطانیہ نے اس کے ساتھ کیا تھا، اور جس کی رو سے اس کو حق الیقین ہو گیا تھا کہ عنقریب اس کا جھنڈا جزیرہ عرب کے باہر شام اور عراق کے مرغزاروں پر بھی لہرائے گا، اور وہ برطانیہ کی قوت سے ان وسیع ممالک کا شہنشاہ ہو جائے گا!

شریف کو برطانیہ اور اس کی طاقت پر اس قدر بھروسہ و اعتماد تھا کہ اس کے خلاف وہ ایک لفظ بھی سننا نہ چاہتا تھا، اور نہ کسی قسم کی عقلی یا نقلی دلیل اس پر موثر ہو سکتی تھی، چنانچہ اخبار "القبلہ" میں اس کے متعلق اس نے جو تحریریں شائع کرائی ہیں، وہ غایت درجہ مضحکہ انگیز ہیں۔ اور پھر یہ نہیں ہوا کہ برطانیہ کی بے وفائی و سرد مہری کی وجہ سے اس کے ایمان و ایقان میں کچھ تزلزل واقع ہوا ہوتا، بلکہ وہ ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہا، اور اسی کا وظیفہ کرتا رہا جس سے بالآخر متاثر ہو کر برطانیہ نے اس پر اور اس کے بیٹوں پر نظر عنایت کی، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

اس برطانوی معاہدے کو شریف نہایت رازداری سے رکھا کرتا تھا حتیٰ کہ اسے اپنے بیٹوں تک سے چھپاتا تھا، اس کی جگہ ایک تھیلی میں تھی جس کے ساتھ اور بہت سے خفیہ کاغذات رکھے رہتے تھے، اور یہ تھیلی اتنی احتیاط سے رکھی جاتی تھی کہ بجز شریف کے اور کسی کا ہاتھ اس کو نہ لگ سکتا تھا لیکن اتنی پردہ داری فضول تھی، کیونکہ بغاوت کے

گرتا ہے، اور دوسرا انگورہ کے قریب سے نکل کر بحر اسود سے مل جاتا ہے۔

ملک کی آب و ہوا زمانہ قدیم سے مشہور ہے، اور مؤرخ، شعرا اور علماء جغرافیہ ہمیشہ سے اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس ملک کی آب و ہوا نہایت عمدہ صحت بخش اور معتدل ہے، پہاڑ گرمی کی شدت کو کم کر دیتے ہیں، اور سمندر جاڑے کی شدت کو معتدل بنا دیتے ہیں۔

اناطولیہ کے بعض مقامات میں معدنی چشمے بکثرت پائے جاتے ہیں جن سے نہایت گرم اور کھولتا پانی اُبلا کرتا ہے، اور ان چشموں کے گرد مخروطی شکل میں جم کر پتھر ہو جاتا ہے۔ بعض مقامات میں زمین سے قتل ہو جانے والی گیس نکلتی ہے، اور ایک جگہ ایک غار میں سے اس قسم کے بخارات نکلتے ہیں جو چشم زدن میں انسان کو ہلاک کر ڈالتے ہیں۔

معدنیات ملک میں بکثرت پائی جاتی ہیں، سیسہ، لوہا، تانبہ، چاندی اور سونا کافی مقدار میں پہاڑوں میں موجود ہے، اور قدیم زمانے میں ایک معتد بہ مقدار ان چیزوں کی نکالی بھی جا چکی ہے۔

سارا ملک نہایت زرخیز اور اپنی حاصلات و پیداوار کے اعتبار سے دنیا بھر میں مشہور ہے، طرح طرح کے میوے، پھل، غلہ اور تمباکو کے علاوہ انواع و اقسام کی قابل استعمال لکڑی اس کے پہاڑی جنگلوں میں بکثرت پیدا ہوتی اور تمام ممالک عثمانیہ کی ضروریات پوری کرتی ہے۔

اس کے علاوہ ہر قسم کے چوپایوں کی افزائش بھی بہت ہوتی ہے، اناطولیہ کی بھیڑ بکری اور گھوڑا تمام جہان میں مشہور ہے، بھیڑ اور بکری کی شہرت نرم بالوں کی وجہ سے ہے، اور گھوڑا تیز رفتاری اور مضبوطی میں قدیم سے ضرب المثل ہے۔

ملک میں زراعت کے علاوہ تجارت اور صنعت و حرفت بھی اچھی ہے، جس میں زیادہ قابل ذکر انجیر، بھیڑ و بکری اور اونٹ کی اون، دباغت کی ہوئی کھالیں، کہربا، لاجورد، افیون، مشک، قالین، گیہوں، روئی، تل اور جو ہے، ریشم اور سوت کے متعدد کارخانے بھی ہیں، اور قہوہ و چائے کے ظروف خاص شہرت رکھتے ہیں۔

اناطولیہ دنیا کے ان ملکوں میں ہے، جنہیں غایت درجہ تاریخی اہمیت حاصل ہے، وہ ہمیشہ مغرب و مشرق کے مابین پل کا کام دیتا رہا ہے، وہ تقریباً ہزار سال مختلف وحشی قبائل اقوام کی آماجگاہ بنا رہا ہے اور وقتاً فوقتاً بے شمار قوموں نے اسے تاخت و تاراج کیا ہے، اس کا تمدن بھی نہایت قدیم ہے اور یونانی تمدن سے زیادہ پرانا ہے، بلکہ یونان میں علم و حکمت کا چرچا انہیں کے حکماء، شعراء اور فلاسفہ نے پھیلایا ہے، چنانچہ مشہور فلاسفر تالس، فیثاغورس، بیاس، انکیمو، انکیمنڈرس، انکیسمنس، فیثاغورث، اور دیموقراطیس، ہرقلیس اور ہومر جیسے شہرۂ آفاق شاعر اسی کی مبارک خاک سے پیدا ہوئے اور یونان کی ترقی و شہرت کا ذریعہ بنے۔

اناطولیہ کی تاریخ اس قدر وسیع اور دراز ہے کہ اگر ہم اسے بالاختصار بھی بیان کریں تو ایک ضخیم مجلد میں ختم ہوگی، اس لئے قدیم تاریخ سے قطع نظر کرکے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اس کے بعض انقلابات کی داستان بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔

(۱)

[illegible] ق م میں یونانیوں نے اناطولیہ میں قدم جمانا شروع کئے اور اس کے باشندوں کو شکست دے کر مغلوب کیا، [illegible] ق م میں کورش شاہ ایران نے اس پر قبضہ کیا، پھر اسکندر اعظم کے معرکے اس سرزمین نے دیکھے، اس کے بعد سپہ سالاروں کی خانہ جنگی کا میدان بھی اسی میں گرم ہوا، [illegible] ق م میں تدمر کی عربی ملکہ زنوبیا نے اس کے ایک بڑے حصہ کو فتح کیا لیکن بعد چندے ہی رومیوں نے اسے پھر واپس لے لیا، اور جب ۳۲۳ء میں قسطنطین اعظم نے بزنطیہ (قسطنطنیہ) کو روما کے مقابلہ میں مشرقی سلطنت کا پایہ تخت قرار دیا، تو اناطولیہ کی طرف اسے خاص توجہ ہوئی، اور اس نے اور اس کے جانشینوں نے اس کی اصلاح و تعمیر میں پوری کوشش کی اور اسے گلزار بنا دیا۔

اسی رومانی عہد میں اناطولیہ نے بہت ترقی کی خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ مسیحیت کا وہ ایک مرکز ہو گیا تھا، اور حواریوں کی کارگزاریوں کا ایک بڑا حصہ اس سے متعلق تھا۔ وہ سات کلیسی گرجوں کا مرکز تھا، اور اس میں متعدد مذہبی اجتماع منعقد ہوئے جو مذہب عیسوی کی تاریخ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

(۲)

ساتویں صدی عیسوی سے اس پر مسلمانوں کے حملے شروع ہوتے ہیں، چنانچہ عربوں نے مشرقی سلیشیا کا علاقہ فتح بھی کر لیا تھا لیکن [illegible] میں رومیوں نے اسے پھر واپس لے لیا، [illegible] میں ترکوں نے سلیشیا فتح کیا، اور گیارہویں صدی ختم نہ ہونے پائی تھی کہ تقریباً پورے اناطولیہ پر ان کا قبضہ ہو گیا اور شہر قونیہ کو انہوں نے اپنا پایۂ تخت بنایا۔ صلیبی جنگوں کے دوران میں اناطولیہ ہی سے ہو کر صلیبی مجاہد جاتے تھے اور اسی لئے یہاں انہیں مسلمانوں سے بہت سی خونریز لڑائیاں لڑنی پڑیں اور [illegible] میں ان کے پانچ لاکھ آدمی اس کے میدانوں میں ہلاک ہوئے، [illegible] میں تاتاریوں نے اسے پامال کیا، [illegible] میں عثمان بن ارطغرل نے سلجوقیوں کی سلطنت پر قبضہ کرکے اناطولیہ کو بالکل عثمانی ملک بنا دیا۔ سلطان اورخان ابن سلطان عثمان نے قونیہ کے بجائے بروصہ کو دارالسلطنت قرار دیا، اور سلطنت کو بہت ترقی دی، [illegible] میں تیمور لنگ نے حملہ کیا اور سلطان بایزید کو شکست دے کر اکثر علاقوں پر قابض ہو گیا، لیکن بعد چندے ہی سلطان محمد فاتح نے پھر تمام علاقے واپس لے لئے، اور قسطنطنیہ و طرابزون کو فتح کرکے اناطولیہ کو بالکل محفوظ کر لیا۔ اور اس وقت سے یہ ملک برابر عثمانیوں کے قبضہ میں ہے، الا یہ کہ محمد علی پاشا مصری نے اس پر اسی صدی میں یورش کی تھی اور اس کے اکثر حصہ کو فتح کر لیا تھا، مگر یہ واقعہ چنداں اہمیت نہیں رکھتا، کیونکہ اول تو یہ اندرونی خانہ جنگی تھی، اور دوسرے یہ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد محمد علی کو تمام ملک خالی کر دینا پڑا۔

(۳)

اور اس لحاظ سے صحیح طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سات سو برس سے یہ ملک عثمانی ترکوں کا قومی وطن ہے، اسی میں ان کی ساری آبادی ہے اور اسی پر ان کی سلطنت کا اتقا ہے۔ لیکن یورپ کی مسیحی طاقتیں خصوصاً برطانیہ ترکوں کو اس ملک میں بھی آزاد دیکھنا نہیں چاہتی۔ اب تک یہ کہا جاتا تھا کہ یورپ کی سرزمین پر ترکوں کو رہنے کا حق نہیں، چنانچہ ڈیڑھ صدی کے اندر انہیں یورپ سے جلاوطن کر دیا گیا۔ لیکن اب ترکوں کو ان کے ایشیائی وطن سے بھی جلاوطن کیا جا رہا ہے، اور ایشیا کی سرزمین میں بھی ان کی آزادی یورپ کو منظور نہیں۔ یہ یورپ کا فیصلہ ہے مگر اللہ کا فیصلہ پردۂ غیب میں مستور ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

حضرت مولانا کا دورہ

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب ۱۹ ستمبر سے دورہ میں ہیں، کلکتہ سے دہلی تشریف لے گئے تھے، اور وہاں سے کراچی جائیں گے۔

ہفتہ وار

پیغام

قیمت سالانہ ۶ روپیہ (سکہ) .... ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ

ہر جمعہ کو شائع ہوگا

شرائط ایجنسی

۱. کوئی فروخت شدہ پرچہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ ۲. کمیشن ۱۲½ ساڑھے بارہ روپیہ فی صدی دیا جائے گا۔ ۳. حساب ہر ماہ کے آخر میں کیا جائے گا، جو [illegible] کے اندر وصول ہونا چاہئے، ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا۔ ۴. کسی ایجنٹ کے نام دس سے کم اخبار روانہ نہیں کئے جائیں گے۔ ۵. کوئی ایجنٹ فی پرچہ دو آنہ سے زیادہ میں [illegible] ۶. ایجنٹوں سے ہر دس پرچوں کے لئے سات روپیہ پیشگی بطور ضمانت لئے جائیں گے، جس کے بغیر اخبار کسی حالت میں روانہ نہیں کیا جائے گا۔ ۷. پرچوں کے [illegible] کے ذمہ ہے، اور منی آرڈر وغیرہ کا خرچ ایجنٹ کے ذمہ۔

نرخنامہ اشتہارات

ناپ	چھ ماہ کے لئے (یعنی ۲۴ دفعہ)	تین ماہ کے لئے (یعنی ۱۲ دفعہ)	ایک مہینہ کے لئے (یعنی چار دفعہ)	[illegible] کے لئے (یعنی دو دفعہ)	ایک دفعہ کے لئے
پورا صفحہ [illegible]	۵۰۰	۲۵۰	۸۵	۴۵	۲۵
نصف صفحہ یعنی ایک کالم	۲۶۰	۱۲۵	۴۸	۲۵	[illegible]
چوتھائی صفحہ یعنی نصف کالم	۱۳۲	۶۸	۲۵	۱۳	[illegible]
⅛ صفحہ یعنی ¼ کالم	۶۸	۳۵	۱۳	۷	[illegible]
[illegible]	۳۵	۱۸	[illegible]	۴	[illegible]

شرائط

۱. اس کے لئے دفتر مجبور نہیں کہ آپ کی فرمائش کے مطابق آپ کے اشتہار کے لئے جگہ دے سکے۔ البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی۔ ۲. اشتہار کی اجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی اور کسی حالت میں پھر واپس نہ ہوگی۔ ۳. منیجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے، اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا۔ ۴. ہم [illegible] کے اقسام میں داخل ہو، تمام فحش مشروبات کا، فحش امراض کی ادویات کا، اور ہر وہ اشتہار جس کی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی [illegible]

جملہ خط و کتابت منیجر پیغام، دفتر البلاغ پریس نمبر ۴۵ رپن لین کلکتہ کے نام ہونی چاہیے

فضل الدین احمد مرزا پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس نمبر ۴۵ رپن لین
کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

ھٰذا بلاغ للناس

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۸ر
ششماہی " ۴ر
ممالک غیر سے سالانہ ۱۰ر
قیمت فی پرچہ ۲ر

مقام اشاعت
۴۵ - رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور تمام
خط وکتابت وارسال زر
مینیجر کے نام

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوتی رہیں گی

ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

نمبر ۲-۳-۴ | جمعہ ۲۷ محرم و ۴ و ۱۱ صفر سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۳۰ ستمبر و ۷ و ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ عیسوی | جلد ۱

عزم وعمل کی دعوت

قانون شکنی کی طرف پہلا قدم

مجلس جمعیۃ العلماء کا فیصلہ

ضبط شدہ فتوٰی چھاپا جائے اور اشاعت جاری رہے

ورکنگ کمیٹی نے سول ڈس اوبیڈینس کی راہ کھول دی

جمہوریت ہند کے قیام کی طیاریاں

ان الحکم الا للہ

گو کہ دنیا میں سیکڑوں قوتوں کے محکوم ہیں۔ ماں باپ کے محکوم ہیں، دوست و احباب کے محکوم ہیں، استاد اور بزرگ کے محکوم ہیں، امیروں، حاکموں اور بادشاہوں کے محکوم ہیں، اگرچہ وہ دنیا میں بیکسی زنجیر اسیری کے آئے تھے، مگر دنیا نے ان کے پاؤں میں بہت سی بیڑیاں ڈال دی ہیں۔

لیکن مومن و مسلم انسان وہ ہے جو صرف ایک ہی کا محکوم ہے۔ اس کے گلے میں محکومی کی ایک ہی بوجھل زنجیر پڑی ہے، لیکن مختلف سمتوں میں کھینچنے والی بہت سی ہلکی زنجیریں نہیں ہیں۔ وہ ماں باپ کی اطاعت اور فرمان برداری کرتا ہے، کیونکہ اسی کے ایک ہی حاکم نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ وہ دوستوں سے محبت رکھتا ہے، کیونکہ اسے رفیقوں اور ساتھیوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کی تلقین کی گئی ہے۔ وہ اپنے سے ہر بزرگ اور ہر بڑے کا ادب ملحوظ رکھتا ہے، کیونکہ اس کے ادب آموز حقیقی نے اسے ایسا ہی بتلایا ہے۔ وہ بادشاہوں اور حاکموں کا حکم بھی مانتا ہے، کیونکہ حاکموں کے ایسے حکموں کے ماننے سے اسے نہیں روکا گیا ہے جو اس کے حاکم حقیقی کے حکموں کے خلاف نہ ہوں۔ وہ دنیا کے ایسے بادشاہوں کی اطاعت بھی کرتا ہے، جو اس کی آسمانی بادشاہت کی اطاعت کرتے ہیں کیونکہ اسے تعلیم دی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ اطاعت کرے۔ لیکن یہ سب کچھ جو وہ کرتا ہے، تو اس لئے نہیں کرتا کہ ان سب کے اندر کوئی حکم اس کو جھکنے کی جگہ نظر آتی ہے، بلکہ صرف اس لئے کہ اطاعت ایک ہی کے لئے ہے، اور حکم صرف ایک ہی کا ہے۔ جب اس ایک ہی حکم دینے والے نے ان سب باتوں کا حکم دیدیا، تو ضروری ہے کہ اس کے لئے ان سب بندوں کو بھی مانا جائے، اور اللہ کی اطاعت کی خاطر وہ اس کے بندوں کا بھی مطیع ہو جائے!

* * *

پس فی الحقیقت دنیا میں ہر انسان کے لئے بے شمار حاکم اور بہت سی جھکانے والی قوتیں ہیں لیکن مومن کے لئے صرف ایک ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی نہیں۔ وہ صرف اسی کے آگے جھکتا ہے، اور صرف اسی کو مانتا ہے۔ اس کی اطاعت کا حق ایک ہی کو ہے، اسکی پیشانی کے جھکنے کی چوکھٹ ایک ہی ہے، اور اس کے دل کی خریداری کے لئے بھی ایک ہی خریدار ہے۔ وہ اگر دنیا میں کسی دوسری ہستی کی اطاعت کرتا بھی ہے تو صرف اسی ایک کے لئے، اسلئے اس کی بہت سی اطاعتیں بھی اس ایک ہی اطاعت میں شامل ہو جاتی ہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست
ہر جا کنیم سجدہ بدان آستان رسد!

حضرت یوسف (علیہ السلام) نے قید خانے میں اپنے ساتھیوں سے کیا پوچھا تھا؟

ءارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار (۱۲: ۳۹) "بہت سے معبود بنا لینا بہتر ہے یا ایک ہی قادر مطلق خدا کو پوجنا؟"

یہی وہ خلاصۂ ایمان و اسلام ہے جس کی ہر مومن و مسلم کو قرآن کریم نے تعلیم دی ہے۔ ان الحکم الا للہ امر الا تعبدوا الا ایاہ "تمام جہان میں اللہ کے سوا کوئی نہیں جس کی حکومت ہو، اس نے یہی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کو نہ پوجیں اور نہ کسی کو اپنا معبود بنائیں۔ یہی دین قیم ہے جس کی پیروی کا حکم دیا گیا۔" ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون (۱۲: ۴۰)

* * *

حدیث صحیح میں فرمایا ہے۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق (بخاری و مسلم)
جس بات کے ماننے میں خدا کی نافرمانی ہو، اس میں کسی بندے کی فرمان برداری نہ کرو!

اسلام نے یہ کہہ کر فی الحقیقت ان تمام ماسوائے اللہ اطاعتوں اور فرمانبرداریوں کی بیڑیوں سے مومنوں کو آزاد و حلال کر دیا، جن کی بیڑیوں سے تمام انسانوں کے پاؤں بوجھل ہو رہے تھے، اور اس ایک ہی جملہ میں انسانی اطاعت اور پیروی کی تمام اساس وسعت اور احاطہ کے ساتھ سمجھا دی کہ اس کے بعد اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہی ہے جو اسلامی زندگی کا دستور العمل ہے، اور یہی ہے جو مومن کے تمام اعمال و اعتقادات کی ایک مکمل تصویر ہے۔ اس تعلیم الٰہی نے بتلا دیا ہے کہ جتنی اطاعتیں، جتنی فرمانبرداریاں، جتنی وفاداریاں اور جس قدر بھی تسلیم و اعتراف ہے، صرف اسی وقت تک کے لئے ہے، جب تک کہ بندے کی بات ماننے سے خدا کی بات نہ جاتی ہو، اور دنیا والوں کی وفاداری سے خدا کی حکومت کے آگے بغاوت نہ ہوتی ہو۔ لیکن اگر کبھی ایسی صورت پیش آجائے کہ اللہ اور اس کے بندوں کے احکام میں مقابلہ آپڑے، تو پھر تمام طاعتوں کا خاتمہ، تمام عہدوں اور شرطوں کی شکست تمام رشتوں اور ناطوں کا انقطاع، اور تمام دوستیوں اور محبتوں کا اختتام ہے۔ اس وقت نہ تو حاکم حاکم ہے نہ بادشاہ بادشاہ، نہ باپ باپ ہے نہ بھائی بھائی۔ سب کے آگے تمرد، سب کے ساتھ انکار، سب کے سامنے سرکشی، سب کے ساتھ بغاوت۔ پہلے جس قدر نرمی تھی، اتنی ہی اب سختی چاہیے! پہلے جس قدر اعتراف تھا، اتنا ہی اب تمرد چاہیے۔ پہلے جتنی فرمان برداری تھی، اتنی ہی اب نافرمانی مطلوب ہے۔ پہلے جس قدر جھکاؤ تھا، اتنا ہی اب غرور ہو۔ کیونکہ رشتے کٹ گئے اور عہد توڑ ڈالے گئے۔ رشتہ دراصل ایک ہی تھا اور یہ سب رشتے اسی ایک رشتے کی خاطر تھے۔ حکم ایک ہی کا تھا، اور یہ سب اطاعتیں اسی ایک کی اطاعت کے لئے تھیں۔ جب ان کے ماننے میں اس سے انکار، اور ان کی وفاداری میں اس سے بغاوت ہونے لگی، تو جس کے حکم سے رشتہ جوڑا تھا، اسی کی تلوار نے کاٹ بھی دیا، اور جس کے ہاتھ نے ملایا تھا، اسی کے ہاتھ نے الگ بھی کر دیا کہ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق!

سرور کائنات اور سید المرسلین (صلعم) سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون آقا ہو سکتا ہے؟ لیکن خود انہوں نے بھی، جب عقبہ میں انصار سے بیعت لی، تو فرمایا کہ والطاعۃ فی معروف۔ "میری اطاعت تم پر اسی وقت تک کے لئے واجب ہے، جب تک کہ میں تم کو نیکی کا حکم دوں۔" جب اس شہنشاہ کونین کی اطاعت مسلمانوں پر نیکی و معروف کے ساتھ مشروط ہے، تو پھر دنیا میں کون بادشاہ، کون سی حکومت، کون سا پیشوا، کون سا رہنما، اور کونسی قوتیں ایسی ہو سکتی ہیں جن کی اطاعت ظلم و عدوان کے بعد بھی ہمارے لئے باقی رہے؟

آدم کی اولاد دو کی محکوم نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک سے ملے گی، تو دوسرے کو چھوڑے گی، ایک سے جوڑے گی تو دوسرے سے کٹے گی۔ پھر خدارا مجھے بتلاؤ کہ ایک مومن کس کو چھوڑے گا اور کس سے ملے گا؟ ایک ملک میں دو بادشاہ نہیں ہو سکتے، ایک باقی رہے گا، ایک کو چھوڑنا پڑے گا۔

پادشاہت کا تصور ہو! کیا انسانیت کی مظلوم دل کس کی پادشاہت قبول کرے گی؟ کیا وہ اس سے جس کی حالت یہ ہے کہ:-

ویقطعون ما امر اللہ بہ ان یوصل؟ (۲: ۲۵) "خدا نے جس کو جوڑنے اور ملانے کا حکم دیا ہے وہ اسے توڑتے اور جدا کرتے ہیں!"

کیا اُس کی پادشاہت قبول کرے گا جس کی حالت کی تصویر یہ ہے؟-

ویفسدون فی الارض، اولئک ھم الخاسرون! (۲: ۲۵) "وہ فتنہ و فساد پھیلاتے ہیں، اور یہی تمام کاروبار میں ناکام و نامراد رہیں گے!"

اور کیا اُس کی پادشاہت سے گردن موڑے گا جو پکارتا ہے کہ:-

یا ایھا الانسان! ما غرک بربک الکریم! (۸۲: ۶) "اے غافل انسان! کیا ہے جس کے گھمنڈ نے تجھے اپنے مہربان اور پیار کرنے والے آقا سے سرکش بنا دیا ہے؟"

مگر آہ! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کیف تکفرون باللہ وکنتم امواتا، فاحیاکم ثم یمیتکم، ثم یحییکم، ثم الیہ ترجعون! (۲: ۲۶) "تم اُس شہنشاہِ حقیقی کی حکومت سے کیونکر انکار کروگے جس نے تمہیں اُس وقت زندہ کیا جبکہ تم مردہ تھے، وہ تم پر پھر موت طاری کرے گا، اس کے بعد دوبارہ زندگی بخشے گا، پھر تم سب اُسی کے پاس بلائے جاؤ گے!"

دُنیا اور اس پادشاہیاں فانی ہیں۔ ان کے جبروت و جلال کو ایک دن مٹنا ہے۔ خدائے منتقم و قہار کے بھیجے ہوئے فرشتہ ہائے عذاب انقلاب و تغیرات کے حربے لیکر اُترنے والے ہیں۔ اُن کے قلعے مسمار ہو جائیں گے۔ ان کی تلواریں کند ہو جائیں گی، انکی فوجیں ہلاک ہوں گی، ان کی توپیں ان کو پناہ نہ دیں گی۔ ان کے خزانے ان کے کام نہ آئیں گے۔ ان کی طاقتیں نیست و نابود کر دی جائیں گی۔ ان کا تاجِ غرور ان کے سر سے اُتر جائے گا۔ ان کا تختِ جلال و عظمت واژگون نظر آئے گا۔

ویوم تشقق السماء بالغمام ونزل الملائکۃ تنزیلا۔ الملک یومئذ الحق للرحمن وکان یوما علی الکافرین عسیرا! (۲۵: ۲۰) "اور جس دن آسمان ایک بادل کے ٹکڑے پر سے پھٹ جائے گا، اور اس بادل کے اندر سے فرشتے جوق جوق اُتارے جائیں گے۔ اس دن کسی کی پادشاہت باقی نہ رہے گی بجز خدائے رحمٰن ہی کی حکومت ہوگی، اور یاد رکھو کہ وہ دن انکار کرنے والوں کے لئے بہت ہی سخت دن ہوگا!"

پھر اُس دن جبکہ رب الافواج اپنے ہزاران ہزار قدسیوں کے ساتھ نمودار ہوگا اور ملکوت السماوات والارض کا نقیب پکارے گا:-

لمن الملک الیوم؟ للہ الواحد القھار! (۴۰: ۱۶) "آج کے دن کس کی پادشاہی ہے؟ کسی کی نہیں، صرف خدائے واحد و قہار کی!!"

تو اس وقت کیا عالم ہوگا اُن انسانوں کا جنہوں نے پادشاہِ ارض و سما کو چھوڑ کر مٹی کے تودوں کو اپنا پادشاہ بنا لیا ہے، اور ان کے حکموں کی اطاعت کو خدا کے حکموں کی اطاعت پر ترجیح دیتے ہیں؟ آہ اُس دن وہ کہاں جائیں گے جنہوں نے انسانوں سے صلح کرنے کے لئے خدا سے جنگ کی، اور اپنے اُس ایک ہی آقا کو ہمیشہ اپنے سے روٹھا ہوا رکھا؟ وہ پکاریں گے پر جواب نہ دیا جائے گا۔ وہ فریاد کریں گے پر سُنی نہ جائے گی، وہ توبہ کریں گے پر قبول نہ ہوگی۔ وہ نادم ہوں گے پر ندامت کام نہ دے گی!

اے انسان! اُس دن کے لئے تجھ پر افسوس ہے! ویل یومئذ للمکذبین! (۷۷: ۱۵)

وقیل ادعوا شرکاءکم فدعوھم فلم یستجیبوا لھم! "ان سے کہا جائے گا کہ اب اپنے اُن خداوندوں اور حاکموں کو پکارو جن کو تم خدا کی طرح مانتے تھے اور خدا کی طرح اُن سے ڈرتے تھے، وہ پکاریں گے پر جواب نہ پائیں گے!"

پس وہ معلمِ الٰہی، وہ داعیِ ربانی، وہ بشیر و منذر، وہ رحمۃ للعالمین، وہ محبوبِ رب العالمین وہ سلطانِ کونین، آگے بڑھے گا، اور حضورِ خداوندی میں عرض کرے گا:-

وقال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھذا القرآن مھجورا! (۲۵: ۳۲) "اے پروردگار! افسوس ہے کہ میری اُمت نے قرآن کی ہدایتوں اور تعلیموں پر عمل نہ کیا اور اس سے اپنا رشتہ کاٹ لیا۔ اسی کا نتیجہ ہے جو وہ آج بھگت رہے ہیں!" اللھم صل وسلم علیہ وعلی آلہ وصحبہ واتباعہ الی یوم الدین

✦ ✦ ✦

پس سفر سے پہلے زادِ راہ کی فکر کر لو! اور طوفان سے پہلے کشتی بنا لو۔ کیونکہ سفر نزدیک ہے، اور طوفان کے آثار ظاہر ہو گئے ہیں۔ جن کے پاس زادِ راہ نہ ہوگا وہ بھوکے مریں گے، اور جن کے پاس کشتی نہ ہوگی وہ سیلاب میں غرق ہو جائیں گے۔ جب تم دیکھتے ہو کہ مطلع غبار آلود ہوا اور دن کی روشنی بدلیوں میں چھپ گئی، تو تم سمجھتے ہو کہ برق و باران کا وقت آگیا۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ دنیا کی امن و سلامتی کا مطلع غبار آلود ہو رہا ہے، دینِ الٰہی کی روشنی ظلمتِ کفر و طغیان میں چھپ رہی ہے، مگر تم یقین نہیں کرتے کہ موسم بدلنے والا ہے، اور طیار نہیں ہوتے کہ انسانی پادشاہتوں سے کٹ کر خدا کی پادشاہت کے مطیع ہو جاؤ؟ کیا تم نہیں چاہتے کہ خدا کے تختِ جلال کی منادی پھر بلند ہو، اور اس کی زمین صرف اسی کے لئے ہو جائے، حتیٰ لا تکون فتنۃ ویکون الدین للہ (۲: ۱۸۹)؟

✦ ✦ ✦

آہ! ہم بہت سو چکے اور غفلت و سرشاری کی انتہا ہو چکی۔ ہم نے اپنے خالق سے ہمیشہ غرور کیا لیکن مخلوقوں کے سامنے کبھی بھی فروتنی سے نہ شرمائے۔ ہمارا وصف یہ بتلایا گیا تھا کہ:-

اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین! (۵: ۵) "مومنوں کے ساتھ نہایت عاجز و نرم مگر کافروں کے مقابلہ میں نہایت مغرور و سخت!"

ہمارے اسلافِ کرام کی یہ تعریف کی گئی تھی کہ:-

اشداء علی الکفار رحماء بینھم! "دشمنانِ حق کے لئے نہایت سخت ہیں پر آپس میں نہایت رحم والے اور مہربان!"

پر ہم نے اپنی تمام خوبیاں گنوا دیں، اور دُنیا کی مغضوب قوموں کی تمام برائیاں سیکھ لیں۔ ہم اپنوں کے آگے سرکش ہو گئے اور غیروں کے سامنے ذلت سے جھکنے لگے۔ ہم نے اپنے پروردگار کے آگے دستِ سوال نہیں بڑھایا لیکن بندوں کے دسترخوان کے گرے ہوئے ٹکڑے چننے لگے۔ ہم نے شہنشاہِ ارض و سما کی خداوندی سے نافرمانی کی مگر زمین کے چند جزیروں کے مالکوں کو اپنا خداوند سمجھ لیا۔ ہم پورے دن میں ایک بار بھی خدا کا نام ہیبت اور خوف کے ساتھ نہیں لیتے، پر سیکڑوں مرتبہ اپنے غیر مسلم حاکموں کے تصور سے لرزتے اور کانپتے رہتے ہیں!

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم۔ الذی خلقک فسواک فعدلک، فی ای صورۃ ماشاء رکبک، کلا بل تکذبون بالدین۔ وان علیکم لحافظین، کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون۔ ان الابرار لفی نعیم، وان الفجار لفی جحیم، یصلونھا یوم الدین، وما ھم عنھا بغائبین، وما ادراک ما یوم الدین؟ ثم ما ادراک ما یوم الدین؟ یوم لا تملک نفس لنفس شیئاً، والامر یومئذ للہ! (۸۲:۶) "اے سرکش انسان! کس چیز نے تجھے اپنے مہربان اور محبت کرنے والے پروردگار کی جناب میں گستاخ بنا دیا ہے؟ وہ کہ اس نے تجھے پیدا کیا، تیری ساخت درست کی، تیری خلقت کو اعتدال بخشا، اور جس صورت میں چاہا تیری شکل کی ترکیب کی، پھر یہ کس کی وفاداری ہے؟ جس نے تجھے اس سے باغی بنا دیا ہے؟ نہیں، اصل یہ ہے کہ تمہیں اس کی حکومت کا یقین ہی نہیں، حالانکہ تم پر اس کی طرف سے ایسے بزرگ نگران مقرر ہیں، جو تمہارے اعمال کا ہر آن احتساب کرتے رہتے ہیں، اور تمہارا کوئی فعل بھی ان کی نظر سے مخفی نہیں۔ یاد رکھو! ہم نے ناکامی اور کامیابی کی ایک تقسیم کر دی ہے۔ خدا کے اطاعت گزار بندے عزت و مراد اور فتح و کامرانی کے بہشت نشاط میں رہیں گے، اور بدکار و نافرمان خدا کی پادشاہی کے دن نامرادی و ہلاکت کے عذاب میں مبتلا ہوں گے، جس سے کبھی نکل نہ سکیں گے۔ یہ خدا کی پادشاہی کا دن کیا ہے؟ وہ دن جس میں کوئی کسی کے لئے کچھ نہ کر سکے گا اور صرف خدا ہی کی اس دن حکومت ہوگی!"

اس سے پہلے کہ خدا کی پادشاہی کا دن نزدیک آئے، کیا بہتر نہیں کہ اس کے لئے ہم اپنے تئیں طیار کر لیں؟ تاکہ جب اس کا مقدس دن آئے تو ہم یہ کہہ کر نکال نہ دئے جائیں کہ تم نے غیروں کی حکومت کے آگے خدا کی حکومت کو بھلا دیا تھا، پس آج خدا کی پادشاہت میں بھی تم بالکل بھلا دئے گئے ہو! لا بشریٰ یومئذ للمجرمین!

وقیل الیوم ننساکم کما نسیتم لقاء یومکم ھذا، وماواکم النار وما لکم من ناصرین۔ ذالکم بانکم اتخذتم آیات اللہ ھزواً وغرتکم الحیاۃ الدنیا، فالیوم لا یخرجون منھا ولا ھم یستعتبون! (۴۵:۲۳) "اور اس وقت ان سب سے کہا جائے گا کہ جس طرح تم نے اس دن کی حکومت الٰہی کو بھلا دیا تھا، آج ہم بھی تم کو بھلا دیں گے۔ تمہارا ٹھکانا آگ کے شعلے ہیں اور کوئی نہیں جو تمہارا مددگار ہو۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم نے خدا کی آیتوں کی ہنسی اڑائی، اور دنیائی زندگی اور اس کے کاموں نے تمہیں دھوکے میں رکھا۔ پس آج نہ تو عذاب سے تم نکالے جاؤ گے، اور نہ ہی تمہیں اسکا موقع ملے گا کہ توبہ و استغفار کر کے خدا کو منا لو، کیونکہ اس کا وقت تم نے کھو دیا!"

✣ ✣ ✣

آج خدا کی حکومت اور انسانی پادشاہتوں میں ایک سخت جنگ برپا ہے۔ شیطان کا تخت زمین کے سب سے بڑے حصے پر بچھا دیا گیا ہے۔ اس کے گھرانے کی وراثت اس کے پوجنے والوں میں تقسیم کر دی گئی ہے۔ یہ شیطانی پادشاہتیں چاہتی ہیں کہ خدا کی حکومت کو نیست و نابود کر دیں۔ ان کی داہنی جانب دنیوی لذتوں اور عزتوں کی ایک ساحرانہ جنت ہے، اور بائیں جانب جسمانی تکلیفوں اور عقوبتوں کی ایک دکھائی دینے والی جہنم بھڑک رہی ہے۔ جو فرزند آدم خدا کی پادشاہت سے انکار کرتا ہے، یہ دجال کفر و ظلمت اس پر اپنی جادو کی جنت کا دروازہ کھول دیتے ہیں کہ حق پرستوں کی نظر میں فی الحقیقت خدا کی لعنت اور پھٹکار کی جہنم ہے۔ لابثین فیھا احقابا۔ لا یذوقون فیھا برداً ولا شراباً (۷۸:۲۳-۲۴) اور جو خدا کی پادشاہت کا اقرار کرتے ہیں، ان کو اپنی ابلیسی عقوبتوں اور جسمانی سزاؤں کی جہنم میں دھکیل دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرقوہ وانصروا آلھتکم! (۲۱:۶۸) مگر فی الحقیقت یہ ان کے عذاب و عقوبت کی دوزخ نہیں ہے۔ یہ ان کے لئے وہ جہنم جہنم نہیں ہے۔ ان کی ایک جنت النعیم ہے، کیونکہ ان کے زبان ایمان و ایقان کی صدا یہ ہے کہ:

فاقض ما انت قاض! انما تقضی ھذہ الحیاۃ الدنیا۔ انا آمنا بربنا لیغفر لنا خطایانا (۲۰:۷۲) "تو جو سزا دینی چاہے دے، تیری طاقت پر مغرور ہونے والے پادشاہ! تو جو کچھ کر سکنے والا ہے کر گزر! تیری حکومت صرف اس زندگی اور گوشت اور خون پر ہی چل سکتی ہے۔ بس چلا دیکھ! ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہیں تاکہ ہماری خطاؤں کو معاف کرے۔ تیری دنیاوی سزائیں ہمیں اس کی راہ سے باز نہیں رکھ سکتیں!"

جبکہ یہ سب کچھ ہو رہا ہے، اور زمین کے ایک خاص ٹکڑے ہی میں نہیں بلکہ اس کے ہر گوشے میں آج یہی مقابلہ جاری ہے۔ تو بتلاؤ پرستاران دین حنیفی ان دو جماعتوں کفر و ملت میں سے کس کا ساتھ دیں گے؟ کیا ان کو اس آگ کے شعلوں کا ڈر ہے جو باطل کی حکومت اپنے ساتھ ساتھ سلگاتی آتی ہے؟ لیکن کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ کون تھا؟ دین حنیفی کے اولین داعی نے بابل کی ایک ایسی ہی سرکش حکومت کے مقابلے میں خدا کی حکومت کو ترجیح دی، اور اسے آگ میں ڈالنے کے لئے شعلے بھڑکائے گئے، پر اس کی نظر میں ہلاکت کے وہ شعلے گلزار بہشت کے شگفتہ پھول تھے۔

قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم! (۲۱:۶۹)

یا ان کے دل میں دنیوی لذتوں اور عزتوں کی اس جھوٹی جنت کی طمع پیدا ہوگئی ہے جس نے فریب باطل سے یہ نمود شیطانی انسانی روح کو فتنہ میں ڈالنا چاہتی ہے؟ اگر ایسا ہے تو کیا انھیں خبر نہیں کہ مصر کا پادشاہ حکومت الٰہی کا منکر ہو کر اپنی عظیم الشان کاڑیوں اور بڑی بڑی رفعتوں سے اور اس ملک سے جس پر اسے "رب اعلیٰ" ہونے کا گھمنڈ تھا کتنے دن متمتع ہو سکا؟

ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعاً یستضعف طائفۃ منھم، یذبح ابناء ھم ویستحیی نساء ھم، انہ کان من المفسدین۔ ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین۔ ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون! (۲۸:۴) "فرعون ارض مصر میں بہت بڑھ چڑھ نکلا تھا۔ اس نے ملک کے باشندوں میں تفریق کر کے الگ الگ گروہ قرار دے رکھے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ بنی اسرائیل کو اس قدر کمزور اور بے بس سمجھ رکھا تھا کہ ان کے فرزندوں کو قتل کرتا اور ان کے ناموس کو برباد کرتا۔ اس میں شک نہیں کہ وہ زمین کے مفسدوں میں سے بڑا ہی مفسد تھا۔ لیکن باایں ہمہ ہمارا فیصلہ یہ تھا کہ جو قوم اس کے ملک میں سب سے زیادہ کمزور سمجھی گئی تھی، اسی پر احسان کریں، اسی قوم کے لوگوں کو وہاں کی سرداری و ریاست بخشیں، انہی کو وہاں کی سلطنت کا وارث بنائیں اور ان ہی کی حکومت کو تمام ملک میں قائم کرا دیں۔ اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ فرعون و ہامان اور اسکے لشکر کو جس ضعیف قوم کی طرف سے بغاوت و خروج کا کھٹکا لگا رہتا تھا، اسی کے ہاتھوں ان کے ظلم واستبداد کا نتیجہ ان کے آگے آئے!"

✣ ✣ ✣

مسلمانو! کیا متاع آخرۃ بیچ کر دنیا کے چند خزف ریزوں پر قناعت کی خواہش ہے؟ کیا معاملہ حدیث سے باغی ہو کر دنیا کی حکومتوں سے صلح کرنے کا ارادہ ہے؟ کیا نقد حیات

مقالات

اے دنیا کے پرستار تو عیشِ چند روزہ کا سامان کر رہے ہو؟ کیا تمھیں یقین نہیں کہ :-

ماھذہ الحیاۃ الدنیا الا لھو ولعب، وان الدار الاخرۃ لھی الحیوان (۲۹: ۶۴) یہ دُنیا کی زندگی (جو تعلق الٰہی سے خالی ہے) اس کے سوا اور کیا ہے کہ دنیاوی خواہشوں کے بہلاوے کا ایک کھیل ہے! اصلی زندگی تو آخرۃ ہی کی زندگی ہے جس کے لئے اس زندگی کو طیار کرنا چاہیئے۔

اگر تم صرف دُنیا ہی کے طالب ہو، جب بھی اپنے خدا کو نہ چھوڑو، کیونکہ وہ دُنیا و آخرت دونوں بخشنے کے لئے طیار ہے۔ تم کیوں صرف ایک ہی پر قناعت کرتے ؟

ومن کان یرید ثواب الدنیا والاخرۃ (۴: ۱۳۴) اور جو شخص دنیا کی بہتری کا طالب ہے، اس سے کہو کہ صرف دُنیا ہی کے لئے کیوں ہلاک ہوتا ہے ؟ حالانکہ خدا تو دین اور آخرۃ دونوں کی بہتری دے سکتا ہے۔ وہ خدا کے پاس آئے اور آخرۃ کے ساتھ دنیا کو بھی لے !

پھر کوئی ہے جو اس آواز پر کان دھرے؟ فھل من مستمع؟ آسمانی بادشاہت کے ملائکہ مکرمین اور قدوسیان مقربین اپنے نورانی پروں کو پھیلائے ہوئے اُس راست باز روح کو ڈھونڈھ رہے ہیں جو مخلوق کی بادشاہت چھوڑ کر خالق کی حکومت میں آنا چاہتی ہے۔ کون ہے جو اُس پاک مسکن کا طالب ہو، اور پاکباز روحوں کی طرح پکار اُٹھے کہ :

ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان اٰمنوا بربکم فاٰمنا ربنا فاغفرلنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار ربنا واٰتنا ما وعدتنا علیٰ رسلک ولا تخزنا یوم القیامۃ انک لاتخلف المیعاد !! (۳: ۱۹۰) "اے ہمارے حقیقی بادشاہ! ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو تیری بادشاہت کی آواز دے رہا تھا۔ اے ہمارے ایک ہی بادشاہ! ہم نے تیری بادشاہت قبول کی پس ہمارے گناہ معاف کر، ہمارے عیوب پر پردہ ڈال، اپنے نیک بندوں کی صحبت میں ہمارا خاتمہ کر۔ تو نے اپنے منادی کرنے والوں کی زبانی ہم سے جو وعدے کئے ہیں وہ پورے کر، اور اپنی آخری بادشاہت میں ہمیں ذلیل و خوار نہ کر کہ تو اپنے وعدوں سے کبھی ٹلنے والا نہیں !!" (البلاغ)

بقیہ صفحہ ۱۳

اُنہوں نے کہا، ہم نے فرانس کو ہمیشہ بنظر احترام دیکھا ہے اور اس کی تہذیب کو سراہا ہے، ہم اُس سے پوری طرح محبت کرتے ہیں، اور اس محبت کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ فرانس ہمارا دوست ہو نہ کہ آقا؟ ہم کسی اجنبی کی ادنیٰ مداخلت بھی اپنے ملک کے انتظام میں منظور نہیں کرسکتے انجمن اتحاد شام کا نصب العین یہ ہے کہ لیگ اقوام کی سرپرستی و ضمانت میں شام آزاد ہو، ہمارے ذہن میں کبھی بھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ فرانس کے بجائے کسی دوسری طاقت کی حمایت حاصل کریں۔ ہم صرف ایک بات چاہتے ہیں، اور وہ یہ کہ ہمارا ملک کامل خود مختار ہو! یہی ہمارا مطالبہ ہے۔ یہی ہمارے ملک کا مطالبہ ہے، اور یہی اُس میں رہنے والے کا مطالبہ ہے!"

انقلاب فرانس
شخصی آزادی

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسی طرح پبلک کو شخصی آزادی بھی حاصل نہ تھی، سیاسی معاملات پر گفتگو کرنا اور خفیہ یا علانیہ حکام پر نکتہ چینی کرنا سخت جرم تھا، گورنمنٹ ہر شخص کے دل و دماغ پر بھی حکومت کرنا چاہتی تھی وہ اپنے استبداد کے سنتری لوگوں کی عقل پر بھی بٹھا دینا چاہتی تھی، پبلک کو یہ حق بھی نہ حاصل تھا کہ جس مذہب کی چاہے پیروی کرے، اور جس طریقہ کو پسند کرے، اُس پر اپنے پروردگار کی عبادت کرے، بلکہ وہ مجبور تھی کہ سرکاری مذہب کی حلقہ بگوش بنے، کسی دوسرے مذہب کا پابند ہونا سخت جرم تھا، گورنمنٹ کا مذہب کاتھولیک تھا، اور اس کے علاوہ تمام مذاہب کا سرزمین فرانس سے مٹا دینا وہ اپنا مقدس فرض سمجھتی تھی، چنانچہ لوئیس شانزدہم نے اپنی تاجپوشی کے وقت حلف اُٹھایا، اس کے الفاظ یہ تھے "میں قسم کھاتا ہوں کہ کامل صداقت کے ساتھ اپنی تمام قوتوں کو صرف کردوں گا کہ بدعتی کے مٹانے میں جسے گرجا قابل نفرت خیال کرے گا"! چنانچہ یہودی اور پروٹسٹنٹ عیسائی اپنے مذہب کے مراسم علانیہ نہ ادا کرسکتے تھے، بلکہ ۱۶۸۵ء سے کہ جبکہ پروٹسٹنٹ مذہب فرانس میں جرم قرار دیا گیا، وہ خفیہ جمع ہوتے اور اپنے مذہب کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے، لیکن جب جب گورنمنٹ کو ان کا سراغ مل جاتا، اُن کے پادری قتل کئے جاتے، اور باقی لوگ جلا وطن کر دئے جاتے تھے۔ خود کاتھولیک فرقہ کو بھی پوری آزادی حاصل نہ تھی، جمعہ اور روزہ کے دنوں میں گوشت کا استعمال اُن کے ہوٹلوں میں بھی ممنوع تھا، اور اتوار اور عید کے موقعوں پر مزدوروں کو مزدوری کرنے سے روکا جاتا تھا۔

اسی قدر نہیں، بلکہ پبلک سراسر پولیس کے پنجہ میں تھی، اور اس کی آزادی اور عزت ایک لمحہ کے لئے بھی محفوظ نہ تھی، پولیس جسے چاہتی گرفتار کرسکتی اور جیل بھیج دے سکتی تھی، وہاں سے نکالنا بھی اُسی کے اختیار میں تھا، کسی دوسرے کو مداخلت کا حق نہ تھا، وزرا اور ان سے ماتحتوں کے ہاتھ میں بادشاہ کے دستخط کئے ہوئے وارنٹ رہتے تھے، جن کے اجرا کے لئے بس اس قدر کارروائی کرنا پڑتی تھی کہ کسی کا نام خالی جگہ میں لکھ دیا جائے، جس کے بعد پولیس یہ وارنٹ لئے پہنچتی اور اُس شخص کو بلا خوف و خطر گرفتار کرلیتی تھی۔ وارنٹ کا استعمال صرف بادشاہ اور گورنمنٹ کے مخالفوں ہی تک محدود نہ تھا، بلکہ ہر شخص اپنے ذاتی دشمن کے مقابلہ میں اس ہتھیار سے کام لے سکتا تھا، بشرطیکہ زیادہ سے زیادہ رشوت دے سکے، اور جب کوئی بدنصیب وارنٹ کی زد میں آجاتا تھا، تو اس کا ٹھکانہ باسٹیل میں ہوتا تھا۔ باسٹیل پیرس میں ایک قلعہ تھا جس میں مجرم قید کئے جاتے تھے، باسٹیل کی عمارت نہایت ہی مستحکم اور مضبوط تھی، اُس کی فصیلوں پر توپیں چڑھی رہتی تھیں، اور اُس کی حفاظت زیادہ تر سوئیسری سپاہیوں کے متعلق تھی، جو انتہا سے زیادہ سنگدل تھے، اور رحم کھانا نہ جانتے تھے، باسٹیل میں قیدیوں پر اس قدر ظلم و ستم ہوتا تھا کہ

سابالرافس بمس کے نام سے مشہور تھا، بعض بیچارے تو محض کے قلعہ باسٹیل کی کوٹھریوں میں پہنچ گئے تھے۔ اور گورنمنٹ باوجود اپنے سب سامان مظالم کے زیادہ تر باسٹیل کی ہیبت کی وجہ سے قائم تھی، بڑے بڑے بہادر اور قوی القلب لوگ محض باسٹیل کے خوف سے گورنمنٹ کی مخالفت سے گریز کرتے، اور اُس کی جھوٹی وفاداری کا اظہار و اعلان کرتے تھے۔ جس شخص کو باسٹیل میں لیجانے کا حکم ہوتا تھا، وہ اور اُس کے اعزا و اقارب مردہ تصور کرتے تھے، کیونکہ بسا اوقات یہی ہوتا تھا کہ ایک بار جو وہاں داخل ہوئے تھے، پھر باہر نکلنا نصیب نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب قلعہ باسٹیل فتح ہوا اور قیدی نکالے گئے ہیں، تو بہت سے اندھیرے میں سالہا سال تک رہنے کی وجہ سے آفتاب دیکھنے کی تاب نہ رکھتے ہوگئے، بہتوں کا دماغ اس قدر خراب ہو گیا تھا کہ وہ دیوانہ وار ادھر اُدھر بھاگ گئے اور اپنی گفتگو میں مہمل کہتے تھے، اور بہت سے قیدی ایسے بھی تھے جنھیں یاد نہ رہا تھا کہ کتنے عرصہ سے وہ قید میں، چنانچہ لاتاڈ کی یہ حالت تھی جو کہ ۳۵ سال سے اس قیدخانہ میں تھا، اور بالکل خود فراموش ہو رہا تھا۔ اس کی خطا صرف اس قدر تھی کہ اُس نے مڈم پومپیادور کے ساتھ کچھ بدسلوکی کی تھی، جس کی پاداش میں اُسے یہ مصیبت جھیلنا پڑی تھی۔

غرضکہ ہر خود دار اور نمایاں وطن دوست کے واسطے ہمیشہ باسٹیل کی تاریک اور مرطوب کوٹھریاں مہیا رہتی تھیں، اور پبلک میں سے کوئی شخص یقین کے ساتھ نہ کہہ سکتا تھا کہ اُس کی آزادی کب تک محفوظ ہے۔ اسی اندھیر کے بارے میں ایک مرتبہ [illegible] الشارب نے لوئیس پانزدہم سے کہا تھا کہ حضور جیسی کی سلطنت میں ہر شخص کو اپنی آزادی و عزت خطرہ میں نظر آتی ہے، اگر کوئی بڑا ہے، تو وزیر اس کی دشمنی پر کمر باندھ لیتے ہیں، اور جو چھوٹا ہے تو گورنروں کا جبار ہاتھ اس کی تاک میں لگا رہتا ہے۔

مساوات

فرانسیسی قوم کے تمام افراد کے حقوق یکسان نہ تھے، بلکہ گورنمنٹ نے قدیم سے اُس کو تین طبقوں پر تقسیم کر دیا تھا۔ پادری۔ امرا۔ اور عوام۔ پادریوں کا طبقہ سب سے اونچا اور واجب التعظیم سمجھا جاتا تھا۔ اس کے قبضہ میں بڑی بڑی جاگیریں اور معافیاں تھیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ چوتھائی ملک پر ان کا تسلط تھا، اُنھیں سالانہ مالگذاری ادا نہ کرنا پڑتی تھی، اور نہ گورنمنٹ کو ان پر اُس کے مقرر کرنے کا حق تھا، ہر پانچویں برس ان کی ایک خاص مجلس منعقد ہوتی تھی جو اپنے اوپر خود ہی کچھ لگان باندھ لیا کرتی تھی، چنانچہ وسیع زمینوں سے بے شمار دولت حاصل کرنے کے باوجود انھوں نے کبھی بھی دس ملین سے زائد رقم گورنمنٹ کو نہ دی۔ زمین کی آمدنی کے علاوہ انھیں ملک کی پیداوار کا سالانہ دسواں حصہ عشر کے نام سے ملتا تھا جو ۱۲ کروڑ کی مالیت کا ہوتا تھا۔ اس کے سوا مذہبی تہواروں، تقریبوں اور دیگر موقعوں پر بہت کچھ وصول کیا کرتے تھے، اور اس طرح ملک میں سب سے زیادہ مالدار ہو گئے تھے۔ گرجا کے باہر بھی انھیں کچھ اختیارات حاصل تھے، پرائمری مدرسوں، شفاخانوں اور دیگر قسم کے رفاہی خانوں کی نگرانی کرتے تھے۔ اور پیدایش، موت اور شادی کے رجسٹر بھی انھیں کے پاس رہتے تھے۔ ان کی ایک خاص عدالت بھی تھی، جس میں ان کے مذہبی مقدمے، اور پبلک کے نکاح و طلاق کے مقدمے فیصل ہوتے تھے۔

یہی حال طبقۂ امرا کا تھا جو قدیم زمانہ میں فرانس کی ساری زمین کے مالک ہو رہے تھے اور ہر قسم کے مالکانہ حقوق عوام پر رکھتے تھے لیکن اپنی بدچلنی اور ناعاقبت اندیشی کے ہاتھوں بالآخر انھیں یہ دن دیکھنا پڑا، اور زمین کا ایک ثلث حصہ کھو بیٹھے جو کسانوں کے قبضہ میں آ گیا، مگر باوجود اس کے بھی [illegible] اپنے قدیم حقوق و امتیازات قایم رکھے، جن میں اگرچہ کسی قسم کے مالکانہ حقوق شامل نہ تھے لیکن [illegible] سے کاشتکاروں کی جہالت اور کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر اپنے کو بالکل خودمختار حاکم بنا رکھا تھا، ان سے طرح طرح کی بیگار لیتے تھے، اور قسم قسم کے ٹیکس علاوہ سرکاری ٹیکسوں کے وصول کرتے تھے، انھوں نے اپنے شکار کے لئے ہر طرح کے پرندوں کو پال رکھا تھا، اور انھیں کھیتوں سے آزادانہ کھانے کا عام طور سے اختیار دے رکھا تھا، چنانچہ چڑیاں کھیت چگا کرتی تھیں، مگر کسان اُڑا نہ سکتے تھے، اور امرا شکار کھیلتے ہوئے اُن کی کھیتیاں روندتے پھرتے تھے، مگر وہ زبان نہ ہلا سکتے تھے۔

ایک زمانہ دراز تک یہ صورت حال قایم رہی، پھر امرا کے بہت سے مالکانہ حقوق حال سرکاری کی طرف منتقل ہو گئے، لیکن پھر بھی اُن کی حیثیت میں کوئی فرق نہ آنے پایا، وہ سادات کی طرح محترم اور ممتاز تھے، سرکاری عہدے ان کے اختیار میں تھے، دربار کے تمام عہدے صرف انھیں کے لئے مخصوص تھے، اسی طرح فوجی عہدے بھی صرف انھیں کو مل سکتے تھے، عزت کے تمغے انھیں کے سینوں کی زینت کے لئے تھے، وہ ہر قسم کے پرانے ٹیکسوں سے معاف رکھے گئے تھے، خراج انھیں نہ دینا پڑتا تھا، اور نہ چنگی ٹیکس کی ادائی اُن کے ذمہ تھی۔

ان سرکاری اعزازات کے علاوہ ہر مقام پر اُن کے ساتھ عزت کا سلوک کیا جاتا تھا، محکموں میں بھی، عدالتوں میں بھی، پبلک مقامات میں بھی، حتیٰ کہ دینی گرجوں میں اُن کی نشست کے لئے کرسیاں بھی علٰحدہ اور ممتاز ہوتی تھیں۔

غرضکہ امرا کی عزت و شرافت اور برتری مسلم تھی، اور وہ عوام سے ہر حال میں افضل و اعلیٰ بلکہ ان کے آقا سمجھے جاتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ والٹیر نے ڈیوک دی روہان سے سخت کلامی کی، جس کے بعد ایک روز جبکہ وہ کسی کے مکان میں کھانا کھا رہا تھا، ایک شخص اس کے پاس آیا، اور کوئی ضروری کام بتا کر اُسے باہر بلا لایا، جہاں ڈیوک کے ملازموں نے اُسے پکڑ کر لاٹھیوں سے اس قدر مارا کہ وہ سخت زخمی ہو گیا، اور جب اُس نے عدالت سے چارہ جوئی کی، تو انصاف یہ ملا کہ اُسی کو باسٹیل کے قیدخانہ میں ڈال دیا گیا، اور جلاوطن ہونے کے وقت ہی رہا کیا گیا۔

سب سے ادنیٰ طبقہ عوام الناس کا تھا، بلکہ اسے طبقہ کہنا بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ اسے کسی قسم کے حقوق حاصل نہ تھے، اور اگر کچھ حاصل تھے تو وہ یہ کہ گورنمنٹ، امرا اور پادریوں کی غلامی و چاکری کرے، پبلک کی فرانس میں کوئی عزت و قعت نہ تھی، اور وہ ہمیشہ چوپایوں کا گلہ تصور کی جاتی تھی۔ البتہ گورنمنٹ نے اپنے فائدہ کے خیال سے اُس میں سے چند جماعتوں کو کسی قدر ممتاز بنا رکھا تھا، چونکہ بادشاہ اُس زمانہ میں عدالتی اور ملکی عہدے فروخت کیا کرتے تھے، عوام میں سے جو ان عہدوں کو خرید لیتے تھے، اُن کی حیثیت بلند ہو جاتی تھی، مستوفی لوگ منصف، جج اور تحصیلدار بنائے جاتے تھے اور ان ہی میں سے جن کے عہدے موروثی تھے، اگر وہ اقتدار حاصل کر لیتے تھے تو عوام کے درجہ سے ترقی کر کے امرا کے طبقہ میں داخل ہو جاتے تھے، اور ان کے حقوق و امتیازات حاصل کر لیتے تھے، اسی طرح پارلیمنٹ میں جو ممبر گورنمنٹ اور بادشاہ کے زیادہ وفادار ہوتے تھے، وہ تیسری پشت میں امرا شمار کئے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ باقی تمام عمال حکومت ہمیشہ عوام ہی رہتے تھے، البتہ انھیں اتنی رعایت حاصل ہوتی تھی کہ امرا کی طرح خراج اور چنگی ٹیکس سے مستثنیٰ ہوتے تھے۔ یہ علاوہ اس کے واقعہ حکومت بھی انھیں اپنے منصب و عہدے کی وجہ سے حاصل ہوتی تھی۔

غیر سرکاری لوگوں میں صرف صناعوں اور دستکاروں کو بھی خاص اختیار حاصل تھا، ہر پیشہ و ہنر میں استاد ہوتے تھے، انھیں ایک خاص پروانہ دیا جاتا تھا جس کی رو سے بغیر ان کی اجازت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

کلکتہ یوم جمعہ مورخہ ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۰ھ

رہنمایانِ ملک کی گرفتاری

مولانا محمد علی اور شوکت علی اور ان کے رفقاء کی گرفتاری کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ انھوں نے کراچی خلافت کانفرنس میں فوج کے متعلق ایک تجویز پاس کی تھی۔ لوگ حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ واقعی اگر ان کی خطا یہی تھی، اور اس تجویز کا مضمون گورنمنٹ کے نزدیک خلاف قانون تھا تو کانفرنس کے بقیہ شرکاء کیوں بلا مواخذہ چھوڑ دیئے گئے، حالانکہ تجویز کی پرجوش منظوری ہی سے وہ پاس ہوئی تھی؟ اگر اس کی تحریک و تائید میں تقریر کرنے کی وجہ سے صرف یہی چند آدمی مجرم ٹھہرتے ہیں تو ان تمام وثیقوں سے تعرض کیوں نہ کیا گیا جو اب سے بہت پہلے تقریر و تحریر کے ذریعہ سے بارہا اس کا اعلان کر چکے تھے؟ ان متعدد انجمنوں اور جلسوں پر کوئی گرفت کیوں نہیں کی گئی جن میں اس سے پیشتر ایسی تجویزیں پاس ہو چکی تھیں؟ ان پانسو علماء کو کیوں پابہ زنجیر نہ کیا گیا جنھوں نے اسی مضمون کا فتویٰ شائع کیا اور جس کی پیروی میں کراچی خلافت کانفرنس نے یہ قرارداد منظور کی؟ اگر یہ باتیں پہلے جرم نہ تھیں، اور کراچی میں علی برادران کے زبان پر آتے ہی جرم ہو گئیں، تو اب ان بے شمار آدمیوں کو کیوں نہیں پکڑا جاتا جو ہر ہر جگہ پبلک جلسوں میں اسی تجویز کا بلفظہٖ اعادہ کر رہے ہیں؟

غرضکہ عام طور پر ان گرفتاریوں کی علت وہ نہیں سمجھی جاتی جو بمبئی گورنمنٹ نے "گورنمنٹ آف انڈیا کی منظوری سے" وارنٹ میں ظاہر کی تھی۔ بہت سے لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ گورنمنٹ کو علی برادران سے بدامنی و شورش کا کھٹکا لگا رہتا تھا، اس لئے اس نے پیشتر ازیں (نام نہاد معافی نامہ) سے انھیں خاموش کرنا چاہا، اور جب ناکامی ہوئی تو کراچی خلافت کانفرنس کی اس تجویز کو غیر قانونی قرار دے کر انھیں گرفتار کر لیا، اور اس لپیٹ میں ان کے رفقاء بھی آگئے۔

لیکن جس طرح گورنمنٹ کی قرارداد وجہ بے بنیاد ہے، اسی طرح یہ خیال بھی بالکل غلط ہے، اگرچہ اس کے پیدا ہونے کے قوی اسباب پہلے سے موجود ہیں، کیونکہ اینگلو انڈین اخبارات اور سرکاری حلقے مہینوں سے شور مچا رہے تھے کہ علی برادران شورش پیدا کر رہے ہیں، اور اس سے غرض یہی تھی کہ جب ان کی گرفتاری عمل میں آئے تو گورنمنٹ کو کہنے کا موقعہ مل سکے کہ امن عام کی حفاظت کے خیال سے یہ کارروائی ضروری تھی اور لوگ بھی اسے ایک حد تک معذور سمجھیں۔

حالانکہ یہ بات سراسر غلط ہے کہ گورنمنٹ کو ان دونوں محترم بھائیوں سے بدامنی کا خطرہ تھا، کیونکہ اس پر حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے، کہ موجودہ تحریک کی کامیابی کا دارومدار امن و امان کے برقرار رہنے پر ہے۔ اور اس کی ناکامی و شکست بدامنی و شورش میں پنہاں ہے، پس وہ خوب جانتی تھی کہ علی برادران جو اس تحریک کے علمبرداروں میں سے ہیں ہرگز کوئی بات خلاف امن نہ کریں گے۔ اگر مذہبی عقیدہ کی بنا پر نہیں تو کم از کم مصلحت اور کامیابی ہی کے خیال سے۔

بے شبہ یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ اگر اس قسم کا کوئی خطرہ موجود نہ تھا تو گورنمنٹ نے خواہ مخواہ یہ حرکت کر کے پورے ملک کی عداوت کیوں مول لی جو یقیناً اس کے لئے مہلک ثابت ہوگی؟ اس کا جواب تو خود گورنمنٹ ہی زیادہ بہتر دے سکتی ہے، اگر وہ سچائی سے کام لے۔ لیکن جواب جو ہر شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے اور جسے بہت سے لوگ ظاہر کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ نے یہ حرکات اس لئے کی ہے کہ اب وہ موجودہ صورت حال سے تنگ آگئی ہے۔ "نوان کو اپریشن" والمنس کے حربے نے اس کے جوڑ جوڑ کو ہلا دیا۔ رگ رگ میں کمزوری پیدا کر دی ہے، اعصاب میں بری طرح تشنج شروع ہو گیا ہے، اور وہ بے چین ہو کر اس فکر میں ہے کہ کسی طرح اس ورطہ سے صحیح و سلامت نکل جائے۔

گورنمنٹ نے اپنے بچاؤ کے لئے جو طریقہ اختیار کیا وہ وہی ناکامیاب طریقہ تھا جو اس سے پہلے دنیا کی تمام مادی سلطنتیں اختیار کر چکی تھیں، یعنی طاقت کے ذریعہ آزادی کی تحریک کو فنا کر دینا چاہتی ہے، اب تک تو وہ مقامی لیڈروں کو گرفتار کیا کرتی تھی، مگر تجربے نے بتا دیا کہ یہ تحریک اتنی ہلکی اور کمزور نہیں ہے کہ آسانی سے دب جائے، چنانچہ اس نے اپنی طاقت کی پورے طور پر نمائش شروع کی ہے، علی برادر کی گرفتاری اس سلسلہ کی پہلی اور شاید آخری کڑی ہے، اور گورنمنٹ کو توقع تھی، اور شاید اب بھی ہو، کہ اسی میں فیصلہ ہو جائے گا۔

ان رہنماؤں پر اس یقین کے ساتھ ہاتھ ڈالا گیا تھا کہ یا تو پبلک مرعوب ہو کر خاموش ہو جائیگی اور یا ملک میں شورش و بدامنی رونما ہوگی۔ اور ان دونوں میں گورنمنٹ کی کھلی ہوئی جیت ہے۔ اخبار میں البتہ واقف ہے کہ جوں ہی علی برادر پر وارنٹ تعمیل ہوئے، اینگلو انڈین اخبارات نے سخت اشتعال انگیزی کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا کہ "ان دونوں لیڈروں کی ہر دلعزیزی کے افسانے بہت مشہور تھے، مگر پولیس انھیں جیل لے بھی گئی، اور کسی قسم کی حرکت ظہور میں نہ آئی۔ یا تو ان دونوں کا ملک پر کچھ بھی اثر نہ تھا اور یا ان کی مصیبت سے پبلک خوفزدہ ہو گئی ہے"۔

صرف یہی نہیں بلکہ خود پولیس نے بھی عوام کے برانگیختہ کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور ساتوں لیڈروں کو اس طرح گرفتار کیا کہ خواہ مخواہ لوگوں میں جوش پیدا ہو، مولانا محمد علی جلسہ میں جاتے ہوئے گرفتار کئے گئے۔ ڈاکٹر کچلو کی قیام گاہ کا محاصرہ کیا گیا، مولانا حسین احمد، گورکھا سپاہیوں اور انگریز افسروں کی مدد سے ایسی حالت میں پکڑے گئے کہ لوگ سخت غصہ اور جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ مولوی نثار احمد بخار میں مبتلا تھے، لیکن باوجود ان کی معذوری کے انھیں تیسرے ہی درجہ میں سخت تکلیف کے ساتھ کراچی تک سفر کرنے پر مجبور کیا گیا۔ علاوہ ازیں خود کراچی میں جس طرح مقدمہ ہوا اور عوام دخواص پر جو بندشیں عاید کی گئیں، وہ معلوم و مشہور ہیں، اور یہ سب محض اس لئے کہ پبلک بے قابو ہو کر دائرہ امن سے نکل جائے۔

امن شکنی کی ان کوششوں کا مقصد بجز اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ گورنمنٹ کو طاقت کے استعمال کرنے کا موقعہ ہاتھ لگ جائے، اس وقت تو صورت حال یہ ہے کہ آزادی کی تحریک اپنی طبعی رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے، خلافت اور کانگرس کمیٹیاں اپنا کام کھلے بندوں کر رہی ہیں۔ سب کا انتظام سنبھال رہی ہیں، پبلک میں آزادی کی روح پھونک رہی ہیں، اور وہ سب کچھ کر رہی ہیں جو سوراج کے لئے ضروری ہے۔ شراب خانے بند ہو رہے ہیں۔ سرکاری ملازم استعفے دے رہے ہیں، سودیشی کی ... پکار ہے، ولایتی مصنوعات کا بازار سرد ہے۔ لنکا شائر و منچسٹر کے کارخانے ٹوٹ رہے ہیں۔ اور چند دنوں کی بے چینی نے انگلستان میں مزدوروں کو بے روزگار کر دیا ہے۔ گورنمنٹ اس حالت کو سخت ناپسند کرتی ہے اور روکنا چاہتی ہے، مگر کیسے روکے؟ ہزارہا کارکن جیل خانے بھیجے گئے۔ مگر یہ حالت بدستور قائم اور دن بدن روبہ ترقی، گورنمنٹ کے پاس ہولناک سے ہولناک اسلحے ہیں، از بس ... فوج ...

جنگی جہازین، اور وہ آسمانی سے اونچا کی بڑی سے بڑی سلطنت کو شکست دے سکتی ہے، اگر ہندوستان کی تحریک روکنے میں یہ سب طاقتین اجنبی بیکار ثابت ہوئی ہین، کیونکہ ان کے استعمال کا موقع ہی نہین ملتا، ملک مین ہر طرف امن و امان قائم ہے، اور کہین کوئی ایسی بات نہین ہوتی کہ یہ جنگی آلات کام مین لائے جا سکین!

علی برادران اور ان کے رفقا کی گرفتاری سے ایسے ہی موقع کا بہم پہنچانا مقصود تھا لیکن الحمد للہ کہ پبلک نے اس موقع پر اپنے کو پورے طور سے قابو مین رکھا، اور ہر طرح کی اشتعال انگیزی کو کامل تحمل و متانت کے ساتھ رد کر دیا اور اس طرح اپنی ذہنی ترقی کا ثبوت دیا کہ اب وہ اپنا نفع، نقصان خود سمجھتی ہے اور کسی کے برانگیختہ کرنے سے اپنے پیر پر کلہاڑی مارنے نہین کی

کسی جماعت کی ذہنی ترقی کے معنی یہ ہوتے ہین کہ وہ اپنے سرداروں اور رہنماؤن کی مطیع ہو، ان کے صحیح مشورون پر عمل کرے، اور غلط باتون کی اصلاح کر دے، جو قوم اس درجہ پر پہنچ جاتی ہے، اس کی کامیابی و فیروزمندی مشتبہ نہین رہتی، گذشتہ دو سال کی جد و جہد کے بعد اب ہندوستان اس نقطہ پر پہنچ گیا ہے، اور علی برادران کی گرفتاری نے اس کا کامل ثبوت بہم پہنچا دیا ہے در حقیقت یہ [illegible] تعجب انگیز ہے کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی جیسے ذی اثر رہنما گرفتار ہون، پبلک کے [illegible] بے حد مضطرب ہو، لیکن لیڈر کہہ دین "خاموش" اور ہر طرف خاموشی چھا جائے۔ وہ کہہ دین ہان اسی "جرم" کا اعادہ کرو جو علی برادران [illegible] جاتا ہے [illegible] لگین، اور شہرون سے گزر کر [illegible] [illegible]

یہ محض اللہ تعالی کی دستگیری ہے کہ ۳۲ کروڑ انسان چند آدمیون پر مجتمع ہو گئے [illegible] مین سے انھون نے ایک اپنا لیڈر بنا لیا، اس کی ایک آواز مین ۳۲ کروڑ جسم حرکت کرتے ہین اور دوسری مین ٹھہر جاتے ہین۔ اور پھر یہ فرمانبرداری عقل و بصیرت کے ساتھ ہے، اور اس کی غلطی پر تنبیہ کی جاتی ہے۔

پس اس آزمائش کی گھڑی مین جو طرز عمل پبلک نے اختیار کیا، وہ ملک کے لئے نہایت خوش آیند ہے، اور اس نے یقین دلا دیا ہے کہ سوراج کی منزل اب کچھ دور نہین ہے۔ اس بے نظیر بردباری نے مخالفین تک کو انگشت بدندان کر دیا ہے، اور وہ اپنی ناکامی کو حیرت اور مایوسی کے ساتھ دیکھ رہے ہین۔

ہمین یقین کامل ہے کہ جس طرح پبلک نے اس نازک وقت مین بھی صبر و سکون کو ہاتھ سے جانے نہین دیا ہے، اسی طرح وہ آیندہ بھی اس جادۂ عمل سے سر مو تجاوز نہ کرے گی جو اس کے رہنماؤن نے مقرر کر دیا ہے، اور جس پر چل کر وہ اس قلیل مدت مین اتنی منزلین طے کر چکی ہے، جتنی دوسری قومین سالہا سال کی تگ و دو کے بعد بھی طے نہ کر سکی تھین۔

اسی طرح یہ امر بھی لازم الیقین بھی ہمین ہے کہ جس طرح وہ تمام کوششین ناکام رہی ہین جو ملک کو ہنگامہ پر آمادہ کرنے کے لئے کی گئی تھین، اسی طرح اسکو گرفتاری کے جتنے مرعوب کرنے کے منصوبے بھی نامراد ثابت ہون گے، کیونکہ اس نے جس راہ مین قدم رکھا ہے، اسی سے دنیا کی تمام قومین منزل مقصود تک پہنچی ہین، اس راہ مین انھین طرح طرح کے مصائب بھی جھیلنے پڑے ہین اور جان و دل کی دل گداز قربانیان بھی کرنا ہوئی ہین، ہندوستان نے بھی اپنا سفر شروع کرنے سے پہلے یہ سب سوچ [illegible] تھا [illegible]

خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہے گا [illegible] تک کہ منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

پس جبر و تشدد سے [illegible] کسی کو اس راہ سے ہٹا سکتی ہے، آزادی کی تحریک، ہندوستانی کے لئے ویسی ہی لازمی ہے، جیسی مولانا محمد علی شوکت علی اور مہاتما گاندھی کے لئے [illegible] شخص کی شریفانہ زندگی اس پر اسی طرح موقوف ہے، جس طرح رہنمایان قوم کی۔ پس یہ خیال سراسر لغو ہے کہ ان لیڈرون کے قید کر دینے سے ملک مرعوب ہو کر خاموش ہو جائے گا، اور سابق کی طرح غلامی پر قانع رہے گا۔

خصوصاً مسلمان تو کسی طرح مرعوب ہونے والے نہین ہین، مایوسی ان کے مذہب مین کفر ہے اور [illegible] خوف [illegible] ہے، جبکہ رسول (صلعم) کی وفات یا شہادت مسلمانون کو ان کی راہ سے نہ پھیر سکی، تو کسی اور کی عارضی یا دائمی جدائی ان کی ہمت کو کب پست کر سکتی ہے اللہ تعالی نے خود رسول (صلعم) کے متعلق پہلے ہی سے فرما دیا تھا۔ وما محمد الا رسول، قد خلت من قبله الرسل۔ أفإن مات أو قتل انقلبتم على أعقابكم؟ (محمد محض ایک رسول ہین کہ جن سے پہلے تمام رسول گزر چکے ہین۔ اگر وہ وفات پا جائین یا قتل کر دئے جائین تو کیا تم الٹے پاؤن پھر جاؤ گے؟

پس اگر ہمارے رہنما ہم سے بچھڑے جا رہے ہین، تو کیا پروا ہے؟ بے شک الفلف [illegible] [illegible] ولا نقول الا ما یرضی ربنا (دل کو صدمہ ہے، آنکھ پر نم ہے، مگر زبان سے وہی نکلے گا [illegible] [illegible]

کان مین وہ صدا گونج رہی ہے جو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر کی زبان سے اس وقت بلند ہوئی تھی جبکہ پیغمبر خدا کی نعش مبارک حجرہ مین رکھی ہوئی تھی اور صحابہ کی حالت فرط حزن و ملال سے دگرگون ہو رہی تھی، حضرت صدیق نے سب کو مخاطب کر کے [illegible] الا من کان یعبد محمدا فان محمدا قد مات۔ ومن کان یعبد اللہ فان اللہ حی لا یموت (لوگو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا، تو بے شک محمد مر گئے اور جو کوئی اللہ کی پرستش کرتا تھا، سو اللہ اب بھی زندہ ہے اور کبھی نہین مرے گا)

پس مسلمانون کے مرعوب [illegible] کی کوشش عبث ہے، اگر یہ تحریک صداقت پر مبنی ہے، اور اللہ تعالی اس کی پشت پناہی پر ہے تو ہمین صرف اللہ ہی [illegible] ہے، بے شک محمد علی، شوکت علی جیل کی چار دیواری مین بند [illegible] گئے ہین، اگر ہمارا اللہ تو آزاد ہے، اور ہمارا اسی دستگیری و اعانت پر اعتماد ہے، پھر [illegible] کیا [illegible] سکتا ہے؟

[illegible] پبلک کی طاقت کی اس بے نمائش نے اُسے فائدہ کے بجائے نقصان پہنچایا [illegible] ہونے کے بجائے [illegible] ولولہ ہو گئی ہے، جس بات کے کہنے پر علی برادران [illegible] گئے ہین وہی اب [illegible] ہے، اور جو بات پہلے صرف ان ہی کی زبان پر تھی، اب ہر شخص کی زبان پر ہے۔ فھل تعلم الایات والنذر؟

مسئلہ عرب و شام

(۲)

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

اس معاہدہ کے ذریعہ سے عربی ممالک، انگلستان و فرانس کے مابین تقسیم ہوئے تھے، اس کے مرتب کرنے والے، السر مارک سائکس ممبر پارلیمنٹ برطانیہ اور مسیو جارج بیکو سفیر فرانس (بیروت) تھے، اور جب ان کی گورنمنٹوں نے اُس پر باہم اتفاق کر لیا، تو یہ دونوں وفد کی صورت میں مصر پہنچے، اور پھر چلے گئے تاکہ وہاں کے شامیوں اور شریف مکہ کو اپنا ہم خیال بنائیں۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں انہوں نے شامیوں کی ایک انجمن قایم کی، جس میں چار یا پانچ مسلمان ممبر تھے، ایک دروزی تھا اور باقی تمام عیسائی تھے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اہل شام کو اس معاہدہ کے قبول کرنے کے لئے طیار کیا جائے، اور اسکے ماتحت نظام حکومت قایم کرنے میں ان سے مدد لی جائے۔ اندر ہی اندر یہ تمام کاروائیاں ہوتی رہیں مگر سر مارک سائکس نے ۱۹۱۵ء کی طرح اس مرتبہ مجھ سے کوئی گفتگو کی اور نہ کسی معاملہ میں مدد طلب کی، کیونکہ اب وہ میری جانب سے مایوس ہو چکے تھے۔ انہی دوران میں مشہور ہوا کہ شامیوں نے مصر میں ایک انجمن قایم کی ہے تاکہ فرانس کو سواحل شام پر قبضہ دلائے اور اُس کے ماتحت اندرون ملک میں بھی حکومت قایم کرنے کی کوشش کریں۔

اسی اثنا میں سر مارک سائکس کی جماعت کے ایک باخبر شخص نے مجھے اطلاع دی کہ خود سر مارک نے اُس سے کہا ہے کہ ہم نے شام کے تمام سواحل فرانس کے حوالہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا ہے، کیونکہ صلیبی جنگوں کے زمانہ میں ان پر مسیحیوں کا قبضہ ہو چکا ہے، اس لئے اب وہ مسلمانوں کے ماتحت چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اس کے بعد جب سر مارک سائکس اور مسیو جارج بیکو جدہ میں شاہ حجاز سے مل کر لوٹے، تو اسی شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ شریف حسین نے بھی سواحل شام پر فرانس کے قبضہ کو منظور کر لیا ہے۔

اس کے ایک ہفتہ بعد امیر فیصل کے ایک جنرل سے ملاقات ہوئی، اُس نے بھی یہی کہا کہ شریف نے شام و عراق کے متعلق برطانیہ و فرانس کا فیصلہ منظور کر لیا ہے۔ پھر فیصل کے بعض خاص آدمیوں نے بتایا کہ شریف حسین کا وہ خط انہوں نے دیکھا ہے جو اُس نے اپنے بیٹے امیر فیصل کو مسئلہ شام کے متعلق لکھا تھا، اور جس میں یہ درج تھا کہ فرانس اُس وقت تک ہمارے لئے سواحل شام کی حفاظت کرتا رہے گا جب تک عربی سلطنت کے پاس جنگی بیڑہ نہ ہو جائے اُس زمانہ تک فرانس اس قبضہ کے معاوضہ میں ہمیں ایک معین رقم سالانہ دیا کرے گا۔

مارچ ۱۹۱۸ء میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کے اشارہ سے مصر میں شامیوں کی کئی انجمنیں بنیں، جن میں سے بعض کا مقصد یہ تھا کہ اہل شام کو ان دونوں کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادہ کریں اور بعض کے ذمہ یہ ذلیل کام تھا کہ مسلمانوں کو فلسطین میں یہودی نو آبادی کے قایم ہونے پر رضامند کریں۔ غنیمت ہے کہ اس قسم کی انجمنوں میں مسلمان زیادہ شریک نہ تھے، اور جو تھے، انھیں میں ہمیشہ بدترین نتائج سے خبردار کرتا، اور کتاب و سنت کی لعنت سے ڈراتا تھا جو عنقریب ان پر پڑنے والی تھی۔

۲۰ فروری ۱۹۱۸ء کو انگریزوں کے ایک طرفدار شامی نے سربرآوردہ شامیوں کو چائے کی دعوت دی جس میں میں بھی مدعو تھا، لیکن یہ تقریب محض سیاسی تھی اور اس سے غرض ۱۹۱۶ء کے انگریزی فرانسیسی معاہدہ پر سب کی رضامندی حاصل کرنا تھی چنانچہ چائے نوشی کے بعد ڈاکٹر نمر ایڈیٹر المقطم نے تقریر کی اور حاضرین سے کہا کہ اتحادی سلطنتیں کہتی ہیں کہ صلح کانفرنس میں ہم ملک شام کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گے اگر اس کے سربرآوردہ لوگوں میں بہت سا اختلاف باقی رہا اور انہوں نے اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق کوئی متفقہ فیصلہ نہ کر لیا، لہٰذا اب آپ لوگوں کو پورے اتحاد سے کام کرنا چاہئے، اور یقین کرنا چاہئے کہ ملک کو ترکوں سے نجات حاصل کرنے کا اس سے بہتر کوئی موقعہ ہاتھ نہ آئے گا۔ ہمیں اتحادیوں پر کامل اعتماد کرنا چاہئے کہ وہ ہمیں اصلی مقصود تک ضرور پہنچا دیں گے، اور اگر ان کے بعض اقوال و افعال سے شبہ بھی پیدا ہو تو اُن کی پرواہ نہ کرنی چاہئے کیونکہ اُن کی نیت بہرحال نیک ہے۔ یہ وقت مباحثہ و مناظرہ کا نہیں ہے۔ ہمیں سب سے پہلے ترکوں کی غلامی سے آزاد ہونا ہے، اس کے بعد جب شامی شام میں، عراقی عراق میں اور لبنانی لبنان میں آزاد ہو جائیں گے، تو ان ملکوں کے آیندہ انتظامات پر مفصل گفتگو ہو جائے گی۔"

اس گفتگو کے بعد میرے لئے خاموشی ناممکن تھی، چنانچہ میں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ مقرر نے صلح کانفرنس میں اتحادیوں کی مدد کا تذکرہ کیا ہے، لیکن میں کہتا ہوں کہ انھیں اتحادیوں نے اپنے لئے ملک کے حصے بخرے کر لئے ہیں، اور وہ ہمیں غلام بنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ معاہدہ سے ظاہر ہے۔" اس پر ڈاکٹر نمر نے اعتراض کے پیرایہ میں کہا لیکن انہوں نے وعدہ کر لیا ہے کہ ہمارے ساتھ نہایت خوش معاملگی اور نرمی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ میں نے جواب میں کہا "اس سے تو میرے قول کی مزید تصدیق ہو گئی کہ وہ ہم پر حکومت کرنا چاہتے ہیں، زیادہ سے زیادہ یہ کہ حکومت سخت نہیں نرم ہوگی، جس کی صورت شاید یہ تجویز کی گئی ہوگی کہ ہم پر کسی ملکی کو امیر یا بادشاہ بنا دیا جائے گا، اور اس کی آڑ میں ہوس ملک گیری پوری کی جائے گی۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کی حکومت ملک کے لئے سب سے زیادہ مضرت رساں ہوتی ہے کیونکہ پبلک اس دھوکہ میں رہتی ہے کہ حکومت قومی ہے، حالانکہ پس پردہ دوسروں کے ہاتھ ہوتے ہیں جو ہر طرح کے مظالم کرتے اور قومیت کے جذبہ کو بالکل فنا کر دیتے ہیں، جس کے بعد ترقی کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور محبان وطن کے لئے قوم کے جگانے کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی اگر زندہ مثالیں دیکھنا ہوں تو تیونس اور ہندوستان میں جا کر دیکھ لیجئے۔ میں نے ان ہندوستانی ریاستوں کے باشندوں کو دیکھا ہے جنہیں خود مختار کہا جاتا ہے، لیکن ہندوستانیوں میں سب سے زیادہ انھیں کو میں نے غلامی کا دلدادہ پایا، حتیٰ کہ وہ آزادی کے معنی بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اور نہ اُس کی قدر و قیمت سے واقف ہیں۔ مجھے وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کسی ریاست کا مہاراجہ انگریزوں کے سب سے زیادہ فرمانبردار اور مطیع ہیں، اور ان کے جملہ مظالم برداشت کرنے پر ہمیشہ طیار رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے برطانوی ہند کے باشندے کسی قدر سمجھ دار ہیں، گورنمنٹ کے مقابلہ میں جد و جہد کرتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ اپنی سعی و ہمت سے بہت جلد آزاد ہو جائیں گے۔

یہ بھی کس قدر مضحکہ انگیز بات ہے کہ اتحادی دنیا کو آزادی بخشنے کے مدعی ہیں حالانکہ وہی افراد کے ظلم پر دار ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم تمھیں آزاد کرانے کے لئے آرہے ہیں، معلوم نہیں کس ملک میں داخل ہو کر ہمیں آزادی کی جنت میں لے جائیں گے؟ قومیں کب آزادی کے لئے مانگی گئی ہیں؟ آزادی تو ہمیشہ خون بہا کر حاصل کی جاتی تھی۔ پھر ہم غلامی کے طوق میں کس طرح آزاد ہو جائیں گے؟ یہ لوگ دن کو رات اور رات کو دن کہنے کے عادی ہیں، غلامی کا نام آزادی رکھتے ہیں، اور آزادی کو غلامی بتاتے ہیں، وہ ہم سے ملک لے چکے ہیں، اور اس کے معاوضہ میں میٹھے میٹھے الفاظ بول کر ہمیں خوش کرنا چاہتے ہیں، مانا کہ ان کی حکومت نہایت ہی نرم اور عمدہ ہوگی، مگر وہ ایک لمحہ کے لئے بھی ہمیں منظور نہیں کیونکہ ہم کامل آزادی و خود مختاری چاہتے ہیں، دکھ درد اور اپنی غلامی نہ یاد رکھنا چاہئے کہ ترکی خواہ کیسے ظالم ہوں، مگر جاہل نہیں، اور ہم اگر چاہیں تو ان سے اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں، کیونکہ انھیں

عظیم کے ساتھ ہی پیاسا نہیں ہے، برخلاف اس کے یہ قومیں قوی ہیں ۔ منقولہ و ترقی یافتہ
ادارات کے ہونے میں ایک مرتبہ پہنچ جانے کے بعد، ان کی آخر یہ محال ہے، لہذا ہمیں پوری طرح ہوشیار رہنا
چاہیئے، اور انہیں کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا چاہیئے۔

یہ مجلس یہیں تقریر پر ختم ہو گئی اور کوئی بات طے نہ ہوسکی، اس کے آٹھ دن بعد ایک
برطانوی افسر نے مجھ سے حسب ذیل گفتگو کی ہے۔

افسر۔ ملک شام کے متعلق پیرس میں جو کارروائی ہوئی ہے اور سرمارک سائکس نے جو تقریر
کی ہے، اس کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟

میں۔ تمام شامی عموماً اور مسلمان خصوصاً اس سے سخت ناراض ہیں۔

افسر۔ یہ عجیب بات ہے! اس سے تو مقصود اہل شام کو مطمئن کرنا تھا۔ سرمارک نے حجاز کی کامل
خودمختاری کی تو صاف الفاظ میں تصریح کر دی ہے، پھر حجاز کی خودمختاری کے بعد شام کی خودمختاری
میں کیا کلام ہو سکتا ہے!

میں۔ یہ ایک غور طلب معاملہ ہے، خصوصاً اس تصریح کی وجہ سے کہ انگلستان و فرانس شام
کی تقسیم پر متفق ہو گئے ہیں!

افسر۔ لیکن یہ تصریح بھی تو موجود ہے کہ یہ دونوں اس پر حکومت کرنا نہیں چاہتے!

میں۔ ملک بٹ گیا، اور پھر یہ کہ حکومت کرنا نہیں چاہتے!

افسر۔ تقسیم محض اقتصادی ہے نہ کہ سیاسی، اور فرانس کے وزراء نے تو سرکاری طور پر کہہ دیا
ہے کہ ان کی گورنمنٹ عربی ممالک کی ایک بالشت زمین بھی فتح کرنا نہیں چاہتی، اور نہ عربی قوم کو اپنی
اطاعت پر مجبور کرنا چاہتی ہے، اس کی خواہش صرف اس قدر ہے کہ شام کی دوستانہ امداد کرے۔

میں۔ یہی باتیں تمام ستمگار سلطنتیں کہہ رہی ہیں تاکہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کریں، اور جب
کسی ملک کے باشندے دھوکہ کھا کر ان سے طالب امداد ہوں تو انسانیت، آزادی، اور عدل و انصاف
کے نعرے بجاتی ہوئی ان کے ملک پر مسلط ہو جائیں!

افسر۔ اس وقت ہماری فوج فلسطین میں ہے، اور ممکن ہے کہ بہت جلد دمشق پر قابض ہو جائے
آپ جانتے ہیں کہ تمام ملک فقر و فاقہ کی مصیبت میں گھرا ہوا ہے، اور اس کے اکثر سربرآوردہ آدمی یا تو
جلا وطن کر دیئے گئے ہیں اور یا از خود باہر چلے گئے ہیں، ایسی صورت میں اگر ترکوں کے نکالنے کے بعد
ہم بھی ملک سے چلے جائیں تو اس کی کیا حالت ہوگی؟ اور کیا سخت بدنظمی و طوائف الملوکی شروع
نہ ہو جائے گی؟

میں۔ جب ہم امن کے خطرہ سے اتحادی شام کو نہیں چھوڑ سکتے، وہ درحقیقت میں بالفعل موجود ہے،
حتیٰ کہ کسی کی جان و مال و آبرو محفوظ نہیں ہے، پھر قیام امن کے لئے جرمن فوجوں کا وہاں رہنا کیوں
نہیں ناپسند ہے؟ حالانکہ پیرس کی وجہ سے روسی دار الامن کا جرمنی میں منتقل ہونا بہت ممکن ہے۔

اس پر وہ خاموش ہو گیا، اور صحبت ختم ہو گئی۔

(دوران جنگ میں مصر کے شامیوں کی حالت)

تمام زمانہ جنگ میں مصر میں رہنے والے شامیوں کی حالت نہایت مایوس کن تھی، انہیں
سے اکثر و ستمگاروں کی گالیوں پر ناچتے اور انہیں کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوششیں کرتے تھے، افسوس
کہ ہمارے اکثر رفقا نے خیانت کی، حالانکہ انہوں نے ہم سے نہایت تاکیدی وعدے کئے تھے اور قسمت

قطعیں کھائی تھیں کہ عربی ممالک کی آزادی کے لئے پوری سعی کریں گے اور ہرگز کسی اجنبی حکومت کو قبول
نہ کریں گے۔ یہ واقعہ ہے کہ شامیوں کی کسی جماعت نے بھی سچائی اور ثابت قدمی کے ساتھ آزادی کے
لئے کوشش نہ کی، اگرچہ ان کی انجمنیں بہت سی تھیں، اور بعض اپنے کو انجمن استقلال کہتی تھیں
مگر ان کی دوڑ غلامی ہی کی طرف تھی۔ اور اس انجمن استقلال کی حالت تو یہ تھی کہ خود اس کے دو
ارکان (جیسا کہ انہوں نے مجھ سے اعتراف کیا ہے) انگریزوں کی ہدایت پر عریش کے راستہ سے شام گئے
تاکہ وہاں کے عربوں سے ترکوں کے برخلاف بغاوت کرائیں، اور یہی انجمن استقلال تھی جس نے
انگریزوں کو مشورہ دیا تھا کہ شام میں تمام کارروائیاں شریف کے نام سے کی جائیں اور اسی کے جھنڈا
کے نیچے عربوں کو ترکوں سے لڑایا جائے، ورنہ کامیابی نہ ہوگی اور عراقیوں کی طرح وہ بھی مخالف ہو
جائیں گے، اور خود انگریزوں سے جنگ کریں گے۔

(پریسیڈنٹ ولسن کے نام یادداشت آزادی)

شامیوں نے جماعتی طور پر جو سب سے پہلی سعی خودمختاری کے لئے کی، وہ اس یادداشت کی صورت
میں تھی جو پریسیڈنٹ کے پاس بھیجی گئی تھی، اس پر میرے اور بعض دوسرے سربرآوردہ لوگوں کے دستخط
تھے اور اس میں نہایت صفائی کے ساتھ بتایا گیا تھا کہ ممالک شام و عرب کامل خودمختاری چاہتے ہیں
اور اس کے علاوہ اور کوئی بات ہرگز بھی منظور نہ کریں گے، نیز یہ بھی درج تھا کہ اگر وہاں کے باشندوں
سے استصواب رائے کیا جائے گا، اور وہ جواب دینے میں آزاد ہوں گے تو سب یہی کہیں گے اور ہمارا مطالبہ
تصدیق ہو جائے گی، چنانچہ جب امریکن کمیشن نے آکر تحقیقات کی تو اس یادداشت کی سچائی ثابت ہو گئی۔

سات آدمیوں کا معاہدہ

اس تاریخی بیان میں اس معاہدہ کا تذکرہ بھی ضروری ہے جو سات آدمیوں کے معاہدہ کے
نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت کچھ چرچا شامی اخبارات میں ہو چکا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ روس
کے ہتھیار رکھنے کے بعد جرمنی نے خشکی کی راہ سے ممالک عثمانیہ میں ایک زبردست فوج روانہ کرنے کا
ارادہ کیا تھا جس سے انگریزوں کو خطرہ ہوا تھا کہ شاید یہ فوج عراق آ رہی ہے، اسی کے روکنے
کے لئے انہوں نے اپنے خیر خواہ سات شامیوں کی ایک جماعت بنائی تھی، تاکہ وہ عربوں کی ایک
فوج مرتب کریں۔ ساتھ ہی وعدہ کیا تھا کہ یہ عربی فوج ترکی کے جتنے ممالک پر قبضہ کرے گی وہ
خودمختار تسلیم کر لئے جائیں گے۔ لیکن جب یہ خطرہ دور ہو گیا تو انگریزوں نے بھی خاموشی اختیار کی

(باقی)

لندن، ۳۱۔ نیم سرکاری ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یونانیوں کو جو شکست ہوئی ہے وہ بہت بڑی ہے
اس سے یونانی فوج سخت خطرہ میں پڑ گئی ہے اور یونان کی اندرونی حالت پر اس کا نہایت ہی
زبردست اثر پڑے گا۔

پیرس، ۳۰۔ اناطولیہ کی جنگ میں یونانی شکست نے برطانوی حلقوں کو بہت متفکر و پریشان کر دیا ہے۔

پیرس، ۳۰۔ یہاں کے اخبارات کہتے ہیں کہ اناطولیہ کی شکست سے یونان مالی مشکلوں
میں گھر جائیں گے، جس کی ساری ذمہ داری ان کے اخبارات کے سر ہے جنہوں نے یونانی قوم کو یقین
دلایا تھا کہ ترک اب بالکل مردہ ہو گئے ہیں، اب موجودہ شکست کا چھپانا ناممکن ہے۔

ٹرکی میں برطانیہ کے ارادے

سلطان معظم کی مخالفت

مصری جمہر الاخبار کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے۔

گذشتہ ایام میں جب قوم پرستوں نے یونان کو سخت شکستیں دی تھیں اور وہ ازمیر کے سامنے ساحل سمندر تک پہنچ گئے تھے، تو قسطنطنیہ کے برطانوی ہائی کمشنر "سر ہوریس رمبلڈ" اور امیر البحر جنرل ہارنگٹن دونوں لندن گئے تھے تاکہ ترکوں کے متعلق سیاسی طرز عمل سے مشورہ کریں۔ چنانچہ ان میں یہ طے ہو گیا تھا کہ قسطنطنیہ کو قوم پرستوں سے بچانے کے لئے ایک [illegible] جمع کی جائے اور اگر وہ قسطنطنیہ اور [illegible] سے تجاوز کریں تو ان سے جنگ کی جائے لیکن جب عصمت پاشا نے [illegible] کا [illegible] ارادہ [illegible] کو مطلع کر دیا کہ ان کا ارادہ دارالخلافہ پر حملہ کرنے کا نہیں ہے تو چھاؤنیوں میں فوج جمع کرنے پر اکتفا کی گئی۔

ترکوں کی گذشتہ فتوحات کے بعد جب پھر ان کو پسپا اور یونانیوں کی پیش قدمی شروع ہوئی اور وہ ایک شہر کو بھی فتح کر کے آگے بڑھ گئے تو برطانوی ہائی کمشنر فوراً لندن سے واپس ہوئے اور قسطنطنیہ پہنچتے ہی انہوں نے ترکی وزیر خارجیہ، وزیر اعظم اور سلطان معظم سے [illegible] ملاقاتیں کیں۔ قتل و غارت کو بیان کیا۔ اسلامی وغیرہ [illegible] حلقوں نے بہت زیادہ اہمیت دی اور ہر طرف یہی چرچا ہونے لگا کہ شاید اب برطانیہ نے اپنی مخالفانہ روش بدل دی ہے اور وہ ترکی و یونان کے مابین [illegible] صلح کرانے کا خواہشمند ہے۔ [illegible] لوگ بھی یہی کہنے لگے تھے۔ اس خیال کو مزید تقویت اس وجہ سے بھی ہوئی کہ ہائی کمشنر کے جلو میں فوجی افسروں نے [illegible] کو مطلع کیا کہ اب انہیں تحقیق ہو گئی ہے کہ خفیہ اور علانیہ پولیس میں جتنے یونانی وارمنی کام کر رہے ہیں، وہ مسلمانوں کے برخلاف سازشیں کرتے اور جھوٹے الزام قائم کر کے انہیں نقصان پہنچاتے ہیں، لہذا اب فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ ان دونوں محکموں میں ترکوں کو باب عالی کے مشورہ سے بھرتی کیا جائے گا، اور یونانیوں وارمنیوں پر اعتماد نہ کیا جائے گا۔

لیکن بعد [illegible] یہ حقیقت روشن ہو گئی کہ برطانیہ سے جو امیدیں باندھی گئی تھیں وہ سابق کی طرح ابھی [illegible] ہیں، کیونکہ وہ بدستور اپنی ضد پر قائم ہے، اور ہرگز از راہ انصاف بھی ٹرکی کے ساتھ ٹرستی [illegible] نہیں ہے۔ ہائی کمشنر کی وزراء اور سلطان سے جن ملاقاتوں پر تمہید کا قبہ بنایا گیا [illegible] ایک نہایت ہی معزز [illegible] جن کی زبانی معلوم ہوا جنہوں نے اخلاق [illegible] کے ساتھ مجھے شرف ملازمت بخشا اور فرمایا کہ۔

انگریزی ہائی کمشنر کی تقریر [illegible] تھا اس [illegible] تھی کہ ٹرکی اور یونان کے مابین یورپ کی ثالثی پیش کریں، یا [illegible] کوئی صورت نکالیں، جیسا کہ لوگ [illegible] خیال کر رہے ہیں، بلکہ ان کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ سلطان کو ایک نہایت مہلک تجویز کے منظور کرنے پر آمادہ کریں، جسے انہوں نے پوری ہوشیاری سے مرتب کیا تھا، اور انھیں یقین تھا کہ سلطان اس کی تہ تک نہ پہنچ سکیں گے۔

وہ تجویز یہ تھی کہ ازمیر کے مشرقی جانب یونان نے جو علاقے فتح کئے ہیں اس میں برطانیہ کی زیر نگرانی کارروائی میں باب عالی بھی [illegible] اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان علاقوں میں سول حکام اور افسر سلطان کی طرف سے مقرر ہوں، اور سول تحکمات بھی سلطان ہی کے نام سے جاری ہوں، ساتھ ہی امن عام کی حفاظت کے لئے ایک [illegible] فوج بنائی جائے جس میں [illegible] سپاہی ترکی ہوں اور افسر انگریز، نیز ریل، تار اور راستوں کی حفاظت و انتظام انگریزی افسران کے متعلق ہو۔ یونان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے، وہ اپنی جنگی کارروائیاں جاری رکھے یہاں تک کہ فریقین میں سے کوئی ہتھیار ڈال دے اور صلح کا وقت آ جائے۔ سلطان کو مطلق دیکھنا چاہئے کہ یونان کو صرف اتنا ہی سے [illegible] جتنا معاہدہ [illegible] کی رو سے اسے ملنا چاہئے یعنی علاقہ ازمیر"۔

یہ وہ تجویز تھی جو سلطان المعظم کے سامنے برطانوی ہائی کمشنر نے پوری خیر خواہی کے دعوے کے ساتھ پیش کی، اور اس کے منظور کرنے کی درخواست کی، مگر سلطان نے اسے قطعاً نامنظور کر دیا۔ اسی طرح باب عالی نے بھی اسے مسترد کر دیا، اور صاف صاف کہہ دیا کہ اس قسم کی تجویزوں پر ایک لمحہ کے لئے بھی غور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

جب ہائی کمشنر کو مایوسی ہوئی تو اس نے [illegible] پیش ہو رہا فرید پاشا کی وساطت سے کوشش شروع کی، مگر وہاں کو بھی سخت شکست ہوئی جس کے بعد اس نے اپنے محترم مخاطب سے درخواست کی کہ وہ سلطان پر اپنے اثر سے کام لیں اور اس تجویز کو منظور کرا دیں، مگر انہوں نے ایسا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا۔

آخر جب ہر طرف سے ناکامی ہوئی تو برطانیہ نے اپنے مقاصد پر سے پردہ ہٹا دیا، اور بلا سلطان کی [illegible] کے وہ کارروائیاں شروع کر دیں جو ان کے نام کی آڑ میں کرنا چاہتا تھا، چنانچہ جن جن علاقوں پر یونان کا قبضہ ہے وہاں کی ریلوے اور اسٹیشن برطانوی افسروں کے انتظام میں ہیں، مشہور جنرل فرنچ مصر سے قسطنطنیہ پہنچ گئے ہیں اور انہوں نے اپنی زیر قیادت ایک انگریزی جندرمہ فوج ان علاقوں میں جمع کرنا شروع کر دی ہے، اسکودار کے حلقہ میں بھی انہوں نے ایک فوج مرتب کی ہے، قسطنطنیہ کے محکمہ پولیس پر بھی انھیں کا قبضہ ہے، اور سواحل اناطولیہ کی دیکھ بھال بھی انھیں کے ذمہ ہے، اس سے بھی بڑھ کر یہ ہے کہ قسطنطنیہ میں اتحادی اعلیٰ افسران کی جو ہفتہ وار مجلس شوریٰ ہوتی ہے، اس میں یہ تجویز پیش کی گئی تھی کہ قسطنطنیہ کی نگرانی و انتظام کا سارا بوجھ جنرل ہارنگٹن کے سپرد کیا جائے، لہذا فرانس و اٹلی اس ذمہ داری سے اپنے کو سبکدوش کر لیں، لیکن فرنچ و اٹالین افسروں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی اور اسے برطانیہ کی زیادتی پر محمول لیا۔

آخر میں نامہ نگار لکھتا ہے کہ ان واقعات سے نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ برطانیہ کے ٹرکی میں کیا ارادے ہیں، اور وہ اس میں کون سی چال چل رہا ہے؟ ساتھ ہی یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ انگورہ کی قومی حکومت کا وجود کتنا ضروری ہے، کیونکہ اب صرف اسی کی طاقت اور قوت پر خلافت کی آزادی اور خلیفۃ المسلمین کی قید سے رہائی ممکن ہے + (الاخبار ۲ محرم ۴۰ھ)

روما، [illegible] انگورہ میں مصطفےٰ کمال پاشا نے بالشویک سفیر کا اس امداد پر شکریہ ادا کیا ہے جو سویٹ گورنمنٹ نے انھیں دی ہے۔ اور اس کے صلہ میں وعدہ کیا ہے کہ اپنی ضرورت سے زائد گندم [illegible] روس بھیجیں گے۔ اس کی یہ تحقیق ہو گئی ہے کہ انگورہ میں جنرل [illegible] بالشویک [illegible] ہیں +

حضرت مولانا کا دورہ

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب اب تک دورہ میں ہیں، اور سر دست کراچی میں خلافت کے مقدمہ کی وجہ سے ٹھہرے ہوئے ہیں +

یہودیوں کا [illegible] مذہب ہے [illegible] ہے کیونکہ یہ اعتقاد ان کو تقویت دیتا ہے کہ آہستہ آہستہ [illegible] یہودیوں [illegible] ایک [illegible] دنیا [illegible] [illegible] امریکہ [illegible] سے شہرت [illegible] [illegible] امریکہ کے یہودیوں کا [illegible] ان کو [illegible] امریکہ کی آزادی [illegible] سے [illegible] اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اس اعتقاد کی بنیاد یہ ہے کہ [illegible] حضرت [illegible] علیہم السلام نے یہودیوں سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خود مختار حکومت قائم ہوگی جس میں ان کی قدیم شان و شوکت پھر [illegible] [illegible] دوسری قوموں کو آسائش [illegible] نصیب ہوگی [illegible] وعدہ [illegible] یہودیوں کے [illegible] ہے [illegible] پیغمبروں [illegible] کی [illegible] دنیاوی شان و شوکت سے [illegible] اخروی آرام و عافیت سے [illegible] یہودیوں کی یہ [illegible] مذہبی و عام [illegible] ان [illegible] کہ ان وعدہ کے ایفا کا وقت اب آپہنچا ہے،

یہودیوں کے [illegible] مصائب [illegible] اعتقاد کا [illegible] ہوئے [illegible] کا خیال ہوا کہ ان مصائب سے نجات پانے کے لئے کوئی مقدس پیشگوئی پیدا کی جائے تاکہ لوگ اس مذہب سے بد ظن نہ ہوں [illegible] چنانچہ اب تک بہت سے یہودی اس اعتقاد پر ایمان رکھتے ہیں،

واقعہ یہ ہے کہ [illegible] یہ عقیدہ بالکل ہی ناممکن ہے کیونکہ فلسطین بہت زیادہ آدمیوں کا [illegible] نہیں لے سکتا، سیاسی نقطۂ نظر سے بھی یہ محال ہے کیونکہ [illegible] باشندے ہرگز ایسی حکومت قائم ہونے نہ دینگے جو ان کی عالمگیر پالیسی کو صدمہ پہونچائے،

امریکہ کے [illegible] یہودیوں کو خود داری و حکومت مل چکی ہے کیونکہ حقیقی خود داری حکومت نام ہے روحانی سلطنت اور باطنی روشنی کا جس کا مقصود یہ ہے کہ ہر شخص اپنے اخلاق و عادات سنوار کر زندگی کے [illegible] اصول پر گزارے اور اپنے پیدائشی حقوق کے لئے جائز کوشش کرے، امریکہ میں یہودیوں کو یہ سب باتیں حاصل ہیں، ہم کو آزادی، مساوات اور اخوت کے تینوں اصول حاصل ہیں، ہماری روح کو حقیقی سکون حاصل ہے،

ہماری اس روحانی خوشی کو کوئی غصب نہیں کرسکتا، ہم کو امریکہ میں روحانی آزادی، اقتصادی خوشحالی اور معاشرتی فضیلت حاصل ہے، فرانس کے یہودیوں کے لئے فرانس، انگلستان کے یہودیوں کے لئے انگلستان اور امریکہ کے یہودیوں کے لئے امریکہ ہی [illegible] آسائش بہم پہنچاتا ہے جس کی پیشینگوئی توراۃ میں کی گئی ہے اور اس لئے میں باشندۂ فلسطین کہلانے کی بجائے باشندۂ امریکہ کہلانا زیادہ پسند کرتا ہوں

ہندوستان پہلے خوشحال تھا یا اب؟

مسٹر [illegible] ولیمز اور میجر [illegible] نے بابو موتی لال گھوش ایڈیٹر امرتا بازار پتریکا سے دوران گفتگو میں کہا کہ اسلامی عہد حکومت میں ہندوستان جتنا خوشحال تھا اس سے کہیں زیادہ اس زمانہ میں ہے، چنانچہ دور اسلامی میں جب ایک مرتبہ دکن میں چار برس تک قحط کی گرم بازاری رہی اور بے شمار مرد، عورت اور بچے مکھیوں کی طرح مر گئے، تو بھی حکام وقت کو اپنے فرائض کا احساس نہ ہوا اور انھوں نے مصیبت زدوں کی ذرا بھی مدد نہ کی۔

مسٹر ولیمز نے کسی مسلمان مورخ کا نام بھی بتایا جس کی کتاب سے ان کو یہ واقعہ معلوم ہوا ہے، پنڈت موتی لال گھوش نے خندہ پیشانی سے جواب دیتے ہوئے سوال کیا کہ اگر ملک کی یہی حالت تھی تو مسلمان بادشاہ اپنی شہرۂ آفاق شان و شوکت کس طرح قایم رکھتے تھے؟"

اس کا مسٹر ولیمز سے کوئی جواب بن نہ پڑا، تب پنڈت جی نے فرمایا۔

یہاں ہم چار سو برس پہلے کے ہندوستان پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں جو ذیل کے واقعات ایک ایسی کتاب سے ماخوذ ہیں جس کے مستند ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہوسکتا چنانچہ جہانگیر اپنی کتاب "تزک جہانگیری" میں لکھتا ہے:

جب سپہ سالار مان سنگھ اکبر کے دربار میں حاضر ہوتا تھا تو اسے اٹھارہ لاکھ کی نذر پیش کرنی ہوتی، اور اس کی حاضری سال میں کم از کم دو بار ہوا کرتی تھی، راجہ بکرماجیت کے بارے میں جہانگیر لکھتا ہے کہ شہر آگرہ میں اس کے [illegible] کروڑ روپے نقد میں جمع ہیں، یہ امر [illegible] ہوسکتا ہے مگر اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں آج کل کی بہ نسبت کروڑ پتی کم نہ تھے،

جہانگیر کا تخت تین کروڑ روپیہ میں تیار ہوا تھا اس تخت میں بارہ ہیرے تھے ہر ایک کی قیمت پندرہ کروڑ باون لاکھ روپیہ تھی، جب جہانگیر نے نور جہاں سے شادی کی تو صرف جواہرات خریدنے کے لئے سات کروڑ چھبیس لاکھ روپیہ پیش کئے تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ موتیوں کا ایک گرانبہا مالا بھی ہدیہ دیا تھا جس میں چالیس دانے تھے اور ہر دانہ کی قیمت چار ہزار روپیہ تھی یعنی پورا مالا چھ لاکھ روپیہ کا تھا، اپنی ایک بہو کو جہانگیر نے موتیوں کا ایک ہار دیا تھا جس میں ساٹھ دانے تھے اور ہر دانہ کی قیمت دس ہزار تھی، جہانگیر کے بھائی دانیال کے جواہرات پینتالیس کروڑ روپیہ کے تھے،

اکبر نے ایک دفعہ خزانہ کی مقدار معلوم کرنے کے لئے قلیچ خان کو حکم دیا کہ شاہی بیت المال میں جتنا سونا ہے اس کا حساب پیش کرے، جہانگیر اس کے متعلق یوں لکھتا ہے قلیچ خان نے آگرہ کے خزانہ کی تحقیقات میں جان توڑ کوشش کی اور پانچ مہینہ تک دن رات سرگرم کار رہا، اس کے بعد جب میرے والد نے دریافت کرایا کہ اب تک کتنے من سونے کا حساب ہو چکا ہے، تو یہ جواب دیا گیا کہ اگرچہ پانچ مہینہ سے ایک ہزار آدمی خزانہ کی دولت کا حساب کرنے میں لگے ہوئے ہیں تاہم ابھی کام ختم نہیں ہوا ہے، جس پر والد نے حکم دیا کہ تحقیقات چھوڑ دی جائے اور ہر چیز کو اپنے حال پر رہنے دیا جائے، یہ صرف ایک شہر کے خزانہ کا حال تھا،

برطانوی عہد حکومت میں ہندوستانیوں کو جو امن و امان حاصل ہے وہ مغلیہ مسلمانوں کے زمانہ میں نہ حاصل ہو، لیکن مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا خاص گھر بنالیا تھا، ہندوستان ان کے لئے کوئی مفتوحہ ملک نہ تھا جس طرح آج کل موجودہ حکمرانوں کے لئے ہے، مسلمان ہندوستان کی دولت سمیٹ کر کسی دوسرے ملک میں نہیں لیجاتے تھے جس طرح آجکل انگریز لیجا رہے ہیں اور اس لئے بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے عہد کا ہندوستان آجکل کے ہندوستان سے کہیں زیادہ دولتمند تھا۔

امریکہ کے حبشیوں کی حیرت انگیز ترقی

گذشتہ پچاس برس میں امریکہ کے حبشیوں نے جو ترقی کی ہے اس کی مثال دنیا کی کسی قوم میں نہیں ملتی ہے اس پچاس سال کے عرصہ میں انھوں نے مذہب، تعلیم، تجارت، صنعت اور دیگر پیشوں سے جو ترقی کی ہے وہ بے نظیر ہے، اور اس کی مختصر تشریح حسب ذیل ہے :-

(۱)

(مذہبی ترقی) حبشیوں کی مذہبی حالت نہایت قابل اطمینان ہے ان کی اکثر آبادی "بپتسمہ" اور "میتھوڈسٹ چرچ" اور ان دونوں کی شاخوں سے وابستہ ہے، ان گرجوں میں خطبہ وغیرہ ان کے اپنے پادری دیتے ہیں اور جملہ انتظامات خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتے ہیں، آزادی کے قبل ان میں سے اکثر ... سپید فام لوگوں کے گرجے میں جاتے تھے، اور ان کی کوئی جمعیت الگ قائم نہ تھی،

حبشیوں کی مذہبی سرگرمی صرف امریکہ کی چار دیواری میں محصور نہیں ہے بلکہ بقیہ چاروں براعظموں میں بھی جاری ہے، بیرونی ممالک میں ان کا سالانہ خرچ مذہبی کوششوں کے لئے پندرہ لاکھ روپیہ ہے،

(۲)

(تعلیمی ترقی) حبشیوں کی تعلیمی ترقی سے سارا دنیا انگشت بدنداں ہے، ۱۸۶۵ء میں ۹۰ فی صدی حبشی جاہل تھے لیکن ۱۹۲۰ء کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اب صرف ۲۶ فی صدی حبشی جاہل اور ان پڑھ ہیں، تعلیم و تربیت کی یہ حیرت انگیز ترقی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب کہ وہ نعمت آزادی سے سرفراز کئے گئے ہیں، ان کو صرف مذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور گورے لوگ تبلیغ و اشاعت ان سے لیتے تھے مگر اب وہ ہر قسم کے علوم و فنون سے بہرہ اندوز ہو رہے ہیں، ۱۸۶۵ء میں سارے امریکہ میں حبشیوں کے کل پندرہ ... تھے مگر اب ان کے اسکولوں اور کالجوں کی تعداد ۵۰۰ ہے، جن میں سترہ درسگاہیں صرف عورتوں کے لئے مخصوص ہیں اور باقی میں مرد اور عورتیں دونوں تعلیم پاتے ہیں اس سلسلہ میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مردوں سے زیادہ حبشی عورتیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں اور ان سے تمام اسکول اور کالج بھرے ہوئے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ حبشیوں کو تعلیم نسوان کی ضرورت کا پورے طور پر احساس ہو چکا ہے اور اسی لئے وہ مردوں کی بہ نسبت عورتوں کی تعلیم میں زیادہ کوشاں ہیں،

(۳)

(تجارتی و صنعتی ترقی) تجارت اور صنعت و حرفت میں بھی حبشیوں کی کارگزاریاں قابل تعریف ہیں، جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ فی الحال باون لاکھ حبشی تجارت پیشہ، انتیس لاکھ کاشتکاری کرتے ہیں اور ساٹھ لاکھ چار ہزار ایک سو دستکاری میں مصروف ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ حبشیوں نے صنعت و حرفت اور تجارت میں کتنی ترقی کی ہے

(۴)

(حبشیوں کے دیگر پیشے) حبشیوں میں طبیب، دندان ساز، وکیل، مصنف اور اخبار نویس ہر پیشے کے لوگ ہیں، ان کی عورتیں بھی اپنی ترقی پذیر قومی ضروریات کے پورا کرنے میں جان توڑ کوشش کرتی ہیں، اور ڈاکٹری، دواسازی اور دیگر مختلف کاموں میں لگی ہوئی ہیں، ایک حبشی عورت بینک کی ڈائرکٹر ہے اور امریکہ میں صرف وہی اس عہدہ تک پہونچی ہے ؎

(۵)

(حبشیوں کی فوجی کارگذاریاں) جس طرح زندگی کے اور تمام شعبوں میں حبشیوں نے کافی ترقی کی ہے اسی طرح جدید فنون جنگ سیکھنے جنگی تعلیم حاصل کرنے اور اپنی شجاعت و بسالت دکھانے میں بھی وہ امریکہ کے حقیقی سپوت ثابت ہو رہے ہیں، چنانچہ گذشتہ سال ہزاروں حبشی فوج میں بھرتی ہوئے اور امریکہ کی "غیر معمولی فوج" میں جن دو آدمیوں کو اپنی جرأت کے صلہ میں سب سے زیادہ انعام و اعزاز ملا وہ دونوں کے دونوں حبشی ہی تھے، صرف یہی نہیں بلکہ امریکن فوج میں گوروں سے ان کالے حبشیوں کی تعداد زیادہ تھی اور یہ ان سے زیادہ جنگ جوئی کی صلاحیت رکھتے ہیں، چنانچہ ۵۶ فی صدی حبشی جنگ کے کام کے لئے جسمانی حیثیت سے موزوں ثابت ہوئے اور گورے صرف ۲۹ فی صدی، اور اس لئے حبشیوں کو ان کی کارگذاریوں کی بنا پر ہم "لائق شہری" کہہ سکتے ہیں،

(آئی۔ ڈی۔ نیوز)

حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا فرمان

اس وقت حکومت انگورہ واحد اسلامی قوت ہے جو اسلام کی عزت اور اس ملک المقدس کے نام کی شوکت برقرار رکھنے کے لئے لڑ رہی ہے باوجودیکہ دوسری قوتیں بھی یونان کے ظالمانہ و ناپاک ارادوں کو مدد و تقویت پہنچا رہی ہیں مگر انگورہ گورنمنٹ یونان کو کامل شکست دینے میں کوشش کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کر رہی ہے۔ اور اس طرح اسلام کے متعلق اپنا فرض ادا کر رہی ہے۔ ہر شخص اس امر واقعہ سے واقف ہے کہ کمالی گورنمنٹ کے مالی ذرائع بالکل محدود ہیں اور اس کو اسلحہ اور گولی بارود کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا قانون اسلام کے بموجب یہ ایک فرض ہے جو تمام اہل اسلام کو اس کا پابند کرتا ہے۔ ایسے نازک موقع پر جبکہ مسلمانوں اور کفار یا حق و باطل کے درمیان ایک سخت کشمکش جاری ہے۔ وہ کمالی گورنمنٹ کو مالی امداد پہنچائیں۔ میں نے مسلمانان بہار کے نام اپنا حکم ۲۰ ذی الحجہ کو بھی شایع کیا تھا۔ مگر ابتک اس (امداد رسانی) کا کوئی مستقل انتظام نہیں کیا گیا ہے۔ اس لئے میں مسلمانان بہار سے خصوصاً اور مسلمانان ہندوستان سے عموماً یہ درخواست کرتا ہوں کہ اگر وہ خدائے قدوس کی دائمی خوشنودی اس دنیا اور دوسرے عالم میں حاصل کرنی چاہتے ہیں اور روز قیامت کو اس پیغمبر اعظم شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حق پرور کو دوست رکھتا ہے شفاعت سے نجات پانے کی امید رکھتے ہیں، تو اب یہ ان کی زندگیوں کا بڑا پروگرام ہونا چاہئے کہ خلوص و جوش کے ساتھ انگورہ گورنمنٹ کو مالی امداد پہنچائیں یہ اور اس امداد رسانی کو پوری سرگرمی کے ساتھ مستقل طور پر تک جاری رکھیں جب تک وہ (خلافت) اپنا سابق اقتدار و شان و شوکت دوبارہ حاصل نہ کر لے اور جب تک اسلام کی دشمن قوتیں بالکل تباہ نہ کر دی جائیں ؎

دستخط

مہر محرم الحرام ۱۳۴۱ھ (حضرت مولانا شاہ بدر الدین صاحب امیر شریعت بہار)

اعتذار

ہم نہایت متاسف ہیں کہ پہلے نمبر کے بعد ہی اخبار کی اشاعت میں کامل دو ہفتہ کا التوا ہو گیا، بیشک احباب کو انتظار کی تکلیف برداشت کرنا پڑی ہوگی، لیکن ہم نے بھی کچھ کم تکلیف نہیں اٹھائی ہے وہاں صرف انتظار تھا، مگر یہاں اپنے فرائض کا احساس، تاخیر کی شرمندگی، اور سب سے بڑھ کر ان کی تکلیف کا خیال تھا، جو ہمیں سخت بے چین کئے رہا۔

اخبار کی اشاعت بالاختیار نہیں روکی گئی تھی، بلکہ جس مجبوری نے ہمیں بالکل بے بس کر دیا تھا وہ مشین اور اس کے موٹر کی مسلسل خرابی تھی جب مشین درست ہو جاتی تھی موٹر بگڑ جاتا تھا۔ اور جب موٹر ٹھیک کیا جاتا تھا مشین میں خرابی پیدا ہوتی تھی، جن لوگوں کو لیتھو پریس سے سابقہ پڑا ہے وہ ہماری مشکلات اور مجبوریوں کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

بہرکیف اب تمام انتظامات مکمل ہو گئے ہیں، انشاء اللہ آئندہ کبھی تاخیر نہ ہونے پائیگی اور عین وقت پر اخبار اپنے قدردانوں تک پہنچا کریگا۔

ہمیں طباعت کی خرابی کا بھی پورے طور پر احساس ہے اور ہم سخت کوشش کر رہے ہیں کہ لکھائی چھپائی بہتر سے بہتر ہو مشین چونکہ حال ہی میں لگائی گئی ہے، اور اس کے بعض پرزے ابتک کارخانہ میں پڑے ہوئے ہیں، نیز ہوشیار مشین مین بھی اب تک نہیں ملے ہیں، اس لئے چھپائی خراب ہوتی ہے، اور ہمیں امید ہے کہ ہفتہ عشرہ ہی میں سب خرابیاں دور ہو جائینگی۔

ناظرین کے ہاتھ میں آج جو پرچہ ہے وہ تین نمبروں کی مجموعی اشاعت ہے، اگرچہ اس کی ضخامت ڈیوڑھی ہے، اور اسے اصولاً تین کے بجائے ڈبل نمبر ہونا چاہئے لیکن ہم نے قصداً تین نمبر کر دئے تاکہ آئندہ سے اشاعت اپنے وقت پر ہو سکے، ورنہ آئندہ جمعہ کو بھی ڈبل نمبر نکالنا پڑتا، اور کاتبوں کی قلت کی وجہ سے پھر اشاعت میں تاخیر ہو جاتی، یہ کمی انشاء اللہ آئندہ کبھی پوری کر دی جائیگی، اور اسی کی وجہ سے اس مرتبہ قیمت میں خاص رعایت کر دی گئی ہے اور اس نمبر کی قیمت ۳ر کے بجائے ۲؍ر رکھی گئی ہے۔

اس نمبر میں جو کمی ہمارے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہے، وہ حضرت مولانا کی کسی تازہ تحریر کے نہ موجود ہونے کی کمی ہے، اگرچہ ایک مضمون "الہلال" مرحوم سے نقل کر دیا گیا ہے جو بطرح حالات حاضرہ کے مناسب ہے، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اسی وقت کیلئے لکھا گیا تھا تاہم ہمیں اس کمی کا احساس اور افسوس ہے۔

حضرت مولانا مد ظلہٗ اس وقت بمبئی میں تشریف فرما ہیں، اور سابق کی کثیر مشغولیتوں کے ساتھ مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کا بار عظیم بھی انہیں اٹھانا پڑا ہے، جس کی وجہ سے اس مرتبہ بالکل فرصت نہ ملی اور "پیغام" کے لئے کوئی تازہ تحریر نہ روانہ فرما سکے۔ لیکن ہم اپنے ناظرین کو قوی امید دلاتے ہیں کہ آئندہ انہیں اس کی بھی شکایت نہ رہیگی، اور ہر نمبر میں وہ حضرت مولانا کے مضامین سے فیض یاب ہو سکیں گے۔

مختصر یہ کہ ہماری فروگذاشتیں بہت ہیں، اور ہر فردگذاشت پر مواخذہ ہو سکتا ہے، لیکن جن مشکلات میں رکہکر یہ کام شروع کیا گیا ہے ان کو دیکھتے ہوئے احباب کو چشم پوشی کرنا چاہئے، اور جو کچھ ہو سکے، اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے، والعذر عند کرام الناس مقبول!

مولانا محمد علی کا پیغام اہل ہند کے نام

میں قید فرنگ کو نظر حقارت و نفرت سے دیکھتا ہوں، اس لئے اپنے ابنائے وطن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ آئندہ اجلاس کانگریس کے موقع پر جو احمد آباد میں منعقد ہوگا جمہوریت ہند کا اعلان کر کے مجھکو اس قید فرنگ سے رہا کرالیں۔

دستخط

محمد علی (خادم کعبہ)

اسیران ملت کا مشترک پیغام

ہم اپنے تمام مذہبی اور وطنی بھائیوں کی خدمت میں سلام شوق پیش کرتے ہوئے ظاہر کرتے ہیں کہ ہم سب گورنمنٹ کی اس کارروائی پر نہایت فراخدلی اور عالم ہمتی سے صابر ہیں اور خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو اس نے توفیق عطا فرمائی کہ مذہب اور وطن آزادی اور قوم کی وجہ سے ہم پر ہر قسم کے مصائب ڈہانے کی فکریں کی جا رہی ہیں اور ہم اس خدائے وحدہٗ لاشریک لہ کے فضل و کرم سے نہایت اطمینان و استقامت سے عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔

آپ سب بھائیوں اور بزرگوں سے ہماری التجا ہے کہ آپ ہماری طرف سے ہرگز فکرمند نہوں بلکہ تحریکات حاضرہ میں اور زیادہ قدم بڑھائیں۔ نہایت سرگرمی اور دلچسپی سے کام کریں حتی الوسع جس قدر جلد ممکن ہو قوم اور وطن کو آزاد کر کے حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لیں۔

اتفاق بڑھائیں، غافلوں کو جگائیں، سوتوں کو بیدار کریں،

نفسی اور شخصی اغراض کو پس پشت ڈالدیں، نرمی اور لطف سے کام کریں، نقض امن اور خونریزی وغیرہ سے بچنے کی پوری کوشش کریں، ہمت نہ ہاریں، مایوسی کو پاس نہ پھٹکنے دیں مردانہ وار قدم آگے بڑھائیں، کوشش کا نتیجہ کامیابی ضرور ہے، سوراج کی منزل اب بہت قریب آگئی ہے۔ ہم لوگوں کو بھی دعا سے نہ بھولیں مذہب کے ساتھ ساتھ آپ حضرات اور ہمارا پیارا وطن ہمارے دل میں جاگزین ہے، خداوند کریم جلد وہ دن لاوے کہ آپ اور ہم نہایت خوشی اور خرمی کے ساتھ آزادی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں۔ آمین یا رب العالمین والسلام

دستخط

محمد علی خادم کعبہ ✤ شوکت علی خادم کعبہ ✤ نثار احمد عفی اللہ عنہ ✤ حسین احمد غفرلہٗ ✤ سیف الدین کچلو ✤ بندہ غلام محمد عفی عنہ ✤

نوٹ:- یہ دونوں پیغام خلافت کمیٹی صوبہ بہار کے ذریعہ سے ہم تک پہنچے ہیں۔ (اڈیٹر)

پنجاب کے ساتھ انصاف نہ ہوا، اور اسی سال میں سوراج قایم نہ ہو گیا تو یہ آپ کی اور میری کوتاہی کی وجہ سے ہوگا۔ بے شک ہمیں تشدد سے کام نہیں لینا چاہیئے، مگر خاموش بھی نہ بیٹھنا چاہیئے۔ قید کے متعلق ہمارا وہی عزم ہو جو علی برادران کا تھا اور قید وبند کو دعوت دے کر بلانا چاہیئے۔ یہ ہرگز خیال نہ کرنا چاہیئے کہ اگر بہترین آدمی جیل خانے پہنچا جائیں گے تو کام رک جائے گا۔ اگر ہم ایسے ہی کمزور ہیں کہ ایسے اشخاص کے بغیر کام نہیں کر سکتے تو اس قابل بھی نہیں ہیں کہ سوراج حاصل کر سکیں اور خلافت و پنجاب کے مظالم کا تدارک کیا جائے۔ ہم کو ہزاروں پلیٹ فارموں پر

سے اعلان کرنا چاہیئے کہ ہر ہندو اور مسلمان کے لئے موجودہ گورنمنٹ کی ملازمت گناہ ہے عام اس سے کہ فوج میں ہو یا کسی اور محکمہ میں!

\+ + +

اگر ہم نے اب تک سودیشی اختیار نہیں کی ہے تو سب سے پہلے ہمیں اسی جانب توجہ کرنی چاہیئے۔ تمام بدیشی کپڑے یکلخت ترک کر دیں عام اس سے کہ وہ انگریزی ہوں یا جاپانی، امریکن ہوں یا فرانسیسی۔ خود ہمیں چرخا چلانا چاہیئے اور بقدر ضرورت کپڑا اپنے گھروں ہی میں طیار کر لینے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ یہی ہماری آزمایش ہے کہ اپنے ملک کی آزادی اور خلافت کے بچاؤ کے لئے ہم عدم تشدد پر کہاں تک اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہی ہندو مسلم اتحاد کے لئے امتحان کا وقت ہے، اور اسی وقت میں ہمارا امتحان ہو جائے گا کہ اپنے پروگرام پر عمل کرنے میں ہم کہاں تک سچے ہیں۔ اگر ہم اس آزمایش میں پورے اترے تو اس قابل ہو جائیں گے کہ عدم تشدد پر عمل کرتے ہوئے بدرجۂ مجبوری سول قانون شکنی بھی شروع کر دیں۔

برادران عزیز! گورنمنٹ نے آپ کے دلوں پر جو گہرے گھاؤ ڈالے ہیں ان کے اندمال کا میں بجز اس کے اور کوئی علاج بتا نہیں سکتا کہ ہم سب عدم تشدد پر کاربند رہیں، بدیشی کپڑے کا استعمال ترک کر دیں اور اپنے گھروں میں اپنا کپڑا خود طیار کر لیں۔

آپکا دوست اور رفیق

ایم۔ کے۔ گاندھی

کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی تجویزیں

شہزادہ ویلز کی آمد پر ہندوستان بھر میں ہڑتال ہو

ہمسایہ ممالک سے ہندوستان کے تعلقات

انگریزی گورنمنٹ ہندوستان کی نمائندہ نہیں ہے

۵ اکتوبر کو بمبئی میں آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی نے حسب ذیل تجویزیں پاس کی ہیں:۔

(۱) ورکنگ کمیٹی کی رائے ہے کہ جس روز شہزادہ ویلز بمبئی کے ساحل پر قدم رکھیں، تمام ہندوستان میں ہڑتال کی جائے۔ پھر جس جس شہر میں وہ جائیں وہاں کے سرکاری استقبال کو موثر بائیکاٹ کرنے کے انتظامات صوبہ کی کانگریس کمیٹیاں کر لیں۔

(۲) آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس منعقدہ بمبئی ۲۸ جولائی میں جو ہندوستان کے بیرونی تعلقات کے متعلق جو تجویز خاص طور سے ورکنگ کمیٹی کے سپرد کی گئی تھی اس کی نسبت ورکنگ کمیٹی ہمسایہ و غیر ہمسایہ ممالک پر یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ:۔

(الف) گورنمنٹ آف انڈیا کسی طرح بھی ہندوستان کی عام رائے کی نمائندہ نہیں ہے، اور وہ ہندوستان کی سرحدوں کی بیرونی حملوں سے حفاظت کرنے سے زیادہ ہندوستان کے مقبوض و محکوم رکھنے میں سرگرم رہی ہے۔

(ب) ہندوستان کو اپنے خود مختار ہو جانے کی صورت میں ہمسایہ ممالک سے کوئی خطرہ نہیں ہے، کیونکہ ہندوستانی ان کی خود مختاری کا ہرگز ارادہ نہیں رکھتے ہیں، اور نہ تجارتی و اقتصادی معاملات میں ان سے ایسا برتاؤ کرنا چاہتے ہیں جو ان کے لئے مضر ہو یا جسے وہ ناپسند کرتے ہوں۔

(ج) ہمسایہ ممالک سے گورنمنٹ برطانیہ نے جتنے معاہدے کئے ہیں ان میں سے اکثر باشندگان ہندوستان کی رائے میں ایسے ہیں جن سے برٹش گورنمنٹ ہندوستان کو نقصان پہنچانا اور اس کی دولت لوٹنا چاہتی ہے، لہذا ہم ان ممالک سے جو ہندوستان کے بدخواہ نہیں ہیں استدعا کرتے ہیں کہ وہ گورنمنٹ برطانیہ سے ایسے مضر معاہدے کرنے سے احتراز کریں۔

(۳) ورکنگ کمیٹی مسلمان سلطنتوں کو یقین دلاتی ہے کہ جب ہندوستان خود مختار ہو جائے گا تو اس کی بیرونی پالیسی قدرتی طور پر ہمیشہ مسلمانوں کے مذہبی احکام کے مطابق ہوگی۔

چونکہ بیرونی پالیسی کے متعلق ورکنگ کمیٹی کی اس رائے پر اب تک عام بحث و مباحثہ نہیں ہوا ہے اس لئے سکریٹری کو اس کے شایع کرنے کا اختیار دیا جاتا ہے تاکہ پبلک کی رائے حاصل ہونے کے بعد وہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کے سامنے بغرض منظوری پیش ہو۔

(۴) ورکنگ کمیٹی کا آئندہ جلسہ ۲۳ر نومبر کو دہلی میں ڈاکٹر انصاری کے مکان پر ہوگا۔

(۵) نیز دہلی میں ۴ر نومبر کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کا جلسہ ہوگا۔

ورکنگ کمیٹی کی دوسری نشست

علی برادران کو مبارک باد

کراچی رزولیشن کی تائید

سول ڈس اوبیڈئینس کی اجازت

۶ر اکتوبر کو آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کی بمبئی میں دوسری نشست ہوئی۔ اور ذیل کی تجاویز منظور ہوئیں:۔

(۱) ورکنگ کمیٹی علی برادران و دیگر حضرات کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دیتی ہے، اور کراچی خلافت کانفرنس کی جس تجویز کی بنا پر وہ گرفتار کئے گئے ہیں، اس پر غور و خوض کرنے کے بعد یہ

کمیٹی اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ اس تجویز مین اسی اصول کا اعادہ کیا گیا تھا جو کلکتہ اور ناگپور مین کانگریس نے قرار دیا تھا۔

ورکنگ کمیٹی کی رائے مین یہ بالکل درست ہے کہ کسی ہندوستانی کا بھی سرکاری ملازمت مین رہنا قومی خودداری کے بالکل خلاف ہے، عام اس سے کہ حالات کچھ ہی کیون نہ ہون جن کی تشریح کر دی گئی ہے، ورکنگ کمیٹی نے ابتک محض اس وجہ سے فوجی اور سول ملازمین کو ترک ملازمت کی دعوت نہ دی تھی کہ وہ ان کی کفالت کی اہل نہ تھی جو اپنے سامنے کوئی دوسرا ذریعہ معاش نہ رکھتے تھے، لیکن اب ورکنگ کمیٹی اعلان کرتی ہے کہ ان تمام ہندوستانیون کا فرض ہے جو سرکاری ملازمتون پر ہین عام اس سے فوج مین ہون یا سول مین اور جو بغیر کانگریس کی امداد کے اپنی آپ کفالت کر سکتے ہین، فوراً نوکری چھوڑ دین۔

ورکنگ کمیٹی تمام ہندوستانی سپاہیون اور سول ملازمون کو بتا دینا چاہتی ہے کہ ان کے سامنے سوت کاتنے اور کپڑا بننے کا نہایت عمدہ مشغلہ موجود ہے، اور وہ چند دن سیکھنے کے بعد اس ذریعہ سے شریفانہ زندگی بسر کر سکتے ہین۔

علی برادر کی گرفتاری کے متعلق ورکنگ کمیٹی کی یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ کی یہ مذہب مین صریح مداخلت ہے، اور یہ کمیٹی تمام کانگریس کمیٹیون سے کہتی ہے کہ وہ بھی اس تجویز کا اعادہ کرین جس کی وجہ سے علی برادر گرفتار کئے گئے ہین۔

(۲) ورکنگ کمیٹی افسوس کے ساتھ ظاہر کرتی ہے کہ اگرچہ گذشتہ دو ماہ مین بدیشی کپڑے کے مقاطعہ مین نمایان کامیابی ہوئی ہے، مگر اب تک مقاطعہ مکمل نہین ہوا ہے۔ لہذا تمام کانگریس کمیٹیون کو اس جانب پورے طور سے متوجہ ہو جانا چاہئے۔

(۳) ورکنگ کمیٹی نے پورے غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ جن اضلاع مین ابتک بدیشی کپڑے کا مقاطعہ مکمل نہین ہوا ہے، اور ضرورت کے مطابق کھدر طیار نہین ہوتا ہے وہان "سول ڈس اوبیڈینس" کی عام اجازت نہین دی جا سکتی لیکن ان لوگون کو اس کی اجازت دی جاتی ہے جنھین سودیشی کے پرچار سے روکا جائے، بشرطیکہ وہ کسی صوبہ یا ضلع کی کانگریس کمیٹی کی اجازت سے پرچار کرتے، اور اپنا فرض پرامن طریقہ پر سے انجام دیتے ہون ۔

هٰذا بلاغ للنّاس!

البلاغ

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶ر
ششماہی " ۳ر
ممالک غیر سے سالانہ ۸ر
قیمت فی پرچہ ۲ر

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام

ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالالتزام شائع ہوتی رہینگی

جلد ۱ | جمعہ - ۲۱ - اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۸ صفر ۱۳۴۰ھ ہجری | نمبر ۵

تتمۂ مسلم

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ

جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے، تو اس کی سزا

جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی

وَلَعَنَهٗ، وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيمًا (۴:۵۹)

پھٹکار ہے اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو اس کے لئے طیار ہو چکا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

جمعہ ٢١ اکتوبر سنہ ١٩٢١ عیسوی

فیصلہ کا انتظار

(حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ کے قلم سے)

مسٹر محمد علی، شوکت علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد، شنکراچاریہ جی کی گرفتاری پر کامل دو ہفتے گزر چکے ہیں۔ وہ کراچی کے جیل خانے میں مقید ہیں۔ اور وہیں کی ایک عمارت میں مجسٹریٹ کے سامنے اُن کا مقدمہ پیش ہوا ہے۔ ابتدائی کارروائی جو قانونی اصطلاح میں تحقیقات کے نام سے موسوم کی گئی ہے، ختم ہو چکی ہے، اور اب سشن کی کارروائی شروع ہونے والی ہے۔ چند دنوں تک اُس کا ہنگامہ بھی گرم رہیگا۔ پھر بالآخر فیصلہ کا دن آئے گا اور نام نہاد عدالت اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی۔

ایک دوسرا مقدمہ

لیکن ٹھیک اسی طرح ایک دوسرا مقدمہ بھی ہے جو ایک عدالت میں پیش ہو چکا ہے، اُس عدالت کی بھی حکومت ہے، اُس کا بھی قانون ہے، اُس کی بھی جزا و سزا ہے، وہاں بھی مجرموں کی پکار ہوتی ہے، اور وہاں کے لئے بھی ایک فیصلہ کا دن آیا کرتا ہے۔

یہ چند انسانوں کا نہیں بلکہ قوموں اور ملکوں کا مقدمہ ہے اور دُنیا کی کسی ٹھہرائی ہوئی عدالت میں نہیں بلکہ خدا کی ازلی و ابدی عدالت کے سامنے پیش ہو چکا ہے۔ حق، باوجود اپنی تمام بے سروسامانیوں کے مدعی ہے، اور باطل اپنے تمام سامانوں، اور طاقتوں کے ساتھ مدعا علیہ ہے۔ ایک طرف ہندوستان ہے اور ہندوستان کی ٣١ کروڑ مخلوق ہے، چالیس کروڑ پیروانِ اسلام ہیں اور تمام ایشیا و افریقہ ہے۔ اُجڑی ہوئی آبادیاں ویران شہروں کے کھنڈر، خون کے سیلاب، بیواؤں کے آنسو، یتیموں کی چیخیں، اور مظلوم اور روندی ہوئی زمینوں کے ایک ایک کونے ایک ذرہ کی فریادیں ہیں۔ دوسری طرف انسانی تاج و تخت کا غرور ہے، ظلم کا گھمنڈ ہے، طاقت کی سرشاری ہے، دولت کے خزانے ہیں، فوجوں کی قطاریں ہیں، ہولناک ہتھیاروں کے ذخیرے ہیں، اور انسان کی مادی ہیبت و سطوت اور دنیاوی قہر و اقتدار کا بے خوف اور بے باک دعویٰ ہے۔ یہ دونوں فریق مالک الملک اور احکم الحاکمین کے تخت جلال کے آگے کھڑے کئے جا چکے ہیں۔ عدالت اپنا کام کر رہی ہے، قانون اٹل اور بے پناہ ہے، اور حکم ناگزیر اور لابدی، ضرور ہے کہ انتظار ختم ہو، اور ضرور ہے کہ نتیجہ کا دن آ جائے۔ وہ آئے گا اور بالآخر ایک دن فیصلہ سنایا جائے گا۔ فاذا جاء امر اللہ قضی بالحق وخسر ھنالک المبطلون! (٤٠-٧٨)

کراچی کا مقدمہ جس طرح یہ مقدمہ بھی نیا نہیں ہے، نہ تو نوعیت کے اعتبار سے اور نہ واقعات کے اعتبارات، نہ جرم کے اعتبار سے [illegible] پوری تاریخ صرف ان ہی دو مقدموں کی روئداد ہے۔ انسان کی عدالتوں نے ہمیشہ فیصلہ کیا ہے، اور خدا کی عدالت بھی ہمیشہ فیصلہ کرتی رہی ہے۔ انسان نے ہمیشہ دعویٰ کیا ہے۔ من اشد منا قوۃ "ہم سے بڑھ کر دُنیا میں کون ہے؟" اور خدا نے ہمیشہ جواب دیا ہے کہ سب سے بڑا میں ہوں اور میرا فیصلہ۔ اولم یروا ان اللہ الذی خلقھم ھو اشد منھم قوۃ (٤١-١٥)

پھر انتظار کس فیصلہ کا کرنا چاہئے؟ اُس کا جو کراچی کی عدالت سُنائے گی؟ یا اُس کا جو خدا کی عدالت سُنائے گی؟

کراچی کے فیصلہ کا انتظار بے سود ہے۔ اس کے لئے انتظار کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ جواب کی ضرورت ہے۔ اور وہ وہی ہے جو پہلے بھی ہمیشہ ایسے فیصلوں کے لئے دیا جا چکا ہے: فاقض ما انت قاض۔ انما تقضی ھذہ الحیاۃ الدنیا (٢٠-٧٢) "تم جو کچھ فیصلہ کر سکتے ہو کر دیکھو۔ تم زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے ہو کہ اس دُنیا کی فانی زندگی کے لئے کوئی حکم دے دو۔ اس سے زیادہ تمہارے بس میں کیا ہے؟"

لیکن اگر انتظار کرنا ہے تو دوسرے مقدمے کے فیصلہ کا کرنا چاہئے۔ وان ادری اقریب ام بعید ما توعدون (٢١-١٠٩)

انتظار

سچا انتظار وہی ہے جو سچی طیاری کے ساتھ ہو۔ پھر کیا واقعی ہم منتظر ہیں؟ اور کیا واقعی ہم نے اپنے تئیں فیصلہ کا حقدار اور سزاوار ثابت کر دیا ہے؟

شاید ہی کسی انسانی جماعت نے اتنے تھوڑے دنوں کے اندر اتنی بڑی بڑی باتیں کہی ہوں گی جیسی ہم نے گزشتہ اٹھارہ مہینوں کے اندر کہی ہیں۔ ہم نے وہ بڑا سے بڑا دعویٰ کر دیا ہے جو دنیا میں انسان کر سکتا ہے۔ لیکن اب تک ہم نے وہ چھوٹا سے چھوٹا کام بھی نہیں کیا جو اتنے بڑے دعووں کے بعد کیا جا سکتا ہے۔

ہم نے ایمان اور عمل کا اعلان کیا ہے، اور ان دو باتوں کے بعد دنیا کی اور کونسی بڑائی ہے جو باقی رہ جاتی ہے؟ لیکن اب تک نہ تو ہمارے دلوں میں سچا ایمان پیدا ہوا ہے نہ ہمارے کاموں میں سچا عمل دکھائی دیتا ہے!

ہم نے حق اور سچائی کا لفظ مُنہ سے نکالا ہے، اور اس سے بڑھ کر کوئی آواز نہیں، جو آدمی کے مُنہ سے نکل سکتی ہے، لیکن اب تک نہ تو حق کا پورا پورا ہمیں یقین ہوا ہے اور نہ سچائی کی سچی لگن ہمارے دلوں سے لگی ہے۔

ہم نے ایثار اور قربانی کی راہ اختیار کی ہے، اور اس سے بڑھ کر فتح مندی کی کونسی راہ ہے جو انسانوں پر کھل سکتی ہے، لیکن اب تک ہم ایثار سے ناآشنا ہیں اور غرض اور ذات کی پرستش سے ہمارا دل خالی نہیں ہوا!

ہم نے کہا ہے کہ ہمارے لئے جانبازی اور سرفروشی کا وقت ہے، اور وہ گھڑی آ گئی ہے جب انسان کے لئے بجز اپنے کو کھو دینے اور قربان کر دینے کے اور کوئی چارہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن اب تک ہمارا یہ حال ہے کہ اپنا تھوڑا سا مال اور تھوڑی سی آسائش بھی تج دینے کے لئے طیار نہیں!

ہم نے اُس خدا کا پاک نام لیا ہے جس کو ہم چھوڑ چکے ہیں، اور اُس شریعت کا ذکر کیا ہے

جس کبھی [illegible] سے بھلا [illegible] قرآن [illegible] سے آپ [illegible] قربانی
کیا ہے - وہ فرائض کیا ہیں جن کی سب کچھ دے ڈالو ! اور سب کچھ قربان کر ڈالو -

قل ان کان اباؤکم ، وابناؤکم ، واخوانکم ، وازواجکم ، وعشیرتکم ، واموال اقترفتموھا ، وتجارۃ تخشون کسادھا ، ومساکن ترضونھا ، احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ ، فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفاسقین (۲۵:۹)

اگر ایسا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ تمہیں دُنیا ، اور دنیا کی چیزیں پیاری ہیں - باپ ، بھائی ، بیوی ، خاندان ، اور اس کے رشتے ناتے راہ حق سے روک رہے ہیں ، مال و متاع کا عشق دامنگیر ہے ، کاروبار کے سرد پڑ جانے سے ڈر رہے ہو ، مکان و محل کی آسائشوں میں جی اٹکا ہوا ہے ، اور تمھارے پاؤں ان زنجیروں میں ایسے بندھ گئے ہیں کہ خدا کی پکار بھی انھیں نہیں ہلا سکتی ، تو یقین کر لو کہ خدا بھی اپنے کاموں کے لئے تمھارا محتاج نہیں - ایمان اور سچائی کی راہ چھوڑتے ہو تو چھوڑ دو ، اور نتیجہ کا انتظار کرو - یہاں تک کہ خدا کو جو کچھ کرنا ہے کر دکھائے - خدا نافرمانوں پر کامیابی کی راہ نہیں کھولتا !

لیکن اس پر بھی ہماری بدبختی اور شقاوت کا یہ حال ہے کہ اب تک ہم نے کچھ بھی نہیں دیا ، اور اب تک ہم نے کوئی قربانی بھی نہیں کی - ہم نے شریعت کے حکموں کا ڈھنڈورا پیٹا ، لیکن خود اس پر عمل کرنے کے لئے طیار نہ ہوئے !

ہم نے جان تک دے دینے کا اعلان کیا لیکن اس وقت تک مال بھی قربان نہ کر سکے - ہم نے اپنا پورا جسم و وجود قربان کر دینے کا دعوٰی کیا لیکن اب تک جسم کا لباس بھی قربان نہ کر سکے - ہم نے قوموں اور ملکوں سے لڑنا چاہا لیکن اب تک اپنی غفلت کو بھی شکست نہ دے سکے ہم نے اسلام اور ملک کے دشمنوں کو شکست دینی چاہی لیکن اب تک اسلام اور ملک کے دوستوں کی غفلت اور انکار فتحیاب ہے !

ہم جب تک اپنی غفلت و سرشاری کو شکست نہ دیں گے ، دنیا کو شکست نہیں دے سکتے ہم نے کہا کہ بستر پر کانٹے بچھ گئے اور توشک و بالین کی جگہ شعلوں اور انگاروں نے لے لی - اب دنیا دیکھنا چاہتی ہے کہ بیدار راتیں اور بے چینی کی کروٹیں کہاں ہیں ؟

ہم نے کہا کہ دل کے ٹکڑے ہو گئے اور جگر میں ناسور پڑ گئے ، لیکن دنیا نے دیکھا کہ جن کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے ، وہ عیش و راحت کے اسیر ہیں ، اور جن کے جگر میں ناسور تھے ، اُن کی زندگی میں غم و الم کی کوئی بیقراری نہیں !

کیا ہم نے نہیں کہا کہ ہم پیاسے ہیں ؟ لیکن اگر ہم پیاسے ہیں تو کیا ہمارا چہرہ سوکھا ہوا ، کیا ہمارے ہونٹوں پر پپڑیاں جمی ہوئیں ، اور کیا ہمارے حلق میں کانٹے پڑ گئے ہیں ؟

جمالِ حال شود ترجمانِ استحقاق
دلیلِ آب جگر تفتگی و تشنہ لبی ست !

جب ایسا نہیں ہے تو کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو سچ مچ فیصلے کا انتظار ہے ، اور ہم واقعی اس گھڑی کے لئے اپنے آپ کو طیار کر چکے ؟

قول و فعل

فی الحقیقت انسان کی عالمگیر اور دائمی گمراہی یہی ہے کہ وہ جتنا کہتا ہے ، اس قدر کرتا نہیں ، اس کا عمل قول سے متضاد ہوتا ہے اور اگر متضاد نہیں ہوتا تو مختلف ضرور ہوتا ہے - اس کی تمام نامرادیوں اور خسران کی بڑی علت یہی ہے - قرآن حکیم نے جا بجا اس بات کو واضح کیا ہے :-

یا ایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون -

مسلمانو ! تم کیوں ایسی بات مُنہ سے نکالتے ہو جو کرتے نہیں ؟ اللہ کے حضور یہ بات بڑی ہی ناراضگی کا موجب ہے کہ تم کہو مگر کرو نہیں -

اگر ہم کسی عمل حق کا ارادہ نہ کریں تو یہ ہماری محرومی ہے ، لیکن دعوٰی کر کے عمل نہ کریں تو یہ صرف محرومی ہی نہیں بلکہ اللہ کے غضب کا موجب ہوگی مندرجۂ بالا آیۃ سے یہ بات واضح ہوئی ہے -

اسی طرح قرآن حکیم نے بنی اسرائیل کی شقاوتوں میں سے ایک بڑی شقاوت یہ بتلائی ہے کہ وہ آزمایش سے پہلے آزمایش کی گھڑی کے لئے بڑی بیقراری ظاہر کرتے تھے ، اور کہتے تھے ابعث لنا ملکا نقاتل فی سبیل اللہ ، "ہمارے لئے ایک امیر بنا دو تاکہ ہم اپنے دشمنوں سے مقابلہ کریں" -

فلما کتب علیھم القتال ، تولوا الا قلیلا منھم واللہ علیم بالظالمین (۲۴۶:۲)
"لیکن جب لڑائی کا حکم دیا گیا تو بہت تھوڑے اپنے قول کے پکے نکلے باقی سب قول قرار سے پھر گئے" -

سورۂ احزاب اور سورۂ محمد میں منافقوں کا حال بھی ایسا ہی بتلایا ہے - ولقد کانوا عاھدوا اللہ من قبل لا یولون الادبار وکان عھد اللہ مسئولا (۱۵:۳۳) ویقول الذین امنوا لولا نزلت سورۃ فاذا انزلت سورۃ محکمۃ وذکر فیھا القتال رایت الذین فی قلوبھم مرض ینظرون الیک نظر المغشی علیہ من الموت (۲۰:۴۷)

فرض

پس اگر ہم واقعی حق و باطل کے فیصلہ کے طلبگار ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم خود اپنے عمل کے لئے ایک آخری فیصلہ کر لیں اور اپنے عمل کو قول کے مطابق کر دکھائیں ، جب تک ہم خود فیصلہ نہ کریں گے ، ہمارے ساتھ فیصلہ نہ کیا جائے گا - ذلک یوعظ بہ من کان منکم یومن باللہ والیوم الاخر !!

شذرات

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ

دولِ یورپ بالخصوص برطانیہ کی ڈپلومیسی قدیم سے یہ رہی ہے کہ اس کے مترجم شیریں اور خوشنما الفاظ ہوں، کہ اپنا کام نکالتے اور ہر حقیقت کو اس کے مخالف نام سے پیش کرتے ہیں چنانچہ جب کسی قوم کو غلام بنانے جاتے ہیں، تو کہتے ہیں "ہم آزاد کرنے آئے ہیں" اور جب کسی ملک کو برباد کرنا چاہتے ہیں، تو کہتے ہیں "ہم اسے آباد کرنے کے خواہاں ہیں"۔

—— // ——

اس ڈپلومیسی کی آماجگاہ یون تو پوری مشرقی دنیا ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ ہندوستان اس کا تختۂ مشق رہا ہے، ڈیڑھ سو سال سے یہ سادہ لوح ملک برٹش قبضہ میں ہے، اور ہر روز اس ڈپلومیسی کا شکار ہوتا رہا ہے، ہمیشہ اس سے یہی کہا گیا ہے کہ "ہم خیرخواہ ہیں، آزادی بخشنے والے، خوشحال بنانا چاہتے ہیں"، لیکن ان الفاظ کے معنی اس ڈپلومیسی کی اصطلاح میں تیغ کی خونریزی، جلیانوالہ باغ کا قتل عام، خلافت کی بربادی، سلطنت عثمانیہ کی تقسیم اور مذہب اسلام کی صریح توہین و تحقیر کے ہوتے ہیں۔

—— // ——

اس ڈپلومیسی کی ایک تازہ مثال ہز اکسیلنسی لارڈ ریڈنگ کی وہ تقریر ہے جو انہوں نے جامع مسجد شملہ کے وفد کے جواب میں کی ہے، برٹش راج میں مذہبی آزادی کے متعلق آپ فرماتے ہیں "یہاں مذہبی رائے میں ناروا داری کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور جملہ مذاہب کی انتہائی آزادی کے ساتھ برٹش شہنشاہیت میں پیروی کی جاسکتی ہے، اور تمام مذاہب ادیان کے لئے اس میں احترام موجود ہے"۔ پھر ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں "مذہبی آزادی کی تاریخ میں کہاں ایسی آزادی کی مثال موجود ہے جیسی بیان ہندوستان میں ان مسلمانوں کو بھی دی گئی ہے جو اپنی ترغیب دہی کو دین اسلام پر مبنی ٹھہراتے ہیں، مگر در اصل انتہائی سیاسی خیالات کی تبلیغ کرتے ہیں.... کہیں اس سے زیادہ مذہبی رواداری ظاہر نہیں کی گئی اور نہ اس سے زیادہ مذہبی آزادی دی گئی ہے"۔ رہنمایان ملک کی گرفتاری کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ "کبھی اس سے بڑی غلطی اور اس سے زیادہ بے انصافی نہیں کی گئی جیسی یہ کہنے میں کی گئی ہے کہ ان فوجداری مقدمات سے مذہب اسلام پر ایک حملہ مقصود ہے"۔

—— // ——

وائسرائے نے اپنی پوری تقریر میں بڑے بڑے دعوے کئے ہیں، اور "ایسی، ایسی" اور "اس سے زیادہ، اس سے زیادہ" کے مبالغہ آمیز الفاظ سے اپنے دعووں کی نہایت دلیری کے ساتھ بنیاد رکھی ہے، گویا کہ وہ بالکل مسلمہ قضایا ہیں اور اس قدر بدیہی ہیں کہ ان میں گفتگو کی گنجائش ہی نہیں ہے لیکن جس "مذہبی آزادی" کو اتنی بلند آہنگی کے ساتھ انہوں نے سراہا ہے، اس کی حقیقت ہمارے نزدیک ان دعاوی کے بالکل برعکس ہے، جس کی تصریح خود انہوں نے اپنی اسی تقریر میں کر دی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں "اس قول کی کیا بنیاد ہے کہ ایک کارروائی (رہنماؤں کی گرفتاری) جو گورنمنٹ ہند نے اختیار کی ہے، وہ ایک خاص مذہب (اسلام) کے برخلاف کی گئی ہے، کوئی ایسا خیال ان لوگوں کے ذہن میں نہیں ہوا جو اس کارروائی کے ذمہ دار ہیں، اور میری طرف کر کبھی ایسی کارروائی کا ارادہ بھی نہیں ہوسکتا تھا۔ گورنمنٹ نے جو کچھ ایکشن لیا ہے وہ افراد کے برخلاف خلاف ورزی قانون کے الزام پر ہے اور اس کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے"۔ پھر اس دعویٰ کی دلیل کیا عمدہ پیش کی ہے اور اس کے ذریعہ سے "مذہبی آزادی" کی حقیقت کھول دی ہے کہ "گورنمنٹ کا یہ خیال صحیح ہے یا غلط، اس کا فیصلہ کرنا عدالتوں کا کام ہے"!

—— // ——

جس نے اب تک نہ سنا ہو، وہ اب سن لے کہ "ہندوستان میں مذہبی آزادی کا فیصلہ خود اہل مذاہب کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ سرکاری عدالتوں کے ہاتھ میں ہے" جس مذہبی حکم کو یہ عدالتیں کہہ دیں کہ مذہبی ہے، بس وہی مذہبی تسلیم کیا جائے گا، اور جس حکم کو وہ خلاف قانون قرار دیں، وہ مذہب سے خارج کر دیا جائے گا، انبیا کی تعلیمات اور فاطر السمٰوات والارض کے احکام بجائے خود کچھ نہیں ہیں، اور اپنی حقانیت و صداقت کی دلیل اپنے اندر نہیں رکھتے ہیں بلکہ یہ سرکاری قانون "تعزیرات ہند" ان پر مہیمن و مسیطر ہے، اور اسی کو حق ہے کہ جسے چاہے حق قرار دے، اور جسے چاہے باطل!

—— // ——

مذہبی آزادی کا یہی معیار سر ولیم وِنسنٹ نے بھی لیجسلیٹو کونسل میں قرار دیا ہے، اور جس عدالت کو وائسرائے نے مذہب اسلام پر حکم بتایا ہے، اُس نے بھی یہی ظاہر کیا ہے، چنانچہ کراچی کے مقدمات کی تفصیل جن لوگوں کی نظر سے گزری ہے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ جب گرفتار شدہ لیڈروں نے اپنے بیان میں کہا "...قرآن میں ہے، ...حدیث میں ہے، ...شریعت کا حکم ہے، ...علماء کا فتویٰ ہے"، تو مجسٹریٹ نے حقارت کے ساتھ کہا ہے "مجھے فتویٰ سے کوئی بحث نہیں ہے! مجھ کو قرآن پڑھنا ضروری نہیں ہے" "میں اسلام، شرع اسلام اور احادیث وغیرہ کی نسبت تمہارا لکچر سننا نہیں چاہتا"!

—— // ——

لیکن کیا ہندوستان کے مسلمان اور ہندو برٹش قانون کی اپنے مذاہب پر بھی حکومت تسلیم کرلیں گے؟ اس کا جواب نہایت صاف دیا جاچکا ہے کہ "ہرگز نہیں" ایسی صورت میں گورنمنٹ کے سامنے دو ہی راہیں رہ جاتی ہیں۔ یا تو ہندوستانیوں کے مذہب میں مداخلت کرکے ان سے مذہبی پرخاش مول لے۔ اور یا زبانی نہیں بلکہ واقعی طور پر انہیں مذہبی آزادی دے دے، اور اگر کوئی مذہبی حکم اس کے قانون سے ٹکراتا ہو، تو اپنے قانون کو منسوخ کردے، کیونکہ انسانی قانون کی ہر وقت تنسیخ و تبدیل ہوسکتی ہے، لیکن اللہ کے قانون میں کسی انسان کو رد و بدل کرنے کا ادنیٰ اختیار بھی نہیں ہے۔ اور جو ایسا کرے گا ملعون ہوگا، اور قہر الٰہی سے نہ بچ سکے گا۔

—— // ——

خیر یہ بات تو گورنمنٹ کے کرنے یا نہ کرنے کی ہے، کہ جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے، البتہ ہم یہ کہہ دینا چاہتے ہیں کہ جس حکم شرعی کے اظہار پر گورنمنٹ نے رہنماؤں کو گرفتار، اور فتویٰ کو ضبط کیا ہے، اس کی تبلیغ و اشاعت کو وہ روک نہ سکے گی، اور اس جنگ میں اسے یقیناً شکست

اختیار نہیں کر سکتے، کیونکہ مسلمان ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے مذہب کو چھوڑ نہیں سکتے، اور نہ اس کے کسی ایک جزو کے بھی منکر ہو سکتے ہیں، اس لئے کہ یہ کفر ہے، اور ایسا کرنے سے انسان دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہو جاتا ہے۔ اب رہا یہ خیال کرنا کہ محض گورنمنٹ کی عداوت کی وجہ سے سرکاری فوج میں ملازمت کو حرام بتایا جاتا ہے، اور محض سیاسی اغراض کے لئے اسلام کا نام لیا جاتا ہے، جیسا کہ وائسرائے نے اپنی تقریر میں کہا ہے، تو اگر یہ صحیح بھی مان لیا جائے، تب بھی کوئی خرابی نہیں ہے، کیونکہ اسلام میں شریعت و سیاست الگ الگ چیزیں نہیں ہیں، بلکہ امت کی بھلائی کے لئے کچھ بھی کیا جائے، سب مذہبی ہے اور مذہب کے دائرہ میں داخل ہے، جیسا کہ کتب شریعت میں بالتفریح مذکور ہے۔

لیکن فی الحال جو مسئلہ گورنمنٹ اور مسلمانوں کے مابین مابہ النزاع ہے وہ تو صریح مذہبی ہے، اور ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اُس سے واقف ہے، قرآن حدیث اور کتب فقہ اسکی تفصیلات سے لبریز ہیں بلکہ جیسا کہ کراچی خلافت کانفرنس کی تجویز اور علماء ہند کے فتوے میں ظاہر کیا گیا ہے، اُس سے بہت زیادہ سختی کے ساتھ احکام قطعیہ موجود ہیں۔ اور اُن سے گمراہ سے گمراہ مسلمان بھی انکار نہیں کر سکتا، اور نہ جاہلہ وقت میں سے بڑے سے بڑا دجال بھی انکی تاویل کر سکتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ میں شریعت کے احکام باختصار بیان کر دیں، تاکہ کل کو گورنمنٹ یہ عذر نہ کر سکے کہ اُسے شریعت کے یہ احکام معلوم نہ تھے، اور مظالم پنجاب کی طرح ڈیوک آف کناٹ کو مسلمانوں سے بھی یہ نہ کہنا پڑے کہ "گزشتہ کو بھلا دو، احکام سے غلطی ہو گئی تھی"! اسی نمبر میں کسی جگہ "قتل مسلم" کے عنوان سے مضمون ملاحظہ ہو +

علی برادران اور ان کے رفقا کی گرفتاری کے بعد بھی مزید گرفتاریوں کا سلسلہ ملک کے طول و عرض میں جاری ہے، ہر جگہ سربرآوردہ اور کارکن اصحاب پابہ زنجیر کئے جا رہے ہیں، اور خلافت و سوراج کی مبارک تحریک کے کچلنے کے لئے پوری سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ گزشتہ ایام میں مولانا احمد سعید دہلوی ناظم جمعیت علماء ہند، مولوی عبدالعزیز انصاری سکریٹری خلافت کمیٹی صوبہ دہلی، جناب تراب علی شاہ صاحب سندھی، مسٹر سین گپتا، ڈاکٹر عبدالکریم بنارسی، اور مولانا عبداللہ مصری کی گرفتاری خاص طور پر اہمیت رکھتی ہے +

کہا جاتا ہے کہ قید و بند کی یہ از سر نو گرم بازاری اس لئے ہے کہ پرنس آف ویلز کی آمد پر ہند کی سطح بالکل پرسکون نظر آئے، اور وہ نقشہ پھر نہ کھنچ جائے جو ڈیوک آف کناٹ کے سفر کے موقعہ پر دنیا دنیا نے دیکھا تھا، اگر یہ سچ ہے تو ہمیں عقل و دانائی پر ماتم کرنا چاہیئے۔ اب تک جتنا جبر و تشدد ہو چکا ہے، اس کا کیا نتیجہ نکلا، اگر مستقبل، ماضی و حال کا نتیجہ ہوتا ہے تو آئندہ کی نسبت ابھی سے پیشینگوئی کی جا سکتی ہے +

بر سر اقتدار جماعت شاید یہ خیال کر رہی ہے کہ ولی عہد کی آمد پر ہندوستان میں جو تحمل اس لئے دکھائی جائے گی کہ شاہزادہ کی توجہ ملک کی بے چینی پر مبذول ہو، اور امپیریل گورنمنٹ اس کے حال زار پر رحم کرے۔ حاشا! اسی خوددار ہندوستانی کے دل میں اب اس قسم کا خیال بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان جس روز سے نوان کو اپریشن کی راہ پر گامزن ہوا ہے، اُسی دن سے اُس نے دریوزہ گری چھوڑ دی ہے، اور اب وہ بجز اپنی صداقت، ثابت قدمی، مضبوطی اور اللہ وحدہٗ کی ذات برتر کے کسی دوسرے پر بھروسہ نہیں رکھتا! پس ولی عہد سلطنت کی آمد پر ہیئے تالیوں کا ہونا، اُس فاسد مقصد کے واسطے نہیں ہے جو سمجھا گیا ہے، بلکہ یہ اس اصول کے ماتحت ہے کہ جس نظام حکومت نے ملک کو اس قدر ذلیل کر رکھا ہے، اس کی کسی کارروائی میں وہ شریک نہ ہو، کیونکہ خودداری و عزت نفس کا تقاضا یہی ہے! لہذا ولی عہد کی آمد پر تمام اس سے کہ ملک کی بے چینی عیاں ہو یا نہ ہو، موجودہ تحریک پر اس کا کچھ بھی اثر نہ پڑیگا۔ نوجوان ہندوستان آزادی حاصل کرنے کا طلبگار ہے!!

عدن کے متعلق کہا گیا ہے کہ ہندوستان کی ماتحتی سے نکال کر وزارت نوآبادیات کے ماتحت کر دیا جائے گا، بعض لوگ مناسبت میں اور اسے ہندوستانی مفاد کے خلاف قرار دیکر صدائے مخالفت بلند کر رہے ہیں۔ لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ عدن کیا ہے؟ وہ مقدس جزیرۃ العرب کا ایک ٹکڑہ ہے، جس پر غیر مسلم کا استیلاء و قبضہ حرام ہے، ہندوستان جبکہ جزیرۃ العرب کی آزادی کے لئے بے چین ہے تو عدن پر اپنے اثر کا رکھنا کیونکر پسند کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ رکھے تو یہ اُسکی پیشانی پر ایک سیاہ داغ ہوگا۔ علاوہ ازیں سوال یہ ہے کہ اس وقت وہ ہندوستان کہاں ہے جس کا قبضہ عدن پر ہے؟ وہ ہماری اس سرزمین پر تو ہے نہیں، وہ عدن کا مالک ہندوستان اُس سرزمین پر ہے جہاں سے دنیا کے گوشہ گوشہ میں غلامی پھیلتی ہے، اور جس کی غلامی کی زنجیریں ایورسٹ کی چوٹی سے ساحل سیلون تک لپٹی ہوئی ہیں، ہمیں اس سے کیا سروکار کہ عدن "گورنمنٹ آف انڈیا" کے قبضہ میں ہے، یا "امپیریل گورنمنٹ" کے قبضہ میں؟ نام دو ہیں، مگر معنی ایک ہی ہیں +

اسی طرح وہ مخالفت بھی بے معنی ہے جو جرمنی کے مال غنیمت میں ہندوستان کے حصہ کی کمی کے متعلق کی جاتی ہے، غلام ہندوستان کے منہ سے یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں، اگر موجودہ ہندوستان کو پورا جرمنی بھی دے دیا جائے تو اس سے کیا فائدہ؟ جو لوگ اس وقت اس کی دولت سے متمتع ہو رہے ہیں، وہی اُس کی دولت سے بھی گود بھر لیں گے۔ اور ہندوستانی جس طرح لاکھوں کی تعداد میں سالانہ بھوک سے اس حالت میں مر رہے ہیں، اسی طرح اُس حالت میں مرینگے، افسوس ہے کہ سب کچھ جان لینے کے بعد بھی لوگ انجان بنتے ہیں +

حضرت مولانا کی مشغولیت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب اب تک کلکتہ سے باہر ہیں، اور بمبئی میں مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی تنظیم میں مشغول ہیں، ۲۲۔ ماہ حال کو کراچی تشریف لے جائینگے، تاکہ رہنمایان ملک کے مقدمہ کی نگرانی کریں، اکتوبر کی آخری تاریخوں میں جمعیت علماء ہند کے جلسہ کی لاہور میں صدارت فرمائینگے، اور اوائل نومبر میں ان شاء اللہ تعالیٰ کلکتہ واپس تشریف لائینگے +

قتل مسلم

انگریزی فوج میں ملازمت کرنے کو حرام قرار دینا شریعت کے متعدد محذورات و محرمات پر مبنی ہے جنہیں اشد و بعید "قتل مسلم" کی حرمت ہے، جس کا مرتکب اسلام سے ... نکل کر کفر کے حدود میں داخل ہو جاتا ہے۔ سب گناہوں کے لئے توبہ ہے اور دعا جابت کا باب کھلا ہوا ہے، اللہ کی رحمت عظیم بڑے سے بڑے گناہگار کو اپنے آغوش میں لینے کو طیار ہے، اور جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے، اُس پر جہنم کی ہمیشگی و خلود فی النار حرام ہے۔ لیکن مسلمان کی جان لینے والے کے لیے نہ تو توبہ ہے، نہ قبولیت ہے نہ رحمت الٰہی کی وسعت ہے، بلکہ اُس پر جہنم واتش اور خدا کی لعنت ہے، جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں اُس کا مقام ہے، اور دوزخ کی ہمیشگی اُس کی سزا ہے جس سے وہ کبھی نجات نہ پا سکے گا۔

ظاہر ہے کہ انگریزی فوج میں رہکر مسلمان کو اپنے بھائی مسلمان کا گلا کاٹنا پڑتا ہے، ڈیڑھ سو برس سے برابر یہی ہو رہا ہے، گذشتہ جنگ عظیم اور اس کے بعد تو مسلمان سپاہیوں نے ترکوں اور عربوں کے خون کی ندیاں بہائی ہیں، اور انہیں اس بیدردی سے ہلاک کیا ہے کہ غیر مسلموں نے بھی نہ کیا ہوگا۔ اور یہ محض رضاء کفر و اعلاء کلمہ کفر کے واسطے، ورنہ انھوں نے ان سپاہیوں کا کچھ بھی نہ بگاڑا تھا اور نہ اُن کے درپے آزار ہوئے تھے۔

قتل مسلم کا حکم قرآن میں

مسلمان کو قتل کرنے کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں، قصداً اور جان بوجھکر، یا بلا قصد۔ قرآن حکیم میں ان دونوں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے الگ الگ احکام دیئے ہیں، اور اُس تمہید سے انھیں بیان کیا ہے کہ مسلمان کی ذات سے بعید ہے کہ وہ جان بوجھکر کسی مسلمان کو قتل کرے، پوری آیت حسب ذیل ہے۔

"وماكان لمؤمن أن يقتل مؤمنا الاخطا، ومن قتل مؤمنا خطا فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة الى اهله الا ان يصدقوا۔ فان كان من قوم عدو لكم وهو مؤمن فتحرير رقبة مؤمنة، وان كان من قوم بينكم وبينهم ميثاق فدية مسلمة الى اهله وتحرير رقبة۔ فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين، توبة من الله، وكان الله عليما حكيما۔"

"مسلمان سے بعید ہے کہ جان بوجھکر کسی مسلمان کو قتل کرے، اور جو انجانی سے مسلمان کو قتل کر ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور اس کے لوگوں کو خون بہا دے، الا یہ کہ وہ خیرات کر کے چھوڑ دیں۔ اگر مقتول مسلمان دشمن قوم میں سے ہو تو قاتل ایک مسلمان غلام آزاد کرے، لیکن اگر ایسی قوم میں سے ہو جس کے ساتھ عہد ہے تو قاتل خون بہا اس کے لوگوں کو دے اور ایک مسلمان غلام آزاد کرے، اور جسے اس کا مقدور نہ ہو تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے یہی خدا کی طرف سے توبہ ہے"

اس کے بعد ہی وہ آیت سامنے آتی ہے جس میں قتل عمد کا حکم ہے، اور معاذ اللہ کیسا سخت حکم ہے کہ تصور ہی سے قلب لرزتا ہے! اللہ تعالیٰ انتہائی سختی کے ساتھ فرماتا ہے۔

"ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم، خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه واعد له عذابا عظيما۔"

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھکر قتل کر ڈالے تو اُس کی سزا دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی پھٹکار ہے، اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو اس کے لئے طیار ہو چکا ہے۔"

"قرآن میں "لعنت" اور "غضب" کا لفظ کفار و منافقین کے لئے مخصوص ہے۔ "لعنت" کے معنی یہ ہیں کہ رحمت الٰہی سے محرومی اور ہر طرح کی کامیابیوں اور فلاحوں سے محرومی، اور جن پر مغضوب ہوئے اور رحمت و برکت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے، سورۂ احزاب میں منافقین پر لعنت وارد ہوئی۔ چنانچہ وہ سب نابود و معزول ہو گئے۔ چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں، وہ رحمت الٰہی کا مورد اور فلاح و مراد کا سرچشمہ ہے۔ اس لئے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ جہاں ایمان ہو، وہاں لعنت الٰہی کا بھی ورود ہو سکے۔ احادیث میں جابجا ایسے واقعات ملیں گے کہ سخت سے سخت معاصی و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہو گیا تھا، ان پر بھی "لعنت" کرنے سے آنحضرت نے روکا۔ ... لیکن صرف قتل مسلم ہی ایک ایسی معصیت ہے جس کے لئے قرآن نے "لعنت" اور "غضب" کے الفاظ استعمال کئے، اور احادیث میں بھی جابجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد ہوا، صرف اسی ایک بات سے فیصلہ کر لو، خواہ یہ فعل کفر قطعی و مخرج عن الملۃ ہو یا نہ ہو، لیکن اللہ کی شریعت کے نزدیک اُس کا ارتکاب کس درجہ مبغوض و ملعون ہے! اور جو مسلمان اس کا ارتکاب کرتا ہے وہ اللہ کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کی ساری رحمتیں اور برکتیں کھو دیتا ہے!" [1]

قتل مسلم کا حکم حدیث میں

اب بعض وہ حدیثیں ملاحظہ ہوں جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں اور جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس فعل کا مرتکب کافر ہو جاتا ہے، اُس کی توبہ مقبول نہیں ہوتی اور جہنم ہی اُس کا ٹھکانہ ہوتا ہے

عن عبداللہ بن مسعود ... "سباب المسلم فسوق وقتاله كفر" (مسلم) مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اُسے قتل کرنا کفر ہے۔

— عن انس ... "ابى الله أن يجعل لقاتل المؤمن توبة" (طبرانی فی الکبیر) خدا نے قاتلِ مسلم کی توبہ قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

عن معاویۃ ... "كل ذنب عسى الله ان يغفره الا من مات مشركا او قتل مؤمنا متعمدا" (نسائی وابوداؤد عن ابی الدرداء وغیرہما) ہر قسم کے گناہ امید ہے کہ خدا معاف کر دیگا، بجز اس کے جو شرک پر مرا جس نے جان بوجھکر مسلمان کو قتل کیا۔

— عن عبادۃ ... "من قتل مؤمنا فاغتبط بقتله لم يقبل الله منه صرفا ولا عدلا۔" (ابوداؤد) جو مسلمان کو قتل کر کے خوش ہوا، اللہ اس کا کوئی عذر اور کفارہ منظور نہ کرے گا۔

عن عقبہ بن مالک ... "ما بال المسلم يقتل المسلم وهو يقول انى مسلم، ابى الله على فيمن يقتل مسلما" (ابن ماجہ) اس مسلمان کو کیا ہو گیا ہے جو دوسرے مسلمان کو قتل کرتا ہے حالانکہ وہ پکارتا ہے کہ "میں مسلمان ہوں، مسلمان ہوں!" خدا نے قاتلِ مسلم کے بارے میں مجھے انکار کر دیا ہے۔

عن انس ... "نازلت ربى منازله فى أن يجعل لقاتل مؤمن من توبة فأبى علىّ" (دیلمی) قاتلِ مسلم کے بارے میں، اپنے رب سے میں نے بہت حجت کی کہ اس کی کچھ توبہ تو مقبول ہو، مگر اس نے انکار کر دیا۔

عن ابی سعید ... "يجئ القاتل يوم القيامة، مكتوب بين عينيه "آيس من رحمة الله"" (خطیب) قیامت کے دن قاتل مسلم آئے گا اور اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا: "اللہ کی رحمت سے مایوس!"

---

[1] نوٹ۔ ماخوذ از کتاب "مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب" مصنفہ حضرت مولانا ابو الکلام صاحب

عن ابن عباس ... یاتی المقتول معلقا رأسه باحدی یدیه متلببا قاتله بیدہ الاخری تشخب اوداجه دما حتی یاتی به الی العرش، فیقول المقتول لله رب ھذا قتلنی فیقول اللہ للقاتل تعست اویذھب به الی النار۔"

(طبرانی فی الکبیر) قیامت میں مقتول اس طرح آئے گا کہ ایک ہاتھ میں اپنا سر اٹھائے ہوئے ہوگا اور دوسرے سے اپنے قاتل کا گریبان پکڑے ہوگا۔ خون اس کی شہ رگوں سے جاری ہوگا، یہانتک کہ منہ لئے ہوئے عرش تک آئے گا اور کہے گا اے میرے رب اسی نے مجھے قتل کیا ہے! خدا قاتل سے خشمناک ہو کر فرمائے گا "ہلاک ہو تو!" پھر وہ دوزخ میں پہنچا دیا جائے گا۔"

عن ابی سعید وابی ہریرہ ... "لو ان اھل السماء والارض اشترکوا فی دم مؤمن لکبھم اللہ فی النار۔" (ترمذی) اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی ایک مسلمان کے خون میں شریک ہو تو خدا سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

عن انس بن مالک قال سئل رسول اللہ صلعم عن الکبائر فقال، الشرک باللہ وقتل النفس وعقوق الوالدین۔" (مسلم) آنحضرتؐ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون ہے؟ فرمایا سب سے بڑا گناہ خدا کے ساتھ شرک کرنا، انسان کا قتل کرنا اور والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنا۔

اور یہ سب کیوں نہ ہو جبکہ اللہ کی نظر میں مسلمان کی حرمت اتنی ہے کہ:-

عن عبد اللہ بن عمر ... "لزوال الدنیا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم (ترمذی ونسائی) ساری دنیا کا مٹ جانا خدا کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں آسان ہے۔"

اور اسی لئے فرمایا:- عن ابن مسعود ... "اول ما یقضی بین الناس (رواہ مسلم) یوم القیامة فی الدماء (بخاری ومسلم وغیرہ) قیامت کے دن سب سے پہلے انسان کے خون کا فیصلہ چکایا جائیگا۔

اور اسی بنا پر فرمایا:- عن معاذ ... "لایزال قلب العبد یقبل الرغبة والرھبة حتی یسفک الدم الحرام، فاذا سفکه نکس قلبه، صار کأنه کیر محم اسود من الذنب لایعرف معروفا ولا ینکر منکرا" (دیلمی) بندہ کا قلب اس وقت وعدہ وعید قبول کرتا رہتا ہے، جب تک وہ ناحق خون نہ بہائے، لیکن جب وہ خون بہاتا ہے تو اس کا قلب الٹ جاتا ہے، اور گناہ کے سبب سے گرم کئے ہوئے سیاہ پھونکنے کے مثل ہو جاتا ہے، نہ اس کو نیکی کا شعور رہتا ہے اور نہ بدی کا۔

اور اسی لئے یہاں تک فرما دیا گیا:- عن سعد ان استطعت ان تکون انت المقتول، ولا تقتل احدا من اھل الصلوٰة فافعل" (ابن عساکر) اگر ہو سکے تو خود قتل ہو جاؤ مگر کسی کو قتل نہ کرو۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ اہم واقعہ حضرت اسامہ کا ہے، اسامہ وہ ہیں جنکی پرورش خود آنحضرت کی گود میں ہوئی تھی، ان کے والد زید بن حارثہ بھی اسی مقدس گھر کے پروردہ اور رسول اللہ (ص) کو اس قدر محبوب تھے کہ سورۂ احزاب کی آیات نازل ہونے سے پہلے "زید بن محمد رسول اللہ" کہلاتے تھے۔ حضرت اسامہ بھی آپ کو بہت عزیز تھے۔ اور "حب رسول اللہ" کے لقب سے مشہور تھے، بڑے بڑے صحابہ ان سے اپنی سفارش دربار رسالت میں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بچپن میں ان کے چوٹ آگئی، اور پیشانی سے لہو بہنے لگا، آنحضرت صلعم نے خود اپنے دہن مبارک سے اسے چوس کر جذب کر دیا۔

لیکن یہی اسامہ جب لڑائی میں ایک ایسے کافر کو قتل کر ڈالتے ہیں جو ان کا ہاتھ زخمی کر چکا تھا، اور جب گھر گیا تو "لا الہ الا اللہ" پکار اٹھا تھا، تو ان پر عتاب ہوتا ہے اور ایسا سخت عتاب کہ وہ تمنا کرنے لگتے ہیں کاش میں اس واقعہ کے بعد مسلمان ہوا ہوتا تو اس مواخذہ سے بچ جاتا۔ خود انہوں نے یہ قصہ یوں بیان کیا ہے:-

عن اسامه قال بعثنا رسول اللہ صلعم الی الحرقة من جھینة فصبحنا القوم فھزمناھم و لحقت انا ورجل من الانصار رجلا منھم فلما غشیناہ قال لا الہ الا اللہ، فکف عنه الانصاری فطعنته برمحی حتی قتلته۔ فلما قدمنا بلغ ذلک النبی (ص) فقال لی "یا اسامه أقتلته بعد ما قال لا اله الا اللہ؟ قلت یا رسول اللہ! انما کان متعوذا۔ قال أقتلته بعد ما قال لا اله الا اللہ، فما زال یکررھا علیّ حتی تمنیت انی لم اکن أسلمت قبل ذلک الیوم" (مسلم)

رسول اللہ صلعم نے ہمیں ایک لڑائی پر بھیجا، ہم نے جنگ کی اور دشمنوں کو شکست دی، میں اور ایک انصاری دشمن کے ایک آدمی پر حملہ آور ہوئے، اور جب اس پر پوری طرح چھا گئے تو وہ چلایا "لا الہ الا اللہ" انصاری نے تو تلوار روک لی، لیکن میں نے اپنے نیزہ سے اسے مار ڈالا، آنحضرت کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوئے اور فرمایا "اسامہ! تو نے اسے قتل کر دیا؟ باوجودیکہ اس نے "لا الہ الا اللہ" کہا [illegible] تو اس نے محض میری تلوار سے بچنے کے لئے کہہ دیا تھا، فی الحقیقت مسلمان نہ ہوا تھا" لیکن آپ برابر یہی جملہ دہراتے رہے، "تو نے قتل کر ڈالا باوجودیکہ اس نے "لا الہ الا اللہ" کہا تھا۔ یہانتک کہ آنحضرت کا حزن و ملال اور اس واقعہ کا تأثر دیکھ کر مجھے اس قدر ندامت ہوئی کہ دل نے کہا "کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا!

جندب بن عبد اللہ سے بھی یہی قصہ مروی ہے، اور اس میں ہے کہ آنحضرت کو جب اس معاملہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اسامہ سے کہا "فکیف تصنع بلا اله الا اللہ اذا أتتک یوم القیامة"؟ قیامت کے دن جب وہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ تیرے سامنے آئے گا تو اس وقت تو کیا کرے گا؟ اسامہ نے عرض کی "یا رسول اللہ استغفر لی" یا رسول اللہ! مجھ سے قصور ہو گیا، میری بخشش کے لئے دعا کیجئے! لیکن آنحضرت برابر یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن جب لا الہ الا اللہ کا دعویٰ ہوگا تو تم کیا جواب دوگے؟ اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی۔

اس سب کے بعد اس وصیت پر نظر ڈالنی چاہئے جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو وفات سے کچھ عرصہ پہلے کی تھی اور حج اکبر کے دن "عرفات" کی پہاڑی پر خطبہ دیتے ہوئے کی تھی جبکہ تقریباً تمام مسلمان حاضر تھے اور اپنے نبی کے آخری دیدار سے مشرف ہو رہے تھے، اس موقعہ پر آپ نے فرمایا:-

عن ابی بکرة ... قال ای شھر ھذا؟ ... ألیس ذی الحجة؟ قلنا بلیٰ! فای بلد ھذا؟ ألیس البلدة؟ قلنا بلیٰ! فای یوم ھذا؟ ... ألیس یوم النحر؟ قلنا بلیٰ یا رسول اللہ! قال فان دمائکم وأموالکم وأعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا، وستلقون ربکم فیسألکم عن اعمالکم، فلا ترجعن بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض"

فرمایا:- لوگو! یہ کون سا مہینہ ہے؟ کیا ذی الحجہ نہیں ہے؟ (صحابہ نے کہا ہاں) یہ کون سی بستی ہے؟ کیا وہی بستی نہیں ہے جس میں قتل و غارت حرام ہے؟ (صحابہ نے کہا ہاں) یہ کون سا دن ہے؟ کیا حج کا دن نہیں ہے؟ (صحابہ نے کہا بے شک یا رسول اللہ!) فرمایا:- پس تمہارے آپس میں، تمہاری جانیں، تمہارا مال، اور تمہاری آبرو اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کے دن میں، اس بستی میں اور اس مہینہ میں خون بہانا منع ہے! لوگو! عنقریب تم اپنے رب کے سامنے پیش کئے جاؤ گے جو تم سے تمہارے اعمال کا محاسبہ کرے گا، پس ایسا نہ کرنا کہ میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

انقلاب فرانس

گزشتہ سے پیوستہ

انقلاب

ملک کے روشن خیال طبقہ کو اُمید تھی کہ گورنمنٹ بطور خود اصلاح کی طرف مائل ہوگی اور عمدہ نظام حکومت قایم کرے گی، لیکن تیرگو کی وزارت نے اُنھین یقین دلا دیا کہ گورنمنٹ اپنی زبردستی ہرگز نہ چھوڑے گی، اور پادری اور امرا اپنے غیر مساویانہ حقوق و اختیارات سے دستبردار نہ ہون گے جب تک کہ پبلک انھین مجبور نہ کر دے گی، چنانچہ روز بروز انقلاب کی ضرورت محسوس ہونے لگی، اور پبلک مین ظلم کے مٹانے کا جذبہ پیدا ہونے لگا۔

اُس وقت تک فرانسیسیون کو معلوم نہ تھا کہ انقلاب کس طرح برپا کیا جا سکتا ہے، اور جنھین معلوم تھا، وہ بھی مایوس تھے، کیونکہ اس تحریک کے شروع کرنے سے پہلے پبلک مین کوئی احساس نہ تھا، اور ساری طرح اس کی زبان بندی کی ہوئی تھی، چنانچہ انقلاب سے دو سال پہلے ۱۷۸۷ء مین جب آرتھر ینگ "انگریزی سیاح نے فرانس کی سیر کی، تو اُس نے بھی یہ کہہ کر اپنی مایوسی ظاہر کی کہ" باشندون کی بےحسی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنے ملک سے زیادہ ہالینڈ کی سیاسیات پر بحث کرتے ہین"۔

لیکن پورے دو سال بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ سارے فرانس مین آگ سی لگ گئی، اور وہی قوم جو اپنی بےحسی و بےحمیتی مین ضرب المثل ہو رہی تھی۔ یکایک ایسی بدلی کہ ازادی و جمہوریت کے سبق دنیا کو دینے لگی، اور اس کی حمایت مین تمام یورپ سے لڑی، مگر اپنے مسلک و طریقہ سے نہ ہٹی۔

گورنمنٹ اور امرا کے مابین ناچاقی مالی معاملات کی وجہ سے ہوئی، گورنمنٹ کی مالی حالت ازحد خراب ہو رہی تھی، کیونکہ گزشتہ پچاس سال سے خرچ آمدنی سے زائد تھا، امریکہ کی جنگ نے اُسے اور بھی کنگال کر دیا تھا، کیونکہ اُسے پچاس کرور فرنک اس پر صرف کرنا پڑے تھے، ہر سال کے بجٹ کی کمی قرض لے کر پوری کی جاتی تھی جس کے بوجھ سے خزانہ بالکل دب گیا تھا، چنانچہ نکرنے پانچ سال کی مدت مین ۵۴ کرور کا قرضہ لیا، پھر کالون نے ۶۵ کرور لئے، اس قرض کے سود در سود نے اور بھی مصیبت ڈھائی، اور آمدنی کا بڑا حصہ اُس مین جانے لگا، جس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ۱۷۸۳ء مین آٹھ کرور کی کمی پڑی، جو بڑھتے بڑھتے ۱۷۸۶ء مین بارہ کرور تک پہنچ گئی، مہاجنون نے جب اس طرح گورنمنٹ کا دیوالہ نکلتے دیکھا تو قرض دینے سے انکار کر دیا، اب تو اور زیادہ پریشانی بڑھی اور گورنمنٹ کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارۂ کار نہ رہا کہ بیکار عہدے توڑ کر، اور غیر ضروری منصب دار امرا کو برطرف کر کے کفایت شعاری کرے، ساتھ ہی نیا ٹیکس لگا کر آمدنی بڑھائے کہ جس کے ادا کرنے مین امرا اور عوام سب شریک ہون، اور کسی مین کوئی تفریق نہ کی جائے۔ اس کارروائی کی انجام دہی کے لئے امرا کی ایک مجلس شوریٰ کا طلب کرنا ضروری تھا، چنانچہ گورنمنٹ نے اس مقصد کے لئے ایسے امرا کو منتخب کر کے جمع کیا، جن کے متعلق یقین تھا کہ اس کے ہم آہنگ ہون گے۔ پبلک نے اس موقعہ پر ان امرا کے ساتھ بڑا تمسخر کیا، ہزارون کی تعداد مین ایسی کٹھ پتلیان بنا کر تقسیم کین جن کا سر ہر وقت آگے کو جھکتا تھا، ان سے مراد وہ امرا تھے جو گورنمنٹ کی ہان مین ہان ملانے کو جمع ہوئے تھے۔

گورنمنٹ کی اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام امرا اُس سے برگشتہ ہو گئے، یہ اُن سے روپیہ چاہتی تھی، اور وہ دینے سے انکار کرتے تھے، امرا کی اس سرکشی سے ناراض ہو کر گورنمنٹ نے ارادہ کر لیا تھا کہ ٹیکس کے معاملہ مین اُن کے حقوق توڑ کر اُنھین کسی قدر کمزور کر دے، تاکہ ایک طرف اُن سے روپیہ بآسانی مل سکے، اور دوسری طرف وہ اُسی کے قابو مین رہین، اسکے مقابلہ مین امرا نے بھی یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے حقوق سے دست بردار نہ ہون گے، اور اپنے کو اُس کی دست رس سے باہر رکھنے کے لئے، اُس کی مطلق العنانی گھٹا کر چھوڑین گے۔ عوام کو اس جھگڑے سے بڑی مدد ملی۔ کیونکہ وہ بالکل متحد و متفق تھے، اور ان کے مخالفون مین پھوٹ پڑ گئی تھی

گورنمنٹ کو اُمید تھی کہ وہ اپنی سعی و تدبیر مین کامیاب ہوگی، لیکن نتیجہ بالکل برعکس ظاہر ہوا، اور اُسے اپنی شدید مالی مشکلات کے ساتھ تین نئی مصیبتون کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۔ سب سے پہلی ناکامی تو اُسے یہ ہوئی کہ جن امرا کو اُس نے اپنا طرفدار سمجھ کر مجلس شوریٰ مین جمع کیا تھا، انہون نے اُس کا ساتھ نہ دیا، اور جدید ٹیکس کی سخت مخالفت کی۔ آخر کالون کو منصب وزارت خالی کرنا پڑا، اور اس کی جگہ بلومان دی بریان مقرر ہوا، جس نے مجلس شوریٰ کو حل کر کے بطور خود نیا ٹیکس اور نیا قرضہ لینے کا قصد کر لیا، لیکن مہاجنون کے اطمینان کے لئے ضرور تھا کہ پارلیمنٹ بھی اس قرضہ کی تصدیق کر دے۔

۲۔ مگر جب پارلیمنٹ سے اس معاملہ پر گفتگو کی گئی تو اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ جدید قرضہ کی مخالفت کرتی ہے، کیونکہ گورنمنٹ نے کوئی معقول وجہ اس کی تائید مین پیش نہین کی ہے۔ پارلیمنٹ کی یہ کارروائی اس کی روایات کے بالکل خلاف تھی، کیونکہ اب تک اس کا کام صرف یہ تھا کہ یا تو بادشاہ کی خوشامد کرے اور یا اس کے حضور اپنی شکایات ادب سے پیش کر دیا کرے، پارلیمنٹ نے جب یہ دیکھا کہ اس کی اس جدید کارروائی کی ہر طرف سے تائید ہو رہی ہے، اور پیرس کی پبلک اُس کی حمایت پر ہے، تو اُس نے ایک اور جرأت کی اور صاف صاف اعلان کر دیا کہ "صرف قومی نمایندون ہی کو یہ حق حاصل ہے کہ جس ٹیکس کو چاہین منظور کرین، اور جسے چاہین نامنظور لہذا پارلیمنٹ کو اُمید ہے کہ بادشاہ پارلیمنٹ کا ایک عام جلسہ منعقد کرے گا، تاکہ قوم کے تمام نمایندے جمع ہو کر ٹیکس کے معاملہ پر غور کر کے اپنا فیصلہ صادر کرین"۔

پارلیمنٹ نے اس طرز عمل نے گورنمنٹ کو بدحواس کر دیا، اور اُس نے چاہا کہ نرمی و فریب سے حاجت براری کرے، اور معترضون کو خاموش کر دے، چنانچہ اُس نے جدید اصلاحات کی ایک اسکیم شایع کر دی، پروٹسٹنٹ فرقہ کو مذہبی آزادی دے دی، صوبون مین گورنرون کی مدد اور نگرانی کے لئے کونسلین بنا دین، اور پارلیمنٹ کو آمادہ کرنا شروع کیا کہ تردید منتقل ہو جائے، بادشاہ کو اپنے جلسون مین شریک ہونے دے، اور بادشاہ کے احکام پر اپنے تصدیق کے حق سے دست بردار ہو جائے۔

۳۔ تیسری عجیب تجربات یہ ہوئی کہ صوبوں کی گورنمنٹین اور کونسلین بھی گورنمنٹ سے برگشتہ ہو گئین، انہون نے پارلیمنٹ کی تائید کی، اور وزرا کے ظلم و استبداد پر سخت معترض ہوئین۔ ساتھ ہی برٹنی، پروفانس، اور دوفینا کے علاقون مین شورش برپا ہو گئی، جس کے بانی خود امرا تھے، بلکہ دوفینا کے امرا نے تو یہان تک کیا کہ عوام کے ساتھ متحد ہو گئے، اس علاقہ مین جدا نظام حکومت قایم کر دیا، اور سارے فرانس کے لئے اصلاح کا مطالبہ کیا۔

حالات کی اس اچانک تبدیلی نے گورنمنٹ کو قتل محسوس کروایا، پبلک پر سے اُس کا رعب اُٹھ گیا، ہر جگہ علانیہ اس کی توہین ہونے لگی، پولیس نے خودمختاری حاصل کرلی، عسکری شکنجہ خود بخود ٹوٹ گیا، اور سنہ ۱۸۲۰ و سنہ ۱۸۲۱ء میں ہزاروں پمفلٹ، گورنمنٹ کی مطلق العنانی اور امرا کے امتیازات کے برخلاف شائع ہوکر پھیل گئے، اور ان سے پبلک کے خیالات میں ایک عظیم ہیجان پیدا ہوگیا۔

پارلیمنٹ نے اپنے عام اجلاس کا جو مطالبہ کیا تھا، اُسے گورنمنٹ منظور کرنا چاہتی تھی کہ قومی نمایندوں کا اجتماع اس کے حق میں فال نیک نہیں ہے۔ لیکن دن بدن وہ مجبور ہوتی جاتی تھی، کیونکہ اس کی مالی حالت بالکل زبون ہوگئی تھی، اور خزانہ میں پانچ لاکھ فرنک بھی باقی نہ رہے تھے۔ آخر اُسے اپنا تکبر سر جھکانا اور پارلیمنٹ کا مطالبہ منظور کرنا پڑا، تاکہ کوئی سبیل روپیہ حاصل کرنے کی نکل سکے۔

لیکن اس مطالبہ کے قبول کرتے ہی اس کے سامنے دو نہایت پیچیدہ مسئلے آگئے جن کا حل ضروری تھا، اور وہ یہ کہ:-

۱- قوم کو عام انتخاب کا حق دیا جائے؟ یا سابق دستور کے مطابق تینوں طبقوں میں علیحدہ علیحدہ انتخاب ہو؟ اگر پہلی صورت پر عمل کیا جاتا تو پادریوں اور امرا کی مستقل حیثیت جاتی رہتی، اور اگر دوسری صورت اختیار کی جاتی تو پبلک کے نمایندوں کی آواز بالکل کمزور ہوتی، کیونکہ پارلیمنٹ میں اُن کی تعداد باقی دونوں طبقوں کے نمایندوں سے کم تھی۔

۲- پھر یہ بات بھی نہایت غور طلب تھی کہ پارلیمنٹ کے عام جلسہ کو کن معاملات پر بحث کرنے کا حق ہوگا؟ صرف مالی معاملات پر، یا جملہ نظام حکومت پر؟

یہ دونوں مسئلے درحقیقت نہایت ہی پیچیدہ تھے، کیونکہ امرا ٹیکس کی اصلاح تو چاہتے تھے مگر اپنے غیر مساویانہ حقوق چھوڑنے کے لئے طیار نہ تھے، اسی لئے وہ یہی چاہتے تھے کہ نمایندوں کا انتخاب طبقہ وار ہو، عام نہ ہو۔ برخلاف ان کے موجودہ پارلیمنٹ عام انتخاب پر زور دیتی تھی۔ اس اختلاف کا نتیجہ یہ ہوا کہ پارلیمنٹ اور امرا میں سخت نزاع پیدا ہوگئی، اور گورنمنٹ کو حکم اور پنچ کی پوزیشن حاصل ہوگئی، لیکن وہ اس سے فائدہ نہ اُٹھا سکتی تھی، کیونکہ دونوں میں سے جس کا ساتھ دیتی نقصان اُٹھاتی۔ اگر امرا کی رائے کو ترجیح دیتی تو ٹیکس سے ہاتھ دھوتی، اور اس طرح اپنی زندگی خطرہ میں ڈالتی، اور اگر پبلک کی بات مان لیتی، تو اپنی مطلق العنانی کو اپنے ہاتھ سے دفن کرتی۔ وہ موقعہ کی نزاکت کو بخوبی محسوس کرتی تھی، اور اسی لئے اس نزاع میں برابر اپنی غیر جانبداری ظاہر کر رہی تھی۔ مگر کب تک، کچھ نہ کچھ فیصلہ کرنا ضروری تھا، چنانچہ آخر کو سرکاری طور پر اعلان کرنا پڑا کہ پبلک نمایندوں کی تعداد سابق سے دونی ہوگی۔ مگر یہ پھر بھی نہ صاف کیا کہ پارلیمنٹ کن معاملات پر بحث کرے گی؟

بظاہر اس فیصلہ سے دونوں فریق مطمئن ہوگئے، اور ہر طبقہ میں علیحدہ علیحدہ انتخاب شروع ہوا، پادریوں اور امرا نے اپنے نمایندے براہ راست منتخب کرکے بھیجے، لیکن عوام کو اس کا حق نہ تھا، اُن کے انتخاب کا طریقہ یہ تھا کہ ہر ہر جگہ کے باشندے اپنے نمایندے منتخب کرتے تھے، پھر یہ نمایندے صدر مقامات میں جمع ہوکر اپنے میں سے انتخاب کرتے تھے، اور اس طرح انتخاب در انتخاب کے بعد وہ پارلیمنٹ میں جاتے تھے، چنانچہ جب انتخاب ہوچکا، تو ہر مقام کے باشندوں نے اپنی شکایات و مطالبات قلمبند کرکے نمایندوں کے حوالے کئے، جنھیں لے کر یہ لوگ پارلیمنٹ میں پہنچے۔ تمام شکایتیں موجودہ طریق حکومت کے متعلق تھیں، اور سب نے اس کے بدلے جانے کا مطالبہ کیا تھا۔

پارلیمنٹ کے اجلاس شروع ہونے سے پہلے تینوں طبقوں نے باہم تبادلہ خیالات کیا، اور سب اس امر پر متفق ہوگئے کہ محکمہ مال اور خزانہ کی اصلاح کی جائے، اور گورنمنٹ کے لئے ایک دستور العمل مرتب کیا جائے، جو اُس کی مطلق العنانی ختم کرنے والا، اور قوم کے حقوق محفوظ کرنے والا ہو۔ اس کے علاوہ پبلک کے نمایندوں کا یہ مطالبہ بھی تھا کہ قوم میں مساوات قایم ہو اور غیر مساویانہ حقوق و امتیازات اُٹھا دئے جائیں۔ نیز انھوں نے یہ بھی طے کیا کہ اگرچہ انتخاب ہر طبقہ کا علیحدہ ہوا ہے، اور اس کے متعلق ہماری رائے گورنمنٹ نے نہیں مانی ہے، لیکن پارلیمنٹ میں ووٹ طبقہ وار نہ لئے جائیں، بلکہ تمام ممبروں کو قوم کا نمایندہ تصور کرکے فرداً فرداً رائے لی جائے، اِدھر یہ گرماگرمی تھی اور اُدھر گورنمنٹ سہمی ہوئی تھی، اور اب تک طے نہ کرسکی تھی کہ پارلیمنٹ کی ترتیب کس اسلوب پر ہو۔ اور کن معاملات پر وہ بحث کرے۔ آخر اس حالت میں ۵ مئی کو ورسیلز میں اُس کا باقاعدہ افتتاح ہوگیا۔

پارلیمنٹ جلسہ گاہ کا دروازہ کھلتے ہی چپقلش شروع ہوگئی، کیونکہ گورنمنٹ نے قدیم دستور کے مطابق ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے علیحدہ علیحدہ نشستیں رکھی تھیں، عوام کے نمایندوں نے اس پر نہایت سختی سے اعتراض کیا، اس لئے کہ اگر وہ اسے منظور کرلیتے تو ووٹ بھی ہر طبقہ کے علیحدہ علیحدہ شمار کئے جاتے، جو کسی طرح بھی اُنھیں قبول نہ تھا۔ عوام کے اس اعتراض کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادری اور امرا پھر اُن سے جھگڑنے لگے، اس موقعہ پر گورنمنٹ نے دونوں اول الذکر طبقوں کا ساتھ دیا، اور عوام کی کچھ پروا نہ کی، مگر وہ بھی اپنی ضد پر جمے ہوئے تھے، اور کسی طرح اپنے مطالبہ سے ہٹنا نہ چاہتے تھے، اس جھگڑے میں چھ ہفتے تک کارروائی ملتوی رہی، اور فریقین میں سے کسی نے بھی اپنے مسلک میں تبدیلی نہ کی۔ یہاں تک کہ ایک روز عوام کے نمایندوں نے پوری جرأت کے ساتھ اعلان کردیا کہ قوم کے نمایندے ہم ہیں، ہم ہی ذمہ دار ہیں، اور ہمیں کو حق ہے کہ اُس کے معاملات کا فیصلہ کریں۔ اگر پادری اور امرا اپنے کو قوم کا قایم مقام سمجھتے ہیں، تو وہ بھی ہمارے ساتھ مل کر کام کریں، اور اگر وہ اپنے کو علیحدہ اور بلند سمجھتے ہیں، تو ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں ہے، ہم بغیر اُن کے بھی کام کرسکتے ہیں، ہماری مجلس کا نام آج سے "قومی کانگریس" ہے، اور وہی قوم کی قایم مقام اور ذمہ دار جماعت ہے! امرا اور پادریوں نے عوام کی دعوت کو حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا، اس لئے "قومی کانگریس" اپنے جلسے مستقل طور پر کرنے لگی۔

"قومی کانگریس" کے قیام سے گورنمنٹ بہت گھبرائی، اور ۲۰ جون کو اُس نے وہ ہال بند کردیا جس میں وہ منعقد ہوتی تھی، اس پر قومی نمایندے ایک تھیٹر میں جاکر جمع ہوئے اور حلف اُٹھایا کہ اُس وقت تک منتشر نہ ہوں گے جب تک سلطنت کے لئے قانون اساسی مرتب نہ کرلیں گے۔ یہ فعل گویا اس بات کا اعلان تھا کہ بادشاہ اُن کی کانگریس پر کوئی اقتدار نہیں رکھتا ہے، اور نہ اُسے منتشر کرسکتا ہے۔ پبلک نے بھی اپنے نمایندوں کا ساتھ دیا اور اس طرح کانگریس کی پوزیشن بہت زبردست ہوگئی۔

گورنمنٹ نے جب دیکھا کہ حالت خطرناک ہوتی جاتی ہے، تو ۲۳ جون کو ایک شاہی جلسہ منعقد کیا تاکہ اس میں اس جھگڑے کا تصفیہ کیا جائے، تینوں جماعتوں کے نمایندے شریک ہوئے، پہلے بادشاہ نے اپنا شاہی اعلان پڑھا، پھر یہ تصفیہ کیا کہ تینوں طبقوں کے حقوق بدستور قایم رہیں اور پارلیمنٹ صرف ٹیکس کے معاملہ پر غور کرے۔ امرا اور پادریوں نے اس فیصلہ کو قبول کرلیا، مگر

عوام نے صاف انکار کر دیا، اور نہایت سختی سے اس کی تردید کی۔ اس پر بادشاہ وقت برہم ہو کر انھیں جلسہ سے چلے جانے کا حکم دیا، لیکن انھوں نے یہ حکم بھی نہ مانا، اور پوری جرأت سے اس کی مخالفت کی۔

اب صورتِ معاملہ اور بھی زیادہ نازک ہو گئی، عوام، علانیہ طور پر گورنمنٹ اور بادشاہ کے مقابل آگئے، اور گورنمنٹ کو اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ تخت خطرہ میں گھر گیا ہے، دوسری طرف امراء اور پادری جو عوام کے مخالف تھے، اور جن کی مخالفت سے ہمیشہ وہ فائدہ اٹھایا کرتی تھی، آپس میں لڑ پڑے، اور ان میں سے اکثر چھوٹے چھوٹے امراء اور پادری عوام سے آملے، اب گورنمنٹ کے لئے بجز اس کے چارہ ہی کیا تھا کہ عوام کی متفقہ طاقت کے سامنے جھک جائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا اس نے قومی کانگرس" تسلیم کر لی، اور تمام امراء اور پادریوں کو بھی اس میں شرکت کرنیکا حکم دیا۔

باسٹیل

قومی کانگرس" کا تسلیم ہو جانا، ایک عظیم الشان فتح تھی، جو عوام کو گورنمنٹ پر حاصل ہوئی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ جتنے قانونی ہتھیار اس کے پاس تھے، سب اس نے انکے سامنے ڈال دئے، اور اپنے کو ان کے ہاتھوں میں دیدیا۔ لیکن ابھی خطرہ باقی تھا، جنگی طاقت بادشاہ کے ہاتھ میں تھی، کانگرس کے پاس کوئی جنگی طاقت نہ تھی، اور گورنمنٹ کے اختیار میں تھا کہ جنگی طاقت استعمال کر کے جب چاہے کانگرس کو شکست دیدے، اور در اصل اس کا ارادہ بھی یہی تھا، وہ ورسیلز میں فوجیں جمع کر رہی تھی، اور ایک مرتبہ اور قسمت آزمائی کرنا چاہتی تھی لیکن وہ ایسا نہ کر سکی، کیونکہ پیرس کی پبلک اس خطرہ سے آگاہ تھی، اور اس نے اپنی کانگرس کے بچانے کا مصمم ارادہ کر لیا تھا، چنانچہ اس نے بہت جلد اپنے کو طیار کر لیا، اور جہاں تک ممکن ہوا مسلح ہو گئی۔

اسی اثنا میں یہ ہوا کہ شدید قحط سالی کی وجہ سے قرب و جوار کے فاقہ زدہ اور جرائم پیشہ لوگ بہت بڑی تعداد میں پیرس آگئے، تاکہ کوئی صورت زیست کی ہو لیکن جب یہاں پہنچکر انھیں حالات معلوم ہوئے، تو وہ بھی گورنمنٹ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔

غرضکہ جب پیرس میں یہ فاقہ مست پہنچے، تو انھوں نے شورش مچانا شروع کی، پبلک نے بھی ان کا ساتھ دیا، اور سب نے مل کر سب سے پہلے باسٹیل کے قیدخانہ پر حملہ کر دیا، اس لئے کہ وہی گورنمنٹ کے جور و ستم کا مجسمہ تھا، پبلک کے مقابلہ کے لئے پیرس میں شاہی فوج زیادہ نہ تھی، صرف قیدخانہ کے محافظ سپاہی تھے، اور ایک فوج "فرنچ گارڈ" کے نام سے تھی جو عرصہ دراز سے پیرس میں رہتے رہتے باشندوں سے بہت مانوس اور انقلابی خیالات سے متاثر ہو چکی تھی، چنانچہ وہ فوراً ساتھ ہو گئی، اور اس کے ایک افسر نے باسٹیل کی چڑھائی میں پبلک کی قیادت کی، لیکن پھر بھی پبلک اور شاہی فوج میں اچھی خاصی جنگ ہوئی، جس میں اہل پیرس نے بڑی شجاعت کا اظہار کیا، اور بالآخر فتح یاب ہوئے، باسٹیل کے افسر اعلیٰ نے ہتھیار ڈال دئے، اور قیدخانہ کی کنجیاں ان کے حوالہ کر دیں۔ اس فتح پر پبلک نے جو خوشی منائی، اس کا اظہار الفاظ میں ہرگز نہیں ہو سکتا، ہر شخص رقص کرتا تھا، اور فرطِ مسرت سے دوسروں سے گلے ملتا تھا، اور جور و استبداد کے اس مندر کے ڈھانے میں منہمک تھا۔ باسٹیل، بہت عظیم الشان قلعہ تھا، مگر پرجوش پبلک نے چند گھنٹہ میں اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اس کی سربفلک دیواروں کو گرا کر زمین سے ملا دیا۔

باسٹیل کا برباد ہونا تھا کہ شاہی گورنمنٹ کی بنیادوں میں زلزلہ پڑ گیا، اور خود بادشاہ نے کانگرس سے آکر کہا کہ مجھے اپنی رعایا کی وفاداری پر بھروسا ہے [illegible] اور ورسیلز سے فوجوں کے منتشر ہونے کا حکم دے دیا ہے، پس میں کانگرس کو اختیار دیتا ہوں کہ پایۂ تخت کے باشندوں کو اس سے مطلع کر دے۔" کانگرس نے جب یہ اعلان کیا تو سارے فرانس میں بے حد خوشی منائی گئی، کیونکہ یہ قوم کی گورنمنٹ پر فتح تھی لیکن باوجود اس اعلان کے بھی اہل پیرس نے ہتھیار نہ کھولے، بلکہ مشہور جنرل لافیٹ کی زیر قیادت ایک زبردست "نیشنل گارڈ" قایم کر لی، اس طرح کانگرس جنگی طاقت کی بھی مالک ہو گئی، اور گورنمنٹ کو حسب مرضی چلانے لگی۔ ۱۴ جون ۱۷۸۹ء کو باسٹیل کی فتح کی بنا پر آزادی کا پہلا دن، اور ۱۷۸۹ء کو آزادی کا پہلا سال کہا جاتا ہے۔

انسانی حقوق کا اعلان

باسٹیل کے برباد ہونے، اور گورنمنٹ پر پبلک کے فتحیاب ہونے کی خبریں جب ملک میں پھیلیں تو چشم زدن میں گورنمنٹ کا رعب جاتا رہا، پولیس اور فوج منتشر ہو گئی، اور ہر طرف قتل و غارت اور لوٹ مار کا بازار گرم ہو گیا، دیہاتیوں نے جب یہ حالات سُنے، تو امراء پر یکایک برس پڑے، انکے محلوں میں آگ لگا دی، اور چن چن کر وہ کاغذات اور دستاویزیں جلائیں، جن کی رُو سے انھیں خاص حقوق و امتیازات حاصل ہوئے تھے، صرف اسی قدر نہیں، بلکہ انھوں نے بہت سے امراء کو شدید ایذائیں بھی پہنچائیں، اور نہایت سخت وحشیانہ اور مجنونانہ مظالم کئے۔ اور اس طرح صدیوں کے مظالم کا انتقام لیا۔

کانگرس کو جب ان ہنگاموں کی اطلاع پہنچی، تو اس نے ایک دستور العمل بنانا طے کیا، کہ جس کے ذریعہ سے ملک میں امن و امان قایم ہو، چنانچہ ۴۔ اگست کی شب کو اس کا اجلاس ہوا جس میں امن و امان کے قیام کی تدابیر، سیاسی آزادی کے اصول اور غیر مساویانہ حقوق کی تنسیخ پر نہایت طویل بحثیں ہوئیں، بعض امراء نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا "کانگرس کو اعلان کرنا چاہیے کہ امراء اور جاگیرداروں کے حقوق برقرار رہیں گے، اور بیگار، غلامی قطعاً منسوخ کر دی جائیگی۔" ایک دوسرے ممبر نے اس پر سخت نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا "قوم نے وہ تمام کاغذات جلا دئے ہیں جن کی رُو سے امراء، امراء کہلاتے تھے، کانگرس کو پوری اخلاقی جرأت سے ان ظالمانہ حقوق پر اظہار نفرت و حقارت کرنا چاہیے، جو قرونِ مظلمہ کی یادگار ہیں، اور ان سب کو یکلخت منسوخ و باطل کر دینا چاہیے"!

اس تقریر کا امراء پر بہت اچھا اثر ہوا، اور ان میں سے بہتوں نے اپنے حقوق و امتیازات سے دست برداری کا اعلان کر دیا۔ تاکہ تمام قوم مساوات کے جھنڈے تلے آجائے، کانگرس نے امراء کے اس ایثار کی بہت تعریف کی، اُن کا قوم کی طرف سے شکریہ ادا کیا۔

پھر اس نے وہ اعلان مرتب کیا، جو تاریخ میں "اعلان حقوقِ انسانی" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ وہی اعلان ہے جس نے شایع ہوتے ہی فرانس کی کایا پلٹ دی، اور پھر جس پر حکومت کے دستور العمل کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کی اہم دفعات کا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

۱۔ تمام انسان آزاد پیدا ہوتے ہیں، لہذا انھیں آزاد ہی رہنا چاہیے! تمام انسانوں کے حقوق یکساں اور برابر ہیں، انسان کے حقوق یہ ہیں کہ وہ آزاد ہو، اپنی چیزوں کا مالک ہو، امن و چین اُسے نصیب ہو، اور ظلم کا مقابلہ وہ کر سکے، آزادی کی حقیقت یہ ہے کہ بغیر کسی کو نقصان پہنچائے ہوئے انسان جو کچھ کرنا چاہے کر سکے!

۲- جملہ اختیارات قوم کے ہاتھ مین ہونا چاہئین۔

۳- قانون، درحقیقت قوم کی عام رائے کا مظہر ہوتا ہے، لہذا قوم کے ہر فرد کو حق ہے کہ اُس کے بنانے مین شخصی طور پر یا اپنے قایم مقام کے ذریعہ سے حصہ لے، اور یہ کہ قانون سب کو ایک نظر سے دیکھے۔

۴- سلطنت مین قوم کے تمام افراد برابر کے شریک ہین، سب کے حقوق یکسان ہین، اور سب کو حق ہے کہ اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق عہدے اور مناصب حاصل کرین۔

۵- کسی کو شبہ کی نظر سے نہین دیکھا جانا چاہئے، اور نہ کسی کو گرفتار اور قید کرنا چاہئے، الا اُن حالتون کے جنکی تحدید و تعین قانون نے کر دی ہو، اور پھر گرفتاری اور قید اُسی طریقہ سے ہو جسے قانون نے جائز رکھا ہے۔

۶- کسی شخص سے محض اُس کے خیالات کی بنا پر مواخذہ نہ کیا جائے عام اس سے کہ وہ خیالات مذہبی ہون، یا غیر مذہبی، جب تک کہ دوسرون کو اُن سے نقصان نہ پہنچے، اور امن عام مین خلل نہ پڑے، پس ہر شخص کو اجازت ہے کہ پوری آزادی سے جو چاہے کہے، لکھے، اور شایع کرے۔

۷- ٹیکس کے ادا کرنے مین سب کو اپنی حیثیت کے مطابق شریک ہونا چاہئے۔

۸- ہر شخص کی جائداد اُس کی اپنی ہے، اور ہرگز اُس سے چھینی نہین جا سکتی، جب تک کوئی عام مصلحت اس کی مقتضی نہ ہو، لیکن اس صورت مین ضرورت کے ناگزیر ہونے کو پوری طرح ثابت کرنا ہوگا، اور جائداد کی ٹھیک ٹھیک قیمت دینا ہوگی۔

۹- انقلاب کا بنیادی اصول یہ ہے کہ جملہ طاقتین اور اختیارات قوم کے ہاتھ مین ہونا چاہئین، اس سے تمام افراد کے حقوق مین مساوات ہونی چاہئیے، سب کو آزادی کی نعمت سے متمتع ہونا چاہئیے، سب کی زندگی مامون ہونی چاہئیے، اور سب کی جائداد محفوظ ہونا چاہئیے، کسی کو کسی پر زیادتی کرنے کا حق نہین ہے، حتیٰ کہ گورنمنٹ اور سلطنت کو بھی نہین۔ انقلاب کا طغرا کیا ہے؟ آزادی، مساوات، اخوت!"

اس اعلان نے شایع ہوتے ہی عجب کیفیت پیدا کر دی، ہر شخص کی حالت بدل گئی، اور مایوسیان کافور ہو گئین، زندگی کی تازہ امنگین ہر قلب مین سما گئین، اور ہر جگہ عجب چہل پہل نظر آنے لگی، جو زمانہ استبداد مین کبھی دیکھی نہ گئی تھی۔

قدیم نظام مین جیسا کہ بیان ہو چکا، تین بنیادی خرابیان تھین:۔

۱- بادشاہ کی مطلق العنانی۔

۲- قوم مین عدم مساوات۔

۳- گورنمنٹ کی بدنظمی۔

"نیشنل کانگرس" نے قایم ہو کر یہ کیا کہ بادشاہ سے تمام اختیارات عملاً سلب کر لئے، امراء اور پادریون کے غیر واجبی حقوق منسوخ کر کے قوم مین مساوات قایم کر دی، اور گورنمنٹ کی بدنظمی دور کر کے اُسے عمدہ نظام حکومت پر قایم کر دیا۔

۴- اگست کی رات بھی فرانس کی تاریخ مین عجیب رات تھی، لوگ جب اُس مین سوئے تھے تو طرح طرح کی بندشون مین جکڑے ہوئے تھے، قسم قسم کی بلاؤن مین گھرے ہوئے تھے، غلامی کی نحوست ان پر چھائی ہوئی تھی، اور آزادی اُن سے دور تھی، لیکن صبح کیا دیکھتے ہین کہ سورج اپنی کرنون سے آزادی کی بارش کر رہا ہے، غلامی کی کالی کالی گھٹائین بالکل چھٹ گئی ہین، ہر مساوات کا دور دورہ ہے، اور چھوٹے بڑے، امیر غریب، اور اونچے نیچے سب کندھے سے کندھا جوڑے، ہاتھ مین ہاتھ لئے، بھائی بھائی کی طرح کھڑے ہین، نہ بادشاہ کی فرعونیت ہے، نہ گورنمنٹ کا استبداد ہے، نہ حکام کا تشدد ہے، نہ پولیس کی سنگدلی ہے، نہ امراء کا تکبر ہے، اور نہ پادریون کا تعصب ہے"۔

حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ کا برقی پیغام

انگورہ کی مالی اعانت، بدیشی کپڑے کا مقاطعہ

بمبئی ۱۸ اکتوبر۔ لوگ عام طور پر دریافت کر رہے ہین "کیا حکومت انگورہ کو روپیہ بھیجنے کا کوئی قابل اطمینان ذریعہ ہے؟" ان کے اطمینان کے لئے اب مین یہ اعلان کرتا ہون کہ مرکزی خلافت کمیٹی نے اس بارے مین نہایت مکمل اور قابل اطمینان انتظامات جو ممکن ہو سکتے تھے کر لئے ہین۔ اور کمیٹی اپنی پوری ذمہ داری کے ساتھ پبلک کو یقین دلاتی ہے کہ تمام روپیہ انگورہ پہنچ جاتا ہے اور وہان سے انگورہ گورنمنٹ کے وزراء کی دستخط کی نقدی رسیدین مل جاتی ہین۔ علاوہ برین انگورہ گورنمنٹ کے جو نمایندے یورپ مین مقیم ہین انھون نے بھی بذات خود اس بارے مین قابل اطمینان انتظامات بہم پہنچا دئے ہین۔ لہذا مسلمانان ہند سے درخواست ہے کہ وہ اس قسم کے تمام شکوک و شبہات اپنے دل سے نکالدین اور پوری سرگرمی و مستعدی کے ساتھ اپنے فرض کی انجام دہی مین مصروف ہو جائین جس کی راہ ان کے سامنے کھلی ہوئی ہے۔

ہم انگورہ گورنمنٹ کی اس لئے مدد نہین کرتے ہین کہ یہ ہمارے چند روپئے اُسے کامیابی و فتح کی منزل تک پہنچا دین گے۔ بلکہ ہماری یہ مدد خود ہمین فائدہ پہنچاتی ہے اور ایثار۔ ہمت۔ اور فتحمندی کی تعلیم ہمکو دیتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ یہ ہمین اپنے نہایت ہی مقدس و محبوب کامون مین اپنی دولت صرف کرنے کی عادی بناتی ہے۔ جس کے بغیر نہ تو ہم خود اپنے لئے کچھ سودمند ہو سکتے ہین اور نہ دوسرون کے لئے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اسلامی شریعت ان کامون کو عبادت و فرض سے تعبیر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ فرض کی ادائی نتیجہ کی کامیابی و عدم کامیابی پر موقوف نہین ہے۔

اسوقت ہندوستان کے مسلمانون کے لئے صرف دو نہایت ضروری و اہم فرض ہین۔ پہلا، حکومت انگورہ کے لئے زیادہ سے زیادہ روپیہ فی الفور دینا اور فراہم کرنا۔ دوسرا۔ بدیسی کپڑے کا جلد سے جلد مکمل بائیکاٹ کر دینا۔ اگر پہلا فرض ان مین دولت کی قربانی کا سبق دیتا ہے۔ تو دوسرا قوت فیصلہ کا۔ قربانی کا جذبہ اور استقلال کی طاقت یہی وہ دو ہتھیار ہین جن سے ہم خلافت اور سوراج کی جنگ مین کامیاب ہو سکتے ہین۔

انگورہ کی اعانت کرو!

دیسی کپڑا پہنو!

مسئلہ عرب وشام

(از علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر)

گذشتہ سے پیوستہ

جنگ کے بعد - اب تک اتحادیوں کی اُن کارروائیوں کا تذکرہ تھا جو وہ دوران جنگ میں عربی ممالک پر قبضہ کرنے کے لئے کر رہے تھے۔ اُس زمانہ میں اُن کی پالیسی خوشامد آمیز فریب دہی پر مبنی تھی، چنانچہ وہ عربوں سے ہمیشہ یہی وعدہ کیا کرتے کہ "ہم تمہیں ظالم ترکوں کی غلامی سے نجات دلانا چاہتے ہیں" اور اس ذریعہ سے خود اپنا غلام بنانے کے لئے اُن سے کام لیتے تھے، حالانکہ یہ واقعہ ہے کہ ترکوں نے کبھی کسی قوم کو غلام نہیں بنایا، نہ کسی کا مال و متاع لوٹا، نہ کسی کی مذہبی اور شخصی آزادی سلب کی، نہ ظلم و عدوان کے ساتھ رعایا پر ٹیکس باندھے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ ان تمام اتحادی سلطنتوں سے کہیں زیادہ اچھے تھے اور اپنی رعایا کے ساتھ آزادی و نرمی کا برتاؤ کرتے تھے۔ اور اگر انجمن اتحاد و ترقی کی آخر زمانہ میں کج روی اور سلطان عبدالحمید کی دیوانگی نہ ہوتی تو ترکوں کے تمام گناہ سلبی ہوتے اور ایک بھی ایجابی نہ ہوتا، یعنی یہ کہا جاتا کہ ترک آباد کرنے والے نہیں ہیں، رعایا کو علوم و فنون سے ترقی دینے والے نہیں ہیں، اور زمین کی اصلاح و درستگی کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں، لیکن یہ کوئی نہ کہتا کہ ترک ظالم ہیں، قزاق ہیں سفاک ہیں، اور قوموں کو غلام بنانے والے ہیں!

جنگ کے بعد شام میں جو کچھ ہوا، وہ سب کو معلوم ہے لیکن بہت سے ایسے مخفی راز ہیں جو اب تک سربمہر ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ان میں سے بعض کا پردہ فاش کریں تاکہ دنیا کو اصل حقیقت بالکل نظر آجائے۔

مسٹر لائڈ جارج سے خطاب - ابتداء سے ہم برابر برطانیہ کو نصیحتیں کرتے اور انجام کار بتاتے رہے، ہماری سب سے آخری نصیحت اُس یادداشت کی صورت میں تھی جو ہم نے اب سے دو سال پہلے مسٹر لائڈ جارج کو بھیجی تھی، اُس میں ہم نے بتایا تھا کہ برطانیہ کو جس بات سے ہم ڈرایا کرتے تھے بالآخر وہ واقع ہوگئی، اور مسئلہ عرب کے متعلق اس کے طرز عمل نے عراق، شام، مصر اور ہندوستان میں اس کے لئے کانٹے بو دئے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اسلامی میراث کو اپنے اتحادیوں میں بانٹ کر برطانیہ سخت نقصان اُٹھائے گا، تمام مشرقی دنیا اس کی دشمن ہو جائے گی، اور سارا یورپ اُس پر حسد کرے گا۔ تیس کروڑ مسلمانوں کی عداوت سے برطانیہ کو بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ مسلمان لاکھ کمزور ہوں، مگر بیماری کے جراثیم سے زیادہ کمزور نہ ہوں گے! برطانیہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ عنقریب مسلمان اتحاد اسلامی قایم کریں گے، روس و جرمنی انکی پشت پناہی پر ہوں گے، اور تینوں کا یہ جتھا برطانیہ سے ایسے وقت میں ٹکرائے گا جب وہ اپنی بہت سی اندرونی و بیرونی مشکلات میں گھرا ہوگا اور یورپ کی طاقتور قومیں اس پر ٹوٹ رہی ہوں گی! پس برطانیہ کی بہتری اسی میں ہے کہ عالم اسلامی کے ساتھ اتحاد قایم کرنے کی صورت بجز اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ عربی اور دیگر مشرقی قوموں کے غلام بنانے سے دستکش ہو جائے ....

اسی قسم کی نصیحتیں ہم نے فرانس کو بھی کی تھیں جنہیں مسیو رو بیرڈو کی "سکریٹری جنرل گورو سے بحث کرتے ہوئے لکھی لیکن یہ کہکر انہوں نے ٹال دیا کہ یہ نہایت غور طلب معاملہ ہے اور جب تک اسپر کامل بحث نہ ہو جائے کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

امیر فیصل شام میں

شریف حسین اور امیر فیصل کی طبیعتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اول الذکر کی فطرت میں کچھ ایسی خشونت ہے کہ انسان آسانی سے اُس کے اندرونی خیالات معلوم کر سکتا ہے، اور یہ کہ وہ کس بات کو پسند کرتا ہے اور کسے ناپسند۔ لیکن امیر فیصل کے اندرونی خیالات کا پتہ نہیں لگایا جاسکتا۔ کیونکہ اس کی طبیعت میں بہت زیادہ لوچ ہے، صحبت پر لطف ہوتی ہے، مخاطب کی مخالفت کم کرتا ہے، اکثر ہاں میں ہاں ملایا کرتا ہے اور ہرگز کوئی ایسی بات ظاہر نہیں ہونے دیتا جس سے مخاطب کی دل شکنی ہو۔ الا یہ کہ جب اُسے غصہ آجاتا ہے، اور بہت جلد آجاتا ہے، تو وہ بے قابو ہو جاتا ہے، لیکن یہ حالت جلد دور بھی ہو جاتی ہے، اور وہ پھر فوراً پُر سکون ہو جاتا ہے۔ میرا اُس سے چھ ماہ تک سابقہ رہا ہے، تقریباً روزانہ ہی ملاقات ہوتی تھی، اور گھنٹوں گفتگو ہوا کرتی تھی، لیکن باوجود کوشش کے بھی میں نے اُس کا کوئی سیاسی عقیدہ نہیں پایا، بجز اس عقیدہ کے کہ فرانس و انگلستان کو عربی ممالک سے خارج نہیں کیا جاسکتا، اس لئے ان میں سے کسی ایک کی مدد و حمایت حاصل کرنی اور اس کی سرپرستی میں ملک کی ترقی کی کوشش کرنی چاہیئے۔" لیکن اس بات کو بھی وہ کھول کر نہ کہتا تھا، بلکہ مبہم اور پیچیدہ الفاظ میں اُسے ظاہر کرتا تھا۔ اور اسی پر کیا موقوف ہے، اتحادیوں کے تمام پروردہ شامیوں کی اُس وقت یہی روش تھی، وہ اور فیصل و عبداللہ دونوں یکساں ہیں، اگرچہ وہ ملک کے خائن اور یہ اس کے نجات دہندہ کہے جاتے ہیں۔

۴ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو جب امیر فیصل فرانس سے اس کی حکمبرداری کی نرم شرائط پر قبول کر کے شام واپس آیا، تو وہ اس گھمنڈ میں تھا کہ میں ملک کی بہت بڑی خدمت انجام دے کر لوٹا ہوں، لیکن شام میں اس کی اس حسن خدمت کو کسی نے بھی نہ سراہا اور برسر اقتدار پارٹی نے اس نرم حکمبرداری کی بھی مخالفت کی جس پر اُس نے اپنی ایک خاص پارٹی طیار کی، مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور آزادی خواہ پارٹی بدستور برسر اقتدار رہی، حتیٰ کہ خود فیصل کو بھی اس کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا، چنانچہ اسی پارٹی نے اسے یورپ جانے سے روک دیا، اعلان آزادی پر اسکے دستخط کرائے، اور اُسے ساتھ رکھنے کے لئے بادشاہ بنایا اور بادشاہت اس کے خاندان میں موروثی قرار دی۔ جس وقت شام کی آزادی کا اعلان کیا گیا ہے، اس کے مرتب کرنے والے کسی بات سے ناواقف نہ تھے اور انہیں تمام مخفی حالات معلوم ہو چکے تھے حتیٰ کہ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ امیر فیصل جسے وہ بادشاہ بنا رہے ہیں، اتحادیوں کا پروردہ ہے، اور شام اس لئے آیا ہے کہ مشرقی حصہ میں اس وقت تک امن و امان قایم رکھے جب تک اتحادی دوسرے جھگڑوں سے فراغت نہ پا جائیں۔ چنانچہ انگریز اُسے باقاعدہ تنخواہ اور بنگاہ حیفا کی جنگی رقم میں سے ایک معین رقم دیا کرتے تھے۔ اسی طرح فرانسیسی بھی بیروت کے ٹیکس کا ایک حصہ اُسے اُس وقت تک دیتے رہے جب تک انگریزوں کی حمایت میں اُس نے علانیہ طور پر اس کی مخالفت نہ شروع کر دی۔ اعلان آزادی مرتب کرنے والوں کو یہ بھی معلوم تھا کہ فیصل نہایت کمزور طبیعت کا آدمی ہے، کامل خود مختاری کی جانب سے مایوس ہے اور انگلستان و فرانس کی انگلیوں پر ناچتا ہے، لیکن پھر بھی انہوں نے اس کا ساتھ نہ چھوڑا، اور اسی کے نام پر آزادی کا اعلان کیا۔ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ اس لئے کہ بجز اس کے چارہ کار نہ تھا، اگر اتحادیوں کے کسی دشمن کو بادشاہ بنایا جاتا تو وہ کہتے کہ شام بھی ہمارا دشمن ہے اور اس پر حملہ

انھین اس کے پامال کرنے کا اور زیادہ موقع مل جاتا، لیکن ان کے ایک آزردہ کو بادشاہ بنانے اور اس کے ماتحت خودمختار حکومت قایم کرنے کی صورت مین اس کا اندیشہ کم تھا۔ ہم لوگون کو اُمید تھی کہ اس صورت مین اگر کامیابی ہوگئی تو مقصود حاصل ہوگیا؛ اور اگر نہ ہوئی تو ملامت ہمارے سر نہ ہوگی، بلکہ خود اتحادیون کے سر ہوگی، اور ملک پر ان کا قبضہ بین الاقوامی قوانین اور معاہدۂ صلح کے خلاف ہوگا، کیونکہ اُس مین تصریح کردی گئی ہے کہ جن ممالک پر حکمبرداری قایم ہوگی اُنھین حکمبردار طاقت کے انتخاب اور اپنے یہان حسب مرضی نظام حکومت قایم کرنے کا حق ہوگا، اسی لئے اس نہج پر شام کی آزادی کا عجلت کے ساتھ اعلان کردیا گیا تاکہ اگر اتحادی زبردستی کرین تو ہمین جدوجہد کرنے کا موقعہ باقی رہے، اور ہم انھین غاصب ثابت کرین، ورنہ دوسری صورت مین وہ اپنے قبضہ کو جائز قرار دیتے اور ہمین مخالفت کرنے کا کوئی حق نہ ہوتا۔

اعلان آزادی کے بعد کیا ہوا

شام کی خودمختاری کا اعلان بےنظیر جوش وخروش کے ساتھ کیا گیا، اور اس کی اطلاع سرکاری طور پر دوَل یورپ وامریکہ کو کردی گئی، لیکن اتحادیون نے اُسے قابل غور قرار دیا۔ انگلستان کا جواب امیر فیصل کے پاس آیا جس مین لکھا تھا کہ برطانیہ اُسے ایک خودمختار حاکم تسلیم کرتی ہے لیکن باضابطہ طور پر ضروری باتین ایک کانفرنس مین طے ہون گی اس لئے اُسے سَان ریمو کانفرنس مین آنا چاہیئے۔ فیصل سفر یورپ مین متردد تھا، کیونکہ ملک کی عام رائے اس کے خلاف تھی اور شامی کانگرس بھی مخالف تھی اور اُسے ایک زبردست فوج کے بنانے پر مجبور کر رہی تھی، مگر آخر مین سب رضامند ہوگئے اور امیر کا یورپ جانا طے ہوگیا، چنانچہ ۵۔ جولائی کو اُس نے جنرل گورو کو لکھا کہ اس کے لے جانے کے لئے کسی جہاز کی تعین کردے۔ اس کے جواب مین ایک یادداشت پہنچی، جس مین چند مطالبے کئے گئے تھے، اور سب سے اہم مطالبہ یہ تھا کہ "ریاق، حلب ریلوے کو فرانسیسی فوجون کی نقل وحرکت اور سامان جنگ کی باربرداری کے لئے مباح کردیا جائے"، ساتھ ہی تنبیہ بھی کردی کہ اگر ان مطالبات کے منظور کرنے سے پہلے وہ کسی اور طرح یورپ چلا جائے گا، تو فرانس اپنی کارروائیون مین آزاد ہوگا۔

جنرل گورو کا الٹیمیٹم

پھر ۱۴۔ جولائی کو جنرل گورو نے اپنا مشہور الٹی میٹم بھیجا، اُس مین پانچ مطالبے کئے گئے تھے۔ شام پر بلا کسی قید وشرط کے فرانس کی حکمبرداری مانی جائے، ریاق حلب ریلوے کو فرانسیسی سپہ سالار کے حوالہ کردیا جائے، جبری فوجی بھرتی موقوف کردی جائے، تمام فوج منتشر کردی جائے، اور ان تمام مجرمون کو سزا دی جائے جنھون نے ٹولیان بنا کر فرانس سے جنگ کی ہے اور اس کے خلاف ملک کو اُبھارا ہے، فرانس کے وہ بینک نوٹ تسلیم کئے جائین جو اُس نے شام کے لئے بنائے ہین۔ ۱۸۔ جولائی کی آدھی رات تک جواب آجانا چاہیئے۔

امیر فیصل ان مطالبات کا بطور خود کوئی جواب نہ دے سکتا تھا، اس لئے کہ ملک کی عام رائے، شامی کانگرس اور تمام سیاسی پارٹیان اُس سے اور اُس کی حکومت سے ناراض ہوگئی تھین کیونکہ اُس نے باوجود ان کے سخت اصرار کے بھی مدافعت کے لئے جنگی تیاریان نہ کی تھین۔ چنانچہ اُسے مجبور کیا گیا کہ علی رضا پاشا رکابی کی وزارت شکست کرے، جس کے بعد ہاشم بک آتاسی کی وزارت قایم ہوئی، مگر وہ بھی فیصل کی کمزوری کی وجہ سے نااہل ثابت ہوئی، جنرل گورو کے الٹی میٹم کی خبر جب پبلک کو ہوئی اور اُس نے امیر فیصل کی بدحواسی دیکھی تو وہ سخت برہم ہوئی، لوگ علانیہ اُسے گالیان دینے لگے، اور اسے قتل کر ڈالنے پر تُل گئے، جس سے وہ اور گھبرایا اور مجبور ہوا کہ حجازی فوج کو اپنے محل کے گرد جمع رکھے۔ الٹی میٹم کے جواب مین اُس نے جنرل گورو کو لکھا کہ مطالبات ذرا ہلکے کردے۔ جسے اُس نے نامنظور کردیا۔

۱۰۔ جون کو وزیر اعظم نے مجھے لکھا کہ امیر آپ سے اور کانگرس کے تمام ممبرون سے ملاقات کرنا چاہتا ہے چنانچہ ہم سب جا کر اُس سے ملے، تمام وزرا بھی موجود تھے، امیر نے ملک کی خطرناک حالت کی تشریح کی، عوام کے جاہلانہ جوش کی شکایت کی، اور انگلستان کی بےوفائی کا شکوہ کیا کہ عین وقت پر اُس نے ساتھ چھوڑ دیا، اور محمد بک رستم کے ذریعہ سے اطلاع مل گئی ہے کہ برطانیہ ادنیٰ مدد کرنے کے لئے بھی طیار نہین ہے، ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ میری گورنمنٹ پر جنرل گورو کی بہت سی زیادتیان ہین، جنھین مین یورپ تک پہنچا نہین سکتا، اور میری گورنمنٹ کی بھی کچھ زیادتیان ہین جنھین وہ بڑھا چڑھا کر مشہور کرسکتا ہے۔ پھر امیر نے ہم سب کو سخت فریب دینا چاہا۔ اُس نے کہا کہ ہر شخص اپنی رائے بند لفافے مین مجھے بھیج دے، اور عہد کیا کہ کسی کو یہ تحریرین دکھائی نہ جائینگی لیکن ہم مین سے کسی نے بھی اس پر عمل نہ کیا، کیونکہ وہ تمام ذمہ داری ہمارے سر ڈال دیتا کہ ہم مین سے ہر شخص نے جنرل گورو کے مطالبات منظور کرنے کی اُسے صلاح دی تھی۔

۱۹۔ جولائی کو شامی کانگرس نے اپنا باضابطہ جلسہ کیا اور ہزارہا آدمیون کی موجودگی مین اعلان کیا کہ "اسی کانگرس نے شام کی آزادی، اس کی عدم تقسیم، یہودی نوآبادی کی مخالفت اور امیر فیصل کی بادشاہت کا اعلان کیا تھا اور اسی کے مطابق سب کچھ ہوا، اب ملک کی جو حکومت اس کے اعلان مین سے کسی ایک چیز کو بھی شکست کردے گی۔ اُس نے گویا پورا اعلان باطل کردیا، اور یہ کہ جو حکومت اجنبی حکمبرداری قبول کرے گی وہ شام کی قانونی حکومت نہ رہے گی، اور تمام وہ معاہدے لغو ہون گے جنھین یہ کانگرس منظور نہ کرے گی"۔ یہ اعلان پمفلٹ کی صورت مین ہزارہا کی تعداد مین شایع کیا گیا اور تمام ملک مین پھیلا دیا گیا۔

۲۰۔ جولائی کو امیر فیصل نے کانگرس کو دو ماہ کے لئے اس حجت سے بند کردیا کہ جب ملک حالت جنگ مین ہوتا ہے تو تمام قایم مقام جماعتین خاموش ہوجاتی ہین اور سارا نظم ونسق جنگی حکومت کے ہاتھ مین آجاتا ہے۔ کانگرس کے بعض ممبرون نے اس حکم کے برخلاف اٹھنا چاہا مگر مین نے اُنھین یہ کہہ کر روک دیا کہ "ہمارے لئے یہی بہتر ہے کہ اس طرح خاموش کردئے جائین، ورنہ ذمہ داری سر پر پڑے گی، کیونکہ گورنمنٹ نے مدافعت کے لئے مطلق کوئی طیاری نہین کی ہے، بادشاہ ملک کے خلاف ہے، اب کوئی چارہ بجز اس کے نہین ہے کہ گورنمنٹ کو شکست کرین، بادشاہ کو معزول کرین اور کسی دوسرے شخص کو عارضی طور پر حاکم بنا کر مدافعت کرین مگر کوئی اس کی اہلیت نہین رکھتا۔ قوم ہم سے خوش ہے، اور ہم سے بڑی بڑی اُمیدین لگائے ہوئے ہے، مگر ہم ایسے موقعہ پر کیا کرسکتے ہین، اس لئے کانگرس کی یہ موقوفی ہر حال بہتر ہے"۔

غرضکہ کانگرس برخاست ہوگئی اور امیر نے جنرل گورو سے گفتگو شروع کی، مگر اُس نے اپنے مطالبات سے ایک انچ بھی ہٹنا منظور نہ کیا، جس پر امیر نے سب سے پہلے فوجون کو بلا کسی انتظام وترتیب کے منتشر کردیا، اور مجدل عنجر کی قلعہ بند گھاٹی کو خصوصیت کے ساتھ خالی کردیا، حالانکہ وہی فرانسیسی فوج کی اوجھل گھاٹی تھی اور اُسی کے ذریعہ سے اُسے روکا جاسکتا تھا، اس کارروائی سے

دمشق میں سخت ہیجان رونما ہوا، ہر طرف شورش برپا ہو گئی، اور لوگوں نے امیر فیصل اور اس کے باپ کو علانیہ خائن کہنا شروع کیا اور اس کے قتل کے درپے ہوئے، جس پر امیر نے فوج سے کام لیا اور مشین گنوں سے شورش فرو کر دی، اس ہنگامہ میں بہت سے آدمی مقتول و مجروح ہوئے۔

اس کے بعد امیر فیصل اور اس کی گورمنٹ نے فرانسیسیوں کے تمام مطالبات منظور کر لئے، اور اس طرح شامی کانگرس کے مذکورہ بالا اعلان کی رو سے اپنے کو معزول کر لیا۔ ادھر جنرل گورو نے اپنی فوجوں کو آگے بڑھانا شروع کیا۔ اور امیر کے احتجاج پر کہا کہ چونکہ الٹی میٹم کا جواب وقت گزر جانے کے بعد پہنچا ہے اس لئے دمشق پر قبضہ کر لینا ضروری ہے۔

فیصل اور اس کے وزرا کو جب یہ معلوم ہوا کہ مطالبات کے منظور کر لینے کے بعد بھی فرانس انھیں چھوڑنے والا نہیں ہے تو وہ سخت پریشان ہوئے، کیونکہ یہ حرکت انھوں نے اس خیال میں کی تھی کہ فرانس کی غلامانہ حکمبرداری کے ماتحت عیش سے رہیں گے اور دمشق میں حکومت کریں گے، لیکن جب یہ منصوبے خاک میں مل گئے، تو لگے مدافعت کی تیاریاں کرنے، چنانچہ بقیہ فوج کو منتشر ہونے سے روک دیا گیا اور تمام خان میسلون میں غیر منظم چھوٹی سی فوج فرانس کی یلغار کے روکنے کو کھڑی ہوئی، لیکن اب اُسے کون روک سکتا تھا، چند گھنٹوں میں اُس نے شامی فوج کی دھجیاں اڑا دیں اور ہوائی جہازوں نے اُسے تتر بتر کر دیا۔

۲۲ جولائی کو امیر فیصل وزارت جنگ میں گیا، متطوع فوج میں تقریر کی اور اُسے جہاد کے لئے اکسایا، پھر اسی وقت اُس نے تمام سربرآوردہ آدمیوں اور سیاسی جماعتوں کے لیڈروں کو جمع کر کے اعلان کیا کہ اُس نے باضابطہ اعلان جنگ کر دیا ہے اور سرکاری اخبار میں شایع کرا دیا ہے، پھر نماز جمعہ جامع اموی میں ادا کی اور منبر پر سے حاضرین کو خطبہ دیا اور جہاد کی دعوت دی۔ لوگوں نے اس دعوت کو لبیک کہا، مگر اب اتنا وقت کہاں باقی تھا کہ نئی فوج طیار کی جاتی۔

جمعہ کی شام کو فیصل مقام "ہامہ" گیا اور اُسے اپنا جنگی مرکز قرار دیا، لیکن دوسری طرف اپنا ذاتی مال و اسباب اور سرکاری کاغذات "درعا" کو روانہ کر دئے، سنیچر کی شام کو وہ مع اپنے وزرا اور مصاحبوں کے "کسوۃ" کے اسٹیشن کو روانہ ہو گیا، اور پھر وہاں سے اُس نے اپنے مصاحب خاص جمیل بک کو جنرل گورو کے پاس بھیجا تاکہ دمشق میں فرانسیسی فوج کے داخل ہونے کی تفصیل کے متعلق بات چیت ہو جائے، چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد وہ فرمان دشاد ابن سمیوکوں کے ساتھ موٹر کار میں واپس آگیا۔

اتوار (۲۵ جولائی) کے دن فیصل کے سپہ سالار نوری پاشا سعید سے میری ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ آج رات کو ۹ بجے امیر فرانسیسی دمشق میں داخل ہوں گے، اور امیر ۱۰ بجے آئے گا لیکن وہ اتوار کے بجائے دوشنبہ کی رات میں دمشق پہنچا، اور فرانس کے طرفداروں کی وزارت مرتب کی جس کا صدر علاء الدین بک دروبی تھا۔ دوشنبہ کی صبح کو نوری پاشا نے مجھے خبر دی کہ جنرل گورو نے اس وزارت کو تو تسلیم کر لیا ہے، لیکن امیر فیصل کو بادشاہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے، سہ شنبہ کے روز جنرل گورو نے امیر فیصل کی آخری اُمیدوں کا بھی خاتمہ کر دیا، اور اُسے ہدایت کی کہ آج نصف شب سے پہلے ہی وہ شام سے نکل جائے، اُسی وقت میں نے اُس سے ملاقات کی تو اُسے متین اور سنجیدہ پایا، پھر وہ ۱۱ بجے شب کو اسپشل ٹرین کے ذریعہ سے اپنے ہمراہیوں سمیت "درعا" روانہ ہو گیا اور اس طرح یہ دردناک داستان ختم ہو گئی۔

مسئلہ عرب کا آخری دور

چونکہ برطانیہ اِس وقت بے شمار اقتصادی و سیاسی مشکلات میں اُلجھا ہوا ہے، اس لئے اس نے مجبوراً جزیرۂ عرب کو اس کے امرا کے قبضہ میں عارضی طور پر چھوڑ دیا ہے، اور اُس پر بتدریج کامل اور بلاواسطہ قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لئے اُس نے شریف مکہ اور اس کے بیٹوں کو کام میں لینا چاہا ہے، اور شام، عراق اور فلسطین میں انھیں بارسوخ کر رہا ہے۔

اس عارضی کارروائی سے برطانیہ کا مقصود یہ ہے کہ (۱) عربی ممالک اُس وقت تک اُسکے زیر اثر ہیں، جب تک وہ ان پر بلاواسطہ تھوڑے خرچ سے قابض نہ ہو سکے۔ (۲) اردن سے اُس پار کے عرب شورش نہ کر سکیں، اور فلسطین کی یہودی نوآبادی پر ضرب نہ لگا سکیں۔ (۳) عراق پوری طرح مطیع ہو جائے۔ اور اس کی جدید حکومت ترکوں اور ان کے اتحادی مشرقی مسلمانوں اور بالشویکوں کو روکا جائے، اگر وہ انگریزی ملک گیری کے برخلاف اٹھیں اور عربی ممالک سے برطانیہ کو خارج کرنا چاہیں۔

ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آخر مرتبہ فیصل کے لندن جانے کے بعد انگریزوں نے اس کے باپ شریف حسین کی ماہوار تنخواہ پھر جاری کر دی ہے، اور اس کی مقدار ۱۸ یا ۲۰ ہزار پونڈ ہے۔

مسٹر چرچل مصر میں۔ گزشتہ مارچ میں مسٹر چرچل وزیر نوآبادیات مصر آئے تھے، یہاں انھوں نے انگریزی عراقی وفد سے طویل ملاقات کی، اور پھر وہ فلسطین گئے، اور وہاں اعلان کیا کہ انگریزی سلطنت یہاں ہمیشہ باقی رہے گی، اور مسٹر بالفور کے حسب وعدہ یہودی نوآبادی قائم کی جائیگی نیز فیصل کے بھائی عبداللہ کو اردن کے مشرق کا علاقہ مرحمت کیا اور اتنی بری و ہوائی طاقت دی کہ وہ عرب قبائل کا سر کچل سکے، اور اس ریلوے کی حفاظت کر سکے جو فلسطین سے عراق تک جانے والی ہے، نیز حیفا کی بندرگاہ جنگی کا حصہ ہے ... [illegible] ... ہزار پونڈ کا ہوگا۔ (المنار)

مسئلہ عرب و شام کی یہ آخری قسط تھی جسے ہم نے بالاختصار درج کر دیا۔ اس کے تینوں نمبر نہایت اہم ہیں، کیونکہ اس کے لکھنے والے علامہ سید محمد رشید رضا اُن تمام واقعات میں خود شریک رہے ہیں، بلکہ عربی تحریک کے نہایت قدیم رکن ہیں، اور شامی کانگرس کے صدر رہے ہیں جس نے شام کی آزادی کا اعلان کیا تھا۔ علامہ موصوف نے جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت معتبر و مدلل ہے، اور اُس سے برطانیہ، فرانس، شریف مکہ اور اس کے بیٹوں کی قلعی پورے طور پر کھل جاتی ہے، ممکن ہے کہ آئندہ ہم ان مضامین پر بحث کریں + (پیغام)

(بقیہ صفحہ ۷)

صرف یہی نہیں بلکہ اس کے بعد کچھ اور بھی فرمایا ہے، اور وہ وہی ہے جس پر عمل کرنا گورنمنٹ کے نزدیک بغاوت ہے اور جس پر عمل کرنے کی وجہ سے رہنمایانِ ملک کو قیدخانہ میں ڈالا گیا ہے، یعنی اس حکم کی تبلیغ و اشاعت اور اُسے ہر کلمہ گو تک پہنچا دینے کی ہدایت کی گئی ہے، جو ہر شخص پر واجب ہے اور قیامت تک واجب رہے گی۔ الفاظ نبوی یہ ہیں: "اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ" خبردار، خبردار! جنھوں نے یہ بات سُنی ہے، دوسروں تک ضرور پہنچا دیں! پھر آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر فرمایا: "اَللّٰهُمَّ قَدْ بَلَّغْتُ" یا الٰہی میں نے تبلیغ کر دی! + (باقی دارد)

"دارالخلافہ مین اتحادی سپہ سالار کا اعلان"

خلیفۃ المسلمین کی خودمختاری کی حقیقت

ذیل مین وہ اعلان درج کیا جاتا ہے جو اتحادی افواج کے سپہ سالار نے ایک نام نہاد سازش" دلیس کا فکا سیہ وا اخبارات مین ہو چکا ہے اُسکے ظاہر ہونے کے بعد قسطنطنیہ مین شایع کیا ہے، جس سے معلوم ہو سکیگا کہ خلیفۃ المسلمین اور اُن کی حکومت اپنے پایۂ تخت مین کہانتک آزاد و مختار ہین (پیغام)

"اتحادی افواج کے سپہ سالار کو یہ اعلان سخت افسوس کے ساتھ کرنا پڑتا ہے کہ یہان پایۂ تخت مین شریرون کی ایک جماعت نے ایک انجمن قایم کی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ اتحادی افواج کے اطمینان فراغت مین خلل ڈالین اور انھین پریشان کرین اور اس کے لئے انھون نے حسب ذیل تدابیر اختیار کرنا چاہی تھین:-

(الف) قسطنطنیہ مین بغاوت برپا کی جائے

(ب) اُن آلات جنگ و ذخائر کو چھینا جائے جو عثمانیون نے اتحادیون کے حوالہ کردئے ہین، اور جو اس وقت اتحادی افواج کے قبضہ و تصرف مین ہین۔

(ج) بادشاہ انگلستان و شہنشاہ ہندوستان" کی فوجون مین باہم نفرت و عداوت پیدا کیجائے

(د) اتحادیون کے اُن اعلیٰ جنگی افسرون کو قتل کردیا جائے جو بڑے بڑے عہدون پر کام کررہے ہین

اتحاد افواج کے سپہ سالار کو اس انجمن کا سراغ لگ گیا ہے اور اس کے ممبرون کی فہرست بھی مل گئی ہے جسے باب عالی کے حوالہ کردیا گیا ہے، سپہ سالار باب عالی کا فرض سمجھتا ہے کہ وہ ان اشخاص کو دس دن کے اندر گرفتار کر کے اس کے سپرد کردے، جن کا مقدمہ اتحادی کمیشن کے سامنے پیش ہوگا، اور وہی فیصلہ کرے گا۔

عام باشندون کے لئے صلح کی اتنی تاخیر سخت تکلیف دہ ہے، جسے اتحادیون نے حتی الامکان قسطنطنیہ کے باشندون کے لئے کم کرنے کی کوشش کی، انھین پوری طرح آزاد" چھوڑدیا کہ اپنے روزانہ کے کامون مین جس طرح چاہین مشغول رہین، لیکن اس شرط سے کہ" کامل طور پر خاموش و پرسکون رہین" نیز اس کی بھی اجازت دیدی کہ سیر و تفریح اور کھیل تماشون سے لطف اندوز ہون۔ اتحادیون نے وہ نہین کیا جو عموماً ایسے ملکون مین کیا جاتا ہے جو فوجی قبضہ مین آجاتے ہین، چنانچہ نہ تو لوگون کی آمد و رفت پر قیود عائد کی گئین، نہ گھرون سے باہر رہنے کے گھنٹے مقرر کئے گئے، نہ سیر و تفریح کے مقامات کی حدبندی کردی گئی، اور نہ اس پر مجبور کیا گیا کہ وہ پولیس کو اپنی نقل و حرکت کی لازمی طور پر اطلاع دین۔ اور جنگی قوانین (مارشل لا) کے تمام احکام کی پوری پوری تعمیل کرین۔

اب تک ہمارا طرز عمل باشندگان قسطنطنیہ کے ساتھ یہ تھا، رہا آئندہ کا سوال، تو اس کا جواب خود باشندون کے طرز عمل پر موقوف ہے، جن کے پیش نظر ہمیشہ یہ بات رہنی چاہئے کہ اتحادی طاقتین شر و فساد کو ناپسند کرتی ہین، اور سکون و خاموشی کی طلبگار ہین، اور اس انجمن جیسی تمام انجمنون کا سراغ لگانا چاہتی ہین جو اتحادیون کے اطمینان مین مخل ہونا چاہتی تھی اور [illegible] کوئی جامہ پہنانے سے صرف ایک روز پہلے چل گیا۔

بنابرین اتحادیون کا سپہ سالار عام اعلان کرتا ہے کہ سردست جن تدابیر کے اختیار کرنے پر وہ مجبور ہوا ہے، وہ خود باشندون کے خراب طرز عمل اور اتحادیون کی ہمدردی کے ساتھ بدسلوکی کرنے کا نتیجہ ہین۔ لہٰذا وہ اعلان کرتا ہے کہ آئندہ اس قسم کی انجمنون کے نہ قایم ہونے کی ذمہ داری خود باشندون کے سر پر ہے، سپہ سالار کو عثمانی عہدہ دارون اور اہل کارون کی ذات پر بھروسہ ہے اور جب اُسے باشندون کی نیک نیتی کا یقین ہو جائے گا تو وہ اُن کے آرام کے مہیا کرنے کے لئے پوری سعی کریگا ورنہ مجبور ہوگا کہ اُن کامل اختیارات سے کام لے جو اُسے حاصل ہین!

(العدل قسطنطنیہ ۱۲ محرم ۱۳۴۰ھ)

باطوم کا الحاق اسلامی حکومت سے

اسلامی حکومت" اچارا" کے ساتھ شہر باطوم کا الحاق سرکاری طور پر ہو گیا ہے، اور روس کی سوویٹ گورنمنٹ نے بھی اسے قبول کرلیا ہے، اس الحاق کی خوشی مین تمام شہر مین عثمانی جھنڈے اڑائے گئے۔ (العدل)

۶ محرم کو جامع ایا صوفیہ مین مجاہدین اناطولیہ کی فتح و نصرت کے لئے دعائین مانگی گئین ہزارہا مسلمانون کا اجتماع تھا، خود ولی عہد سلطنت عبدالمجید آفندی اور شہزادہ عمر حلمی آفندی بھی موجود تھے اور عوام کی صفون مین بلا کسی امتیاز کے بیٹھے ہوئے تھے (العدل)

قفقازی مجاہدین اناطولیہ جارہے ہین

امیر شامل تین ہزار داغستانی سوارون کے ساتھ سیواس پہنچ گئے ہین، اور انگورہ جارہے ہین انھین کے پانچ ہزار سوار قارص ہوتے ہوئے اناطولیہ جارہے ہین۔ (العدل)

عزت پاشا کا بیان

ریوٹر کی تاربرقیون مین عزت پاشا کی صلح کے متعلق جو گفتگو شایع ہوئی ہے، وہ غلط ہے، ذیل مین ہم اٹالین برقی ایجنسی سے اُس کا صحیح ترجمہ درج کرتے ہین (پیغام)

ٹریلیشیا۔ اٹالین اخبار" بیکولا" کے نامہ نگار نے عزت پاشا سابق وزیر اعظم و حال وزیر خارجیہ سے ملاقات کی، آپنے فرمایا" یہ محض غلط افواہ ہے کہ ٹرکی جنگ مین اتحادیون کی مداخلت چاہتا ہے، ٹرکی صرف یہ چاہتا ہے کہ اپنے حدود ملک مین آزاد رہے، جیسا کہ پریسیڈنٹ ولسن کے اصول مین ہے۔ درسیلز کا معاہدہ ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ چیتھڑہ ہے، کیونکہ نہایت سخت غلطیون اور ناانصافیون سے لبریز ہے۔ یونانی اس چیتھڑہ کو اور بھی زیادہ گندہ بنارہے ہین، اور ملک گیری کی ہوس مین اُس سے بھی زیادہ لینا چاہتے ہین۔ جتنا انھین اس معاہدہ مین دیا گیا۔

بیشک جب صلح مکمل ہوجائیگی تو ٹرکی یورپ سے اقتصادی اعانت طلب کرے گا۔ کیونکہ اس کے سامنے بڑی بڑی اسکیمین ہین۔ انھون نے کہا کہ انگورہ اور قسطنطنیہ کے مابین سرکاری نہین بلکہ [illegible] تعلقات ہین انھون نے اٹلی کی تعریف کی کہ وہ غیر جانبداری کا احترام کرتی ہے اور یونانی جنگی جہازون کی قسطنطنیہ کے سامنے موجودگی کے متعلق کہا" ان کی موجودگی کی وجہ ٹرکی نہین بتا سکتا!" (الاخبار)

آزادی قریب ہے!

۳۰- دسمبر ۱۹۲۱ء کو یاد رکھو !!

پیغام
ہفتہ وار

قیمت سالانہ چھ روپیہ (ستے) ششماہی تین روپیہ آٹھ آنہ (ستے)

ہر جمعہ کو شائع ہوگا

شرائط ایجنسی

۱۔ کوئی بغیر فروخت شدہ پرچہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ ۲۔ کمیشن ساڑھے بارہ روپیہ فی صدی دیا جائے گا۔ ۳۔ حساب ہر ماہ کے آخر میں کیا جائے گا، جو آئندہ ہفتہ کے اندر وصول ہونا چاہیئے، ورنہ پرچہ بند کر دیا جائے گا۔ ۴۔ کسی ایجنٹ کے نام دس سے کم اخبار روانہ نہیں کئے جائیں گے۔ ۵۔ کوئی ایجنٹ فی پرچہ دو آنہ سے زیادہ میں نہ فروخت کر سکے گا۔ ۶۔ ایجنٹوں سے ہر دس پرچوں کے لئے سات روپیہ پیشگی بطور ضمانت لئے جائیں گے، جس کے بغیر اخبار کسی حالت میں روانہ نہیں کیا جائے گا۔ ۷۔ پرچہ بھیجنے کا خرچ دفتر کے ذمہ ہے اور منی آرڈر وغیرہ کا خرچ ایجنٹ کے ذمہ۔

نرخنامہ اشتہارات

بحساب	چھ ماہ کے لئے (یعنی ۲۴ دفعہ)	تین ماہ کے لئے (یعنی ۱۲ دفعہ)	ایک مہینہ کے لئے (یعنی ۴ دفعہ)	نصف مہینہ کے لئے (یعنی ۲ دفعہ)	ایک دفعہ کے لئے
پورا صفحہ سائز ½ رائل	۵۰۰	۲۵۰	۸۵	۴۵	۲۵
نصف صفحہ یعنی ایک کالم	۲۶۰	۱۳۵	۴۸	۲۵	۱۳
چوتھائی صفحہ یعنی نصف کالم	۱۳۲	۶۸	۲۵	۱۳	۷
⅛ صفحہ یعنی ¼ کالم	۶۸	۳۵	۱۳	۷	۴
1/16 صفحہ یعنی ایک کالم کی چار سطریں	۳۵	۱۸	۷	۴	۲-۸-۰

شرائط

۱۔ اس کے لئے دفتر مجبور نہیں کہ آپ کی فرمائش کے مطابق آپ کے اشتہار کے لئے جگہ دے سکے۔ البتہ حتی الامکان کوشش کی جائے گی ۲۔ اشتہار کی اجرت ہمیشہ پیشگی لی جائے گی۔ اور کسی حالت میں پیسہ واپس نہ ہوگی ۳۔ منیجر کو اختیار ہے کہ وہ جب چاہے کسی اشتہار کی اشاعت روک دے۔ اس صورت میں بقیہ اجرت کا روپیہ واپس کر دیا جائے گا ۴۔ ہر اس چیز کا جو جوئے کے اقسام میں داخل ہو، تمام فحش امراض کی ادویات کا اور وہ ہر اشتہار جس کی اشاعت سے پبلک کے اخلاقی و مالی نقصان کا ادنیٰ شبہ بھی دفتر کو پیدا ہو کسی حالت میں شائع نہیں کیا جائے گا۔

جملہ خط و کتابت منیجر پیغام دفتر البلاغ پریس نمبر ۵ سکر ریپن لین کلکتہ کے نام ہونی چاہیئے

فضل الدین احمد مرزا پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے البلاغ پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہوس نمبر ۵ سکر ریپن لین کلکتہ میں چھپا اور شائع ہوا

هٰذا بلاغ للنّاس

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶ؔ
ششماہی ۰ ۰ ۳ؔ
ممالک غیر سے سالانہ للعہ

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام بھیجے جائیں اور عام خط و کتابت و ارسال زر مینجر کے نام

قیمت فی پرچہ دو آنہ ۲؍
جس مین بالالتزام مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی رہینگی
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۶ | جمعہ ۲۸- اکتوبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۲۵ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۰ ہجری | جلد ۱

یَا قَوْمَنَا اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ

انگورہ فنڈ

یعنے

خزینۂ اعانۂ دولت اسلامیۂ انگورہ و مجاہدین اسلام

کا افتتاح

حضرۃ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت مین براہ راست

مسلمانانِ ہند کی پیشکش

کم از کم پچاس لاکھ روپیہ آخر دسمبر تک فراہم ہونا چاہیئے

جس راہ مین جان تک قربان کردینی تھی، اس کے لئے صرف روپیہ کی قربانی!

آج مسلمانانِ ہند کے لئے سب سے بڑی خدمتِ انسانی، سب سے بڑی نیکی، سب سے بڑی مذہبی عبادت، سب سے زیادہ اجر و ثواب کی خیرات، سب سے بہتر زکوٰۃ کا مصرف، قومی عزت کا ذریعہ، خدا کی رضامندی و محبت کا وسیلہ یہ ہے کہ اُن جانفروشانِ اسلام کی خدمت و اعانت کے لئے اپنا مال قربان کرین جو تمام کرۂ ارضی مین تن تنہا اسلام کے لئے اپنی جانین قربان کررہے ہین۔ اگر ہم اتنا بھی نہین کرسکتے تو ہمارے دعویٰ اسلام پر ہزار ... ! مرکزی خلافت کمیٹی نے روپیہ انگورہ بھیجنے کا قابلِ اطمینان انتظام کرلیا ہے۔ روپیہ براہ راست جائے گا۔ دس دس ہزار پاونڈ کی قسطین برابر روانہ ہوتی رہین گی، روپیہ براہ راست مرکزی دفتر مین بھیجا جائے یا مقامی خلافت کمیٹی کے حوالے کیا جائے"۔

چند قابل لحاظ باتیں

لوگوں کی عام حالت تو یہ ہے کہ لہو و لعب اور غیر ضروری مشاغل میں بیدریغ دولت لٹاتے ہیں، لیکن جب کسی قومی و ملّی کام کی طرف قدم اٹھاتے ہیں تو تاجرانہ حیثیت سے تمام پہلوؤں پر نظر ڈالتے اور مول تول اور بھاؤ کرنے لگتے ہیں۔ "پیغام" جب سے جاری ہوا ہے روزانہ صدہا غیر ضروری خطوط چلے آرہے ہیں، کوئی صاحب لکھتے ہیں کہ تین ماہ کے لئے پرچہ جاری کر دیجئے۔ حالانکہ اگر ایسا منظور ہوتا تو سالانہ و ششماہی کے ساتھ سہ ماہی چندہ بھی پیشانی کے صفحہ پر درج کر دیا جاتا۔ کوئی صاحب اصرار کرتے ہیں کہ قیمت میں رعایت کر دیجئے، کسی کا مطالبہ نمونہ کے پرچہ کے لئے ہوتا ہے۔ بعض ایجنٹ صاحبان کمیشن کے اضافہ کے لئے پریشان کر رہے ہیں، اور بعض دوسرے لوگ بے معنی باتیں دریافت کرتے ہیں۔ لہٰذا معلوم ہو جانا چاہئے کہ:-

(۱) نہ تو پرچہ تین ماہ کے لئے جاری ہوگا۔

(۲) نہ نمونہ کے نام سے جائے گا۔

(۳) نہ قیمت میں رعایت ہوگی۔

(۴) نہ کمیشن میں اضافہ کیا جائے گا۔

(۵) اور نہ غیر ضروری خطوط کے جواب دینے پر دفتر مجبور ہے۔

(منیجر پیغام)

امریکہ نے ترکوں کو ہتھیار دینے کی اجازت دی

انگورہ کا ایک تار مظہر ہے کہ امریکن وزیر خارجہ نے امریکن کمپنیوں کو عام اجازت دیدی ہے کہ وہ قوم پرستوں کے ہاتھ ہتھیار اور سامان جنگ آزادی سے فروخت کر سکتی ہیں۔ (العدل)

انگورہ کا سرکاری پیغام

۱۶ ارمحرم۔ ہماری فوجیں نہایت مستعدی اور سرعت سے دشمن کا تعاقب کر رہی ہیں ہزارہا مقتول جو میدانوں میں بلا کفن دفن کے پڑے ہوئے ہیں، اور بے شمار قیدی جو ہمارے ہاتھ لگے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے نقصانات تصور سے بھی زائد ہیں، شکست خوردہ دشمن اپنی واپسی میں تمام آبادیاں جلاتا چلا جا رہا ہے، صرف یہی نہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی پوری آبادی بھی مع عورتوں اور بچوں کے اپنے ساتھ ہانک لے گیا ہے، اور نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہے! "العدل"

دو لاکھ یونانی مقتول ہوئے!

اخبار ڈیلی میل لکھتا ہے کہ سکاریہ کے معرکہ میں دو لاکھ یونانی قتل ہوئے ہیں، زخمی، اور بیماریوں کے شکار ہونے والے ان کے علاوہ ہیں۔ (ز م)

حکومت انگورہ کا جنگی بیڑہ

یونانی اخبار گریکس نے یہ خبر شایع کی ہے کہ یوزباشی عثمان بک پرنسپل بحری کالج انگورہ، چند دوسرے افسروں کے ساتھ اوڈیسہ روانہ ہو گئے ہیں، تاکہ اس روسی بیڑہ کا چارج لیں جو حکومت انگورہ نے خرید لیا ہے۔ اس بیڑہ میں تین عظیم الشان جنگی جہاز ہیں اور تین آبدوز کشتیاں ہیں۔

(العدل) ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ قوم پرستوں نے یہ جنگی بیڑہ خرید لیا ہے، نیز ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ چار روسی تباہ کن کشتیاں اب سے پہلے حکومت انگورہ خرید چکی ہے، اس طرح یہ سب ملکر یونان کی بحری طاقت سے زیادہ ہو جائے گی، اور اس وقت یونان کو اپنی جرأت کی سمندر میں بھی اچھی طرح سزا مل جائے گی۔ (واسطہ)

جنگ اناطولیہ کے متعلق
یونانی اخبار کیا کہتے ہیں

تازہ مصری ڈاک میں جنگ اناطولیہ کے متعلق یونانی اخبارات کے بعض مضامین کے ترجمے ہم تک موصول ہوئے ہیں، جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ (پیغام)

قسطنطنیہ کا متعصب یونانی اخبار "پرودوس" لکھتا ہے:- "آج تک ہمارے پاس سرکاری اطلاعات نہیں پہنچی ہیں جن سے معلوم ہوا کہ مغربی سکاریہ سے پیچھے ہٹنے کے بعد یونانی فوج کی پوزیشن کیا ہوئی ہے، لیکن اس میں کلام نہیں کہ مصطفیٰ کمال پاشا نے ہماری شکست خوردہ فوج خصوصاً اس کے میمنہ پر ایسی سخت ضرب لگائی ہے کہ جس کی تلافی ناممکن ہے۔ جنگ کا نتیجہ ہماری امیدوں کے برخلاف نکلا، اور سرکاری وغیر سرکاری حلقے جو کچھ کہا کرتے تھے اس کے بالکل برعکس صورت حال ظاہر ہوئی۔ تاہم اب تک مجموعی طور پر جنگ کے دونوں پلے برابر ہیں اور کسی فریق کو بھی کامل فتح حاصل نہیں ہوئی ہے، لیکن اس سے ہمیں کوئی تسلی نہیں ہو سکتی، کیونکہ انگورہ کی فتح ہمیشہ کے لئے خواب و خیال ہو گئی، اور دشمن کی طاقت کا اب توڑنا ناممکن سا ہو گیا ہے، اس سے بھی بڑھکر خطرناک یہ ہے کہ موسم سرما میں ہم کوئی جنگی کارروائی نہ کر سکیں گے، لیکن اپنی فوجوں کو مسلح رکھنے، بلکہ اور زیادہ قوی کرنے پر مجبور ہوں گے، کیونکہ ترکوں کے حملے برابر جاری رہیں گے۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ مصطفیٰ کمال پاشا شروع میں کیوں پیچھے ہٹے تھے اور سیدی غازی کے مقام میں باوجود اپنی پوری طاقت کے انھوں نے جنگ کیوں نہیں کی؟ اس وقت ہم نے لکھدیا تھا کہ مصطفیٰ کمال نے پیچھے ہٹنے میں جنگی غلطی کی ہے بلکہ ہم یہاں تک لکھ گئے تھے کہ ان کے پاس کوئی قوت نہیں ہے، اور وہ انگورہ کے دروازوں ہی پر قسمت آزمائی کریں گے، یہ سب ہم نے سرکاری اطلاعات کی بناء پر لکھا تھا لیکن اب حقیقت حال ظاہر ہو گئی اور صاف معلوم ہو گیا کہ مصطفیٰ کمال کے پاس کتنی فوج ہے، اور وہ کیسے ماہر سپہ سالار ہیں۔ (الاخبار)

یونانی اخبار "گریکس" لکھتا ہے "یونانی سپہ سالار کو خیال تھا کہ قوم پرست بالکل کمزور ہو گئے ہیں، اور ان کے پاس نہ تو فوج ہے اور نہ سامان جنگ، اسی زعم باطل کی بناء پر وہ آنکھیں بند کرکے آگے بڑھتا چلا گیا، جس کا نتیجہ وہی ہوا جو ایسے اندھے سپہ سالار کی ایسی اندھی حرکت کا ہونا چاہئے تھا، قوم پرستوں کی اس فتح نے شاہ قسطنطین کی تمام امیدوں پر بجلی گرا دی ہے، یونان کی عام رائے اس کے خلاف ہے، اور اس کی تمام کوششوں کو ملک کے لئے برباد کن خیال کرتی ہے۔ الخ تمام

مصائب کی ذمہ داری بادشاہ اور اس کے وزراء وارکان حرب پر ہے، اور ضرور ہے کہ ان سے یونانی قوم جواب طلب کرے۔ (الاخبار)

جنرل لوڈنراف کی تصریحات

اخبار "ٹائمز" کے نامہ نگار نے جرمنی کے مشہور سپہ سالار جنرل لوڈنراف سے حسب ذیل گفتگو کی ہے:۔

نامہ نگار۔ آپ کو ساری دنیا یہ خیال کرتی ہے کہ آپ ہی یورپ میں سب سے بڑی شخصیت کے آدمی ہیں، اور ایک زبردست خفیہ فوج طیار کر رہے ہین تاکہ اتحادیون خصوصاً فرانس سے انتقام لیں۔

جنرل۔ ہر جنگی لیڈر کو سب سے پہلے یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ کون بات ممکن ہے، اور کون ناممکن، جو ایسا نہین کرتا وہ جنگی لیڈر نہین ہوسکتا، اس تمہید کے بعد مین بتانا چاہتا ہون کہ جرمنی مین اتحادیون کے برخلاف ایک عرصہ دراز تک کوئی جنگی کارروائی نہین کی جاسکتی جو لوگ اس کے برخلاف خیال کرتے ہین وہ سخت غلطی پر ہین کیونکہ فرانس کے پاس پورے سازو سامان سے آراستہ فوجین موجود ہین، اور جرمنی کی ادنیٰ حرکت پر اُسے پیس دے سکتی ہین۔ ممکن تھا کہ جرمنی کوئی کروٹ جلد لے سکتا۔ لیکن اُسکے اسلحہ خانون پر اتحادیون کے قبضہ اور جنگی کارخانون کی شکستگی نے اُسے بالکل بے دست کردیا ہے اور اب کسی موثر حرکت کا ہماری طرف سے ظاہر ہونا ناممکن ہوگیا ہے۔ یہ خیال نہایت ہی احمقانہ ہے کہ جرمنی پس پردہ ایک زبردست فوج طیار کر رہا ہے، کیونکہ ایسی فوج بغیر سامانِ جنگ کے کیونکر طیار کی جاسکتی ہے، اور سامانِ جنگ کے لئے کارخانون کا ہونا ضروری ہے، جو ظاہر ہے کہ پوشیدہ نہین رکھے جاسکتے۔ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ دوسری طاقت اپنے سامان سے جرمنی کو طیار کردے گی، تو بھی اتحادیون کے لئے کوئی خطرہ نہین ہوسکتا، اس لئے کہ جون ہی یہان ادنیٰ حرکت بھی ظاہر ہو، وہ اپنی مستعد فوجون سے ہمین کچل ڈال سکتے ہین۔ رہا میری شخصیت کا مسئلہ تو مین یہان عام شہریون کی طرح زندگی بسر کر رہا ہون۔ اور ہرگز کوئی امتیاز نہین رکھتا۔ **نامہ نگار**۔ آپ کے خیال مین انگلستان، فرانس اور جرمنی کے مابین آئندہ کیسے تعلقات ہون گے؟

جنرل۔ اس وقت تمام یورپ کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان مسئلہ، اس کی اقتصادی ومالی حالت کا ہے۔ جنگ کے بعد یہ حقیقت پورے طور پر واضح ہوگئی ہے کہ یورپ کے تمام ملک ایک دوسرے کے ساتھ اقتصادی زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہین، اور ہرگز کوئی کسی سے مستغنی نہین ہوسکتا، یہ صورت حال اس وجہ سے رونما ہوئی ہے کہ جنگ کے قبل کچھ ایسے ہی حالات تھے کہ سب ملک باہم مرتبط ہوگئے تھے، اور اس بنا پر اب یہ قطعاً ناممکن ہے کہ یورپ کی کسی ایک ملک کی اقتصادی حالت خراب ہو، اور دوسرے اس سے متاثر نہ ہون۔ پس اب اصلی سوال یہ ہے کہ یورپین اقوام خصوصاً برطانیہ فرانس اور جرمنی، تینون ایک دوسرے کی مددگاری کرین گے، اور یورپ کی اقتصادی حالت کو از سر نو بحال کرنے کے لئے باہم مساوات وخلوص کا سلوک کرین گے، یا نہین! اگر ایسا واقع ہونا محال ہے جیسا کہ میرا خیال ہے، تو پھر یورپ مین تجارت و صنعت وحرفت کا زندہ ہونا بھی محال ہے!

نامہ نگار۔ بالشویزم اور روس کے مستقبل کے متعلق آپ کیا فرماتے ہین؟

جنرل۔ بالشویزم کو مین اس سے کہین زیادہ خطرناک سمجھتا ہون، جتنا عام طور پر لوگ اُسے ظاہر کرتے ہین، کیونکہ میرے خیال مین یہ تمام متمدن اقوام کے لئے سخت خطرہ ہے، اور اب وہ اس لئے اور بھی زیادہ زبردست ہوگیا ہے کہ یورپین طاقتون نے اس کے سدباب کے لئے اب تک کوئی کارروائی نہین کی ہے، بالشویزم سے جنگ کرنا میرے نزدیک اب ناممکن ہوگیا ہے، کیونکہ اول تو اُس نے بہت زیادہ طاقت حاصل کرلی ہے اور دوسرے یہ کہ تمام یورپ اس کے مقابلہ مین متحد ہوکر نہین نکل سکتا ہے اور روس کو بالشویزم سے نجات دینا، اور اس کی اقتصادی حالت کو از سر نو درست کرنا اُس وقت تک قطعاً محال ہے جب تک یورپ کی بڑی بڑی قومین باہم متحد ہوکر زبردست عملی کارروائیان نہ کرین۔

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد بھونڈی مین

مسٹر معظم علی بمبئی سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہین:۔

کل شب کو مولانا ابوالکلام آزاد موضع بھونڈی کے باشندون کے اصرار پر وہان تشریف لے گئے۔ کیونکہ یہ لوگ مہینون سے باصرار مولانا کو بلا رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی مشغولیت کے سبب سے نہ جا سکتے تھے۔ تقریباً پندرہ ہزار آدمی اس جلسہ مین شریک تھے۔ غیر معمولی جوش وخروش پیدا تھا۔ لوگ مولانا کے بہت ہی مشتاق تھے۔ یہان پچھلے کئی روز سے لوگ برابر جمع ہو رہے تھے تاکہ وہ مولانا کی تقریر سن سکین بعض لوگ تو دور دور سے پیدل بھی آئے تھے۔ حتیٰ کہ بعض آدمی پچاس میل کا پیدل سفر کرکے جلسہ مین شریک ہوئے۔ مولانا نے لوگون سے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی۔ کہ وہ خالص کھدر کے کپڑے پہنین۔ جس کا نمایان اثر پڑا اور تین چار روز تک بھونڈی اور قلیان کے درزیون کو کھدر کے کپڑے سینے سے فرصت نہ ملی۔ یہ منظر نہایت ہی پرمسرت اور دل خوش کن تھا کہ تمام مجمع صاف کھدر کے کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ کیونکہ مولانا کھدر کے کپڑے کے استعمال کو نہایت ضروری سمجھتے ہین اور اس پر برابر زور دیتے رہتے ہین۔ مولانا نے اس جلسہ مین تقریباً دو گھنٹہ تک تقریر کی اور خلافت سوراج، ترک موالات اور سودیشی کے مسایل پر مفصل طور سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ بھونڈی مین زیادہ تر جولاہے رہتے ہین جو غیر ملکی سوت استعمال کرتے ہین۔ مولانا نے ان لوگون سے قسم لی کہ وہ صرف چرخہ کے کتے ہوئے سوت کا کپڑا بنائین گے۔ مولانا نے یہ بھی کہا کہ لوگون کو اس وقت خلافت کا کام کرنے کے سوا اور کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ سودیشی کا رواج دیا جائے۔ اس کے بعد مولانا نے انگورہ کی امداد کے لئے نہایت ہی پرزور اپیل کیا۔ اور بھونڈی کے باشندون نے انگورہ کے لئے مولانا کو گیارہ ہزار روپیہ کی ایک تھیلی پیش کی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

[illegible]

کیا آخری منزل آگئی؟

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد)

ہم نے آخری منزل کا بار بار ذکر کیا ہے۔ وہ ہمارے سفر کا مقصود ہے، طلب و سعی کا مطلوب ہے، جستجو کا سراغ ہے؛ آرزوؤں اور تمناؤں کی امیدگاہ ہے!

وابرح مایکون الشوق یوما
اذا دنت الخیام من الخیام

پھر کیا وہ آگئی؟

اگر واقعی آگئی ہے اور واقعی ملک اس کے استقبال کے لئے طیار ہے، تو ہماری کامیابی بھی آگئی، اور فتح و مراد نے بھی اپنے چہرہ سے نقاب اُلٹ دیا!

یاران! صلائے عام ست، اگر می کنید کارے!

ہم نے اول دن سے اعلان کیا ہے کہ موجودہ جد و جہد کے لئے آخری منزل قید خانہ ہے اس جنگ کی فتح و شکست کا فیصلہ میدانوں میں نہ ہوگا۔ قید خانے کی کوٹھریوں میں ہوگا۔ ہم نے سول نافرمانی یعنی قوانین کی نافرمانی کو بھی پروگرام میں داخل کیا کیونکہ قید خانے تک پہنچنے کی سب سے زیادہ سہل اور سیدھی راہ وہی ہے۔ پھر کیا واقعی قید و بند کا پیام آگیا ہے؟

دو سفر

سفر دو ہیں، ایک سفر اشخاص کا۔ ایک مقصد کا۔ اشخاص کی کامیابی یہ ہے کہ وہ اپنا کام کئے جائیں اور سفر جاری رکھیں کہ اپنے آپ کو مقصد کے لئے قربان کر دیں۔ جب انہوں نے اپنے آپ کو قربان کر دیا، تو ان کا سفر منزل مقصود تک پہنچ گیا، اور وہ کامیاب ہو گئے۔ اب ان کے لئے سوال باقی نہیں رہتا کہ مقصود حاصل ہوا یا نہیں! اس سفر میں سفر سے نہ تھکنا اور نہ رکنا چلتے رہنا ہی سب سے بڑا مقصود ہے۔ اور اس کے جس مسافر نے اس مقصود کو پا لیا۔ اس نے اپنا کام پورا کر دیا یہاں راہ اور منزل، دو نہیں ہیں۔ ایک ہی ہیں:۔

رہ روان را خستگی راہ نیست
عشق ہم راہ ست و ہم خود منزل ست!

باقی رہا مقصد کا سفر، تو بلاشبہ اس کی کامیابی یہ ہے کہ مقصد حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ انسان کا کام نہیں ہے، اجر بخشنا ہے، خدا کا کام ہے جو سورج چمکاتا اور ہریالیاں

[illegible] ہے، آسمان کا سفر [illegible]

ومن آیاته یریکم البرق خوفا وطمعا وینزل من السماء ماء فیحیی به الارض بعد موتها، ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (۲۴)

ہندوستان کا سفر اور آخری منزل

ہندوستان نے بھی سفر شروع کیا، ایک سفر اس کے مقاصد کا ہے، ایک سفر جانباز ان مقاصد کے فرائض کا ہے۔ اور پہلے کی کامیابی دوسرے کی کامیابی پر موقوف ہے۔ طریق عمل یہ قرار پایا کہ جو سفر اس وقت تک چند مسافروں میں محدود تھا اُس کو تمام ملک اپنا شیوہ بنا لے اور سینکڑوں ہزاروں جانباز ایسے پیدا ہو جائیں جو کامل خود فروشی و قربانی کے ساتھ کوچ کر دیں۔ ایمان کی لازوال روح ان کے دلوں میں ہو۔ صبر کی ان تھک اور ناقابل طاقت اُن کے قدموں میں۔ عشق اُن کی رہبری کرے، شوق اُن کا رفیق و دمساز ہو، عزم قدم قدم پر ہمت بڑھائے، اور ہمت آگے بڑھ کر راہ صاف کرے۔ یسعٰی نورھم بین ایدیھم وبایمانھم (الحدید)

عشق تو راہ می برد، شوق تو زادمی دہد!

اور پھر جب آخری منزل آجائے، قید و بند کی پکار ہو اور طوق و زنجیر استقبال کریں۔

جرس فریاد می دارد کہ بربندید محملہا!

تو ایسا ہو کہ ہزاروں قدم اس کے لئے مضطربانہ دوڑیں، ہزاروں ہاتھ اس کی طرف والہانہ بڑھیں، ہزاروں دل اس کی طلب و شوق سے معمور ہو جائیں۔ وہ عیش و نشاط کی پکار ہو، کامرانی و مراد کی بخشش ہو، فتح و اقبال کا نشان ہو۔ ہر انسان اُس کے لئے آرزو مند ہو، ہر دل اُس کے لئے رشک کھائے، اور ہر روح میں اس کے لئے بیقراری سما جائے۔ قید کرنے والے قید کرتے کرتے تھک جائیں، لیکن قید ہونے والے قید ہونے سے نہ اکتائیں، ہتھکڑی پہنانے کے لئے ہاتھ نہ ملیں لیکن ہتھکڑی پہنے والے ہاتھوں کی کمی نہ ہو۔ یہاں تک کہ ہندوستان کے جیل خانوں میں ایک نئی بستی زاہدانِ حق کی آباد ہو جائے اور اُس کی کوٹھریوں اور محنت خانوں میں چوروں اور ڈاکوؤں کے رکھنے کے لئے جگہ باقی نہ رہے۔

آخری منزل کے بعد

جب ملک قربانی اور خود فروشی کا یہ مرحلہ طے کرے گا تو پھر اُس کی طاقت ناقابل تسخیر ہو جائے گی۔ کوئی ہتھیار اُس پر اثر نہ کرے گا، کوئی فوج اُس کو فتح نہ کر سکے گی۔ آسمان کی تمام بجلیاں بھی اگر اُتر آئیں اور سمندر کی تمام موجیں بھی اکٹھی ہو جائیں جب بھی قربانی کی قہرمان طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

انسان کو قید کے نام سے دھمکایا جاتا ہے اور موت کے خوف سے وہ مسخر ہو جاتا ہے لیکن جو انسان خود قید کا آرزو مند اور موت سے بے خوف ہو، اُس کا مقابلہ کس ہتھیار سے کیا جائے؟

بالآخر یا تو گورنمنٹ کو اپنے گھمنڈ کے تخت سے اُترنا پڑے گا اور حق و انصاف کے سامنے جھکنا پڑے گا، یا ہمیشہ کے لئے اس کشتی ہی کو چھوڑ دینا پڑے گا۔

آخری منزل کے لئے تین شرطیں

لیکن اس منزل کا قطع کرنا لفظوں ہی تک محدود نہیں رہ گیا، عمل میں ابھی اتنا آسان نہیں ہے۔ ایک ایسی حرکت کے لئے جو کروڑوں مخلوقات پر مشتمل انسانوں میں پھیلی ہوئی ہو بہت زیادہ کام کی ضرورت ہے، اور جب تک خود ہمارے دلوں کا کام پورا نہ ہو جائے میدان کا کام جاری نہیں ہو سکتا۔

اس کے لئے ضرورت ہے کہ ملک میں کامل قربانی، استقامت اور نظم پیدا ہو جائے۔

قربانی سے مقصود یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں ایسے خود فروش طیار ہو جائیں جو کامل استقلال و یقین کے ساتھ پھانسی کے تختے تک پہنچے ہوں۔

استقامت سے مقصود ہے کہ فقط جذبہ عارضی جوش تک ہی نہ ہو، بلکہ اس میں پوری طرح ٹھہراؤ اور جماؤ پیدا ہو جائے۔ آگ کی طرح بھڑک اٹھے اور بجھائی جائے لیکن پھر دم بدم ہوا کی محتاج رہے۔ خود دلوں میں ہی مستقل رہنے کی استعداد پیدا ہو جائے۔ وہ سمندر کی طرح لبریز ہو جائیں۔ پہاڑ کی طرح خود اپنے سہارے کھڑے ہو جائیں۔ قرآن حکیم نے بتلایا ہے کہ کامیابی اور بے خوفی کے فرشتے صرف انہی پر اترتے ہیں جو خدا پرستی کے اقرار کے ساتھ استقامت کا جذبہ بھی اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں: الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا (حم سجدہ)

نظم سب سے بڑی شرط ہے اور وہ آخری بھی ہے، اور پہلی بھی ہے۔ کائنات کا پورا کارخانہ اسی کی طاقت پر چل رہا ہے۔ مقصود اس سے یہ ہے کہ عمل کا تمام سلسلہ ایک رشتہ میں منسلک ہو جائے، کوئی کڑی اس سے باہر جانے نہ پائے۔ جو راہ قرار دی جائے سب اسی پر گامزن رہیں، اور سارا حلقہ اس انتظام اور یکسانیت کے ساتھ کام کرے گویا سب کے دل اور جذبات ایک ہی سانچے میں ڈھل گئے ہیں۔

سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ نظم لوگوں میں پورا پورا ضبط اور اپنے اوپر قابو رکھنے کا ملکہ پیدا کر دے، اشتعال ان کو ہلا نہ سکے، اور غیظ و غضب ان پر قابو نہ پا سکے۔ وہ وقت پر بھڑک نہ اٹھیں، بے جا جوش میں آکر اپنا کام فراموش نہ کر دیں۔ قید و بند کے یہی معنی ہیں کہ ہم قید ہوں۔ قربانی و خود فروشی کے یہی معنی ہیں کہ ہم ہر طرح کی تکلیف اور نقصان برداشت کریں۔ پس اگر ایسا ہونے لگا تو اچنبھا کیوں ہو؟ غصہ کیوں آئے؟ انتقام کا ارادہ کیوں کریں؟ کیوں بچنا چاہیں؟ اور کیوں دوسروں کو بچائیں؟ پیاسا پانی سے نہیں بھاگتا، اور مفلس نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ دولت ملنے پر لڑنے لگا ہو۔

اگر ہم واقعی راہ حق میں قید ہو جانے کے لئے طیار ہیں اور سچ مچ ہمارے دل کا یقین یہی ہے کہ اس منزل سے ہو کر کامیابی تک پہنچیں گے تو پھر ہمارا مطلوب و مقصود یہی ہونا چاہیئے، اور اگر مقصود کے ملنے کی راہ کھل گئی تو ہمیں خوش ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے کو مبارکباد دینا چاہیئے۔ ایسا کیوں ہو کہ ہم بھاگیں اور بے قابو ہو کر لڑنے پر اتر آئیں؟

یہ شرط سب سے بڑی اور نازک شرط ہے۔ اور اس عمل کی ساری کامیابی اسی پر موقوف ہے۔ اگر یہ طاقت ملک میں پیدا نہ ہوئی تو پھر اس کی قربانی اور استقامت کچھ بھی سود مند نہ ہوگی۔ فوج کتنی ہی بہادر اور جانباز ہو، لیکن اگر اس میں نظم اور اطاعت نہیں ہے تو اس کی شجاعت و جانبازی یقیناً رائیگان جائے گی۔ کم از کم ملک میں بکثرت ایسے کارکن مہیا ہو جانے چاہئیں جو وقت پر لوگوں کے جذبات کو مسخر کر سکیں، اشتعال اور بے راہ روی پر پوری طرح قابو پا لیں۔

ہم اپنی کمزوریوں کا اقرار کرتے رہے ہیں۔ ہم معترف ہیں کہ ملک نے ابھی یہ شرطیں پوری نہیں کی ہیں۔ بلاشبہ قربانی کا ولولہ زندہ ہو گیا ہے۔ لیکن استقامت کا امتحان باقی ہے، اور نظم کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ ہم مطمئن نہ تھے اس لئے آخری منزل کا اعلان نہ کر سکے، اور بار بار ملک سے یہی درخواست کی کہ درمیانی منزلوں کو پہلے کامیابی کے ساتھ طے کر لے۔

گورنمنٹ کی جلدی اور دعوت

لیکن گورنمنٹ نے ایک پیام بھیجا ہے اور ہم نے قبول کر لیا۔ کیونکہ جب حریف کا پیام آجائے تو صرف قبول ہی کیا جا سکتا ہے۔

ہم متامل تھے، اور چاہتے تھے کہ مزید انتظار کریں، لیکن گورنمنٹ انتظار نہ کر سکی۔ اس نے بے صبری کے ساتھ ارادہ کیا کہ تحریک خلافت کے سربرآوردہ کارکنوں کو گرفتار کر کے سزائیں دینا شروع کر دے۔ اس طرح یا تو اچانک برہمی و بد امنی پیدا ہو جائے گی یا لوگوں پر خوف اور ناامیدی چھا جائے گی۔ پہلی صورت میں گورنمنٹ کو موقعہ مل جائیگا کہ ایک مرتبہ اپنی طاقت کی پوری خونریزی اور ہولناکی دکھلا کر تحریک کا ایک ایک رگ ریشہ فنا کر دے۔ دوسری صورت میں تحریک خود بخود شکست کھا جائیگی، اور اس طرح چالیس کروڑ مسلمانان عالم اور تیس کروڑ ہندوستانیوں کی زندگی کا مسئلہ ایک بڑی مدت تک کے لئے ہندوستان میں مدفون ہو جائے گا۔

انسان دور کی فتح مندیاں دیکھ لیتا ہے لیکن قرب کی بدبختی اسے نظر نہیں آتی۔ گورنمنٹ نے یہ دونوں پہلو دیکھ لئے، مگر تیسری راہ اسے دکھائی نہ دی۔ وہ ملک کو پامال کر سکتی تھی یا شکست دے سکتی تھی، لیکن یہ بھول گئی کہ خود بھی شکست کھا سکتی ہے، اور خود بھی پامال ہو سکتی ہے۔

یونانی سپہ سالار کے تمغے مال غنیمت میں

۱۷ ستمبر کو غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے قسطنطنیہ میں برقی اطلاع بھیجی ہے کہ یونانیوں سے جو بے شمار مال غنیمت حاصل ہوا ہے، اس میں ان کے سپہ سالار عام جنرل "پاپولاس" کے پانچ تمغے بھی ہیں، جنھیں ہمارے سپہ سالار نے فوج کو بطور فتح کی یادگار کے دیدیئے ہیں (ر)

سمرنا پر یورش

غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے جنرل غالب پاشا کو سمرنا پر یورش شروع کر دینے کا حکم دیدیا ہے۔ ساتھ ہی نور الدین پاشا کو حکم ملا ہے کہ وہ بروسہ پر یلغار کریں۔ مبصرین جنگ یقین کرتے ہیں اس حرکت سے یونانی ہر سمت سے محصور ہو جائیں گے اور ان کا ایک آدمی بھی صحیح و سالم نہ نکل سکے گا۔

حقیقی جمہوریت

(مقتبس ایک امریکن رسالہ سے)

جب سے انسان کی شخصی، قومی اور سیاسی آزادی سلب کی گئی ہے اور مستبد بادشاہتیں اور حکومتیں قائم ہوئی ہیں، اُس وقت سے وہ برابر اپنے پیدائشی و طبعی حقوق کی واپسی کے لئے کوشاں ہے، اور جمہوریت و استبداد کے مابین ایک مسلسل جنگ جاری ہے، جس میں کبھی ایک فریق کو غلبہ ہوا ہے اور کبھی دوسرے فریق کو۔ جمہوریت کی سب سے بڑی فتح ظہور اسلام کے بعد "خلافت راشدہ" کے قیام کی شکل میں ہوئی، اور اسلامی تعلیم کی بدولت عربوں نے صحیح اور کامل جمہوریت دنیا میں قائم کر دی۔ لیکن افسوس کہ یہ سعادت زیادہ مدت تک قائم نہ رہی اور ۲۵ سال کے بعد پھر استبداد کا دور دورہ ہو گیا۔

یورپ جو صدیوں سے غلامی کر رہا تھا، اٹھارویں صدی کے اواخر میں ذرا بیدار ہوا اور انیسویں صدی میں فرانس نے آزادی کے لئے آواز بلند کی، بادشاہوں اور جمہور کے درمیان سخت کشمکش ہوئی، اور بہت سی قربانیاں کرنے کے بعد بالآخر جمہور نے کامیابی حاصل کی، اور ملک میں مطلق العنان بادشاہت کے بجائے جمہوری حکومت قائم کر لی۔ اسی صدی میں شمالی و جنوبی امریکہ نے بھی جمہوریت اختیار کی، اور اٹلی اور بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی استبداد کے مقابلہ میں کامیاب و ناکامیاب کوششیں ہوئیں۔

بیسویں صدی آئی تو اپنے ہمراہ نئی نئی امیدیں اور بڑی بڑی امنگیں لائی، اور دنیا کے تقریباً تمام ملکوں میں آزادی کے خواب دیکھے جانے لگے، جن میں سے بعض رؤیائے صادقہ ثابت ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں عالمگیر جنگ کا آتش فشاں پہاڑ پھٹا، اور پانچ سال کی بربادیوں اور بے حد خونریزیوں کے بعد جب وہ سرد ہوا، تو جہاں ایک طرف استبداد کو فتح نصیب ہوئی، دوسری طرف جمہوریت بھی فتحیاب ہوئی۔ بظاہر یہ بات لوگوں کو عجیب معلوم ہوگی اور وہ کہیں گے کہ جمہوریت کیونکر فتحیاب ہوئی جبکہ ملک گیری، اور استبداد کی علمبردار اتحادی حکومتیں غالب ہوئی ہیں، اور دنیا بھر پر چھا گئی ہیں! بیشک یہ صحیح ہے، لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ جنگ کے بعد اکثر بادشاہتیں ٹوٹ گئی ہیں اور ان کی جگہ جمہوری حکومتیں قائم ہو گئی ہیں، اور عمومی طور پر اس وقت دنیا جمہوریت کے زیر سایہ آ گئی ہے، اور اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ استبداد مغلوب ہے اور جمہوریت غالب۔

لیکن اس کے تسلیم کر لینے کے بعد بھی یہ سوال باقی رہتا ہے کہ اگر واقعی جمہوریت غالب ہو گئی ہے اور وہ متاع عزیز انسان کو مل گئی ہے جس کے لئے وہ صدیوں سے بے قرار تھا، تو کیا وجہ ہے کہ دنیا اب بھی بے چین ہے اور اُسے اطمینان نصیب نہیں ہوا؟ یہ سوال فی الواقع نہایت اہم ہے، اور بظاہر بہت پیچیدہ معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت بین نظریں اُسے بالکل سلجھا ہوا دیکھ رہی ہیں، اور تمام عقلا اس کا یہی جواب دے رہے ہیں کہ "دنیا ابتک "حقیقی جمہوریت" سے محروم ہے"

ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث پر روشنی ڈالیں۔ سب سے پہلے غور طلب امر یہ ہے کہ "جمہوریت" کے کیا معنی ہیں؟ جب ہمیں اُس کے صحیح صحیح معنی معلوم ہو جائیں گے، یہ بحث بھی صاف ہو جائے گی۔ "جمہوریت" کی جتنی طویل و عریض اور پیچیدہ تعریفیں علمائے سیاست نے کی ہیں، اُن سب سے قطع نظر کر کے اُس کی مختصر تعریف یہ ہے کہ جمہوریت اُس [illegible] حکومت کا نام ہے جو ملک کی آبادی کے اکثر حصہ کی [illegible] سے قائم ہوا ہو، اور جو اُس کے فوائد و منافع کا ذمہ دار ہو"

موجودہ زمانہ میں جتنی جمہوری حکومتیں قائم ہیں، ان میں سے کسی ایک پر بھی یہ تعریف صادق نہیں آتی، کیونکہ نہ تو ملک کی اکثریت نے اُن کو قائم کیا ہے اور نہ اُن کے ذریعہ سے اُسے فائدہ پہنچتا ہے، دنیا کے تمام ممالک میں اکثریت کاشتکاروں اور مزدوری پیشہ لوگوں کی ہے، اور یہی دونوں فریق ہیں جو اس عہد جمہوریت میں بھی قریب قریب ویسے ہی مظلوم ہیں، جیسے کہ عہد استبداد میں تھے، موجودہ نظام جمہوری سے جو کچھ فائدہ ہوا ہے، وہ سرمایہ داروں اور ساہوکاروں کا ہے، انہیں نے اُسے قائم کیا ہے اور وہی اُسے چلا رہے ہیں، پبلک کی اُس میں کوئی زبردست آواز نہیں ہے، اور نہ اُس کے فوائد چنداں محفوظ ہیں، حالانکہ اُس کے قیام کے لئے جتنی قربانیاں بھی کی گئی ہیں، وہ تمامتر پبلک کی طرف سے ہوئی ہیں، اور اُسی نے اپنا خون بہا بہا کر استبداد کو توڑا ہے، مگر افسوس ہے کہ بادشاہوں کے استبداد سے نجات پانے کے بعد اُسے سرمایہ داروں کے استبداد کا شکار ہونا پڑا، جو اکثر حالات میں بادشاہوں سے بھی زیادہ دنیا کے لئے مصیبت ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ باوجود "جمہوریت" کے غلغلہ کے دنیا مضطرب ہے اور موجودہ حالت سے قطعاً غیر مطمئن ہے، اور کیوں نہ ہو جبکہ اُسے کسی طرح کا چین نہیں ملا ہے، اور وہ بدستور سابق نکبت و فلاکت میں گھری ہوئی ہے۔

برسر اقتدار طبقہ الفاظ کا طلسم طیار کر کے پبلک کو مغالطہ دینا اور اپنی خامیاں [illegible] بول کر اُسے خاموش کر دینا چاہتا ہے، معصوم پبلک ہر مرتبہ دھوکہ کھا جاتی ہے، اور جب جب ظلم و استبداد کے مقابلہ میں نام نہاد جمہوریت کا علم بلند کیا جاتا ہے، وہ بے اپنے آلام و مصائب کی دارو سمجھکر اُس کے نیچے جمع ہو جاتی، اور پوری سچائی کے ساتھ سرفروشی کرتی ہے، مگر جب کامیابی کے بعد وہ دیکھتی ہے کہ حکومت کی باگیں بادشاہوں سے نکلکر ساہوکاروں کے ہاتھوں میں آگئی ہیں، کہ جو اُس پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں، تو وہ پھر واویلا، شروع کرتی ہے، کیونکہ اُس کے پہلو میں درد کی ٹیس بدستور موجود رہتی ہے، اور ظلم کا شکنجہ اُس پر سابق کی طرح چڑھا رہتا ہے، حکام اُسے ملامت کرتے ہیں، دھمکاتے ہیں، اُس کا منھ بند کرتے ہیں، اور اُس کے شور و فریاد کو طرح طرح کے مکروہ نام دیتے ہیں۔

دنیا میں اس وقت جتنی بھی "ریپبلکس" یا "جمہوریتیں" قائم ہیں، وہ صحیح معنوں میں جمہوریتیں نہیں ہیں، بلکہ ایک خاص وضع کے نظام حکومت کو یہ نام دیدیا گیا ہے، یہ نظام حکومت ہر شخص کو معلوم ہے کہ یعنی ملک میں انتخاب شدہ لوگوں کی ایک پارلیمنٹ ہوتی ہے، جو حکومت کرتی ہے، اور حکومت کا ایک صدر ہوتا ہے، جو ایک معین زمانہ کے لئے منتخب ہوتا اور محدود اختیارات رکھتا ہے۔ بظاہر یہ صورت نہایت پسندیدہ اور جمہوری معلوم ہوتی ہے کہ حکومت کے تمام کل پرزے ملک کے نمائندے ہوتے ہیں، اور بادشاہ و امرا، کا کوئی اقتدار نہیں ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ حق انتخاب افراد کو نہیں بلکہ ملکیت اور جائداد کو حاصل ہوتا ہے، ہر ملک میں رائے دینے کا حق ناقابل آزادی کی ایک

جاہیں شریت کے اعتبار سے یہی ہے، اور اس طرح غریب لوگوں کی کوئی نمائندگی پارلیمنٹ میں نہیں ہوتی، اور بالعادہ خصوصاً سرمایہ دار حکومت کے مالک ہوجاتے ہین۔

پس دنیا اُس وقت تک مضطرب رہے گی جب تک اُس کی اکثریت کو چین نہ ملے گا اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جبکہ موجودہ مصنوعی نظام جمہوری کے بجائے حقیقی جمہوریت قائم ہوجائے گی۔ ایک امریکن ماہر سیاست نے اس مبحث پر روشنی ڈالتے ہوئے مندرجۂ ذیل شرطین حقیقی جمہوریت کے لئے قرار دی ہین۔ وہ کہتا ہے:۔

(۱) ملک کے تمام باشندون کو حق انتخاب دیا جائے حتیٰ کہ بچے بھی اُس سے محروم نہ رہین، اور اُن کی طرف سے انتخاب اُن کے والدین کیا کرین۔ اسی طرح عورتون کو بھی یہ حق حاصل ہونا چاہیے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ اس حق سے محروم رکھی جائیں کیونکہ اُن مین اور مردون مین کوئی فرق نہین ہے، قدرت نے دونون کو یکسان دماغی و عقلی استعداد دی ہے، اور مردون کی طرح وہ بھی بارہا حکومت پر بیٹھ چکی ہین، اور نہایت کامیابی سے اپنے فرائض انجام دیتی رہی ہین۔ پس اگر ایک عورت کی حکومت و سلطنت جائز ہوسکتی ہے، حق رائے اس نے کیون ناجائز ہوگا؟ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو عورتین اخلاقی حیثیت سے مردون سے افضل نظر آتی ہین، کیونکہ وہ اُن سے زیادہ صابر، صاحب احساس اور ایثار کرنے والی ہوتی ہین، اور جب اُنھین بھی حکومت مین شریک کرلیا جائے گا تو اُن کے اخلاق مردون کے اخلاق سے مل کر ایک معتدل اور زیادہ مصنف حکومت کا موجب ہون گے، ساتھ ہی نظام حکومت جمہوری ہوجائے گا، اور ملک کا ہر ہر فرد اُس مین برابر کا شریک ہوگا۔

(۲) شخصی آزادی محفوظ ہونا چاہیئے کسی شخص پر کوئی قید و بندش نہ ہو، ہر کس و ناکس کو اختیار ہونا چاہیئے کہ جو چاہے کہے، لکھے اور کرے، الا یہ کہ اُس سے غیر کو نقصان پہنچے، اور جب ایسا ہونے لگے تو بلاشبہ اُس پر پابندی عائد ہونا چاہیئے۔ چنانچہ چیچک کے مریض کو حق نہ ہوگا کہ تندرستون سے اختلاط کرے، باپ کو حق نہ ہوگا کہ اولاد کے ساتھ بدسلوکی کرے، اور موٹر کار کے مالک کو حق نہ ہوگا کہ اپنی اولاد سے بخل کرکے موٹر پر روپیہ صرف کرے، بلکہ ایسی حالت مین گورنمنٹ پر فرض ہوگا کہ چیچک کے بیمار کو علیحدہ کردے، باپ کو سزا دے، اور گاڑی کے مالک کو جرمانہ کرے، کیونکہ ان مین سے ہر ایک نے دوسرون پر زیادتی کی ہے۔

(۳) حکومت کے جتنے عہدہ دار ہون سب نہایت لائق اور اہل ہونا چاہیئین، اُن کا انتخاب بھی پبلک کے ہاتھ مین ہونا چاہیئے یعنی نمایندہ پارلیمنٹ اُنھین منتخب کیا کرے۔

(۴) گورنمنٹ پر ایک پیسہ کا بھی قرض نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ قرض جس طرح افراد کے لئے مضر ہوتا ہے اُسی طرح گورنمنٹ کے لئے بھی۔ اُس کی سب سے بڑی مضرت یہ ہے کہ گورنمنٹ مع قوم کے قرض خواہون کے قبضہ مین چلی جاتی ہے اور وہ اُسے اپنی حسب مرضی چلانے لگتے ہین۔ جب گورنمنٹین قرض لینا بند کردین گی تو مالدار مجبور ہون گے کہ اپنے سرمایہ کو کسی مفید کام مین لگائین، اور اس طرح پبلک کو فائدہ پہنچے گا۔

(۵) گورنمنٹ کے قیام اور رفاہ عام کے کامون کے لئے روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے جسے ٹیکسون کے ذریعہ سے حاصل کرنا چاہیئے۔ ٹیکس آمدنی، خرچ، جائداد اور ورثہ کے اعتبار سے ہونا چاہیئین، اور چونکہ چند افراد کے قبضہ مین روپیہ اور جائداد کی زیادتی پوری قوم کے حق مین مضر ہوتی ہے اس لئے جمع شدہ دولت پر بھاری ٹیکس مقرر کرنا چاہیئے، اور کوئی مضائقہ نہین ہے اگر گورنمنٹ میت کے ترکہ مین سے نصف لیلے اور باقی نصف وارثون کے لئے چھوڑ دے، مگر لیکن اگر وارث صرف ایک یا دو ہون تو نصف سے بھی زیادہ گورنمنٹ کو لیلینا چاہیئے۔ کیونکہ اگر قوم کے ہر فرد کی متوسط آمدنی سو پونڈ ہے، اور وارث کو چار سو پونڈ کا ورثہ مل رہا ہے، تو نصف قوم کو واپس دیدینے مین اُس کا کوئی نقصان نہین ہے۔ اسی طرح جس شخص کا خرچ قوم کے متوسط خرچ سے زیادہ ہوجائے، گورنمنٹ کو چاہیئے کہ اُسے اسراف سے روک دے، اور اُس کی زائد از ضرورت ملکیت پر قبضہ کرلے۔ کمپنیون کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کرنا چاہیئے۔

(۶) فوجی انتظام مین بھی تغیر ہونا چاہیئے، سال مین ایک ماہ سپاہیون کو قواعد سکھلائی جائے، اور گیارہ ماہ اُن سے پولیس مین، پیمائش مین، اور محکمۂ صحت مین کام لیا جایا کرے، تاکہ اُن کی سستی دور ہو، اور جنگی مصارف کم ہوجائین۔ اسی طرح جنگی جہازون سے حالت امن مین تجارت ڈاک اور جہاز رانی کا کام لینا چاہیئے۔ اس طرح وہ کروڑون روپیہ بچ جائے گا جو حالت امن مین بلا ضرورت بری اور بحری طاقتون پر ہر ملک مین صرف کیا جارہا ہے۔

(۷) عدالتون کے انتظام مین اصلاح ہونی چاہیئے، موجودہ زمانہ مین انصاف کم ہوتا ہے، اور دولتمندون سے رعایت کی جاتی ہے، اور اگر کوئی نکتہ چینی کرتا ہے تو وہ عدالت کی توہین کے جرم مین ماخوذ ہوجاتا ہے۔

(۹) گورنمنٹ کا فرض ہونا چاہیئے کہ ضعیفون اور لاچارون کی پرورش کرے، اور قوم کے تمام بچون کی تعلیم کا اپنے خرچ سے انتظام کرے۔

(۱۰) مزدورون سے آٹھ گھنٹہ یومیہ سے زائد کام نہ لیا جائے اور اُنھین اتنی مزدوری ملنی چاہیئے جس سے ضروریات زندگی کا انتظام ہوسکے۔

(۱۱) قوم کے تمام افراد کی دولت مین تناسب و مساوات ہونی چاہیئے۔ یہ نہ ہو کہ قومی دولت سمٹ کر چند افراد مین محصور ہوجائے۔

(۱۲) ہر شخص کی ملکیت مین رہنے کے لئے ایک مکان اور سامان رہائش ہونا چاہیئے۔

(۱۳) گورنمنٹ کی نظر مین تمام افراد قوم مساوی ہونے چاہیئین، کسی کو کسی پر فوقیت نہ دی جائے، گورنمنٹ ہر شخص سے اُس کی ضرورت سے زائد روپیہ لیلے، اور ہر شخص کو اُس کی ضرورت بھر کا روپیہ دے، تاکہ کوئی محتاج نہ رہے، اور سب اطمینان کی زندگی بسر کرسکین۔

ان شرطون کے معلوم کرنے کے بعد اندازہ ہوسکتا ہے کہ دنیا حقیقی جمہوریت سے ابتک کتنی دور ہے؟ یہ تو اُن ملکون کی نسبت کہا گیا ہے جو اپنی "رپبلک گورنمنٹون" کی وجہ سے جمہوری کہلاتے ہین، لیکن جو ملک اس رسمی جمہوریت سے محروم ہین اُن کی حالت تو اور بھی ناگفتہ بہ ہے، اور اُن ممالک کا تو نام لینا بھی اس موقع پر گناہ ہے جو اجنبی قومون کے غلام ہین، انھین تو ابتک جمہوریت کی ہوا بھی نہین لگی ہے، اور وہ آزادی کے نام سے بھی آشنا نہین ہوئے ہین۔

طاغیۂ بنی اُمیہ کی عدالت
میں
سعید بن جبیرؓ کا مقدمہ

حجاج بن یوسف الثقفی اپنی سفاکی و خونریزی میں اس قدر مشہور ہے کہ محتاج تعارف نہیں۔ اسلامی تاریخ کے صفحات اس کے خونین واقعات سے سرخ ہیں، اور عراق کی سرزمین اس کی خون آشامیوں سے سیراب ہو چکی ہے۔ اسی نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زندگی کا خاتمہ کر دیا، اسی نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کو مسجد حرام میں شہید کیا، اسی نے خانۂ کعبہ پر منجنیقوں سے [illegible] کی اور اُسے منہدم کیا۔

یہ عبدالملک بن مروان کی طرف سے عراق کا مطلق العنان حاکم تھا، اور چنگیز و ہلاکو کے نقش قدم پر چلتا تھا، عدل و انصاف کو وہ نہ جانتا تھا، بلکہ ورکبر سے اُس کا قلب نا آشنا تھا، ادنیٰ سی ادنیٰ غلطی پر تلوار سے سر قلم کرا دیتا تھا، اور مطلقاً متاثر نہ ہوتا تھا، عراق کے جنگجو عرب اگر کسی سے ڈرتے تھے تو اسی حجاج اور اس کی بے پناہ تلوار سے، بڑے بڑے شجاع اس کے روبرو [illegible] ہوئے لرزتے تھے، اور خود عبدالملک سے اتنا نہ ڈرتے تھے جتنا حجاج سے ڈرتے تھے۔ اس کی خونریزی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ بقول نضر بن شمیل جب حجاج مرا ہے تو ایک لاکھ بیس ہزار آدمی علاوہ لڑائیوں کے قتل کرا چکا تھا۔

بیشک حجاج انتہا درجہ کا ظالم و سفاک اور نہایت دبدبہ کا حاکم تھا، اور سارا عراق اسکے نام سے کانپتا تھا، لیکن کیا حق و اصحاب حق کو بھی وہ مرعوب کر سکا، یا ان کی گردنوں میں اپنی غلامی کا طوق ڈال سکا؟ اس کا جواب تاریخ دے رہی ہے کہ کس جرأت و شجاعت سے علمائے سلف اُس کے روبرو اعلان حق کرتے رہے، اور ایک لمحہ کے لئے بھی جادۂ حق سے منحرف نہ ہوئے!

ذیل میں ہم حضرت سعید بن جبیرؓ مشہور تابعی کا قصہ لکھتے ہیں، جنہیں بغاوت؟ کے جرم میں ماخوذ کیا گیا تھا، اور حکومت کے سپاہی گرفتار کر کے حجاج کے روبرو لائے تھے۔ دونوں میں جو مکالمہ ہوا وہ حسب ذیل ہے:۔

حجاج۔ تیرا نام کیا؟

سعید۔ سعید بن جبیر۔ (جبیر کے معنی ہڈی جوڑنے والے کے ہیں)

حجاج۔ نہیں، بلکہ تو شقی بن کسیر ہے! (بدبخت بیٹا توڑنے والے کا)

سعید۔ یہ نام میری ماں کا رکھا ہوا ہے جو تجھ سے زیادہ اس معاملہ سے واقف تھی!

حجاج۔ تیری ماں بھی بدبخت ہو گئی ہے اور تو بھی بدبخت ہے!

سعید۔ غیب کا علم تیرے علاوہ کسی اور کے پاس ہے!

حجاج۔ اس دنیا کے بجائے میں تجھے شعلوں والی آگ میں پہنچا دوں گا!

سعید۔ اگر مجھے اس کا یقین ہوتا تو میں تجھے معبود بنا کر سجدہ کرتا!

حجاج۔ محمد (صلعم) کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟

سعید۔ آپ رحمۃ للعالمین و امام الہدیٰ تھے۔

حجاج۔ علی (علیہ السلام) کی نسبت تو کیا کہتا ہے وہ جنت میں ہیں یا (معاذ اللہ) دوزخ میں

سعید۔ [illegible]!

حجاج۔ خلفاء کی نسبت کیا خیال ہے؟

سعید۔ میں ان پر داروغہ نہیں بنایا گیا ہوں!

حجاج۔ ان میں تو کسے سب سے زیادہ پسند کرتا ہے؟ (واضح رہے کہ حجاج حضرت امیر علیہ السلام پر تبرا کہتا تھا)

سعید۔ جو اپنے پروردگار کو سب سے زیادہ پسند تھا!

حجاج۔ اپنے پروردگار کو کون سب سے زیادہ پسندیدہ تھا؟

سعید۔ اس کی خبر اس کے پاس ہے جو ان کے دلوں کے بھید سے واقف تھا!

حجاج۔ میں چاہتا ہوں کہ تو سچی بات کہے۔

سعید۔ میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا ہوں۔

حجاج۔ تو کبھی ہنستا کیوں نہیں ہے؟

سعید۔ ایسی مخلوق کیونکر ہنس سکتی ہے، جو مٹی سے بنائی گئی ہے، اور مٹی آگ کا لقمہ ہے!

حجاج۔ پھر ہم کیوں ہنستے ہیں؟

سعید۔ سب کے دل یکساں نہیں بنائے گئے ہیں۔

پھر حجاج نے بہت سا زر و جواہر منگا کر سعید ابن جبیر کے سامنے رکھا اور کہا:۔

حجاج۔ اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

سعید۔ اگر تو نے یہ سب اس لئے جمع کیا ہے کہ روز قیامت کی ہول سے بچے، تو یہ مبارک ہے، ورنہ اُس دن کی ایک مصیبت آدمی کو آدمی سے جدا کر دے گی اور ماں اپنے شیرخوار بچے کو بھول جائے گی! وہ سب عبث ہے جو زینت دنیا کے لئے جمع کیا گیا ہے، اور اچھا وہی ہے، جو طاہر و حلال ہو!

پھر حجاج نے ستار اور بانسریاں بجانے کا حکم دیا اور اس کے متعلق حضرت سعید کی رائے دریافت کی، جس کے جواب میں آپ آبدیدہ ہو گئے، اور آنسو موتی بنکر ان رخساروں پر گرنے لگے جو کثرت عبادت و ذکر الٰہی سے زرد ہو رہے تھے۔

حجاج۔ ستار و بانسری کی مست آواز پر خوش ہونے کے بجائے تو روتا ہے!

سعید۔ نہیں، یہ چیز خوشی نہیں ہے، بلکہ سراسر رنج ہے! بانسری کی آواز نے مجھے صور قیامت یاد دلا دیا، ستار ایک ایسی لکڑی سے بنایا گیا ہے جو ظلماً کاٹی گئی ہے، اور اس کے تار قیامت کے دن اپنے چاہنے والے سے لپٹے ہوئے ہوں گے!

حجاج۔ تیرے لئے اے سعید! ہلاکت ہے!

سعید۔ اُس شخص کے لئے ہلاکت نہیں ہے جو دوزخ سے دور کر کے جنت میں داخل کر دیا جائے گا!

حجاج۔ تو مومن ہے یا کافر؟

سعید۔ جب سے اللہ پر ایمان لایا ہوں، کبھی کفر نہیں کیا!

حجاج۔ اے سعید! تو بتا کہ تجھے کس طریقہ سے قتل کروں؟

سعید۔ اے حجاج! اپنی خبر لے، اور اپنے قتل کے واسطے کوئی طریقہ منتخب کر لے، بخدا جس طرح تو مجھے یہاں قتل کرے گا، آخرت میں اللہ تجھے اُسی طرح قتل کرے گا!

حجاج۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے معاف کر دوں۔

سعید - خود کرم کی درخواست تو لیں اللہ ہی سے ہے، تو کیا چیز ہے! میں نہ تو تیرے سامنے کوئی عذر پیش کرون گا اور نہ اپنی برائت ظاہر کرون گا!

اس پر غضبناک ہو کر اس سنگ دل نے سپاہیون کو حکم دیا کہ "لیجا کر اس کی گردن اُڑا دو" چنانچہ وہ اس مومن صادق کو کشان کشان لیچلے، لیکن قبل اس کے دروازہ سے باہر ہون، سعید زور سے ہنس پڑے، ان کی ہنسی پر حجاج کو سخت تعجب ہوا اور واپس طلب کر کے کہنے لگا:

حجاج - تم کیون ہنسے تھے؟

سعید - مجھے ہنسی اس پر آئی کہ تیری جرأت خدا کے مقابلہ مین کس قدر بڑھ گئی ہے، اور وہ تجھ سے کس قدر درگزر کر رہا ہے!

اس پر حجاج اور بھی زیادہ برہم ہوا اور حکم دیا کہ میرے سامنے زمین پر پچھاڑ کر اسے ذبح کر دیا جائے۔ چنانچہ جب جلادون نے آپ کو زمین پر لٹایا تو زبان پر یہ آیت تھی "وجهت وجهي للذي فطر السموات والأرض حنيفا وما انا من المشركين" (مین نے اپنا رخ سب طرف سے پھیر کر اس ذات کی طرف کر دیا ہے جس نے آسمانون اور زمینون کو پیدا کیا ہے، اور مین مشرکون مین سے نہین ہون) حجاج نے حکم دیا کہ "اس کا منہ قبلہ کی جانب سے پھیر دو" اس پر آپ نے یہ آیت پڑھی "فاينما تولوا فثم وجه الله" (جس سمت متوجہ ہو جاؤ، خدا کا رخ اسی طرف ہے) حجاج نے کہا "اوندھا لٹا دو" حضرت سعید نے یہ آیت تلاوت کی "منها خلقناكم وفيها نعيدكم ومنها نخرجكم تارة أخرى" (اسی زمین سے ہم نے تمھین پیدا کیا ہے، اسی زمین مین تمھین لوٹا دین گے اور پھر دوبارہ اسی سے نکالین گے) حجاج نے فرط غضب سے بیخود ہو کر جلادون کو حکم دیا کہ "ہان ذبح کر دو!" حضرت سعید فوراً باآواز بلند پکارے "أشهد أن لا اله الا الله وحده لاشريك له، وأن محمداً عبده ورسوله" لے اس کلمہ کو مجھ سے لے یہان تک کہ روز قیامت رب العالمین کے حضور میرا تیرا سامنے ہو" اس کے بعد جلاد کی تلوار چلی اور سر تن سے جدا ہو گیا! فصلى الله عليك ياسعيد، لقد حييت سعيدا ومت سعيدا وتحشر سعيدا، فليكن الرجال مثلك وليسروا على منوالك"

ہندوستانی جدوجہد کے متعلق جرمنی مین کیا کہا جاتا ہے؟

مصری ہم قلم "الاخبار" کے ہم ممنون ہین کہ اس نے جرمنی کے ایک نہایت باثر اخبار "ڈوئیٹشا لسا ئیونگ" سے ہندوستان کے متعلق یہ مضمون ترجمہ کر کے شایع کیا اور ہمین اس قابل کیا کہ ہندوستانی پبلک تک اسے پہنچا سکین۔ مضمون حسب ذیل ہے:-

ہندوستان کی بے چینی کی خبرین برابر چلی آ رہی ہین، ہر شخص جانتا ہے کہ برطانیہ کی تمام عظمت وطاقت کی حقیقی بنیاد ہندوستان ہے، اور اس لئے اس کی ادنی بے چینی بھی برطانیہ کے لئے خطرناک ہے، اور اس قابل ہے کہ ساری دنیا اسے اہمیت کی نظر سے دیکھے۔ ہندوستان مین مسلمانون کی تعداد سات کروڑ ہے، اور باوجود اپنی قلیت کے ملک مین کافی وزن رکھتی ہے۔ آل انڈیا نیشنل کانگرس مین شروع شروع چند ہی مسلمان شریک تھے، اور ان کی سیاسی قوم اس سے علحدہ تھی، کیونکہ اس کے پرانے لیڈرون کی پالیسی یہی تھی کہ گورنمنٹ پر معمولی نکتہ چینی بھی نہ کی جائے، اور ادنی عہدہ داروں تک بھی اپنی شکایات انتہائی عاجزی کے ساتھ پہنچائی جائین۔ جب لارڈ مارلے کی اصلاحی اسکیم رونما ہوئی تو مسلمانون نے ۱۹۰۶ء مین "آل انڈیا مسلم لیگ" قائم کی، جس کا مقصد بھی یہی تھا کہ مسلمانون سے گورنمنٹ کی خوشامد کرائی جائے۔ لیکن زیادہ مدت نہ گزرنے پائی تھی کہ مسلمانون مین زبردست سیاسی تغیر پیدا ہوا اور ۱۹۱۳ء مین مسلم لیگ بھی نیشنل کانگرس کی ہم آہنگ ہو گئی۔ تاکہ برطانیہ کو سات کروڑ مسلمانون کے اسلامی جذبات کے احترام پر مجبور کرے، اور اسے اس کی "اسلام کش" پالیسی سے باز رکھے"

۱۹۱۴ء مین جنگ یورپ شروع ہوئی، برطانیہ سادہ لوح ہندوستان کو اس کے تنور کا ایندھن بنانا چاہتا تھا، اور ترکی کو، خود مسلمانان ہند کے ہاتھون برباد کرنے کا خواہشمند تھا، اس لئے اس نے ہندوستانیون سے طویل عریض وعدے کئے اور کہا کہ جنگ مین ہمدردی کرنے کے صلہ مین وہ ہندوستان کی تمام شکایتین دور کر دیگا؟ بیوقوف ہندوستانی دہوکہ کہا گئے اور جنگ کی جہنم مین بلا غور و فکر کے کود پڑے، تعلیم یافتہ جماعت انتظار کرتی رہی کہ گورنمنٹ آج ایفائے وعدہ کرتی ہے اور کل کرتی ہے، لیکن وہان مقصود تو محض فریب دہی تھا، آخر ان کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور ۱۹۱۶ء سے ہندوستانیون نے دبی زبان سے اپنے مطالبات پیش کرنا شروع کئے یہان تک کہ ملک مین "ہوم رول لیگین" قائم ہو گئین، اور طویل خاموشی کے بعد زبانین دوبارہ بولنے لگین۔ انگریزی گورنمنٹ نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اعلان کیا کہ "برطانیہ وفادار ہندوستان سے اپنے وعدون کے مطابق سلوک کرے گی، اور وزیر ہند بذات خود آکر ہندوستانیون کی شکایات اور مطالبے معلوم کرین گے۔" چنانچہ وزیر صاحب تشریف لے گئے: اور اس تمہید کے ساتھ ایک کھلونا "طفل ہندوستان کے ہاتھ مین دیدیا کہ" ہندوستان بتدریج ہوم رول کے درجہ تک پہنچے گا!" ہندوستانی اس کھلونا کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور یہ سوچ کر کہ پہلی مرتبہ انھون نے گورنمنٹ کو اس قدر مجبور کیا ہے، نہایت مسرور ہوئے، حالانکہ انھون نے ایک لمحہ کے لئے یہ نہ خیال کیا کہ یہ سب محض چالبازی ہے، برطانیہ اس وقت بہت سی مشکلات مین گھرا ہوا ہے، ادنی دباؤ بھی اس کے سر کو جھکا سکتا ہے، اگر یہ وقت نکل گیا تو وہ ہندوستان کو پھر اسی طرح ٹھکرا دے گا جس طرح اب تک ٹھکرایا کرتا تھا۔

(امرتسر مین یہ سب ہو چکا - پیغام)

اس کے بعد ترکی سے التوائے جنگ کا معاہدہ شایع ہوا جسے دیکھکر مسلمانان ہند کی آنکھین کھلین اور انھین یقین کرنا پڑا کہ برطانیہ، اسلام، اسلام کی خودمختاری اور اسلامی خلافت کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ ان مین سخت غم وغصہ پیدا ہوا اور انھون نے کہنا شروع کیا کہ انھون نے ترکی سے اس لئے جنگ کی تھی کہ وہ جرمنی کے ساتھ تھا، نہ اس لئے کہ اسلام کی خودمختاری سلب کرنے مین برطانیہ کی مدد کرین۔ برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ اس جنگ سے اسلام کی تذلیل مقصود نہین ہے!

برطانیہ نے مسلمانون کے غم وغصہ کی کوئی پروا نہ کی، اور ان کے جائز مطالبات حقارت کے ساتھ ٹھکرا دے، جس سے تمام ملک مین بے چینی پھیل گئی، مسلمان لیڈرون نے اس موقعہ کو ضایع نہ جانے دیا، بلکہ اس سے پورا فائدہ اٹھایا، اور نہایت باقاعدہ ومکمل انتظام کے ساتھ اپنی جدوجہد جاری کر دی، ساتھ ہی انھون نے ہندؤن کو بھی

اپنا شریک و معاون بنا لیا۔ اور اب دونوں قوموں کی متفقہ ہستی اتنی زبردست ہو گئی ہے کہ برطانیہ پریشان ہے۔

عثمانی خلافت کی محبت قدیم زمانہ سے ہندوستانیوں کے رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے، اس لئے خلافت کے معاملہ میں برطانیہ کی ہر زیادتی اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنے کے مرادف ہے، کیونکہ مسلمانان ہند اس بات کسی قسم کی زیادتی پر صبر کر سکنے والے نہیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ مسئلہ خلافت نے دو نہایت زبردست نقطے پیدا کر دئے ہیں۔ اسلام کی مغربی سیلاب سے حفاظت، اور ایشیا و افریقہ سے یورپین حملہ آوروں اور یورپین تمدن کا کلیۃً اخراج۔ یہ تحریک ان دونوں براعظموں میں بڑی سرعت کے ساتھ پھیل رہی ہے، اور ہندوستان کے مسلمان اور ہندو اس میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

پس اب برطانیہ کو ہندوستانیوں کے مطالبات تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑے گا، کیونکہ آج جو تحریک مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ ملکر ہندوستان میں جاری کر رکھی ہے وہی درہ خیبر کے اُس پار سے دیوار چین تک پھیلی ہوئی ہے اور ایشیا اس کا خیر مقدم کر رہا ہے، لہٰذا یا تو برطانیہ کو ہندوستان کے سامنے اپنا پرنخوت سر جھکانا پڑے گا اور یا اپنی قبر اپنے ہاتھ سے کھودنا پڑے گی! اب دنیا کی آنکھیں کھل گئی ہیں، اور ہندوستان جیسے ملک کی چھاتی پر برطانیہ کودوں نہ دل سکے گا!

(الاخبار ۲ اکتوبر)

شذرات

کراچی کا مقدمہ۔ محبوب رہنمایان ملک کا مقدمہ سشن میں ہو رہا ہے، اور وہ تمام باتیں کی جا رہی ہیں جو ایسے مقدمات میں ہوا کرتی ہیں، یا ہونی چاہئیں، یا جواب مقدمہ چلانے والے ضروری سمجھیں۔ مقدمہ کے بارے میں ہم کیا رائے زنی کریں؟ تمام ملک اس کی حقیقت و غائت سے واقف ہے، نتیجہ کی نسبت بھی کچھ کہنا فضول ہے اس لئے کہ وہ پہلے سے معلوم ہے، لیکن یاد رہے کہ آج جو سلوک ہمارے ان محترم بزرگوں کے ساتھ کیا جائے گا، کل اسی کے برداشت کرنے کے لئے خود گورنمنٹ کو بھی طیار رہنا چاہیئے، مظلوموں کی آہ ضائع نہیں جاتی، ظلم کا انجام ہمیشہ برا معلوم ہوتا ہے، بیکس کمزور انسانوں کو دشمن بنا کر کوئی انتظام حکومت قائم نہیں رہ سکتا۔ ہم نہ بغاوت کریں گے نہ کشت و خون کریں گے اور نہ کسی کو بھی جسمانی اذیت پہنچائیں گے، کیونکہ یہ ہمارے موجودہ طریق کار کے خلاف ہے، اور ہمارے لئے مضر ہے، لیکن ہم بلاشبہ اپنی متحدہ قومیت، مجتمعہ طاقت، اور متفقہ آواز سے جلد انصاف اور اپنے طبعی حق کو حاصل کر لیں گے، ممکن تھا کہ ان گرفتاریوں سے پہلے اس مقصد میں دیر لگتی مگر اب دیر نہیں ہو سکتی، گورنمنٹ نے خود ہی تمام ملک کو کھڑا کر دیا ہے، اور اس وقت یہاں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ منزل مقصود کی طرف ہمیں تیزی سے لئے جا رہا ہے!

[illegible] مستقبل کے متعلق ہے اور آج ہمیں ترکی [illegible] کی ایک خاص بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے۔ اور وہ یہ کہ عدالت میں جو جیوری بیٹھی ہے اس میں دیسی برادران کے چند کلرک بھی شامل ہیں، جو اپنے نام سے خود بھی یونانی معلوم ہوتے ہیں، اور یونانی کمپنی کے ملازم ہیں، گورنمنٹ ہندوستان سے کس قدر انتقام لینا چاہتی ہے؟ کیا اس قدر گرفتاریوں سے اس کو سیری نہیں ہوئی تھی کہ اب اس نے یونانیوں کو ہمارے رہنماؤں پر پنچ بنا کر پورے ہندوستان کی تذلیل کی ہے؟ کون نہیں جانتا کہ خونخوار یونانی قوم کو ہندوستان کس نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے؟ پھر اس کے افراد کو ہمارے بزرگوں پر مسلط کرنے سے گورنمنٹ کا کیا منشا ہے؟ تمام ملک نے اس بات کو نہایت ہی غیظ و غضب سے دیکھا ہے، اور اس موجودہ نظام حکومت سے انہیں اور بھی زیادہ مایوسی ہو گئی ہے کہ جو کوئی موقعہ ہندوستانی قومیت کی تحقیر کا نہیں چھوڑتا!

مسلم لیگ۔ ایک عرصہ دراز کی غشی کے بعد اب یکایک مسلم لیگ کو ہوش آیا ہے، اور اس نے مسئلہ خلافت کی وجہ سے ہندوستان میں بے چینی محسوس کی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ زندہ سمجھی جاتی تھی تو اس کا کعبۂ مقصود و تمنا لندن تھا، اب جو اس نے پھر آنکھیں کھولی ہیں تو وہی پرانی جبہ سائی یاد آئی ہے، اور وہ مسلمانوں کو لیکر اُسی قاضی الحاجات کی درگاہ میں پہونچانا چاہتی ہے، جس میں وہ سو برس تک بیٹھے رو رو کر منگتے رہ چکے ہیں، مسلم لیگ نے فیصلہ کیا ہے کہ مسئلہ خلافت کے متعلق ایک ڈیپوٹیشن انگلستان جانا چاہئے! کاش کوئی اس سے جا کر یہ کہہ دے کہ انگلستان ڈیپوٹیشن گئے اور پہلے بھی آئے، ہر قسم کی منتیں اور التجائیں مانی جا چکی ہیں، گریہ و بکا کی جتنی صورتیں تھیں برتی جا چکی ہیں، اور اب ایک عرصہ سے ہندوستان نے گداگری چھوڑ دی ہے، اگر لیگ کے پرانے کرم فرما انگریز چاہتے ہیں کہ اب بھی ہندوستان اسی طرح ہوا پر قلعے طیار کرتا رہے جس طرح ان کی رہنمائی میں کیا کرتا تھا، اور بے شمار تجربوں کے بعد بھی لندن کی گلیوں کی خاک پھانکتا پھرے تو انہیں معلوم ہو جانا چاہئے کہ اس میں انہیں ناکامی ہو گی، اور ہندوستان ہرگز بھیک مانگنے کے لئے کسی کے در پر نہ جائے گا خصوصاً یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اس سے کچھ بھی ہاتھ نہ لگے گا۔ مسلم لیگ کو اپنے حواس درست کرنا، اور زمانہ کا ساتھ دینا چاہئے۔ اگر اس میں اتنی جرأت نہیں ہے تو اسی طرح خاموش بیٹھی رہے جس طرح اس تمام مدت میں بیٹھی رہی ہے۔

مسٹر شاستری۔ لیگ اقوام کے گزشتہ اجلاس میں مسٹر شاستری بھی "ہندوستانی نمائندہ" کی حیثیت سے شریک ہوئے اور ایک طویل و عریض تقریر کی، مسٹر شاستری کو بہت سے لوگ سمجھدار آدمی سمجھا کرتے تھے، پھر کیا وجہ ہے کہ لیگ اقوام میں انھیں اپنی مضحکہ خیز حیثیت محسوس نہیں ہوئی؟ ہم یہ معلوم کرنے کے مشتاق ہیں کہ یورپ و امریکہ کے آزاد ممبروں نے اس نمائندہ کو کس نظر سے دیکھا ہوگا جبکہ وہ جھوم جھوم کر اسپیچ دے رہا ہوگا اور غلامی کی سیاہی اس کے گرد چھائی ہوئی ہوگی؟ اور انہوں نے اس کی زبان سے یہ سن کر کیا کہا ہوگا کہ لیگ میں ہندوستانی نمائندوں کی تعداد بڑھانا چاہیئے؟ کم از کم ان کی زبان حال

پوچھیں کہ بھلا ان غلام ہندوستانیوں کو ان مطالبوں کا کیا حق ہے؟ کیا وہ اتنا نہ سمجھتے ہونگے کہ یہ مطالبات ہندوستانیوں سے عناد کرنے کے معنی ان کے آقا انگریزوں کی طاقت بڑھانے کے ہیں، خود مسٹر شاستری بھی یہ سمجھے گئے مگر یہ ممکن نہیں کہ اس معمولی بات کو نہ سمجھتے ہوں لیکن اس پر زور دینے سے شاید ان کا مقصود مسٹر بالفور اور لارڈ ابرسٹ سیسل کو خوش کرنا ہوگا جن کی قصیدہ خوانی انھوں نے تقریر میں خوب کی ہے!

مسٹر شاستری نے اپنی اسپیچ میں یہ بھی کہا ہے کہ "میں بڑے اعتماد کے ساتھ لیگ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہمارے جن آدمیوں کو وہ لے گی، وہ قابلیت و محنت کے اعتبار سے دنیا میں کسی سے کم ثابت نہ ہوں گے" تعجب ہے کہ جنیوا میں وہ اتنا بڑا دعویٰ کرتے ہیں، مگر جب لندن میں ہوتے ہیں تو ہندوستان کو "نالائق" بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "دس برس کے بعد وہ سوراج کے لائق ہو سکتا ہے!" یہ کیا تناقض ہے! کاش ان کے اس دعویٰ پر لیگ نے یہ جواب دیا ہوتا کہ "دس سال بعد جب ہندوستان سوراج کے لائق ہو جائیگا تو اس کے ممبروں کی تعداد بھی بڑھ جائے گی!"

ابھی حال ہی میں مسٹر شاستری نے لندن سے ہندوستان کے نام ایک پیغام بھیجا ہے کہ "پرنس آف ویلز کا خیر مقدم پوری گرمجوشی سے کیا جائے"! شاید شاستری سمجھتے ہوں گے کہ ہندوستان اس اہم معاملہ میں اپنے اس "رہنما" کا پیغام سننے کے لئے بے چین ہے، اس لئے آپ نے فوراً اسے راہ ہدایت بتا دی، حالانکہ اپنے اس "لیڈر" سے ہندوستان کو جو عقیدت ہے، وہ معلوم و مشہور ہے، اور جسے خود شاستری بھی کئی مرتبہ دیکھ چکے ہیں، بمبئی کے واقعات غالباً اب تک ان کے دماغ میں محفوظ ہوں گے۔ اور اگر یورپ کی دلچسپیوں نے انھیں فراموش کرا دیا ہے تو ان کا ایک پرتو خود لندن کے ہندوستانی طلبا میں وہ دیکھ چکے ہیں، معلوم نہیں مسٹر شاستری کو کیا ہو گیا ہے کہ بجز غلامی کے دیوتا کی پرستش کے انھیں کچھ نظر نہیں آتا، نہ وہ اپنی حیثیت دیکھتے ہیں، اور نہ اپنی بات کا وزن محسوس کرتے ہیں، بلکہ شب و روز اسی دیوتا کی پرستش اور طواف میں مصروف رہتے ہیں!

آئرش کانفرنس۔ آج کل لندن کی طلسمی سرزمین پر انگلینڈ و آئرلینڈ کے مابین صلح کی کانفرنس ہو رہی ہے، جسے بعض لوگ برطانیہ کی کمزوری پر محمول کرتے ہیں اور بعض اس کی امن پسندی پر۔ سب خوش ہیں اور شیر دل آئرلینڈ کو مبارکبادیں دے رہے ہیں کہ اب اس کی آزادی کا دن بالکل قریب ہے! ہمارے خیال میں ابھی مبارکبادی کی ساعت نہیں آئی ہے، بلکہ اس وقت آئرلینڈ کی خیریت کے لئے اس سے کہیں زیادہ دعائیں کرنا چاہیے جتنی جنگ کے وقت کی جاتی تھیں۔ کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ برطانیہ کی تلوار اتنی خطرناک نہیں ہے جتنی اس کی "ڈپلومیسی" ہے۔ اور پھر اس ڈپلومیسی کے میگزین میں سب سے زیادہ مہلک حربہ وہی ہے جسے "کانفرنس" کہتے ہیں، اور جس کے استعمال میں مسٹر لائڈ جارج اپنے تمام اسلاف سے سبقت لے گئے ہیں، چنانچہ التوائے جنگ کے بعد سے اب تک نہیں معلوم کتنی کانفرنسیں وہ منعقد کر چکے ہیں، اور سب میں کامیاب و سرخرو ہوئے ہیں!

اس قسم کی کانفرنسیں کب منعقد ہوتی ہیں؟ جب برطانیہ کی تلوار کام نہیں دیتی، اور دشمن کو زیر کرنا ضروری ہوتا ہے چنانچہ ان میں برطانوی مدبر اپنے دشمنوں سے پہلے میٹھی میٹھی باتیں کرتے ہیں، اور جب وہ رام نہیں ہوتے تو ڈراتے دھمکاتے ہیں، اگر اس سے بھی کام نہیں چلتا تو زبانی وعدے کرتے ہیں، اور پھر آخر میں ایک یادداشت ان کے حوالہ کی جاتی ہے جس میں بنیادوں کی حفاظت کے۔ اتنے بنیادی شرطوں کی ایک طویل فہرست ہوتی ہے، اور اسے پبلک میں فوراً شائع کر دیا جاتا ہے!

بھولی بھالی پبلک جب اس فہرست کو دیکھتی ہے، تو خوش ہو کر کہنے لگتی ہے "برطانیہ نے بڑی رعایت کی اور فلاں ملک کو آزادی بخش دی"! حالانکہ برطانیہ نے کچھ بھی نہیں دیا اور نہ دینے کا ارادہ کیا، بلکہ یہ سب محض تمویہ و خداع تھا، اور چند دانے ڈال کر شکار کو جال میں پھنسانے کا طریقہ تھا، کیونکہ ان شرائط کے دیکھتے ہی دشمنوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، ایک گروہ شرائط کو مناسب بتاتا ہے اور دوسرا نامناسب، پھر بتدریج یہ اختلاف مخالفت و عداوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس طرح ان کی متحدہ قومیت شکست ہو جاتی ہے اور قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اپنی اجتماعی طاقت کھو دیتی ہے۔ جب برطانیہ یہ بات معلوم کر لیتا ہے، تو اس کی پارلیمنٹ اعلان کر دیتی ہے کہ جو شرطیں کانفرنس میں پیش کی گئی تھیں وہ غیر ذمہ دارانہ تھیں، اور پارلیمنٹ نے ان کی تصدیق نہیں کی ہے۔ لیجئے قصہ ختم ہوا، اور دشمنوں کا زور خود بخود ٹوٹ گیا، ان کے مطالبات کالعدم ہو گئے اور برطانیہ کا کچھ بھی نہ بگڑا!

مصر کے ساتھ یہی سلوک ہوا تھا، ہمیں خوف ہے کہ مبادا آئرلینڈ پر بھی یہی وار نہ کیا جا رہا ہو، اگرچہ بہت سے تجربوں کے بعد امید ہے کہ اب وہ دھوکا نہ کھائے گا تاہم حریف بڑا پیچیدہ ہے، اور ادنیٰ سی غفلت اس کی مطلب براری کے لئے کافی ہے!

واشنگٹن کانفرنس۔ اسی ضمن میں واشنگٹن کانفرنس کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جس کی اہمیت اس لئے بہت بڑھ گئی ہے کہ "تخفیف اسلحہ" کی تجویز اس میں پیش کی جائیگی کہ جس کا بڑا حامی برطانیہ عظمیٰ ہے۔ دنیا حیران ہے کہ یورپ، افریقہ اور ایشیا کے براعظموں میں خون کی ندیاں بہانے، ممالک اسلامیہ کو تہ و بالا کرنے اور جلیانوالہ باغ میں شہری آبادی کو توپوں کا نشانہ بنانے کے بعد، برطانیہ کی طبیعت میں اب کیا انقلاب ہوا ہے کہ وہ جنگ و خونریزی سے اس قدر بیزار ہو گیا ہے، اور دنیا بھر کے لئے جنگی طیاریوں کا سد باب کر دینا چاہتا ہے؟

"تخفیف اسلحہ" کی حمایت برطانیہ اس لئے نہیں کر رہا ہے کہ اب وہ کشت و خون سے سیر ہو گیا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس حمایت کے ساتھ ساتھ وہ اسلامی ممالک کو ہضم کر رہا ہے، اور اناطولیہ کے میدانوں میں مسلمانوں کی بربادی کا تماشہ انتہائی مسرت کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ اگر اب وہ "امن پسند" ہو گیا ہوتا تو ہرگز ایسا نہ کرتا!

(باقی صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا خطبہ یونانی شکست کے بعد

یونانیون کو شکست فاش دینے کے بعد جب مصطفےٰ کمال پاشا انگورہ واپس ہوئے تو قومی پارلیمنٹ مین ایک پُر زور تقریر کی جس کا کچھ حصہ مصری و قسطنطنوی اخبارات مین شائع ہوا ہے جسے ہم ذیل مین درج کرتے ہین :-

حضرات! ہم صرف یہ چاہتے ہین کہ اپنی ملکی سرحدون کے اندر آزاد و خود مختار رہین، ہم یورپ سے کچھ نہین چاہتے، صرف اتنی بات چاہتے ہین کہ ہمارے حقوق پر دست درازی نہ کرے، جنگ عظیم مین اپنے اتحادیون کی شکست کا خمیازہ ہم اچھی طرح بھگت چکے، ہمکو کافی سے زیادہ سزائین دی جاچکی، ہم نے شام و عراق جیسے وسیع و زرخیز علاقے باشندون کے لئے چھوڑ دئے کہ جیسی حکومت اپنے یہان پسند کرین قائم کرلین، کس مغلوب سلطنت کو اتنی سزا دی گئی ہے جتنی خاص طور پر ہمین دی گئی ہے؟ اور کس کا اتنا ملک چھینا گیا ہے جتنا ہمارا چھینا گیا ہے؟ ہماری بد انتظامی کے جتنے افسانے مشہور کئے گئے ہین، اور انھین کو ہماری سلطنت کی بنیادین گرانے کے لئے حجت قرار دیا گیا ہے ان کی کیا حقیقت ہے؟ یورپ کی کون سلطنت ہم سے زیادہ خوش انتظام ہے؟ اور کس کے متعلق وہ تمام شکایات نہین کی جاتین، جو ہمارے متعلق کی گئی ہین؟ لیکن سب کی سلطنتین تقسیم و تجزیہ سے محفوظ ہین، اور ہماری سلطنت کے حصے بخرے کرلئے گئے ہین! ہماری نسبت ہمیشہ سے یہ دروغ بیانی بھی بطور قضیۂ مسلمہ کے دہرائی جاتی ہے کہ ترک اپنی مسیحی رعایا کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک کرتے ہین، دُنیا مین کون حکومت دعویٰ کرسکتی ہے کہ وہ ہم سے زیادہ غیر مذاہب کا احترام کرتی ہے؟ (لارڈ ریڈنگ کی حکومت اس کی مدعی ہے! پیغام) ہماری قومی روایات اور مذہبی احکام ہمین مجبور کرتے ہین کہ اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عمدہ برتاؤ کرین، مجھے دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہین ہے، ہر شخص ہماری قلمرو کا دورہ کرکے دیکھ سکتا ہے، کہ چھوٹے سے چھوٹے گاؤن مین بھی مسیحیون کو پورا آرام و اطمینان ہے، اور وہ ہر جگہ اپنے مسلمان ہم وطنون سے زیادہ خوش حال و فارغ البال ہین، اگر ہم ان سے وحشیانہ سلوک کرتے تو کیا اُن کی حالت یہی ہوتی؟

بے شک ہماری جو مسیحی رعایا کفران نعمت کرتی اور انتہائی نمک حرامی کے ساتھ وطن مقدس مین ملیچھ اجنبیون کو داخل کرنا چاہتی ہے، تو ہم اُسے ضرور تنبیہ کرتے ہین، جس مین ہمین کوئی ملامت نہین کرسکتا، کیونکہ یورپ کی تہذب و متمدن سلطنتین ایسے موقعون پر ہم سے کہین زیادہ سخت گیری سے پیش آیا کرتی ہین۔ لیکن باقی پُرامن شہری ہماری سلطنت مین نہایت آزاد ہین، اور مسلم و غیر مسلم کی کوئی تفریق نہین ہے۔

یونانی مدعی ہین کہ جن علاقون پر انھون نے غاصبانہ قبضہ کیا ہے، ان مین اکثریت یونانی قوم کی ہے، یہ ایک سفید جھوٹ ہے، اور غیر جانبدارانہ مردم شماری کے کاغذات بھی اس کی تردید کرتے ہین، اور بین الاقوامی تحقیقاتی کمیشنون نے بھی اس کی تکذیب کی ہے، اسی بنا پر لندن کانفرنس مین ہمارے نمایندون نے یہ تجویز منظور کرلی تھی کہ ان علاقون مین پھر غیر جانبدار لیبض جاکر تحقیقات لیئے، مگر یونانیون نے اس کے قبول کرنے سے انکار کردیا، کیونکہ وہ اپنے جھوٹ سے آگاہ تھے۔

اس کے بعد یونانیون نے چاہا تھا کہ حق کی آواز ادی قوتون سے کچل ڈالین مگر حامی اللہ تھا، اور اسی کی مدد و توفیق سے قومی فوجون نے یونانی لشکر عظیم کی دھجیان اُڑادین، اور اب اس کے ٹکڑے ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہین مگر کہین پناہ نہین ملتی، کوئی یہ خیال کرے کہ اس شاندار فتح کے بعد ہم تلوار نیام مین کرلین گے، ہرگز نہین، ہمارے لئے اس وقت تک نیام مین جانا حرام ہے جب تک وہ انصاف نہ حاصل کرلے، کوئی یہ نہ کہے کہ ہم خونخوار ہین، اور انسانی خون بہانا پسند کرتے ہین، حاشا و کلا، ہم ہرگز ایسے نہین ہین اور نہ جنگ کو پسند کرتے ہین، ہم تو ہر ایک کے ساتھ صلح کرنے کو طیار ہین، اور کسی سے بھی دست و گریبان نہین ہونا چاہتے، ہم نے بڑی کوشش کی کہ ہماری فریادین سُن لی جائین اور بلا خونریزی کے ہمین انصاف مل جائے، مگر دشمنون نے ہماری التجاؤن کو ٹھکرادیا، ہمارے مطالبات کا مضحکہ اُڑایا، ہمین ہر طرح بدنام کرنے کی کوشش کی، اور اپنے ظلم و جور کے سامنے سر جھکانے پر ہمین اپنی وحشیانہ تدبیرون اور حقیر دھمکیون سے مجبور کرنے لگے، اس وقت ہم نے اللہ کے بھروسہ پر غیرت کے ساتھ اپنا سر اونچا کرلیا، اور اپنی مقدس تلوار نکال لی کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حقوق کی حفاظت کرین! پس تمام مہذب دُنیا کان کھول کر سُن لے کہ ترکی قوم اور اس کی قومی حکومت اُس برتاؤ کو کسی طرح بھی قبول نہین کرسکتے، جس کے مستحق بجز غلامون کے آزاد انسان کبھی بھی نہین ہوسکتے، ترکی قوم نے عزم مصمم کرلیا ہے کہ دُنیا سے اپنی آزادی و خود مختاری تسلیم کراکے رہے گی!

بس ہمارا معاملہ صرف اس قدر ہے، نہ تو ہم جنگ کے شیدائی ہین، نہ خونریزی کے دلدادہ ہم امن کی تمنا مین لڑائی لڑ رہے ہین، جو اگر آج ہمین ملے تو ہم اُسے فوراً لے لین اور تمام کشت و خون موقوف ہوجائے!

یہ بھی دُنیا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ **ہم روس کے دوست ہین!** کیونکہ اسی نے سب سے پہلے ہماری آزادی تسلیم کی تھی، اور ہمارے ساتھ منصفانہ برتاؤ کیا تھا، اور اسی بنا پر روس کو بھی حق ہے کہ وہ ہماری مدد پر بھروسہ کرے، آج بھی، اور کل بھی، اور اس وقت تک جب تک وہ اپنے وعدون پر قایم ہے۔ اسی طرح ہم اتحادی حکومتون کو بھی یقین دلاتے ہین کہ اگر وہ ہماری آزادی و خود مختاری اور جائز خواہشات تسلیم کرلین گے تو ہمارے اور ان کے مابین کوئی جھگڑا باقی نہ رہے گا، اور فوراً امن و امان بحال ہوجائے گا۔

حضرات! مین اس ذمہ دارانہ مقام مین کھڑا ہوا ہون، اور وہ تمام اختیارات اور طاقتین اپنے قبضہ مین رکھتا ہون جو اپنے اور آپ کی موقر مجلس نے مجھے بخشی ہین، اپنی تمام حیثیتون پر نظر ڈالنے اور اپنی ذمہ داریون کو پورے طور پر محسوس کرنے کے بعد مین اعلان کرتا ہون، کہ ہم جنگ نہین چاہتے، امن چاہتے ہین، اور ہر وقت منصفانہ صلح کے لئے طیار ہین، معلوم نہین انتظار کس بات کا کیا جارہا ہے؟ کیا لوگ اس انتظار مین ہین کہ یونانی فوج مغلوب کرکے ذلت آمیز صلح پر مجبور کردے گی؟ محال! قطعاً محال! اور اسی طرح محال جس طرح سوئی کے ناکے سے اونٹ کا نکلنا محال! بحث و مباحثہ کی حاجت نہین، گزشتہ معرکے زبان حال سے سچی شہادت دے رہے ہین!

حضرت ... کو ... نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ فریقین میں سے جو غالب ہوگا اس کے ساتھ لازمی طور پر رعایت کی جائے گی" اب ہم غالب ہو گئے ہیں اور یونانی مغلوب دیکھنا ہے کہ وزیر اعظم برطانیہ کہاں تک اپنے وعدہ کے سچے ہیں، لیکن اے حضرات! ہمارا اعتماد ... پر نہیں ہے اور نہ ان کے وعدہ وعید سے ہم متاثر ہوتے ہیں، ہمارا اعتماد تو صرف اپنے خدا پر ہے اور اپنی تلوار پر ہے، اسی کی مدد ہمارے بہترین محافظ ہیں، اور یہی آئین منزل مقصود تک پہنچا سکتے ہیں۔ ہماری کامیابی یقینی ہے کیونکہ ہمارے معاملے سے زیادہ کوئی دوسرا معاملہ ... اور ... قدرت کے موافق نہیں ہے!

آخر میں میں آپ کو اپنی جنگی کارروائیوں کی روئداد ان مختصر الفاظ میں سنائے دیتا ہوں کہ:۔ ہم نے فتح حاصل کر لی ہے۔ دشمن بھاگ رہا ہے، ہم پیچھا کر رہے ہیں، اور اس وقت اس کا تعاقب نہ چھوڑیں گے، جب تک اس کے ایک ایک سپاہی کو اپنے پاک ملک سے نکال باہر کر دیں!

اس تقریر کو انتہائی جوش و مسرت کے ساتھ سنا گیا، اس کے بعد قوم کی جانب سے مصطفےٰ کمال پاشا کو "غازی" کا خطاب پیش کیا گیا، قومی پارلیمنٹ، قومی مجاہدین، شیخ سنوسی، سفیر افغانی، سفیر ... نے اس قصدی اور خطاب پر پاشائے موصوف کو مبارکباد دی۔ (الاخبار ۵۔ اکتوبر)

معرکہ سکاریا کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا کی انگورہ کو واپسی

مصری جریدہ "الاخبار" کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:۔

آج یہاں انگورہ سے برقی خبر آئی ہے کہ مصطفےٰ کمال پاشا میدان جنگ سے انگورہ واپس پہنچے ہیں۔ ان کی آمد کی اطلاع مشتہر نہ کی گئی تھی، لیکن پھر بھی بے شمار آدمی اسٹیشن پہنچ گئے تھے اور اپنے عظیم الشان ہیرو کے دیکھنے کے لئے بے چین تھے، جون ہی گاڑی پہنچی، تکبیر کے نعرے بلند ہوئے اور فوجی باجوں نے خیر مقدم گایا۔ غازی مصطفےٰ کمال پاشا انتہائی خاکساری و سادگی سے اترے، اور اپنی سواری پر روانہ ہو گئے، مجمع نے تین مرتبہ نعرے لگائے، "ہمارا مصطفےٰ ہمیشہ زندہ رہے" سرکاری اخبار نے اس تقریب میں یہ الفاظ شائع کئے ہیں کہ:۔ اے سپہ سالار اعظم! اب سے دو برس تو نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے موت کے اُن سیاہ بادلوں کو چھانٹ دیا تھا جو تیرے وطن کی فضا پر چھائے ہوئے تھے، اور آفتاب کا روشن قرص جو ان بادلوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا، اسلام کو دکھایا تھا۔ اب پھر تیرے انہیں ہاتھوں نے اُن آندھیوں کو ناپید کر دیا ہے جو ہمارے اُڑانے کے لئے آئی تھیں، اور ہماری مُردہ روحوں کو تو نے زندہ کر دیا ہے! لہذا اے ہمارے سردار! تیرا سایہ ہم پر ہمیشہ قایم رہے!

قومی پارلیمنٹ کی تہنیت

اناطولیہ کی قومی پارلیمنٹ نے غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی خدمت میں مندرجہ ذیل تہنیت نامہ پیش کیا ہے:۔

بخدمت صدر مجلس قومی و سپہ سالار عام مصطفیٰ کمال پاشا!

قومی پارلیمنٹ نے آج اپنے عام اجلاس میں اُن بے نظیر قربانیوں کا انتہائی عزت و احترام کے ساتھ ذکر کیا ہے جو جنگ سکاریہ میں سورماؤں نے کی ہیں، اور طے کیا ہے کہ آپ پارلیمنٹ اور تمام ترکی قوم کا شکریہ جانباز فوج، اس کے تمام سپاہیوں اور تمام افسروں تک پہنچا دیں۔ قومی پارلیمنٹ ان عظیم الشان فتوحات پر فخر کرتی ہے جو سپہ سالار اعظم کو حاصل ہوئی ہیں، اور اُسے یقین کامل ہے کہ آپ اپنی بے مثال لیاقتوں اور تدبیروں سے برابر کامیابیاں حاصل کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ سرزمین وطن دشمنوں سے پاک ہو جائے!"

(الاخبار ۵ر اکتوبر)

ترکی و یونان میں صلح

اخبار طان کی رائے

فرانس کا نیم سرکاری اخبار "طان" رقمطراز ہے کہ:۔ یونانی گورنمنٹ اس وقت سخت متحیر ہے کہ موجودہ جنگ سے کس طرح نجات حاصل کرے، قسطنطین کی طباع طبیعت کا فیصلہ یہ تھا کہ اپنے حریف و نیز ملک کے سیاسی کارناموں کو اناطولیہ میں عظیم الشان فتوحات حاصل کر کے ماند کر دے، چنانچہ وہ یونان کی پوری قوت لیکر میدان میں کود پڑا، مگر اب خلاصی کی کوئی سبیل نہیں دیکھتا، ایک طرف تو اس کے لئے یہ نا ممکن ہو گیا ہے کہ اس وقت دشمن کو مغلوب کر سکے، اور دوسری طرف یہ بھی نا ممکن ہو گیا ہے کہ مستقبل کے انتظار کے لئے جنگی تیاریاں بحال رکھے کیونکہ یونان کا دیوالہ نکل چکا ہے اور وہ چند ماہ بھی جنگی مصارف برداشت نہیں کر سکتی۔ اور تیسری پریشانی یہ ہے کہ موجودہ شکنجہ سے اب نکل بھی نہیں سکتا، کیونکہ کمالی صلح کی کسی گفتگو کو اس وقت سن نہیں سکتے جب تک کہ یونان ان کے مطالبات تسلیم نہ کر لے، یہ صورت تو آسان تھی، لیکن پھر جنگ میں بے شمار قربانیوں اور نقصانات کا معاوضہ اُسے کیا ملے گا؟ معاہدہ ورسیلز کی رو سے جو کچھ ملا تھا، وہ بھی تو اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا۔

لہذا اب قسطنطین کے لئے بجز اس کے اور کوئی چارہ نہیں ہے کہ درمیان میں کسی کا توسط حاصل کرے، اور یہی اس کی منشا بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ یونانی اخبارات کہ رہے ہیں کہ گورنمنٹ اب اناطولیہ کے مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرے گی، لیکن سوال یہ ہے کہ اس توسط کے حاصل کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ اور کسے بیچ میں ڈالا جائے گا۔ کہا جاتا ہے کہ یونانی گورنمنٹ لیگ اقوام کی وساطت چاہتی ہے، لیکن یہ کیونکر ممکن ہے؟ کیونکہ اول تو ترکی لیگ اقوام کا ممبر نہیں ہے، اور دوسرے اس جھگڑے حکومت انگورہ سے ہے اور معلوم ہے کہ حکومت انگورہ اب تک باضابطہ تسلیم نہیں کی گئی ہے، اور سب سے بڑھکر یہ کہ موجودہ جنگ معاہدۂ ورسلز کی وجہ سے رونما ہوئی ہے، خود اس معاہدہ کی بھی ابتک تصدیق نہیں ہوئی ہے اور اس کا تعلق لیگ اقوام سے نہیں۔ بلکہ صرف اتحادی سلطنتوں، فرانس، اٹلی، اور انگلستان سے ہے کہ جنہوں مشرق میں صورت حال کے درست کرنے کا بیڑہ اٹھایا تھا، پھر لیگ اقوام کیسے مداخلت کر سکتی ہے؟

ہاں اگر کسی کی وساطت ممکن ہو سکتی ہے، تو صرف اتحادیوں کی ہو سکتی ہے، لیکن انھوں نے دو مرتبہ بیچ میں پڑنا چاہا، مگر یونان نے اپنے تکبر اور اپنے بادشاہ کی شخصیت کی وجہ سے اُس وقت انکار کر دیا۔ اور خود ترکوں کے مغلوب کر سکنے کا دعوی کیا۔ اس لئے اب اگر اتحادی بیچ میں پڑیں گے تو چند شرطوں کے ساتھ پڑیں گے۔

فرانس کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی ثالثی نہ پیش کرے گا، کیونکہ یونان کی سلامتی فرانس کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ خود یونان کے ہاتھ میں ہے، اگر وہ اپنی خیریت چاہتا ہے تو اسے اپنی عقل درست کرنا چاہئے، اور اپنی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز کو کم کرنا چاہئے۔ یونانی دعووں سے فرانس مطمئن نہیں ہو سکتا، فرانس کو اطمینان اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ دیکھ لے کہ ایتھنز میں ایسے لوگ موجود نہیں ہے جو اس کے دشمن ہیں، اور جنہوں نے قسطنطین کی محبت اور وینزیلاس کی دشمنی میں یونان کو جنگ کی اس ہولناک مصیبت میں گرفتار کیا ہے، کہ جس کی ذمہ داری صرف شاہ قسطنطین کے سر ہے

(الاخبار ۱۳ اکتوبر)

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۱)

برطانیہ اس تحریک کی حمایت اس لئے کر رہا ہے کہ جنگ کے بعد سے وہ اس قدر پھیل گیا ہے کہ سنبھلنے کی لاکھ کوشش کرتا ہے مگر سنبھلا نہیں جاتا۔ جرمنی کی وسیع نوآبادیاں اسی کے دست تصرف میں ہیں، اور مسلمانوں کی تو پوری میراث کا مالک تنہا وہی ہو رہا ہے۔ اس وجہ سے نئے نئے دشمن پیدا ہو گئے ہیں اور ساری دنیا اس پر حاسدانہ نظریں ڈال رہی ہے جنگ میں برطانیہ بہت زیر بار ہو چکا ہے، اور جنگ کے بعد بھی اس کے فوجی مصارف بدستور باقی ہیں جس سے اس کا دیوالہ نکل رہا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اس ناقابل برداشت بوجھ سے ہلکا ہو، لیکن یہ کیسے ممکن ہے؟ جوں ہی وہ اپنی جنگی طیاریاں موقوف کرے گا، دشمن ہر طرف ٹوٹ پڑیں گے، اس کی اگر کوئی صورت ہو سکتی ہے تو یہی کہ تمام سلطنتیں اپنی جنگی طاقت کم کریں، تاکہ اسی تناسب سے برطانیہ بھی اپنی طاقت میں کمی کر دے، اس طرح وہ اس بارہ میں بھی ہلکا ہو جائے گا، اور اپنی جنگی افضلیت بھی برقرار رکھ سکے گا۔ فرض کرو کہ برطانیہ کے پاس ۱۰۰ درجہ قوت ہے اور دوسری سلطنتوں کے پاس ۷۵ درجہ، اگر سب اپنی طاقت میں ۲۵ فی صدی تخفیف کر دیں، تو اوروں کے پاس ۵۰ درجہ قوت رہ جائیگی اور برطانیہ کے پاس ۷۵ درجہ، اس طرح اس کا خرچ تو ۲۵ فی صدی کم ہو جائے گا، مگر طاقت ۲۵ فی صدی زائد باقی رہے گی، جو کمزور قوموں کے غلام بنانے اور زبردستوں سے مدافعت کرنے کے لئے بالکل کافی ہوگی!

لہذا ہمارا فائدہ اسی میں ہے کہ "تخفیف اسلحہ" کی تحریک مقبول نہ ہو، تاکہ حریص سلطنتیں اسی طرح برابر اپنی دولت جنگی طیاریوں پر صرف کرتی رہیں، یہاں تک کہ ان کا دیوالہ نکل جائے، اور وہ اس قابل نہ رہیں کہ کسی کو اپنا غلام بنا سکیں، رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا: انک أن تذرهم یضلوا عبادك، ولا یلدوا الا فاجرا کفارا!

قسطنطنیہ۔ ۴ر اکتوبر۔ ایتھنز میں کہا جا رہا ہے کہ گورنمنٹ یونان عنقریب صلح کے لئے درخواست کرنے والی ہے (ہافاس)

قسطنطنیہ۔ ۵ر اکتوبر۔ دار الخلافہ کے باشندوں نے یونانی تجارت کا بائیکاٹ کر دیا ہے کیونکہ یونانیوں نے اپنے مال کی قیمت بڑھا دی ہے، جو یونانی فوجوں کو دو دینا چاہتے ہیں (ہافاس)

ایک اسیر حریت کا خط

منشی عبد السمیع خان ملیح آبادی جو "مسلمان ہونے کے جرم میں" آٹھ ماہ کی قید سخت بھگتنے کے بعد اب رہا ہوئے ہیں، اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ:-

احباب مصر ہیں کہ جیل کے واقعات لکھوں، لیکن کیا وہ وحشیانہ برتاؤ لکھوں جو منتظمان جیل نے میرے ساتھ کیا تھا؟ اسے تو میں نہیں لکھنا چاہتا کیونکہ ان کا فرض ہی تھا کہ ایسا کرتے اور میرا فرض یہ تھا کہ صبر و شکر کے ساتھ اسے برداشت کرتا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، لہذا اس کا تذکرہ فضول ہے۔ البتہ چند وہ باتیں لکھتا ہوں جو مذہبی توہین کا موجب ہوتی ہیں۔

جب میں سخت بیماری کی وجہ سے جیل کے ہسپتال میں تھا تو باوجود سخت ممانعت کے بھی بعض قیدی مجھ سے بات چیت کرنے کے لئے موقع پا کر آتے تھے ان سے معلوم ہوا کہ ۱۹ نمبر کے بارک میں ایک برہمن قیدی سخت بیمار ہے، اور ڈاکٹر نے اسے جبراً برانڈی پلائی، تھوڑی دیر کے بعد اطلاع ملی کہ وہ فوت ہو گیا،

چنانچہ میں نے خود اس کی لاش اپنی آنکھ سے دیکھی جسے مہتر اس طرح لٹکائے لئے جا رہا تھا جس طرح مردار جانور اٹھا کر پھینکا جاتا ہے۔ یہ لاش سامنے کے ایک جالی دار کمرہ میں ڈالدی گئی اور صبح تک یوں ہی پڑی رہی، صبح کے وقت بیرحم ڈاکٹر نے آکر بھنگیوں سے لاش کو چاک کرایا، پھر ایک کلہاڑی سے مردہ کا سر تڑوا گیا، مجھ سے یہ حالت نہ دیکھی گئی اور میں فوراً ہٹ گیا۔ بعد میں بھنگی نے مجھ سے بیان کیا کہ اس لاش کو ڈاکٹری معائنہ کے بعد ہم نے پھونک دیا۔ میں نے اس سے کہا مسلمان مردے کس طرح دفن ہوتے ہیں،

اس نے جواب دیا، ہم انہیں گڑھا کھود کر توپ دیتے ہیں۔ نہ انہیں کفن دیا جاتا ہے، نہ غسل کرایا جاتا ہے اور نہ نماز جنازہ ہوتی ہے۔ میں نے مسلمان ڈاکٹر سے (جو اپنے کو حاجی لکھتا ہے)، اس معاملہ کی شکایت کی اس نے کہا "میاں چپ رہو یہ جیل ہے "اسلام، اسلام" باہر جا کر کرنا!"

جیل خانہ میں نماز باجماعت پڑھنے کی ممانعت ہے، اور اذان دینا سخت جرم سمجھا جاتا ہے۔ مجھے عید "کال کوٹھری" میں ہوئی، میں نے سپرنٹنڈنٹ سے نماز کی اجازت مانگی، اس نے حقارت کے ساتھ جواب دیا، نماز پڑھیں گے! یہاں جیل میں ہماری حکومت ہے، نماز، روزہ کچھ بھی نہیں!"

اسی قدر نہیں بلکہ جیل کے قرب و جوار میں بھی منتظمین جیل مذہبی مداخلت کرتے ہیں، چنانچہ اس کے پھاٹک کے قریب کی مسجد میں اذان ہوا کرتی تھی موجودہ جیلر "ڈبلیو ڈیم" نے اس کی یہ کہکر بندش کر دی کہ "مجھے ان کے دن کے چلانے سے تکلیف ہوتی ہے!" لیکن جب وہاں کے مسلمانوں نے شور مچایا تو سپرنٹنڈنٹ جیل کے سمجھانے سے مستبد جیلر نے اذان کی اجازت دی۔ فاعتبروا یا اولی الالباب!

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان

یونانی فوجون کو شکست فاش دینے کے بعد غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے قوم کے نام حسب ذیل اعلان شایع کیا ہے:۔

۲۱ روز کی خونریز جنگ کے بعد اللہ تعالی نے ہماری فوجون کو کامیاب کیا، اور غاصب دشمنون پر اپنا قہر نازل کیا۔ یہ لوٹیرے یونانی اس لئے آئے تھے کہ انگورہ پر قبضہ کرین اور بہادرون کا قتل عام کرین جنھون نے سلطنت عثمانیہ کی حرمت اور خلافت اسلامیہ کی آن وحفاظت قائم کہالی ہے، لیکن اپنے مقصد مین انہین یہ کامیابی ہوئی کہ شکست ہزیمت اٹھانا پڑی اور اب ہر سمت سراسیمگی کے ساتھ بھاگتے پھرتے ہین، عثمانی شیرون نے ارادہ کرلیا ہے کہ کسی دشمن کو بھی اپنی مقدس سرزمین پر زندہ نہ چھوڑین گے، چنانچہ وہ ان کا تعاقب کر رہے ہین اور کسی جگہ چین نہین لینے دیتے۔ دشمن نے خیال کیا تھا کہ شاید دریائے سکاریا انھین پناہ دے گا۔ مگر عثمانی سورماؤن نے انھین وہان بھی اچانک آلیا اور اکثر کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یونانی انتہائی پریشانی کے ساتھ سکاریا کے مغربی جانب فرار ہوئے، مگر ہماری مظفر ومنصور فوجین ان کے تعاقب مین چلی جارہی ہین۔ اور اس بزدل دشمن کے فرد فرد کو ہلاک کر ڈالنا چاہتی ہین جس نے معصوم عثمانی قوم کی زندگی وآزادی پر بلاوجہ دست درازی کی ہے!

اس بداخلاق دشمن کے لئے قطعاً ناممکن تھا کہ سمرنا کی سرزمین پر قدم بھی رکھ سکتا، لیکن اسے چند خائنون کی وجہ سے اس کا موقعہ مل گیا جن کے دل وطنیت وایمان کے جذبہ سے خالی تھے، انھون نے دارالخلافہ مین سازش کی اور ظالم یونانیون کو سمرنا آنے کی دعوت دی کہ وہ اس پاک زمین کو اپنے قدمون سے نجس کرین۔ لیکن انھین دشمنون کو "این کوئی" اور "ڈوملی بینار" کے معرکون مین ترکون کی شجاعت معلوم ہوگئی تھی اور انھین اپنی اس جرأت کی کافی سزا ملگئی تھی، مگر انھین عبرت نہ ہوئی اور وہ پیش قدمی پر مصر رہے، چنانچہ انھون نے بڑے ہی ساز وسامان اور اپنی پوری قوت سے انگورہ پر چڑہائی شروع کی، ہر طرح کی قربانیان دل کھول کر کین، اور وہ سب کچھ مہیا کیا جو ان کے اپنے ملک مین تھا، اور جو ان کے "خود غرض اور ظالم دوست" انھین دے سکتے تھے، چنانچہ یہ تمام سامان اور عظیم الشان فوجین لیکر یونانی آگے بڑھے اور اس طرح بڑھے کہ گویا اپنے وطن کو واپس ہورہے ہین، انھین طاقت کے نشہ مین بالکل یاد نہ رہا کہ اس ملک مین ترکی شیر بستے ہین، اور ان کے گرد حب الوطنی اور ایمان کی وہ فولادی دیوارین ہین جنھین کوئی توڑ نہین سکتا، چنانچہ ان کے اس غرور وتکبر کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔

اس موقعہ پر پوری ترکی قوم نے جس جوش، خلوص اور ایثار سے کام لیا ہے وہ ہمیشہ یادگار رہے گا، ترکی قوم نے یہ کیا کہ قومی فوجون کو جلد سے جلد اپنی دولت اور طاقت کے ذریعہ سے اس قدر قوی کردیا کہ وہ قسطنطین کی مسلح اور جدید آلات جنگ سے آراستہ فوجون سے بڑھ گئین اور انھین میدان وغا مین ہمیشہ کے لئے زیر کردیا۔ ہماری فوجین دشمن پر آفت ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑین، موت کو زندگی سمجھین اور اس پر ایسی کاری ضرب لگائی کہ اس کی کمر ٹوٹ گئی!

ہم نے دشمن کے جو بے شمار سپاہی گرفتار کئے ہین، وہ انتہائی بزدلی، خوف اور ذلت سے ہمارے سامنے سے گذرتے ہین، اور ایک ایک ٹکڑہ روٹی ہاتھ پھیلا پھیلا کر مانگتے ہین، اس مین عقلمندون کے لئے عبرت وموعظت ہے اور ہم پیشین گوئی کرسکتے ہین کہ مغرور دشمن کا چند روز مین کیا انجام ہونے والا ہے۔

لاریب ترکی قوم کے لئے فخر ومباہات کا موقعہ ہے کہ اس نے آزادی وحق کی راہ مین وہ سب کیا جو کوئی انسان کرسکتا تھا، لیکن ساتھ ہی ہمین اللہ تبارک وتعالی کے حضور مین سجدۂ شکر بجالانا چاہئے کہ محض اسی کی توفیق سے ہم یہ سب کچھ کرسکے، اور اس جہاد مین کامیاب ہوئے، حالانکہ اس عالم الغیب کو معلوم ہے کہ اس کی رحمت سے کبھی بھی مایوس نہین ہوئے تھے اور نہ ہم نے ایک لمحہ کے لئے بھی اس کے دشمنون کے سامنے سرجھکانے کا ارادہ کیا تھا، بلکہ ہمارا سر ہمیشہ بلند رہا اور اگر جھکا، تو اسی ذات برتر واعلی کی چوکھٹ پر جھکا

ہم کسی کے حقوق پر دست درازی کرنا نہین چاہتے، اور ہماری جد وجہد کا مقصد بجز اس کے اور کچھ نہین ہے کہ اپنی آزادی وخود مختاری کو بچائین اور دوسری آزاد قومون کی طرح اپنے ملک مین اجنبی مداخلت نہ ہونے دین، صرف اسی قدر ہمارا مطالبہ ہے، اور صرف اسی لئے ہماری تمام جد وجہد ہے، چونکہ ہم نے آخر تک جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے اس لئے مین اپنی تمام قوم سے اپیل کرتا ہون کہ وہ اس مبارک موقعہ پر بھی اپنی جد وجہد جاری رکھئے۔ سابق کی طرح طیاریان ہوتی رہین، اور اس دن تک یہ جہاد عظیم برقرار رہے جس دن ہمین آخری کامیابی حاصل ہوجائے گی۔ اور یقین رہے کہ وہ روز مسعود دور نہین بلکہ نزدیک ہے اور ہماری ہمتون پر موقوف ہے!

مین اللہ تعالی کی درگاہ مین دست بدعا ہون کہ اس کی توفیق ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے، اس کی نظر عنایت ہم مظلومون پر برقرار رہے، اور اس کی روحانی مدد ہمین برابر اسی طرح نصیب ہوتی رہے! آمین! (العدل قسطنطنیہ)

ترکی خواتین کی حمیت وطنی

ایک ترکی خاتون "فاطمہ خانم" کو معلوم ہوا، اس کا شوہر فوج سے بھاگ گیا ہے اس لئے وہ اپنے قصبہ "قرہ درہ" کے قاضی کے پاس حاضر ہوئی، اور مطالبہ کیا کہ اس کی طلاق کا حکم صادر کردیا جائے، قاضی نے اسے بہت سمجھایا، مگر وہ نہ مانی، اور طلاق لیکر چھوڑی، پھر اس نے اپنے اس "سابق" شوہر کی جگہ پر اپنا نام درج کرالیا، اور سپاہی بنکر میدان جنگ کو روانہ ہوگئی!

اس جنگ مین بکثرت ترکی عورتین لڑرہی ہین، اور مردون سے زائد ثابت قدمی وشجاعت کا اظہار کرتی ہین (الاخبار)

۲ر اکتوبر۔ انگورہ کا سرکاری تار ہے کہ یونانی افیون قرہ حصار کے میدان مین پسپا ہورہے ہین، ترکون نے "پاشا کوئی" لائن پر قبضہ کرلیا ہے (رافاس)

انگورہ۔ ۴ر اکتوبر۔ قوم پرستون نے تمام فرانسیسی جنگی قیدی رہا کردئے گئے ہین (رافاس)

اناطولیہ کی قومی حکومت اور اتحادِ قوقازی

مصری ہم قلم "الاخبار" کو اس کا [illegible] قسطنطنیہ سے لکھتا ہے:-

تھوڑا عرصہ ہوا یہ شہرہ ہوا تھا [illegible] کی نئی جمہوریتین "اتحاد قوقازی" کے اصول و قواعد مقرر کرنا چاہتی ہے، چونکہ یہ معاملہ [illegible] مشرق قریب میں بہت زیادہ اہمیت رکھتا تھا، اس لئے یہاں کے سیاسی حلقوں میں اس [illegible] بہت چرچا رہا، اور بالآخر اس سے کچھ ایسی شاخیں نکل آئین کہ جو پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں۔

جن لوگوں نے اس اتحاد کے اصول وضع کئے ہین، وہ ان جمہوریتون میں اُس وقت ذمہ دار تھے جب کہ وہ بالشویزم کے رنگ مین نہ رنگی تھین۔ علاوہ ازین آذر بائیجان، کرجستان اور ارمینیا کی جمہوریتین ان لوگون کی کوئی سرکاری حیثیت تسلیم نہین کرتی ہین، ایسی صورت مین سوال ہوتا ہے کہ ان لوگون کے وضع کردہ اصول و قواعد کی کیا اہمیت ہوگی؟ اور بالخصوص روس اور اناطولیہ کی حکومتین انھین کس نظر سے دیکھین گی؟ کیونکہ یہی دونون مسئلہ قوقاز سے گہرا تعلق اور دلچسپی رکھتی ہین۔

اس وقت کچھ ایسے حالات یہان موجود ہین جن کی وجہ سے اس مسئلہ کا صاف کرنا ضروری ہوگیا ہے۔

جب پیرس مین اتحادِ قوقازی کی بنیادین رکھی گئی تھین، تو قوقازی جمہوریتون نے "بہبود خان" کو قسطنطنیہ مین اپنا تجارتی ایجنٹ بنا کر بھیجا تھا، بہبود خان پیشتر آذر بائیجان کے وزیر داخلہ تھے، اور پھر دار الخلافہ قسطنطنیہ مین ان جمہوریتون کے پہلے ایجنٹ مقرر ہوئے، لیکن تین ہفتے ہوتے ہین کہ اُنھین ایک ارمنی انارکسٹ "طور لاقیان" نے قتل کر ڈالا۔ پھر پیرس مین قوقازی کانفرنس منعقد ہوئی تاکہ اس اتحاد کی تائید کرے جسے مذکورہ بالا غیر سرکاری لوگون نے وضع کیا تھا۔ اس کانفرنس مین شرکت کرنے کے لئے قوقاز کی چارون جمہوریتون نے اپنے آٹھ نمایندے بھیجے ہین، جو ایک ہفتہ قبل قسطنطنیہ پہنچے تھے، اور اب پیرس گئے ہوئے ہین۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قوقازکی ان بالشویکی جمہوریتون نے بھی اس اتحاد کو تسلیم کر لیا ہے۔

اس سلسلہ مین دوسرا اہم سوال گورنمنٹ انگورہ کا ہے کہ وہ اس اتحاد کو کس نظر سے دیکھتی ہے؟ گورنمنٹ انگورہ نے اب تک سرکاری طور پر کوئی اعلان نہین کیا ہے، لیکن یہ مسلّم ہے کہ اس اتحاد کے ذریعہ سے وہ نہایت آسانی کے ساتھ اُن کوششون مین کامیاب ہو سکے گی جو گزشتہ عالمگیر جنگ کے وقت سے وہ قوقاز مین کر رہی ہے، اور جن کا مقصد یہ ہے کہ اس ملک مین مضبوط جمہوری حکومتین قایم ہو جائین جو روس اور ترکی کے مابین دیوار آہنی کا کام دین، خصوصاً موجودہ صورت حال اس مقصد کے لئے نہایت مناسب ہے، کیونکہ قوقاز مین سب سے زیادہ طاقتور آذر بائیجان اور داغستان کی جمہوریتین جو دونون کی دونون اسلامی ہین جمہوریہ ارمینیا کا اناطولیہ اور اتحادی قوقازی کی راہ مین حائل ہونا چندان اہمیت نہین رکھتا کیونکہ وہ سب سے زیادہ کمزور اور مفلس ہے۔ قوقازی جمہوریتین بھی حکومت انگورہ سے بہت مانوس ہین، چنانچہ اپنے اتحاد کے اصول وضع ہونے کے وقت انھون نے اسے بھی اس کانفرنس مین شرکت کی دعوت دی، اور ہمین معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ کمپرسامی بیک جن کا اثر قوقازیون پر بہت ہے اب [illegible] کے سربرآوردہ ممبرون سے متعدد مرتبہ مل چکے ہین جس کا اثر یہ ہوا ہے کہ قوقازی جمہوریتین اور زیادہ حکومت انگورہ کی طرفدار ہوگئی ہین اور اُسے اپنے اتحاد مین شامل کرنا ضروری سمجھتی ہین چنانچہ کرجستان کی جمہوریت کے سفیر "مسیو ویرزیلادزہ" نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ بحر ارمینیا کے قوقاز کی تمام جمہوریتین دل سے متمنی ہین کہ حکومت انگورہ ان کے ساتھ رشتۂ اتحاد جوڑے، اور اس مقصد کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہی ہین۔

فی الحقیقت اناطولیہ اور قوقاز لازم و ملزوم ہین، اور کسی طرح ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ نہین سکتے، خصوصاً قوقاز کو اپنی خیر و بہبود کے لئے اناطولیہ کے ساتھ وابستہ رہنا ضروری ہے، جسے وہ خود بھی اچھی طرح سمجھتا ہے، اور مقدور بھر اس کے لئے کوشان ہے، چنانچہ اس جنگ کے موقع پر بھی اُس نے اس کا ثبوت دیا ہے، اور **۲۰ ہزار قوقازی مجاہدین ترکون کی صفون مین یونان سے جنگ کر رہے ہین!**

معلوم ہوتا ہے کہ اس اتحاد کو فرانس بھی بہ نظر استحسان دیکھتا ہے، چنانچہ مسیو فرکلن بیون صدر فارن ڈپارٹمنٹ فرانس (جو حال ہی مین انگورہ گئے ہین) نے قسطنطنیہ مین قوقازی نمایندون سے اس اتحاد کے متعلق طویل گفتگو کی ہے، اور ہمین تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ دار الخلافہ مین آجکل ان جمہوریتون اور حکومت انگورہ کے مابین خفیہ گفت و شنید ہو رہی ہے، اس اتحاد مین جو امر سب [illegible] قابل غور ہے وہ ترکی بالشویکی عہدنامہ ہے، جس کی پندرہوین دفعہ مین بالتصریح مذکور ہے کہ ترکی، قوقاز کی جن حکومتون سے معاہدہ کرے گی ان پر بھی اُس عہدنامہ کی پابندی لازم ہو جائے گی، لیکن یہ کوئی ایسی پیچیدگی نہین ہے جو اتحاد کے سد راہ ہو، کیونکہ اول تو یہ شرط محض جارجیا اور ارمینیا کی وجہ سے رکھی گئی ہے جن کا بہت سا علاقہ عہدنامہ کی رُو سے ترکون کو مل گیا ہے، اور دوسرے یہ کہ حکومت انگورہ قوقاز سے کوئی ایسا معاہدہ کیون کرے گی جو اس عہدنامہ کے مخالف ہو۔

ہمین یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ سویٹ گورنمنٹ بھی اس اتحاد کو پسند کرتی ہے، چنانچہ خود اُس نے اپنے دو نمایندے پیرس بھیجے ہین تاکہ قوقازی کانفرنس مین شرکت کرین۔ اور قوقازی مجاہدین کے لئے انگورہ تک پہنچنے مین تمام ممکن سہولتین مہیا کر دی ہین، علاوہ ازین اسکا اصول یہ ہے کہ ہر قوم کو انتخاب حکومت کا حق ہے، اس لئے وہ اس اتحاد مین ہرگز کوئی رکاوٹ ڈالیگی۔

اب یہ محقق ہو گیا ہے کہ قوقازی جمہوریتین بغیر باہمی اتحاد و اتفاق کے زندہ نہین رہ سکتین حالانکہ اس کی تصریح انقلاب روس ہی کے وقت داغستان کے وزیر خارجہ حیدر بک باماطوف نے کر دی تھی، اور تمام جمہوریتون کو اتحاد کی دعوت دی تھی، مگر اس وقت کسی نے نہ سُنا، اب سخت نقصانات اُٹھانے کے بعد وہ اس حقیقت کو سمجھی ہین اور پوری طرح متحد ہو جانا چاہتی ہین۔

ہم دل سے دعا کرتے ہین کہ یہ تمام جمہوریتین اور حکومت انگورہ باہم متفق و متحد ہو جائین کیونکہ اس سے علاوہ بے شمار فوائد کے بہت بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تین مسلمان سلطنتین۔۔ آذربائیجان، داغستان اور اناطولیہ باہم دست و بازو ہون گی اور اسلام کی ترقی کے لئے بہترین ذریعہ ثابت ہون گی،، (الاخبار)

هٰذا بلاغ للنّاس

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۵
ششماہی " ۳
ممالک غیر سے سالانہ ۸
قیمت فی پرچہ دو آنہ ۲

مقام اشاعت
۲۵ - ... لین کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۳۲۵۸

جس میں بالالتزام حضرۃ مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہیں

نمبر ۷ | جمعہ ۴ - نومبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۵ - ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری | جلد ۱

پرنس آف ویلز کی آمد

ہندوستان کی خودداری اور اسلام کی محبت کی آزمایش

۱۷ نومبر امتحان کا دن ہے

جمعیۃ العلماء، مرکزی خلافت کمیٹی، آل انڈیا کانگرس کمیٹی کا متفقہ فیصلہ

کہ اس سیاحت کا پوری طرح بائیکاٹ کیا جائے

۱۷ نومبر کو ہر جگہ کامل ہڑتال ہے

چین کی حیرت انگیز ترقی

([illegible])

[illegible] چین کے چالیس کروڑ باشندوں [illegible] ہے حالانکہ روس اور دیگر ممالک [illegible] چین کی ترقی کا آغاز [illegible] [illegible] حکومت سے آزار کر جمہوریت قائم کی [illegible] جمہوریت کے قیام سے یکایک تمام چیزوں میں انقلاب [illegible] چین میں اب تک بہت سی [illegible] اصلاح ابتک نہیں ہوئی ہے [illegible] وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے

[illegible] ایک شخص تعلیم پاتا تھا [illegible] کے آخر میں یہ ترقی [illegible] اسکولوں کی تعداد [illegible] یہ تعداد صرف سرکاری [illegible] میں وہ طلبا پڑھتے ہیں [illegible] آجکل ملک میں ۱۷۵ [illegible] تقسیم کرنے والے کتنے [illegible] ۱۷۲۲ [illegible] ۲۲۲ [illegible] میدان میں، اور [illegible] اسکولوں، مشن [illegible] محسوب کر لیجائے تو مجاہر [illegible] والوں کا شمار کر لیا [illegible]

[illegible] لکھنے کی، بولنے کی [illegible] تعلیم کو عام اور [illegible] عوام اور کم آیزی لوگوں [illegible] اکثر اخبارات و رسائل [illegible]

[illegible] مرد و عورت کی اختلاط [illegible] حقوق و اختیارات [illegible] جاتی ہے، دس برس پہلے تو وہ [illegible] ہوئی تھی، مگر پھر کسی [illegible]

دیکھی [illegible] اسکولوں میں انکی تعداد بہت نمایاں ہیں،

غیر ملکی لوگوں سے اب اجنبیت و بیگانگی نہیں برتی جاتی [illegible] عرضداشتوں کو بھی شرف قبول بخشا جاتا ہے، پہلے ایک [illegible] ملکی شخص کی رسائی شاہی دربار میں آسان بات نہ تھی لیکن اب پریسیڈنٹ بے تکلفی سے غیر ملکی لوگوں سے ملتا ہے، بلکہ گاہے گاہے جلس دعوت منعقد کرتا ہے جسمیں غیر ملکی مشیر، خزانچی، اخبار نویس اور اہل سیاست اور ان کے اعزا و اقربا شریک ہوتے ہیں،

سیاسی بے چینیوں کے باوجود ریلوے کا سلسلہ سات ہزار میل تک اور تار کا سلسلہ چالیس ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے، برقی تار بھی دور دور تک پھیلا ہوا ہے، [illegible] سے ایک ہوائی جہاز رانی کا اسکول بھی کھلا ہے، اور ڈیڑھ سو ہوائی جہاز امریکہ و انگلستان سے خریدے جا چکے ہیں، تجارتی ہوائی جہازوں کا سلسلہ بھی پیکنگ اور نسینوکے مابین قائم ہوگیا ہے،

بیرونی تجارت میں بھی چین نے نمایاں ترقی کی ہے، چالیس پچاس برس پہلے چین کی بیرونی تجارت کل بیس لاکھ ڈالر کی تھی، لیکن [illegible] میں سوا دو ارب ڈالر کی ہوگئی (ایک ڈالر - چار شلنگ اور دو پنس) اشیاء درآمد کی لاگت پہلے اشیاء برآمد کی لاگت سے دس کروڑ ٹیلس زیادہ تھی مگر [illegible] میں صرف ایک کروڑ سا [illegible] ٹیلز زیادہ رہ گئی ہے (ٹیلس - چار شلنگ نو پنس)

چین کی صنعتی ترقی اور بھی زیادہ نمایاں ہے، ساری دنیا میں سب سے زیادہ روئی کی پیداوار یہاں ہوتی ہے، بیس برس پہلے چین میں ایک مل (کارخانہ) بھی نہ تھا اور اب ۳۵ ہیں، علاوہ ازیں حسب ذیل چیزوں میں روز بروز ترقی ہو رہی ہے صابون، اور ریتی کے کارخانے، دیا سلائی کے کارخانے، برف اور ولایتی پانی کا کارخانہ اینٹ اور پتھر کے کارخانے، جہاز سازی اور تعمیری کام، بجلی کی روشنی کے کام، شیشے کے کام، کاغذ کے کارخانے، مطبع، ریلوے، چاول کے کارخانے، ریشم کے کارخانے شکر کے کارخانے، تمباکو کے کارخانے، اون کے کارخانے [illegible] کی تجارتی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مشکل سے چند اشیاء ایسی ہونگی جن کی تیاری چین میں نہ ہوتی ہو زیادہ تر یہ کارخانے بغیر بیرونی امداد کے چل رہے ہیں،

جہاں چین نے اور میدانوں میں نمایاں ترقی کی ہے وہاں میدان صحافت میں بھی اس کی ترقی قابل حیرت ہے، آجکل تمام بڑے شہروں میں اخبارات جاری ہے روزانہ، ہفتہ وار، اور ماہوار اخباروں اور رسالوں کی تعداد ایک ہزار ہے، یہ اخبارات معاشرتی، تعلیمی، مذہبی، اقتصادی، سیاسی، اور علمی مباحث پر اچھی طرح خامہ فرسائی کرتے ہیں، اور ہر رسالہ میں ہم بیرونی مصنفین کے تراجم و اقتباسات بھی دیکھتے ہیں،

ہوشیاری و بیداری کی اس سے بڑھکر اور کیا علامت ہو سکتی ہے کہ خود [illegible] جماعت کو بھی اب احساس ہو رہا ہے (خصوصاً ان لوگوں کو جو فرانس سے لوٹے ہیں) ابتک یہ جماعت کمزور اور بے حس تھی مگر اب علانیہ اپنی شکایات و مطالبات پیش کر [illegible]

اور علاحدہ انجمن بھی قائم کرتی ہے، ممکن ہے کہ کچھ دنون مین بھی مزدورون کی یہ تحریک مملکت چین کے اندرونی معاملات مین بھی جاری ساری ہو جائے گی۔

اہل چین کو عموماً اس بات کا ملزم ٹھیرایا گیا ہے کہ وہ وطن دوست نہین ہین، یہ الزام ممکن ہے کہ کل کے چین پر عائد ہو سکتا ہو مگر آج کے چین پر عائد نہین ہو سکتا، واقعہ یہ ہے کہ وطن دوستی اور قوم پرستی اب سارے ملک مین عام ہو رہی ہے، اور چین کو دیکھیے وہ اسی نشہ مین سرشار نظر آتا ہے، جمہوریت چین بھی اس قومی تحریک کی اشاعت مین بدل و جان کوشان ہے، مملکت چین کی طاقت و عظمت ساری دنیا نے تسلیم کر لی ہے۔ مجلس صلح مین اس کا نمایندہ شرکت کر چکا ہے اور آج "مجلس اقوام کی کونسل" کا وہ ممبر ہے، واشنگٹن کانفرنس مین جہان عالمگیر صلح اور فوج کی کمی پر بحث ہو رہی ہے، اسے شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ چین کی حیرت انگیز ترقی کا اصل راز یہ ہے کہ اس نے اپنے آبائی روایات کو بھی باقی رکھا اور اس کے ساتھ ساتھ بلاد مغرب کے نئے ایجادات و اختراعات سے بھی فائدہ اُٹھایا، اول اول اُن چینی طلبا نے ملک مین بیداری کی روح پھونکی، جنھون نے یورپ مین تعلیم پائی، آج کل یورپ مین تعلیم پانے والے طلبا کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔ (بنگالی)

یونانی اخبارات ماتم کر رہے ہین

ترکون کی عظیم الشان طیاریان اور یونانیون کی بے بسی

یونانی اخبار "بردیتھیا" لیڈنگ آرٹیکل مین جنگ اناطولیہ پر بحث کرتے ہوے لکھتا ہے کہ "یونانی پیش قدمی کا مقصد حقیقی انگورہ پر قبضہ کرنا تھا، لیکن جب اس مین سخت شرمناک ناکامی ہوئی تو میسیو گوناریس اور جنرل پاپولس نے کہنا شروع کر دیا کہ انگورہ پر قبضہ کرنے کا ہمارا ارادہ ہی نہ تھا، حالانکہ یہ نہایت مضحکہ انگیز بات ہے، اور اس سے مقصود یونانی قوم کو احمق بنانا ہے، کیونکہ اسکی شہر پر قبضہ کر لینے کے بعد یونانی سپہ سالار نے اعلان کیا تھا کہ "وہ عنقریب انگورہ پر قبضہ کر کے ترکون کی تمام لی کارروائیون کو درہم برہم کر دیگا، اور انھین اس قابل نہ چھوڑے گا کہ وہ پھر حملہ کر سکین، اُس وقت مصطفیٰ کمال کو مجبوراً "قزل ایرماق" کی جانب بھاگ جانا پڑے گا، اور انگورہ کی فتح سے ترکون کی ہمتین پست ہو جائے گی!" اُس وقت یونانی سپہ سالار کے یہ دعوے تھے، مگر اب اُن سے منکر ہین، کیونکہ ان مین سے ایک بات بھی نہ ہوئی، بلکہ الٹے یہ ہوا کہ

(۱) مصطفیٰ کمال پاشا نے سکاریہ کو عبور کر لیا اور یونانی فوجون پر ایسی سخت ضرب لگائی کہ اب سنبھلنا مشکل ہو گیا ہے۔

(۲) ترکون کی کوئی جنگی تدبیر بھی نہ ٹوٹی ہو، نہ ان کے حملہ کے راستے مسدود ہوئے، صرف چند پل ٹوٹے ہین، جو چند ہفتے مین بن جائینگے، اور اس وقت ترکون کو اپنی جنگی کارروائیون مین اور بھی زیادہ آزادی حاصل ہو جائے گی۔

(۳) یونانی فوجین ترکون کو کچھ بڑا نقصان نہ پہنچا سکین۔

(۴) بلکہ ان جنگون کا نتیجہ یہ ہو، کہ ترکون مین [illegible] مصطفیٰ کمال پاشا کے قدم پہلے سے کہین زائد مضبوط ہو گئے۔

یہ نتائج ہین انگورہ کے غیر فتح ہونے اور یونانی فوج کے ترکیبی شکست [illegible] ہے کہ بیشک ناکامی ہوئی ہے، لیکن ہزیمت نہین ہوئی ہے! لیکن ہم سے تسلیم [illegible] یونانی فوج کا کوئی قصور نہین ہے کیونکہ جیسا کہ وہ دشمن پر فتح حاصل نہین کر سکی تھی مصطفیٰ کمال پاشا نے "نفیر عام" کر دی ہے، عظیم الشان پیمانہ پر جنگی طیاریان شروع کی ہین، اور زبردست فوجین بنائی جا رہی ہین، صرف فوجین ہی نہین، بلکہ جنگی بیڑہ بھی مہیا کر لیا گیا ہے، لیکن اس کے مقابلہ مین ہمارے وزیر اعظم میسیو گوناریس نے کیا کیا ہے؟ جنگی حرکات کی موقوفی کا اعلان کیا ہے! پھر یہ ترکی یونانی قضیہ کس طرح طے ہو سکے گا؟ مفتوح علاقون کی کیونکر حفاظت کی جا سکے گی؟ اور بلا کسی طیاری کے ترکون کی یلغار کو کس صورت سے روکا جا سکے گا؟"

اخبار "باترس" کی رائے

دشمن نے ہماری کمر توڑ دی

یونانی اخبار "باترس" لکھتا ہے کہ "ہماری گورنمنٹ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے یونان کو دول یورپ سے کاٹ کر ایک ایسے شکنجہ مین داخل کر دیا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن سا نظر آتا ہے! اسی گورنمنٹ نے یونانی قوم کو اناطولیہ کے تنور مین ڈھکیلا ہے، اُس نے کہا "یونانی فوج ترکون کی دھجیان اُڑا دے گی، مگر ۲۳ مارچ سے برابر جنگ ہو رہی ہے، اور اس کا نتیجہ جو ہوا ہے، وہ ان اعلانون سے معلوم ہو سکتا ہے جو خود یونانی سپہ سالار نے شائع کیے ہین، اور جن مین اگرچہ اس شرمناک نتیجہ کے چھپانے کی پوری کوشش کی گئی ہے، لیکن حقائق کو چھپایا نہین جا سکتا ہے، اور یہ اعلان خود اعتراف کر رہے ہین کہ اناطولیہ مین ہم پر کیسی مصائب نازل ہوئی ہین!

اب سے چھ ماہ پہلے لندن مین کانفرنس منعقد ہوئی تھی، یونانی گورنمنٹ کو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے تھا، وہ اسی وقت یا تو صلح کر لیتی اور یا دول عظمیٰ کی شرکت مین ترکون سے جنگ کرتی۔ لیکن میسیو گوناریس نے یہ نہ کیا، بلکہ دول سے اجازت چاہی کہ انھین بطور خود ترکون پر فتحیاب ہونے دین، دول عظمیٰ نے اجازت دے دی، جنگ ہوئی، مگر فتح نہ ہوئی، بلکہ سکاریہ کے کنارے دشمن نے ہماری کمر توڑ ڈالی!

اب پھر ایک کانفرنس ضرور منعقد ہوگی، اور اس مین ترکی و یونان کا مسئلہ پیش ہوگا، دیکھنا چاہیے کہ اب کی میسیو گوناریس کیا کرتے ہین؟ آیا پھر جنگ کرنے کی اجازت چاہین گے؟ اس کا جواب سکاریہ کی [illegible] باقی نہین، بلکہ سرخ یونانی خون سے بھرا ہے، میسیو گوناریس اور جنرل پاپولس [illegible] کو اس جنگ نے پوری طرح ظاہر کر دیا ہے!

آزادی کی قدر و قیمت

مذہبی نقطۂ نظر سے

(از مولانا سعید الرحمن صاحب نگرامی مدرس مدرسہ جامع مسجد بمبئی)

مہاتما گاندھی "ینگ انڈیا" کی ایک اشاعت میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ "تحریک سوراج بجائے خود مسلمانوں کے ایک بڑے گروہ کے لئے کوئی دلچسپ چیز نہیں تاوقتیکہ اس میں مسئلۂ خلافت کا حل نہ شامل ہو اگرچہ یہ بات قابل افسوس ہے" متن ... ۔ مطلب ... تا گاندھی کے نہیں ہیں لیکن ان کا مفہوم یہی ہے یہ جملہ ایسے موقع پر لکھا گیا ہے جبکہ مہاتما ہندو بھائیوں کو مسئلۂ خلافت میں دلچسپی قایم رکھنے، اور ہندو مسلم اتحاد کو مضبوط بنانے کا مخلصانہ مشورہ دے رہے ہیں۔ موجودہ صورت حال کے لحاظ سے یہ افسوس برمحل اور بجا ہے، اس میں شبہ نہیں کہ مسئلۂ خلافت کا بہترین حل ہند کی آزادی ہی پر موقوف ہے، اس لئے مسلمانوں کو اس تحریک سے دلچسپی ہے، لیکن کیا اگر خلافت کا سوال اس طرح نہ اُٹھتا اور ہماری واحد اسلامی سلطنت اس طرح مصائب کا شکار نہ بن جاتی تو ہمیں ہندوستان کی آزادی کے لئے بے قرار نہ ہو جانا چاہیئے تھا! اور کیا اگر بقول سر ڈی۔ جے۔ ریس ممبر پارلیمنٹ ہندوستان کے باہر اسلامی ممالک کا تصفیہ اور خلافت عثمانی کا اقتدار اسلامی آئین کے ... مشا کر دیا جائے تو مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ ہو جانا چاہیئے؟ خالص سیاسی نقطۂ خیال سے اس کا کچھ بھی جواب دیا جائے، لیکن ہم اس مختصر مضمون میں اس سوال کا مذہبی حیثیت سے جواب دینا چاہتے ہیں، کیونکہ مذہب ہی ہماری ساری سیاست کی روح ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم اگر ہمارے دلوں میں زندہ ہوتی تو آج ہم اپنے گلوں میں غلامی کا یہ طوق نہ پہنے ہوتے اور اگر ہمارے اعمال کی بدبختی نے آج سے ڈیڑھ صدی پیشتر ہماری گردنوں پر یہ جُوا رکھ دیا تھا تو ہم اپنی دینی اور مذہبی حرارت کی قوت سے مدتوں پیشتر اس جُوے کو اُتار چکے ہوتے!

قرآن مجید میں کلمۃ اللہ کی بلندی، غلبۂ حق، قیام حکومت کے متعلق بے شمار آیتیں ہیں لیکن ہم ان تمام سے قطع نظر کر کے پوری پابندی کے ساتھ صرف ان چیزوں کا تذکرہ کرتے ہیں جس کا تعلق ملک اور قوم کی آزادی سے ہے۔ اس سلسلہ میں دو واقعے بہت زیادہ اہم ہیں، ان میں ایک تو دُنیا کی گزشتہ تاریخ غلامی کے انقلاب کا ایک ورق ہے جو فرعون کے ساتھ اسرائیلیوں کو پیش آیا اور دوسرا اہم ترین معاملہ خود عہد نبوت میں فتح مکہ کا واقعہ ہے جو دوسرے لفظوں میں وطن کی آزادی کا مترادف ہے، جسے قرآن کریم میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ!

آزادی وطن کی اہمیت۔ رسالت مآب صلعم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، صحاح میں ہے کہ حضور نے روانگی کے وقت مسجد حرام کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ "اے سرزمین مکہ تو مجھے محبوب ہے، میں تجھ سے جدا نہ ہوتا اگر تیرے فرزند مجھے جدا نہ کرتے" یہ جملہ نبی کریم کی حب الوطنی کی واضح مثال ہے بشتہ میں مکہ کی فتح واقع ہوئی۔ اس فتح اور صلح حدیبیہ کو (یعنی مقدمہ فتح کو) خدا نے فتح مبین سے تعبیر فرمایا اور اس اہم واقعہ کے لئے سورہ فتح، نصر، کوثر، یہ تمام سورتیں نازل ہوئیں۔ قرآن کریم میں کسی ایک واقعہ عہد نبوت کے لئے اتنی مستقل سورتیں نہیں آئیں۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود وطن کی آزادی خدا کے نزدیک کس درجہ اہم چیز ہے!

حصول سوراج اتمام نعمت ہے۔ حجۃ الوداع میں جو تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ عرفہ کے روز یہ آیت نازل ہوئی "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ" یعنی ہم نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی دین کی تکمیل تو ظاہر ہے لیکن اس دن خصوصیت کے ساتھ اتمام نعمت بجز اس کے اور کیا معنی ہو سکتے ہیں کہ یہ فتح مکہ کی طرف اشارہ ہے اور نبی کریم کے وطن مالوف کی آزادی جو ایک عظیم الشان نعمت ہے خدا اس کے تمام ہونے کا ان لفظوں میں ذکر کرتا ہے۔ سورۂ فتح میں بھی ذکر فتح کے بعد کہا گیا ہے "وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ" تاکہ تم پر خدا اپنی نعمت تمام کرے قاضی بیضاوی فرماتے ہیں "او لفتح مکۃ وھدم منار الجاھلیۃ" (خدا کی نعمت فتح مکہ اور منارۂ جاہلیت کے گر جانے سے تمام ہو گئی یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں) قرآن کریم میں ایسی آزادی کو دوسرے موقعوں پر بھی "اللہ کی نعمت" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنی ہدایتوں میں اور عز و جل نے اپنی نعمتوں کے شمار میں "آزادی" کو سب سے مقدم کیا ہے "وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ اَنْجٰکُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ" خدا کی اس نعمت کو یاد کرو جبکہ اس نے تمہیں فرعون کی قوم سے نجات دی سورۂ بقرہ میں ہے "یٰبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اذْکُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْ اَنْعَمْتُ عَلَیْکُمْ" اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تمہیں دی پہلی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ امام رازی لکھتے ہیں "استنقذھم مما کانوا فیہ من البلاء من فرعون وقومہ وابدلھم من ذلک بتمکینھم فی الارض وتخلیصھم من العبودیۃ" خدا نے ان کو قوم فرعون کی مصیبتوں سے نجات دی۔ انہیں زمین کا حاکم بنایا اور غلامی سے رہائی بخشی۔

آزادی خدا کا احسان عظیم ہے۔ غلامی کی زندگی کے بعد کسی قوم کی آزادی جس طرح خدا کی ایک بڑی نعمت ہے ٹھیک اسی طرح خدا کے خاص احسانات میں بھی ہے یوں تو خدا کی نعمتیں بے شمار ہیں لیکن عموماً قرآن کریم میں بہترین نعمتوں کو شمار کرانے کے وقت خدا لفظ "من" (یعنی احسان) استعمال فرماتا ہے۔ مثلاً آنحضرت صلعم کی بعثت پر "لقد منّ اللہ علی المومنین" فرمایا یہ ایک بڑی روحانی نعمت تھی دوسری مادی نعمتوں پر "منّ" کے لفظ کا اطلاق بہت کم ہوا ہے۔ لیکن غلامی کے بعد آزادی کو خدا اسی لفظ سے تعبیر کرتا ہے "وَنُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَی الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَنَجْعَلَھُمْ اَئِمَّۃً وَّنَجْعَلَھُمُ الْوٰرِثِیْنَ"۔ ہم چاہتے ہیں کہ کمزوروں پر احسان کریں، اُن کو زمین کی حکومت دیں ان کو پیشوا بنائیں اور انھیں کو زمین کا وارث ٹھہرائیں۔

آزادی کی تحریک ایک پیغمبرانہ عمل ہے۔ محکوم قوم کی آزادی اس درجہ مذہبًا عزیز ہے کہ جب محکوم قوم میں کوئی نبی بھیجا گیا ہے تو اس کا پہلا کام یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی قوم کو آزاد کرائے۔ حضرت موسیٰ فرعون کے پاس بھیجے گئے تو پہلی دعوت آپ نے یہ دی "قَدْ جِئْتُکُمْ بِبَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ" (اعراف) ہم نے تمہارے پاس واضح دلائل پیش کئے۔ اب تم بنی اسرائیل کو آزاد کر دو۔

آزادی خدا کا تحفہ ہے۔ اوپر معلوم ہوا کہ قوم کو آزادی انبیا کا پہلا کام ہے اب دیکھو خدا اس کام کو کیونکر حکمت دیتا ہے۔ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراہیم) ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اپنی قوم کو تاریکی سے روشنی کی طرف لے جاؤ۔ غلامی تاریکی ہے اور آزادی روشنی!

آزادی کے لئے وعدۂ الٰہی۔ انتہائی مجبوری اور مظلومی کے وقت جبکہ خدا نے آں حضرت صلعم کی تسکین ان الفاظ میں فرمائی وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ عنقریب خدا تم کو دے گا اور تم راضی ہو جاؤ گے۔ وہ قریبی عطیہ جس کی خدا نے بشارت دی ہے۔ مکہ کی فتح کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ظالموں کے پنجہ سے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی آزادی کا خدا یوں ذکر کرتا ہے ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنجَيْنَاهُمْ ہم نے اپنے وعدوں کو سچ کر دکھلایا اور ان کو نجات دی۔ سورۂ ابراہیم میں ہے وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِن بَعْدِهِمْ ہم تمہیں ان کے بعد زمین میں ٹھہرائیں گے!

آزادی کے سچے خواب۔ آزادی کا زمانہ قریب ہوتا ہے اور غلامی کی زندگی ختم ہونے کو آتی ہے تو اکابر امت کو خدا کی جانب سے سچے خواب نظر آتے ہیں نبی کریم صلعم کو فتح مکہ کے قریب اسی طرح کا خواب دکھلایا گیا تھا لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ خدا نے اپنے پیغمبر کے مسجد حرام میں داخل ہونے کے خواب کو سچ کر دیا اس خواب کا قصہ احادیث میں مفصل مذکور ہے!

فطرت سے قومی آزادی کی شہادت۔ مظلوم قوموں کے سامنے انقلاب کی تصویر اور آزادی کی یقینی امید قرآن کریم اس بلیغ اسلوب سے پیش کرتا ہے پہلے ایک آیت میں مظلوموں سے غیبی تائید اور لازمی فتح کا وعدہ کیا گیا ہے اور پھر اس کی تشریح ان لفظوں میں کی جاتی ہے ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ (حج) یعنی جس طرح دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن کا آنا قانون قدرت ہے ویسے ہی بے کسی کے بعد طاقت اور محکومی کے بعد حکومت اور غلامی کے بعد آزادی یقینی ہے!

وطن کی آزادی تمام کلفتوں کو مٹا دیتی ہے۔ آزادی سے پہلے طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا رہتا ہے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں مگر اسی طرح آزادی کے بعد نظم و نسق، اصلاح، قیام امن اور اس قسم کے بیسیوں انتظامی مصروفیتیں درپیش ہوتی ہیں لیکن نفس آزادی کی مسرت ان تمام اگلی پچھلی کلفتوں کو مٹا دیتی ہے إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح دی تاکہ تمہارے اگلے پچھلے وبال مٹا دیں، ذنب کے اصلی معنی وبال کے ہیں (دیکھو مفردات راغب لفظ ذنب) اس آیت کے یہ معنی جو ہم نے بیان کئے ہیں وہ ان تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں جو متکلمین کو مسئلۂ عصمت انبیاء کے بارے میں پیش آتی ہیں۔

آزادی کے لئے بیعت۔ بیعۃ الرضوان جس کی بنیاد حضرت عثمان کی اسیری پر رکھی گئی اور جس کی بڑی غرض آپ کی رہائی اور بوقت ضرورت آزادی وطن کے لئے جان کی قربانی تھی خدا نے اس کے متعلق کہا إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ۔ یعنی آزادی کے لئے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنا گویا خدا کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے!

آزادی کے لئے فنڈ جمع کرنا۔ آزادی کی راہ میں جو مصارف برداشت کئے جاتے ہیں وہ سب اللہ کی راہ میں شمار کئے جائیں گے۔ فتح مکہ کے مہمات کے لئے مال جمع کرنے کے واسطے ارشاد ہے وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ تم خدا کی راہ میں کیوں نہیں خرچ کرتے؟ اللہ کے لئے تو سارے آسمان اور زمین کی ملکیت ہے!

سعی آزادی اور دیگر اعمال کا موازنہ۔ حصول آزادی کے لئے جو کوششیں کی جائیں وہ ہر قسم کے تقویٰ۔ طہارت۔ اور ان اعمال صالحہ پر فائق ہیں جو آزادی کے بعد انجام پائیں ارشاد ہے لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا۔ فتح مکہ سے پہلے جن لوگوں نے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے فتح کے بعد تقویٰ اختیار کیا اور جہاد کیا۔

ملکی آزادی کے بغیر مذہبی آزادی دشوار ہے۔ مذہبی آزادی اور اعلاء کلمۃ اللہ تب ہی مکمل ہو سکتا ہے جب ملک آزاد ہو جائے۔ قرآن کریم نے ان دونوں چیزوں کو علت اور معلول کے طور پر بیان کیا ہے۔ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا۔ جب خدا کی جانب سے مدد اور فتح آ گئی اور تم نے لوگوں کو جوق در جوق اللہ کی اطاعت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا!

آزاد شدہ قوموں کی تاریخ۔ عام جماعت میں آزادی کی روح پھونکنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے سامنے دوسری آزاد شدہ قوموں کی تاریخ بکثرت دہرائی جائے۔ حضرت موسیٰ سے خطاب ہے وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔ بنی اسرائیل کو خداوندی انتقام کے افسانے سناؤ ان افسانوں میں مستقل اور کام لینے والی قوموں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں!

آزادی کے لئے دعا۔ دعا مغز عبادت ہے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ مظلوموں کی دعا کے لئے خدا کے یہاں کوئی پردہ نہیں۔ آزادی کے لئے اپنی محکومی اور مغلوبیت کے زمانہ میں دعائیں کرنی چاہئیں، انبیاء علیہم السلام دعا فرمایا کرتے تھے وَنَجِّنَا مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ اے خدا ہمیں کافروں سے نجات دے!

غلامی بدترین چیز ہے۔ مشرک خدا کے نزدیک سب سے بڑا گنہگار ہے۔ خدا اسے غلاموں سے تشبیہ دیتا ہے ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوكًا لَّا يَقْدِرُ عَلَىٰ شَيْءٍ۔ غلامی اس لئے بری ہے کہ مملوک کے تمام قوٰی حاکم کے زیر اثر آ جاتے ہیں۔ یہ امر بھی صاف بتلا دیا گیا ہے کہ مغلوبیت منشاء خداوندی کے بالکل خلاف ہے خدا تو کہتا ہے۔ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ تاکہ خدا اسے تمام [illegible]

آزادی کمزور ہاتھوں سے تمام [illegible] ہے۔ جو قومیں کمزور سمجھی جاتی ہیں

اور جو گروہ حقیر نظروں سے دیکھا جاتا ہے خدا ان ہی کے ہاتھوں سے آزادی دلاتا، اور ارباب قوت کا غرور طاقت توڑتا ہے۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا (یہ آیت پہلے ہو چکی ہے) اس کے آگے ارشاد ہے وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ۔ ہم چاہتے ہیں کہ انھیں کمزور ہاتھوں سے فرعون و ہامان اور ان کے اہل لشکر کو وہ باتیں دکھلا دیں جن کا انھیں ہر دم کھٹکا رہتا ہے (یعنی تباہی)

آزادی کی یادگار:- اسلام نے سال میں ایک بار قربانی کی رسم جاری کی۔ اور اس کے ساتھ عید اضحیٰ کی نماز واجب کی۔ یہ دونوں چیزیں آزادی مکہ کی یادگار میں إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ہم نے تمھیں کوثر دیا اب خدا کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ کوثر کے معنی اگرچہ مفسرین نے مختلف بیان کئے ہیں لیکن اس سے فتح مکہ کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ ابو سعود کوثر کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں والریاسة العامة المستتبعة لسعادة الدین والدنیا۔ کوثر سے مراد عام سرداری جو فلاح دارین کی کفیل ہے بعض مورخین کا خیال ہے کہ کوثر بیت اللہ کا قدیم نام ہے جس طرح یثرب مدینہ منورہ کا قدیم نام ہے!

* * *

ہم نے مختصر طور پر بعض آزادی کی قدر و قیمت کے متعلق قرآن کریم کے صاف اور صریح ارشادات جمع کر دیئے ہیں۔ ممکن ہے کہ بہت سی آیتیں ہماری نظر سے رہ گئی ہوں آزادی کے مراحل، شرائط، طریق کار، یہ تمام باتیں قرآن مجید میں تفصیل موجود ہیں اور کسی دوسرے موقع پر پیش کی جائے گی۔ کاش مسلمان ان آیتوں کو پڑھیں اور ہندوستان کی آزادی کی کوشش اپنے ایک مذہبی فرض کے طور پر انجام دیں!

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید
دیگران ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد!

اسلامی اور بالشویکی اتحاد مکمل ہو گیا

قارص کی مہتم بالشان کانفرنس

مصری معظم "الاخبار" کو اس کا خاص نامہ نگار قسطنطنیہ سے لکھتا ہے کہ:- چند دن گزیلتے ہیں کہ شہر قارص میں دو نہایت مہتم بالشان اور یادگار سیاسی واقع ہوئے۔ پہلا واقعہ، "ترکی بالشویکی معاہدہ کی تکمیل" کا ہے، اور دوسرا "قارص کانفرنس" کا ہے جس میں روس، ترکی، آذربائیجان، جارجیا اور ارمنستان کے نمایندے شریک تھے۔ ہم ان دونوں کی تفصیل ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

ترکی بالشویکی معاہدہ کی تکمیل

۲۲ ستمبر ۱۹۲۱ء کو قارص کا شہر خوب آراستہ کیا گیا تھا، خصوصاً اس کے ٹاؤن ہال کی زیب و زینت قابل دید تھی، ۴ بجے شام کو حاضرین سے لبریز ہو گیا تھا، شہر کے تمام سر آوردہ لوگ موجود تھے، اور سول اور فوج کے افسران سلامی وردیاں پہنے؛ اور نشان لگائے ہوئے تھے۔ [illegible] پر بڑے بڑے ترکی اور روسی عہدہ دار [illegible] اور سب کے چہروں سے بشاشت ٹپک رہی تھی، [illegible] نے اپنی کرسی سے اعلان کر دیا کہ ترکوں اور بالشویکوں میں دوستی مکمل ہو گئی [illegible] تو میں خاموش ہوئیں تو ترکی مدارس کے طلبہ نے بالشویک وفد کے صدر جنرل گورنیوف کے سامنے اپنا ہدیہ پیش کیا، جو دو جھنڈوں کی شکل میں تھا، جن میں سے ایک ترکی جھنڈا تھا جس پر روسی زبان میں ایک عبارت درج تھی، اور دوسرا روسی تھا جس پر ترکی عبارت لکھی ہوئی تھی۔ یہ پیشکش اس دوستی کی یادگار میں تھی اور [illegible] بالشویک جنرل نے نہایت احترام سے قبول کیا۔

اس کے بعد عہد نامہ "محبت" طرفین نے باہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں [illegible] کر دیا اور پھر ترکی ہیرو کاظم قرہ بکر پاشا تقریر کرنے کو اٹھے، اور انھوں نے بالشویک جنرل کو مخاطب کر کے کہا:-

کاظم قرہ بکر پاشا کا لکچر

محترم جنرل! یہ معاہدہ جو روس کی متحدہ بالشویک حکومتوں کی جمہوریت نے ترکوں کی قومی حکومت کے ساتھ کیا ہے، اس کی بنیاد "جبر واکراہ" پر نہیں ہے، بلکہ "حق و انصاف" کی مقدس چٹانوں پر ہے۔ اس پر ایسی حکومتوں نے دستخط ثبت کئے ہیں جو قومی حکومتیں ہیں اور قوم کی عام رائے نے جنھیں قائم کیا ہے، اس لئے یہ معاہدہ ترکی اور روسی قوموں کے مابین ہوا ہے اور کروڑوں کی تعداد میں ترکوں اور روسیوں کی شرافت نے اس کی تعمیل و پابندی کی ضمانت کی ہے!

یہ معاہدہ نہایت عظیم اور محترم ہے اور ہماری آیندہ نسلیں بھی اس کی برابر رعایت کریں گی، اور اس کے وجود پر فخر کریں گی، میں اس معزز عہد نامہ کو جس نے مشرق میں حریت و محبت کا ایک نیا دور پیدا کر دیا ہے، انتہائی خلوص سے آپ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے تمنا کرتا ہوں کہ جلد سے جلد تمام نوع انسانی استبداد و عبودیت سے نجات پا جائے، اور حریت و سعادت سے بہرہ اندوز ہو! آخر میں میں اپنی قوم و حکومت کی طرف سے روسی قوم اور روسی حکومت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے پورے احترام سے یہ معاہدہ آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں کہ جس کی تصدیق ہماری قومی پارلیمنٹ نے کر دی ہے۔

جنرل گورنیوف کا لکچر

محترم پاشا! میں اس عظیم الشان تاریخی موقع پر جناب کی ذات گرامی اور ترکوں کی قومی حکومت کی خدمت عالی میں اپنی اور اپنے ملک کی متحدہ اشتراکی حکومت کی طرف سے نہایت مؤدبانہ و مخلصانہ تہنیت پیش کرتا ہوں کہ طرفین کے مابین ایسا شریفانہ معاہدہ مکمل ہو گیا! جن دونوں حکومتوں نے اسے سرانجام دیا ہے، وہ دنیا کی عظیم ترین حکومتیں ہیں اور قیصروں کی قیصریت اور بادشاہوں کی استبدادیت سے آزاد ہیں، وہ اپنی اپنی قوموں کی رضا مندی پر قائم ہیں، اور دونوں اپنے اپنے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت و شفقت پاتی ہیں، دونوں [illegible] اعتماد [illegible] اخلاص و احترام کے جذبات سے [illegible] لبریز ہیں!

ترکی اور روسی قوموں کو دشمنوں نے [illegible]

شکایت ہو گئی، اور یہ دونوں شریف قومیں باہم گلے مل گئیں، اس میں ذرہ برابر بھی تعجب نہ ہونا چاہیئے، کیونکہ دونوں کا مطمح نظر ایک ہے، دونوں اپنے حقوق کی حفاظت چاہتی ہیں، دونوں کو آزادی کی طلب ہے، اور اس لئے اب دونوں پہلو بہ پہلو کھڑی ہو گئی ہیں، اور ہمیشہ کے لئے دوستی و محبت کا عہد کرتی ہیں!

اب وہ زمانے لد گئے جب روس میں زاریت کی سیہ تاریکی پھیلی ہوئی تھی، اور آپ یقین کیجئے کہ اب یہ تاریکی ہمیشہ کے لئے کافور ہو گئی۔ روس کے زار ہمیشہ طویل جنگوں کا اعلان کرتے رہتے تھے تاکہ قوم کو اپنی غلامی میں رکھ سکیں، انہوں نے اپنی پوری طاقت ترکی اور روسی قوموں کو ہمیشہ دست بگریبان رکھا، تاکہ ان میں عداوت قائم رہے اور کبھی دوستی نہ ہونے پائے، حالانکہ دونوں کے مابین جنگ کی کوئی وجہ نہ تھی، دونوں میں باہم قومی قرابت و رشتہ داری تھی، دونوں کی اصلیت و حیثیت قریب قریب تھی، دونوں کے طبائع میں بہت زیادہ مشابہت تھی، اور دونوں کے اقتصادی فوائد مشترک تھے، اور اس لئے ان میں بجز محبت و دوستی کے اور کوئی تعلق ہونا ہی نہ چاہیئے تھا، مگر روس کے زار کی مشیت اس کے خلاف تھی، اور وہ ہمیشہ دونوں کے خون سے کھیلا کرتے تھے!

لیکن آج میں، اے محترم دوستو! اور پڑوسیو! تمہارے سامنے یہ عہدنامہ پیش کرتا ہوں جس پر ۲ جولائی سنہ رواں کو تصدیق ہوئی تھی، اور اپنی طاقت پر بھروسہ کرنے والی تمام روسی قوم کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اس نے ان تمام جابرانہ اور ظالمانہ اسباب کو قطعاً مردود کر دیا ہے جن کی وجہ سے اس میں اور ترکی قوم میں عداوت و بے اعتمادی پیدا ہوا کرتی تھی! میں یہ دیکھ کر از حد مطمئن ہوں کہ آج دونوں بہادر اور شریف قومیں پوری صداقت و اخلاص کے ساتھ کندھے سے کندھا جوڑے کھڑی ہیں! اور دونوں کو یقین کامل ہے کہ یہ مساویانہ تعلقات ابدالآباد تک فیما بین قائم رہیں گے۔

میری مسرت خصوصاً اس وجہ سے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ میں یہ معاہدہ ایک ایسی تاریخی ساعت میں پیش کر رہا ہوں جبکہ جرار ترکی فوج نے میدان جنگ میں دشمنوں کا سر کچل دیا ہے، اور وہ انتہائی سراسیمگی کے ساتھ بھاگے چلے جا رہے ہیں! پس میں بہادر ترکی فوج، ترکی ارکان حرب اور ترکی قوم کو اپنی اور اپنی حکومت کی طرف سے مبارکباد دینے میں پیش قدمی کرتا ہوں، اور یقین کرتا ہوں کہ بہت جلد دشمن پامال ہو جائینگے اور ترک فتحیاب و بامراد ہوں گے!

اے میرے دوستو! میں تمہاری جانب محبت کا ہاتھ بڑھاتا ہوں، تمہاری فتح پر یقین ظاہر کرتا ہوں، اور تمہاری صفوں میں ایستادہ ہو کر اپنی پوری آواز سے پکارتا ہوں، "روسی و ترکی قوم زندہ رہے! ان کے سردار زندہ رہیں! اور یہ اتحاد مبارک ہو!"

قارص کانفرنس

۲۶ ستمبر سنہ ۲۱ء کو اس واقعہ کے بعد قارص کانفرنس منعقد ہوئی، اور اس میں شریک ہونے کے لئے تفلس سے اسپیشل ٹرین پر بالشویکی، آذربیجان، جارجین اور آرمینی نمایندے قارص آئے، شہر میں ان کا شاندار خیر مقدم ہوا، اور کانفرنس کے جلسے شروع ہو گئے، یہ کانفرنس نہایت عظیم نتائج پیدا کرے گی اور مشرق میں ترکوں اور مسلمانوں کو اس قدر [illegible] اقتدار بخشے گی کہ مستقبل [illegible] بجا طور پر اہمیت رکھیں گی۔ اس کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ ترکوں اور قوقازی حکومتوں کے مابین اتحاد قائم کیا جائے، قوقاز کو اجنبی وسائس سے پاک کر دیا جائے، اور قوقازی مسلمانوں کو ترکی کے ساتھ پوری طرح مرتبط کر دیا جائے، چونکہ قوقاز کا ملک اناطولیہ اور ایشیا کے مابین ایک پل یا راستہ کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے بلاشبہ اس اتحاد کے بعد اناطولیہ کا اقتدار تمام ایشیا میں عام ہو جائیگا۔

آخر میں نامہ نگار لکھتا ہے کہ ہم ابھی اس کانفرنس پر رائے زنی نہ کریں گے، یہاں تک کہ اس کی کارروائیوں سے پوری طرح واقف نہ ہو جائیں، اس وقت تفصیل سے اپنے ناظرین کو اس سے مطلع کریں گے۔ (الاخبار ۱۲ اکتوبر)

یونانیوں کی عبرت انگیز تباہی

۱۶ ہزار زخمی چھوڑ بھاگے

شاہ قسطنطین انگلستان کا ایجنٹ ہے

مشہور فرنچ اخبار "لوپٹی بلو" "یونانی تباہی" کے عنوان سے لکھتا ہے کہ:۔

اب یونانی بھی معترف ہیں کہ وہ پیچھے ہٹ رہے ہیں، لیکن پیچھے ہٹنا اس حالت کی صحیح تصویر پیش نہیں کر سکتا جو اس وقت اناطولیہ میں یونانیوں کی ہو رہی ہے۔ وہ پوری جنگی لائن چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، اور اپنے اسلحہ، سامان جنگ اور زخمیوں تک کی پرواہ نہیں کرتے ہیں، یہ تو بدترین شکست ہے اور دنیا کی جنگی تاریخ میں ایسی مثالیں کم پائی جاتی ہیں۔

سکاریہ کا معرکہ ختم ہو گیا، اور لندن میں بھی اس کی صحیح اطلاع پہنچ گئی۔ یہ واقعہ ہے کہ یونانی اپنے ۱۶ ہزار زخمی میدان جنگ میں چھوڑ کر بھاگے ہیں، وہ اگرچہ بڑے ساز و سامان سے آگے بڑھے تھے۔ لیکن ان کا مقابلہ ایک ایسی فوج سے پڑا تھا جس کی کمان عظیم الشان سپہ سالاروں کے ہاتھ میں تھی، یہ فوج اپنی فاتحانہ اولوالعزمیوں میں مشہور ہے، اس کی شجاعت و پامردی ضرب المثل ہے، اور وہ خودداری و عزت نفس کے نشہ سے مخمور ہے۔ یونانیوں کا سامنا ایک ایسی فوج سے ہوا تھا جو اپنی زندگی صرف فتح میں سمجھتی تھی، اور جسے اپنے سپہ سالار پر اعتماد کامل تھا۔

برخلاف اس کے شاہ قسطنطین تمام زمانۂ جنگ میں سخت منحوس اور بزدل ثابت ہوا ہے، اس کی فوج بلا کسی جوش کے آگے بڑھتی تھی، اور اس کی حالت بالکل مزدوروں کی سی تھی، جو بد دلی کے ساتھ کام کرتے ہیں، اور واقعۃً یونانی فوج مزدور ہی تھی، انگریزوں کی طرف سے اسے تنخواہ ملتی تھی، اور وہ انگریزی فوائد ہی کے لئے جنگ کرنے نکلی تھی نہ کہ اپنی قوم و وطن کی خاطر، اسی لئے اس میں کوئی جوش نہ تھا اور اسی لئے اسے شکست نصیب ہوئی۔

شاہ قسطنطین نے جو بازی لگائی ہے، اس میں اسے ناکامی ہوئی اور سب کچھ کھو بیٹھا۔ اس نے برطانوی مقاصد کی قربان گاہ پر پوری یونانی قوم اور فوج کو بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ اس جنگ سے یونان کو کچھ بھی فائدہ حاصل ہو سکتا تھا؟ [illegible] شاہ کی [illegible]

قتل مسلم

(۲)

گزشتہ نمبر میں وہ حدیثیں درج ہو چکی ہیں جن میں مسلمان کے قاتل کو جہنمی بتایا گیا ہے، ہم نے انھیں محض اس کی وجہ سے کہ مسلمان ہے قتل کر دیا تھا، اب صحاح کا مراجعہ کیا تو ان میں سے اکثر خود وہاں ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بکثرت احادیث مختلف ابواب کے ماتحت درج ہیں جو [illegible] کہ تفصیل سب کو بیان کریں۔ مگر اختصار کے خیال سے انھیں [illegible] اور درج کئے دیتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ شریعت کے اور اسلام کا دارومدار کس بات پر ہے؟ فرمایا۔

عن عبداللہ بن عمرو۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (بخاری) مسلمان وہی ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

ترمذی و نسائی میں ہے۔ المؤمن من امنہ الناس علی دمائھم واموالھم مومن وہی ہے جس سے لوگوں کو اپنی جان و مال کا اندیشہ نہ ہو۔

عن ابن عمر۔ لن یزال المؤمن فی فسحۃ من دینہ مالم یصب دما حراما (بخاری) مومن اس وقت تک اپنے دین میں کشادگی پاتا ہے (یعنی گناہ کرتا ہے، اور توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے) جب تک ناحق خون بہائے۔

عن جندب بن عبداللہ۔ ومن استطاع ان لایحال بینہ وبین الجنۃ ملء کف من دم امرئ مسلم اھراقہ فلیفعل (بخاری) جس سے یہ ممکن ہو کہ اس کے اور جنت کے مابین ایک چلو خون بھی حائل نہ ہو، تو اُسے چاہیئے کہ ضرور احتیاط کرے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے آں حضرت صلعم کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا، آپ اس کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے تھے ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک! والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عند اللہ حرمۃ منک مالہ ودمہ وان نظن بہ خیرا (ابن ماجہ)

اے کعبہ! تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے! لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ مومن کی حرمت خدا کی نظر میں تیری حرمت سے زائد ہے یعنی اس کا مال اور خون اور یہ کہ ہم اس سے حسن ظن رکھیں!

قتل میں شرکت۔ ان احادیث کے بعد وہ حدیثیں سامنے آتی ہیں جن میں مسلمان کا خون بہانے میں شرکت کرنے کو حرام، اور اس جرم کے مرتکب کو جہنمی قرار دیا گیا ہے، اگرچہ شریک کتنے ہی ہوں، چنانچہ ایک حدیث تو وہی ہے جو پہلے گزر چکی اور جو اس قدر سخت ہے کہ تنہا کفایت کرتی ہے۔ فرمایا۔

عن ابی سعید۔ لو ان اھل السماء واھل الارض اشترکوا فی دم مؤمن لکبھم اللہ فی النار (ترمذی) اگر آسمان و زمین کی تمام مخلوق بھی ایک مسلمان کے خون بہانے میں شریک ہو جائے تو اللہ سب کو جہنم میں جھونک دے گا۔

شرکت کی کئی صورتیں ممکن ہیں، مثلاً یہ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے قتل پر لوگوں کو اکسائے [illegible] فرمایا۔

.... قسمت النار علی سبعین جزءا للآمر تسع وستون وللقاتل جزء حسبہ (احمد) دوزخ کی آگ ستر حصوں پر بانٹی جائے گی جن میں سے ۶۹ حصے قتل کا حکم دینے والے کے لئے ہوں گے، اور ایک حصہ قاتل کے لئے جو اس کے حق میں کافی ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک حرف سے بھی قتل مسلم میں مدد دینا حرام قرار دیا، اور اس کی سزا یہ بتائی کہ۔

عن ابی هریرة.... من أعان علی قتل مؤمن بشطر کلمة لقی اللہ یوم القیامة مکتوب بین عینیہ "آئس من رحمة اللہ" (ابن ماجہ) جو شخص مومن کے قتل میں آدھے بول سے بھی مدد کرے گا، قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور اس طرح آئے گا کہ اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا "اللہ کی رحمت سے مایوس"!

قاتل و مقتول دوزخ میں مسلمان کا قتل کرنا شریعت کی نگاہ میں اتنی سخت معصیت تھا کہ اس سے ہر طرح بچنے کا حکم دیا گیا، حتیٰ کہ اگر مجبوری آپڑے تو ہدایت کی گئی کہ خود اپنی جان دے دو مگر کسی مسلمان کی جان اپنے ہاتھ سے نہ لو، جیسا کہ گزشتہ نمبر میں معلوم ہو چکا، اور جیسا کہ اس حدیث میں فرمایا۔ عن ابن عمر .... لا یعجز الرجل من امتی اذا ارادوا قتلہ، یقول بؤ باثمی واثمک فیکون کابنی ادم فیکون القاتل فی النار والمقتول فی الجنة" (ابونعیم فی الحلیة) ہر مسلمان سے یہ ممکن ہے کہ جب اُسے قتل کیا جانے لگے تو وہ خود ہاتھ نہ اُٹھائے بلکہ قاتل سے کہے تیرے اور اپنے گناہ کا مستحق ہو! اور اس طرح آدم کے دونوں بیٹوں کی طرح ہو (کہ جن میں سے ایک نے دوسرے سے کہا تھا اگر تو مجھے قتل کرتا ہے تو کر، میں تجھ پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا) پس اگر وہ قتل ہو جائے گا تو جنت میں جائے گا، اور قاتل دوزخ میں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جب فتن کا زمانہ آئے اور مسلمان باہم لڑنے مرنے لگیں تو انسان کو چاہیئے کہ آبادی سے علیحدہ ہو کر اپنے کھیت اور بھیڑ بکری میں چلا جائے، ایک شخص نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کہ اگر ایک شخص کے پاس کھیت اور بھیڑ بکری نہ ہو؟ فرمایا: یعمد الی سیفہ فیدق علی حدہ بحجر، ثم لینج ان استطاع النجاء، اللھم ھل بلغت، اللھم ھل بلغت، اللھم ھل بلغت، ایسی حالت میں وہ اپنی تلوار لے اور اس کی دھار کو پتھر سے توڑ ڈالے، پھر اگر اپنے کو بچا سکتا ہے تو بچا لیجائے اے خدا میں نے نصیحت کر دی، اے خدا میں نے نصیحت کر دی، اے خدا میں نے نصیحت کر دی، ایک شخص نے پھر دریافت کیا کہ اگر لوگ مجھے اپنے ساتھ شریک ہونے پر مجبور کریں پھر کوئی مجھے تلوار سے مارے یا تیر لگے، آں حضرت نے جواب دیا "یبوء باثمہ واثمک ویکون من اصحاب النار (مسلم) تیرے اور اپنے وبال کا مستحق ہوگا اور جہنم میں رہے گا۔

اس کے بعد فرمایا کہ اگر اس کے باوجود بھی بلا وجہ شرعی کے دو مسلمان باہم لڑنے لگیں تو دونوں دوزخ میں داخل کئے جائیں گے چنانچہ حضرت ابوبکرۃ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا "اذا التقی المسلمان بسیفیھما فالقاتل والمقتول فی النار" جب دو مسلمان تلواریں لے کر آمنے سامنے آتے ہیں تو قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں جاتے ہیں ایک شخص نے عرض کی ھذا القاتل فما بال المقتول؟ قاتل کا تو جہنمی ہونا ٹھیک ہے مگر مقتول کیوں جہنم میں جائے گا؟ فرمایا "انہ کان حریصا علی قتل صاحبہ" [illegible]

[illegible] کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔

مسلمان کو ہتھیار سے ڈرانا

مسلمان کا قتل تو بڑی چیز ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب مسلمان کی ذات سے اپنے مسلمان بھائی کا قتل کرنا بعید ہے، لیکن یہ بھی جائز نہیں رکھا گیا کہ ایک مسلمان دوسرے کو ہتھیار سے دھمکائے، اور اسے بھی سخت جرم قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرمایا:-

عن سلیمان بن جرد... من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یروعن مسلما (طبرانی)

جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اسے ہرگز کسی مسلمان کو ڈرانا نہ چاہیئے۔"

عن عامر بن ربیعہ... لا تروعوا المسلم، فان روعۃ المسلم ظلم عظیم (طبرانی)

مسلمان کو مت دھمکاؤ، کیونکہ اسے دھمکی دینا بہت بڑا ظلم ہے۔"

عن ابن عمر... من اخاف مؤمنا، کان حقا علی اللہ ان لا یؤمنہ من افزاع یوم القیامۃ (طبرانی) جس نے کسی مومن کو ڈرایا، اللہ تعالیٰ اُسے روز قیامت کی دہشتوں سے ہرگز پناہ نہ دے گا۔"

عن انس... من راع مؤمنا فی الدنیا اطال اللہ روعتہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ، مغفورا لہ أو معذبا (دیلمی) جو کوئی کسی مسلمان کو دنیا میں ڈرائے گا، اللہ اس کے خوف کو قیامت کے دن اتنا دراز کر دیگا کہ اس کی مسافت ایک ہزار برس کی ہوگی جس کے بعد یا تو اُسے بخش دے گا یا عذاب دے گا۔"

ہتھیار سے اشارہ کرنا

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مسلمان کی جانب ہتھیار سے اشارہ تک کرنا حرام ٹھہرا دیا، چنانچہ فرمایا:-

عن ابی ھریرۃ... لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزع من یدہ فیقع فی حفرۃ من النار (بخاری) تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے، کیونکہ شاید اس کے ہاتھ سے شیطان اسے چلوا دے، اور اس وجہ سے وہ دوزخ میں جا گرے۔

عن ابی ھریرۃ... من اشار الی اخیہ بحدیدۃ، فان الملائکۃ تلعنہ حتی یدع وان کان اخاہ لابیہ وامہ (مسلم) جو کوئی اپنے بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے، فرشتے اُسے لعنت کرتے رہتے ہیں، یہانتک کہ اشارہ کرنا بند کر دے۔ اگرچہ وہ اپنے حقیقی بھائی کی جانب ہی اشارہ کر رہا ہو۔

آخری ٹکڑے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ انسان اپنے حقیقی بھائی کو قتل نہیں کرتا تاہم اس کی جانب بھی اشارہ نہ کرنا چاہیئے، اس سے معلوم ہوا کہ عام مسلمانوں کی طرف ہتھیار اشارہ کرنا اور بھی زیادہ گناہ ہے۔

کھلا ہتھیار دینا

شریعت کو مسلمانوں کی حفاظت یہاں تک مدنظر ہے کہ مسلمانوں کو کھلا ہتھیار دینا بھی ناجائز قرار دیا اور حکم دیا کہ اُسے بند کر کے دینا چاہیئے، چنانچہ فرمایا:-

عن جابر بن عبد اللہ... نہی رسول اللہ صلعم ان یتعاطی السیف مسلولا (ابو داؤد و ترمذی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برہنہ تلوار لینے دینے سے منع فرمایا ہے۔

عن ابی بکرۃ... اذا سل احدکم سیفا ینظر الیہ فاراد ان یناولہ اخاہ فلیغمدہ ثم یناولہ ایاہ (احمد و حاکم فی المستدرک) جب تم میں سے کوئی شخص تلوار نکالے اور اپنے بھائی کو دینے لگے تو چاہیئے کہ نیام میں کر کے دے۔"

عن ابی بکرۃ قال ان النبی صلعم مر بقوم فی مجلس سلوا فیہ، اسیافہم یتعاطونہ بینہم، قال لعن اللہ من فعل ھذا! أولم أنہ عن ھذا؟ اذا سل احدکم السیف واراد أن یدفعہ الی صاحبہ فلیغمدہ ثم لیعطہ ایاہ (طبرانی و حاکم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد تشریف لئے جا رہے تھے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو برہنہ تلواریں لئے ایک دوسرے کو دے رہے تھے۔ آپ نے غضبناک ہو کر فرمایا۔ "جو ایسا کرتا ہے اللہ کی اُس پر لعنت ہوتی ہے! پھر کہا "کیا میں اس حرکت سے منع نہیں کر چکا ہوں؟ جب کوئی تلوار نکالے اور اپنے بھائی کو دینے لگے تو نیام میں کر کے دے۔"

مجمع میں کھلے ہتھیار لیکر چلنا

جہاں ان سب باتوں کی ممانعت کی تھی، مسلمانوں کے مجامع، مساجد، بازار اور گزرگاہوں میں برہنہ ہتھیار لیکر چلنے کی بھی ممانعت کر دی، کہ مبادا کسی مسلمان کے نادانستہ لگ جائے، چنانچہ فرمایا:-

عن ابی موسیٰ... من مر فی شیء من مساجدنا أو أسواقنا بنبل فلیاخذ علی نصالہا، لا یعقر بکفہ مسلما (بخاری و مسلم) جو ہماری مسجدوں یا بازاروں میں تیر لیکر نکلے تو چاہیئے کہ اس کے پھل کو ہتھیلی میں کر لے تاکہ وہ کسی مسلمان کو زخمی نہ کر دے۔"

اب وہ لوگ غور کریں جو اپنے مسلمان بھائیوں کا خون بہاتے اور جان لیتے ہیں، کہ کل اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے؟ اُس دن اللہ کے قہر و غضب سے انھیں کون بچا سکے گا؟ مال و متاع، عزیز و اقارب، دوست و احباب، اور وہ تمام قوتیں جو آج انکی پشت پناہی پر ہیں، کل ان میں سے کون ان کے کام آئے گا؟ یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ وصاحبتہ وبنیہ، لکل امرئ منہم یومئذ شأن یغنیہ! + فقط

فرمان حضرت امیر شریعت صوبہ بہار و اُڑیسہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

۱۷- محرم کو میں نے مسلمانان صوبہ بہار و اُڑیسہ کے نام حکومت انگورہ کے لئے خصوصیت کے ساتھ ایک اعلان شائع کیا تھا۔ الحمد للہ کہ مسلمانان بہار نے اپنے فرض کی طرف توجہ کی اور روپیہ فراہم کرنے اور پراونشل خلافت کمیٹی پٹنہ اور مرکزی بیت المال پھلواری شریف میں بھیجنے لگے لیکن جس قدر ضرورت ہے، اور مسلمانان بہار سے جس قدر توقع کی جاتی تھی اُس لحاظ سے بہت ہی کم فراہم ہوا ہے۔ شاید انھیں معلوم نہیں کہ خیرات کے کل اقسام سے اس امداد کا ثواب بہت زیادہ ہے اور جو موقع اس ثواب کے حصول کا ہم لوگوں کو اس وقت حاصل ہوا ہے وہ نہ پہلے تھا اور نہ بعد میں باقی رہنے کا یقین ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی نے ایک کروڑ روپیہ امداد مجاہدین انقرہ کے لئے تجویز کیا ہے جس میں سے ۵ لاکھ روپیہ صوبہ بہار کے نام مشخص ہوا ہے، مولانا ابو الکلام نے ایک خاص تار کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے۔

اس لئے آج میں پھر تمام خلافت کمیٹیوں کو خصوصیت کے ساتھ حکم دیتا ہوں کہ وہ بہت جلد اس رقم کے جمع کرنے میں منہمک ہو جائیں اور مسلمانان بہار کو چاہیئے کہ دل کھول کر چندہ دیں کیونکہ حکومت انقرہ کی امداد ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ انہی کی امداد سے ظلم و ستم کی عمارتیں منہدم ہوں گی اور اسلامی عزت و حشمت کا علم بلند ہوگا۔

سکریٹری پراونشل خلافت کمیٹی کو میں نے لکھ دیا ہے کہ ہر ضلع پر اس رقم کو تقسیم کر کے ضلع خلافت کمیٹی کو اطلاع دے دیں کہ ۱۰ دسمبر تک جو رقم صوبہ بہار کے ذمہ مقرر کی گئی وہ رقم جمع ہو جانی چاہیئے!

دستخط حضور امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ
(مولانا سید شاہ محمد بدرالدین پھلواری)
۱۶ ربیع الاول [illegible]

ایک سکنڈ بھی آپ کو غافل نہ رہنا چاہیئے کہ کسی طرح کا فتنہ و فساد ہو اور احکام کی تعمیل میں ذرہ برابر فرق نہ آنے پائے، ہمارے خدائے بزرگ کا حکم ہے جس کی تعمیل میں فساد نہ کرو۔ اس وقت تک میں برابر اس پر عامل رہا ہوں اور آئندہ کے لئے بھی اس پر مجھ کو شوق اور استقامت ہے۔ آپ سب لوگوں کو بھی اسی کی وصیت کرتا ہوں کہ فتنہ و فساد سے خود بھی بچے رہیں اور لوگوں کو بھی بچائیں۔ والسلام

(دستخط حضور امیر شریعت صوبہ بہار و اڑیسہ)
(مولانا سید شاہ محمد بدرالدین پھلواری [illegible])

پیغام حضور امیر شریعت صوبہ بہار

سکون و تحمل کی ہدایت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بیس پچیس روز سے صوبہ بہار میں چند کارکنان دین و ملت و فدایان خلافت و ملک کی گرفتاریوں کی افواہ بہت گرم ہے۔ خصوصاً میرے فرزند اکبر مولوی محمد محی الدین سلمہ اللہ اور نائب امیر شریعت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے متعلق آرہ، سہسرام، پٹنہ وغیرہ میں گرفتاری کی غلط خبر لوگوں کو معلوم ہوئی جس سے لوگوں کو سخت زحمت اٹھانی پڑی۔ اور جوش میں بھرے جوق کے جوق دریافت حال و حکم کے لئے یہاں لوگ آتے رہے۔ ان کو ہر طرح سمجھا کر واپس کیا گیا، اور جب تک لوگوں نے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیا ان کا جوش کم نہیں ہوا۔ اسی طرح میری گرفتاری کے متعلق بھی افواہ گرم ہو رہی ہے اس لئے میں نہایت ضروری سمجھتا ہوں کہ مسلمانان صوبہ بہار کو عموماً اور اپنے متوسلین کو خصوصاً مطلع کر دوں کہ مجھے ایسی امید نہیں ہے کہ حکومت اس قسم کی فاش غلطی کا ارتکاب کرے گی کہ مجھ کو یا دیگر علماء اور لیڈروں کو گرفتار کر کے اپنے مشکلات کو بڑھائیگی لیکن وہ اگر کر ہی گذرے جیسا کہ علی برادران و مولانا حسین احمد و مولانا نثار احمد و پیر غلام مجدد و مولانا حافظ احمد سعید و جگت گرو شنکر اچاریہ کو گرفتار کر لیا ہے، میں بھی گرفتار کر لیا جاؤں تو تمہارا فرض ہے کہ تمہارے پائے استقامت میں کسی قسم کی لغزش نہ آئے اور اپنے جوش کو قابو میں رکھتے ہوئے بغیر خون ریزی و فساد کے خداوندی احکام کی تعمیل اور ملک کے تمام پر امن پروگرام کو ضرور اور بہت ضرور پورا کر کے شریعت اور اسلام کی عزت و حرمت کو باقی رکھو۔ میں احکام اسلام کے بجا آوری میں ہر ایک مصیبت جھیلنے کے لئے تیار ہوں اور اس کو سنن انبیاء و صالحین سمجھتا ہوں۔ ہر سلف کا خلف ہوتا ہے۔ میرے بعد بھی خدائے عزوجل لوگوں کے دلوں کا تسکین دینے والا کسی کو مقرر فرمائے گا۔ علمائے بہار نے بھی اپنی عزیمتوں کا اظہار کر دیا ہے اور کام کرنے والوں کی جگہ ہونے والے اپنی کو تشکیل کر رہے ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ علماء بہار کو میں خصوصیت کے ساتھ تاکید کرتا ہوں کہ اس نازک وقت کی تمام ذمہ داری آپ حضرات کے سر ہے۔

قسطنطین اور مصطفیٰ کمال پاشا کے اعلان

مصری ہمعصر الاخبار کے صفحات پر وہ دونوں اعلان شائع ہوئے ہیں جو معرکہ سکاریا کے بعد شاہ قسطنطین نے اپنی فوج کے نام، اور غازی مصطفیٰ کمال پاشا نے اپنی فوج کے نام شائع کئے ہیں، ہم ان دونوں کا بلفظہ ترجمہ درج کئے دیتے ہیں جس سے ناظرین کو فریقین کی حالت کے موازنہ کرنے میں بڑی مدد ملے گی۔ (پیغام)

شاہ قسطنطین کا اعلان

میرے بہادر سپاہیو! اب میں اس مقام پر واپس جا رہا ہوں، جہاں میرے فرائض مجھے جانے پر مجبور کر رہے ہیں۔ لیکن واپسی سے پہلے میں تمہارے کارہائے نمایاں پر اپنی مسرت کا اعلان کرتا ہوں، جو میرے قلب میں اس قدر ہے کہ شاید الفاظ اس کی پوری ترجمانی نہ کر سکیں گے۔

میں نے تمہیں یہ نعرے لگاتے سنا ہے کہ "چلو انگورہ! چلو انگورہ!" لیکن جو خدمات تم انجام دے چکے ہو، وہ میرے نزدیک حصول مقاصد کے لئے کافی ہیں، اس لئے میں نے نہ چاہا کہ تم سے مزید قربانیاں طلب کروں۔

مجھے امید ہے کہ تم ان علاقوں کی حفاظت کرو گے جنہیں تم نے اپنے زور بازو سے فتح کیا ہے، اور تمام دنیا پر ثابت کر دو گے کہ تم اس ملک میں اس لئے نہیں آئے ہو کہ یہاں کے مسلمان باشندوں سے جنگ کرو، بلکہ اس لئے آئے ہو، تاکہ بلا قید جنس و مذہب سب کو تہذیب و محبت سکھاؤ! تم اپنے وطن کے مطالبوں کو باحسن وجوہ پورا کر چکے، اور اب جو کچھ تمہیں کرنا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اس زمین کو بچاؤ جسے تم نے اتنی مصیبتوں اور قربانیوں کے بعد حاصل کیا ہے! اور جب اپنے فرض کا یہ حصہ بھی انجام دے چکو گے تو اس وقت فرحت و مسرت کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ گے!

تم نے اپنی تلوار سے دشمن کو عبرت انگیز سبق دیا ہے، اور اب وہ بھاگیں ہیں جس طرح یہ زمین واپس لے کر تمہاری محنت کو رائگاں کر دے، لہٰذا تم انہیں بتا دو کہ یونانیت کی راہ میں جنگ کرنے سے تھکے نہیں ہو، اور جب وہ آگے بڑھیں تو تلواروں اور نیزوں سے اس کے [illegible]

[illegible]

بادشاہ یونان

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا اعلان

میرے دوستو! جس جنگ میں ہم کود رہے تھے، اُس میں تم نے بے نظیر اور عظیم الشان فتح حاصل کرلی، اور تمھارے کارناموں نے اسکاریہ کے نام کو تاریخ میں غیر فانی بنا دیا!

میری پوری زندگی تمھاری صفوں میں گزری ہے، اور میں تمھاری مافوق العادت بسالت و شجاعت سے بخوبی واقف اور ہمیشہ اس کا معترف ہوں، لیکن میں آج چاہتا ہوں کہ دل کھول کر تمھارا شکریہ ادا کردوں، اور اس خوشی و فخر کو ظاہر کروں جو اس جنگ میں تمھاری کامل فتح سے میرے قلب میں موجود ہے، میں اپنی اس آواز کو ہر سپاہی کے کان تک پہنچاتا اور یہ بلند آواز سے کہنا چاہتا ہوں کہ اس جنگ میں ترکی سپاہیوں نے وہ کیا جس پر آیندہ نسلیں بھی فخر کریں گی، اور کہیں گی کہ ہم ان سورماؤں کے جانشین ہیں جنہوں نے اسکاریہ کے میدان کو سر کیا تھا!

جان نثاران وطن! سکاریہ کی جنگ درحقیقت نہایت ہی ہولناک اور انتہا سے زائد خطرناک تھی، کیونکہ اس میں ہماری آزادی و زندگی کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ سکاریہ کے کنارے ۲۱ دن تک برابر معرکۂ کارزار گرم رہا، اس میں آدمیوں کی جنگ نہیں تھی، عقیدہ اور روح کی جنگ تھی، ایک طرف حق و آزادی اور اس کے پرستار تھے، اور دوسری طرف غلبہ و غارت گری اور اس کے علم بردار تھے، طرفین نے ہتھیار سنبھالے اور آخری فتح حاصل کرنے کے لئے اکٹھے گئے، لیکن جب جدا ہوئے تو تم پرستاران حق و حریت غالب تھے، اور غلامی کے حامی مغلوب! یونانی صرف مغلوب ہی نہیں ہوئے بلکہ مجرموں کی طرح سزا کے خوف سے بھاگ رہے ہیں، اور وہ تمام آبادیاں جلاتے جاتے ہیں جہاں سے گزرتے ہیں!

دشمن کو یقین تھا کہ سامنے میدان خالی ہے اور قدم رکھتے ہی وہ اسے جیت لیگا۔ لیکن آگے بڑھتے ہی اُسے معلوم ہوگیا کہ یہ پھولوں کی سیج نہیں، بلکہ کانٹوں بھری کھاٹ ہے جس میں وہ قدم رکھ چکا ہے، اور اے بہادرو! تم نے اپنی روح اور ایمان کی اٹل قوت سے اُسے اس جرأت کی ایسی سزا دی ہے کہ ہمیشہ عبرت انگیز رہے گی!

میں اپنی خوش نصیبی پر نازان ہوں اور اپنے اندر انتہائی فخر و مسرت پاتا ہوں کہ میں اس جنگ میں تمھارا سپہ سالار تھا کہ جس نے ایسے نازک وقت میں قوم کی قسمت کو پھوٹنے سے بچالیا، اور اُسے ساحل نجات تک یقینی طور پر پہنچا دیا!

پس میں تمھارے جنرلوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے بے مثال قابلیت کر جنگ کو چلایا، تمھارے افسروں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے طرابلس، بلقان اور عالمگیر جنگ کے بعد اس جنگ میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے، اور موت کو آنکھوں سے دیکھ لینے کے باوجود اس کا ہنسی خوشی خیر مقدم کیا، اور اپنے کارہائے نمایاں سے ایک ایسا نمونہ قایم کردیا جس کی ہم سب تقلید کریں گے اور اس سے اپنی زندگی میں حاصل کرینگے!

اور اے سپاہیو! تم میں سے ہر ایک کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور تمھاری تعریف کرنا نہیں چاہتا، کیونکہ تم اس سے مستغنی ہو، اور تمھیں میں اس موت و حیات کی لڑائی کے قبل سے جانتا ہوں! دنیا میں تمھارے جیسے لوگ کہاں ہیں؟ اور کس فوج کو تمھارے جیسے سپاہی میسر آئے ہوں! چشم فلک ترس گئی، مگر اُسے ترک سپاہیوں کی مانند کوئی سپاہی آج تک نظر نہ آیا! ترک سپاہی وہ ہے جس کا قلب مثل آئینہ کے صاف و شفاف ہے، اور فتح و ظفر اس کے اندر سے اُبلی پڑتی ہے!

پس میرا فرض ہے کہ تمھاری غیرت قومی حمیت دینی، و اطاعت پر تمھیں مبارک باد دوں اور سچے دل سے تمھارا شکریہ ادا کردوں!

دوستو! جس قوم میں ایسے جنرل، ایسے افسر، اور ایسے سپاہی ہوں، کیا وہ غلام بنائی جاسکتی ہے؟ محال اور قطعاً محال! دُنیا نے اب پھر تجربہ کرکے دیکھ لیا ہے کہ ترک کیسے بہادر اور آزادی کے کیسے شیدائی ہوتے ہیں!

اے جان نثار فوج! مجلس ملی نے اس فتح کے صلہ میں مجھے بہت بڑے عہدے، اور خطاب سے سرفراز کیا ہے، کیا میں اس کا مستحق ہوں، نہیں، بلکہ اے میری پیاری فوج! تو اس کی مستحق ہے، کیونکہ تیری ہی بدولت میری سرخروئی ہوئی ہے، اور تیرے ہی بھروسہ پر میں کھڑا ہوں، یہ جو کچھ بھی ہوا ہے سب تیرا کارنامہ ہے، اور تیرے لئے ہی سرمایہ فخر و ناز ہے، بے شک میں اس محترم تمغہ سے اپنے سینہ کو زینت دوں گا کیونکہ وہ تیرے جہاد عظیم کی یادگار ہے کہ جسے قوم و ملک نے قبول فرماکر میری عزت افزائی کی ہے، ہاں میں اُس نشان کو اپنے سینہ پر لگاؤں گا کیونکہ وہ مجھے تیری مہربانی سے ملا ہے، اور اس لئے میں اُسے تیرے ہی نام سے لگاؤں گا، اور اُسے اپنی جنگی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ تصور کرونگا۔

آخر میں میں رب العزۃ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ وہ میرا اور میرے رفیقوں کا معین و ناصر رہے، اور حق کی اس جنگ میں ہر لحظہ و آن ہمارا پشت پناہ و مددگار رہے! آمین

سپہ سالار عام مصطفےٰ کمال

فرانس و انگلستان کی پالیسی اسلام کیتھا

اخبار "ٹائمز" میں فرانسیسی "مجلس شیوخ" کے سربرآوردہ ممبر مسیو دیچوفینل نے ایک مضمون شایع کیا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں:- مسیو فرنکلن بوئن "دفرینچ فارن ڈپارٹمنٹ کے افسر اعلی" جب انگورہ واپس ہونے کے بعد اتحادی اعلی کونسل میں شریک ہوئے، تو برطانوی نمائندوں کو یقین کامل تھا کہ جنگ اناطولیہ میں یونانی فتحیاب ہوں گے، مخصوصاً "لارڈ کرزن تو یہ کہتے تھے کہ صبح و شام میں یونان قسطنطنیہ کا بھی مالک ہو جائےگا!"

لیکن کونسل میں مسیو بریانڈ نے انگریزوں سے صاف کہدیا تھا کہ "اگر یونانیوں کو فتح ہوئی تو سلیشیا کی فرنچ فوجیں مصطفےٰ کمال پاشا کی طرف سے جنگ کریں گی!"

مسیو بریانڈ نے جب یہ کہا تو انگریز بالکل خاموش ہوگئے، حالانکہ مسیو فرنکلن نے مسٹر لائڈ جارج سے بہت کہا کہ "ترکوں کی عداوت سے باز رہیں"، مگر انھوں نے کوئی اس کا جواب نہ دیا۔

معزز مضمون نگار نے آخر میں لکھا ہے کہ مراکش کے گورنر "مارشل لیوطی" نے بیان کیا ہے کہ "جب سے فرانس نے ترکوں سے صلح کی بات چیت شروع کی ہے اور یہ مشہور ہوا ہے کہ فرانس پھر دوبارہ اسلام کا دوست بننا چاہتا ہے، اس وقت سے مراکش میں فرانس کے برخلاف تمام بے چینیاں دور ہوگئی ہیں، حالانکہ اسپین سے مراکش جنگ کر رہے ہیں!"

پھر مضمون ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ "اگر برطانیہ کی آنکھوں سے غرور کے پردے اٹھ جائے اور وہ اُس خطرہ کو دیکھ لے جو اسلام اور مسلمانوں کی عداوت سے اُسے لاحق ہوگیا ہے تو وہ یقیناً مجبور ہوگی کہ اپنی پالیسی بدلے! اس وقت کے لئے فرانس آمادہ ہے کہ مسلمانوں سے اس کی سفارش کرے گا!

(الاخبار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

جمعہ ۴ نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

کیا آخری منزل آگئی

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہ)

(۲)

جرم کا انتخاب

گورنمنٹ نے فیصلہ کیا کہ تحریک کے سربرآوردہ افراد کو گرفتار کرنا شروع کردے۔ سب سے پہلے علی برادر کو گرفتار کرکے مقدمہ چلانا چاہا۔ گرفتاری کے لئے جرم کی تلاش ہوئی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو علانیہ وہ سب کچھ کہہ رہے اور کر رہے ہوں جو دو سال سے ہندوستان میں کہا اور کیا جا رہا ہے، جرم کی کیا کمی ہوسکتی ہے؟ وہ نہ صرف خود مجرم ہیں بلکہ مجرم قوم کے فرد اور مجرم ملک کے باشندہ ہیں۔ ان کی تو ہستی ہی سراپا جرم ہے:۔

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب!

ہر قوم کی تاریخ میں ایک زمانہ ایسا آتا ہے جب اُس کا ہر فرد حکومت کے نزدیک مجرم ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خدا کے جرم سے توبہ کرتی ہے اور حق اور آزادی کے لئے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ قوم کی آزادی کے یہی معنی ہیں کہ غیروں کی حکومت کا خاتمہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ اجنبی حکمرانوں کے نزدیک جرم اور بغاوت کی اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوسکتی ہے؟

ہندوستان بھی آزادی کے لئے بے قرار ہے اور اس لئے کب کا مجرم ہو چکا ہے، مسئلۂ خلافت نے اس جرم پر آخری مہر لگادی دو سال سے ہزاروں مرتبہ ہماری زبان اعلان کر چکی ہے کہ جب تک انگریزی حکومت اسلامی خلافت کے برخلاف برسرِ پیکار ہے اور جب تک اسلامی ممالک کی ایک انچ زمین بھی اس کے زیر اثر ہے، کوئی مسلمان اُس کا وفادار نہیں ہوسکتا۔

جن لوگوں نے دو سال کی ہر صبح اور ہر شام اس اعلان کے تکرار و اشاعت میں بسر کردی ہو، اُن کی گرفتاری کے لئے کسی نئے جرم کی جستجو کی کیا ضرورت ہے؟ اُن کے مجرم ہونے کے لئے تو یہی جرم کافی ہے کہ وہ تحریک خلافت کے داعی اور آزادیٔ ہند کے طلبگار ہیں۔

تاہم گورنمنٹ کو کسی خاص اور متعین جرم کی جستجو ہوئی۔ وہ ان کی عام تقریروں کو بنائے مقدمہ قرار دینا پسند نہیں کرتی تھی۔ گزشتہ جون میں لارڈ ریڈنگ اُن کے ایک بیان کو معافی نامہ قرار دے کر قبولیت کا اعلان کر چکے تھے۔ پس گورنمنٹ کے شریف اور راستباز ہونے کے لئے ضروری تھا کہ جون کے بعد کا کوئی جرم ڈھونڈھ نکالا جائے۔ گورنمنٹ نے اپنے خیال میں بڑی ہی دانائی اور چترائی خرچ کی اور کراچی خلافت کانفرنس کے ریزولیوشن کو اس غرض سے منتخب کیا۔ کانفرنس مسٹر محمد علی کی زیر صدارت منعقد ہوئی تھی اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ٹھہرے، اور چونکہ دعویٰ مکمل نہیں ہوسکتا تھا اگر اصل رزولیوشن کے محرک اور موید چھوڑ دئے جاتے اس لئے اُن سب کو بھی گرفتار کر لیا۔ اس طرح ڈاکٹر کچلو اور مولانا حسین احمد وغیرہ بھی گرفتار کر لئے گئے۔ مسٹر شوکت علی تو اس کے صدر تھے اور نہ رزولیوشن کے محرک و موید، اُن کے لئے یہ صورت پیدا کی گئی کہ وہ خلافت کمیٹی کے سکریٹری ہیں، اور خلافت کمیٹی نے اس رزولیوشن کی تعمیل میں فتویٰ تقسیم کیا۔ نیز وہ بھی سبجکٹ کمیٹی کے ایک رکن تھے۔

عقلی اختلال

گورنمنٹ نے خیال کیا کہ یہ بہت ہی دانائی اور چالاکی کی بات ہوگی لیکن اسے معلوم نہ تھا کہ ایک خاص وقت آچکا ہے، اور اُس وقت کا خاصہ ہے کہ جو بات بڑی دانائی کی دکھائی دے گی، وہی سب سے زیادہ بیوقوفی کی نکلے گی۔ گورنمنٹ نے ان چند سالوں میں کون سا کام عقلمندی کا کیا ہے؟ لیکن اس آخری دانائی نے تمام پچھلی نادانیوں کو مات کردیا!

حقیقت یہ ہے کہ آجکل جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ اہم اور عظیم ہے جس قدر ہم سمجھ رہے ہیں۔ قریب ہے کہ تاریخ اس کی سرگزشتوں کو بڑی ہی محنت اور دلچسپی سے محفوظ کرلے۔ ہمارے سامنے صرف ایک غیر منصف حکومت کا غرور اور گھمنڈ ہی نہیں ہے بلکہ ایک زوال پذیر نظام کا وہ عقلی اور ذہنی اختلال ہے جو ایسے وقتوں میں ہمیشہ طاری ہوتا رہا ہے۔ ہم ایک تاریخی عہد سے گزر رہے ہیں۔ جبکہ ایک بلندی پست ہو رہی ہے، اور ایک عروج ادبار کی طرف تیزی کے ساتھ گر رہا ہے۔ ہمارے زمانے کا افسانہ لکھا جائے گا۔ اور مستقبل ہماری دیکھی ہوئی باتوں کو خوف اور عبرت کے کانوں سے سُنے گا۔ آج ایک فلسفی مورخ اُن تمام باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لے سکتا ہے جن کو آج تک صرف فلسفۂ تاریخ کے صفحات ہی پر پڑھ سکتا تھا!

دنیا نے ہمیشہ یہ تماشا دیکھا ہے کہ حکومتیں عروج و اقبال، تمدن و تہذیب، عقل و دانائی، طاقت و تسلط کے انتہائی درجہ تک پہنچ کر پھر اچانک گری ہیں، اور جب تنزل کا وقت آیا ہے تو اُن پر وہ تمام حالتیں طاری ہوگئی ہیں جو ایک مختل و فرسودہ دماغ و طبیعت کا خاصہ سمجھی جاتی ہیں۔ وہ بہت بڑی طاقتور ہوتے پر بھی زوال کے اسباب کو نہ روک سکیں، وہ بہت زیادہ عقلمند ہونے پر بھی نادانیوں اور بے وقوفیوں سے نہ بچ سکیں۔ ان کی عقل و فراست کے غروری نے انہیں دھوکا دیا۔ اُن کا عروج و اقبال ہی اُن کے لئے پستی و ادبار کا باعث ہوا۔ ان کی زندگی کے گھمنڈ اور بے باکی ہی سے بیماری اور کمزوری کی پیدائش ہوئی۔ اُن کی مادی طاقت کا اختلال بعد کو ہوا۔ سب سے پہلے دماغی و ذہنی اختلال شروع ہوا۔ قرآن حکیم نے اسی حقیقت کی جانب جابجا اشارہ کیا ہے:۔ ولقد مکناھم فیما ان مکناکم فیہ وجعلنا لہم سمعا وابصارا وافئدۃ، فما اغنیٰ عنہم سمعہم ولا ابصارہم ولا افئدتہم من شیء اذ کانوا

یجعلون بایات اللہ وکانوا بہ یستھزؤن! (انتقاب)

بعینہ یہی آج بھی ہو رہا ہے۔ کیا ہمیشہ اللہ بانی طاقت اور حاکمانہ استبداد کا زوال اسی طرح نہیں ہوا جیسا کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں!

یہ کیا ہے کہ عقل و دانائی کام نہیں دیتی۔ تدبیر و سیاست جواب دے چکی ہے، اور چالاکی و ہشیاری کی بڑی سے بڑی جست جو لگائی جاتی ہے، وہی نادانی و بیہوشی کی سب سے بڑی ٹھوکر ثابت ہوتی ہے؟ گورنمنٹ کی اُن تمام عقلمندیوں کو چھوڑ دو، جو سالہا سال سے ہندوستان میں کی جا رہی ہیں، اور تاریخ کے اُس سب سے بڑے ہوشمند آدمی کا بھی ذکر نہ کرو، جس کا نام لارڈ چیمسفورڈ تھا۔ صرف اُس دانائی و کیاست کا تماشہ کرو جو انگلستان کے سابق چیف جسٹس لارڈ ریڈنگ کے بھیس میں ہندوستان کے لئے اُتری ہے۔ اس بڑے قانونی حکیم کی پوری گورنمنٹ آج اتنی موٹی سی بات بھی نہیں سمجھ سکتی کہ جب وہ سب کچھ ہو جائے جو ہندوستان میں ہو چکا ہے، تو پھر لوگوں کو قید کر کے ملکی طاقت کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور گرفتاری کے نام سے لوگ ڈر نہیں جا سکتے!

جو قوم آج سیاست و تدبیر میں کرۂ ارضی کا خلاصہ سمجھی جاتی ہے، اس کے اُن تمام افراد نے جن سے حکومت ہند مرکب ہے، اپنی بیقرارانہ دانائی میں یہ بات تو سمجھ لی کہ وہ گرفتار کرنے کے لئے کافی مضبوط ہیں، مگر یہ بالکل سامنے کی بات نہ دیکھ سکے کہ ملک بھی گرفتار ہونے کے لئے پوری طرح شایق ہے، اور اس کی مضبوطی کے لئے گرفتاری سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی!

اس سے بھی زیادہ عقلی اختلال کا حیرت انگیز تماشا یہ ہے کہ گرفتاریوں کے بیتابانہ شوق میں کسی کو بھی اس کا ہوش نہ رہا کہ جو جرم گرفتاری کی بنا قرار دیا گیا ہے فی الحقیقت اُس کا کیا حال ہے۔ اور کم از کم ابتدائی درجہ کا قانونی مواد بھی اُس کے لئے موجود ہے یا نہیں؟

کہا جاتا ہے کہ جب گورنمنٹ بمبئی کو مقدمہ کے لئے طیار کیا گیا اور ایڈوکیٹ جنرل سے رائے لی گئی تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ دعویٰ میں کوئی جان نہیں، لیکن اسپر بھی گورنمنٹ آف انڈیا کے بعض ہندوستانی وکیلوں نے زور دیا اور مقدمہ قایم کیا گیا بہرحال اصلیت خواہ کچھ ہو، لیکن انگلستان کے خداوند قانون سے لے کر اس کے تمام مشیروں تک کسی نے بھی اتنی صاف اور کھلی بات نہ سمجھی کہ جو بات دو سال سے بے شمار آدمی بار بار کہہ چکے ہیں۔ اور جو علانیہ دن کی روشنی میں پبلک جلسوں کے اندر پکاری جا چکی ہے، اب اسی کو جرم قرار دے کر صرف چار پانچ آدمیوں کو گرفتار کر لینا کس قدر مسخر انگیز حرکت ہوگی؟ اور اس وقت گورنمنٹ کا کیا حال ہوگا جب ہزاروں آدمی اسی کو کہنے اور کرنے لگیں گے!

حقیقت یہ ہے کہ آج خود گورنمنٹ کا وجود ہی اس کے برخلاف سب سے بڑی شہادت ہے۔ خود اس سے بڑھ کر اُس کا کوئی مخالف نہیں۔ اس کی ہر کارروائی ہر آن اور ہر لمحہ اعلان کر رہی ہے کہ وہ دفتری اقتدار کا جو کارخانہ ڈیڑھ سو برس سے قایم کیا گیا تھا، وہ بالکل فرسودہ ہو گیا ہے اور اب اس کے لئے صرف یہی باقی رہ گیا ہے کہ گر جائے۔ اس سے بڑھ کر بھی عقل کے اختلال، تدبیر و سیاست کے فقدان، اور حاکمانہ اقتدار کی نامرادی کا

کوئی تماشا ہو سکتا ہے جو بر خود غلط گورنمنٹ خود اپنے شوق اور چاؤ سے ہمیں دکھا رہی ہے!

گورنمنٹ کی حیرانی

بہرحال گورنمنٹ نے قدم اُٹھایا اور تیزی کے ساتھ دوڑی، لیکن بہت جلد ہی اُسے معلوم ہو گیا کہ اُس کی تیزی اُسے کس جانب لے جا رہی ہے؟ اُس کے قدم خشکی پر ہیں یا دلدل پر؟

افرس تحت رجلک ام حمار؟

ٹھیک اُس عقلمند کی طرح جو دلدل پر کودے، اُس کی تیزی ہی نے اُسے زیادہ پھنسایا، اور اب وہ حیران و درماندہ ہو کر رہ گئی ہے۔ نہ تو چل سکتی ہے نہ واپس آ سکتی ہے، اس کی پوری مشینری اچانک معطل اور بیکار ہو گئی ہے۔

جس جرم کو گرفتاری کے لئے بنیاد قرار دیا تھا، وہ عجیب تماشا نکلا۔ شاید ہی ہندوستان میں جرم کے نام سے کوئی ایسی کامیڈی کھیلی گئی ہو جیسی کہ اس معاملہ میں کھیلی گئی ہے۔ سات آدمیوں پر جس جرم کا مقدمہ چلایا جا رہا ہے اس کو ہزاروں آدمی علانیہ کہہ اور کر رہے ہیں اور ہر طرف سے صدائیں اُٹھ رہی ہیں کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا ہے اور آیندہ کریں گے، لیکن گورنمنٹ ہے کہ نہ تو سب کو گرفتار کر کے مقدمہ چلا سکتی ہے اور نہ ہی یہ کہہ سکتی ہے کہ سات آدمیوں کا جرم جرم نہ تھا۔

گورنمنٹ کس قدر عقلمند تھی جبکہ اس نے یہ سمجھا تھا کہ گرفتاریوں سے دو نتیجے ضرور نکلیں گے اور دونوں میں اُس کی فتح ہوگی۔ یا تو لوگ بھڑک اُٹھیں گے اور طاقت کے استعمال کا پورا پورا موقعہ مل جائے گا، یا لوگ ڈر کر سہم جائیں گے، اور اس طرح تحریک کی طاقت خود بخود فنا ہو جائے گی۔ لیکن بہت جلد ہی اس کو معلوم ہو گیا کہ دنیا میں ہمیشہ دو ہی باتیں نہیں ہوا کرتیں۔ تیسری بھی ہو جایا کرتی ہے۔ ملک نے نہ تو صبر و سکون ہاتھ سے دیا، اور نہ ڈر کر شملہ کی چوٹیوں کی طرف سجدہ شروع کر دے۔ بلکہ سنجیدہ جوش و آمادگی کے ساتھ گورنمنٹ کا چیلنج قبول کر لیا۔ اب ہزاروں زبانیں مطالبہ کر رہی ہیں کہ اُنھیں گرفتار کر لیا جائے۔ اور گورنمنٹ حیران ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟

انتظار اور طیاری

جس وقت تک علی برادر کی گرفتاری کی پوری طرح تصدیق نہ ہوئی، باوجود معتبر ذرائع کی خبروں کے مجھے یقین نہ تھا کہ گورنمنٹ ایسا کرے گی۔ کیونکہ گورنمنٹ کے لئے یہ ایک بالکل کھلی ہوئی مضرت تھی اور ملکی تحریک کی کامیابی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی تھی، میں کیونکر گورنمنٹ کو اتنا فیاض تسلیم کر لیتا کہ جس بات کے لئے ہم سب عرصے سے بے قرار تھے اور کانگرس غور کر رہی تھی کہ کیونکر سول ڈس اوبیڈینس شروع کر کے گرفتاریوں کی منزل کو قریب بلائے، وہ بات خود بخود گورنمنٹ ہی کی جانب سے شروع کر دی جائے گی؟ لیکن جب گرفتاریوں کی تصدیق ہو گئی تو میں نے کہا کہ وہ تو فیاض نہیں ہے کہ ایسا کرتی، مگر عقلمند بھی نہیں ہے کہ ایسا نہ کرتی۔ کانگرس جس بات کے لئے منتظر تھی کہ کب اور کیونکر شروع کرے، اللہ کی حکمت نے خود گورنمنٹ ہی کے ہاتھوں اُسے شروع کرا دیا ہے، اور اب قریب ہے کہ آخری منزل آ جائے۔

لیکن افسوس کہ گورنمنٹ قدم اُٹھا کر پھر رُک گئی ہے۔ ہمارے لبوں تک جام آ کر

پھر ہٹا لیا گیا۔ آخری منزل نمایاں ہو کر پھر روپوش ہو گئی۔ کاش گورنمنٹ ایسا نہ کرے اور آگے بڑھے، کاش وہ سب کو گرفتار کرتی جائے! کاش ہندوستان کے تمام جیل زندانیانِ حق سے بھر جائیں، کاش آخری منزل اپنی تمام دلاویزیوں اور دلفریبیوں کے ساتھ نمایاں ہو جائے، اور اے کاش ایسا ہو کہ ایک مرتبہ ہندوستان بھی سچ مچ حق اور آزادی کے نام پر اپنے تئیں قربان کر دے! وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون

لیکن گورنمنٹ اب خواہ کچھ ہی کرے، ہم نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے، اور ہم کو اب اپنا قدم آگے ہی بڑھانا چاہیئے۔ اب گورنمنٹ ہمیں بلا کر اس قدر جلد اور آسانی کے ساتھ نہیں روک دے سکتی۔ وہ گرفتار کرنے کے لئے اٹھی ہے تو اب گرفتار کرنا ہی پڑے گا۔ اُس نے خود ہی کراچی رزولیوشن اور فوجی مسئلہ کو بنیادِ کار ٹھہرا دیا۔ اب ہمارے لئے بھی سب سے زیادہ اور سب سے بڑی بات یہی ہو گی۔ ہم کہے اور کئے جائیں گے یہاں تک کہ وہ گرفتار کر لے۔ اور یہاں تک کہ آخری منزل آ جائے۔

ملک کے ہر کارکن فرد کا فرض ہے کہ وہ اس منزل کے لئے اپنے آپ کو اور دوسروں کو جلد از جلد طیار کر لے۔ قربانی، استقامت اور نظم، یہی تین شرطیں ہیں جن کو پورا کر کے ہم آخری منزل میں کامیاب ہو سکتے ہیں ◆

کراچی رزولیوشن

(از حضرت مولانا ابوالکلام مدظلہ)

۱۹ ستمبر سے کر اس وقت تک میں نے کلکتہ، کراچی، بمبئی، آگرہ وغیرہ مقامات میں جس قدر تقریریں کی ہیں، اُن میں تفصیل کے ساتھ بتلا دیا ہے، کہ کراچی خلافت کانفرنس کے رزولیوشن نمبر ۔ کی حقیقت کیا ہے، جس کو زندانیانِ کراچی کا اصلی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں اپنا بیان قلمبند کر دوں۔

کراچی خلافت کانفرنس کی تجویز میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بحالت موجودہ از روئے شرع کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ انگریزی فوج میں نوکر رہے، یا نئی نوکری کرے یا بھرتی کرائے۔

ابھی اس فکرہ کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے کہ اس بارے میں اسلامی شریعت کے احکام کیا ہیں اور وہ تحریک خلافت کی پیداوار ہیں یا تیرہ سو برس سے موجود ہیں۔ صرف اسی پہلو پر نظر ڈالنی چاہیئے کہ کیا واقعی یہ کوئی ایسا جرم ہے جو سب سے پہلے کراچی کانفرنس میں کیا گیا؟ اور کیا صرف سات ماخوذین ہی اس کے پہلی مرتبہ مرتکب ہوئے ہیں؟

میں بارہا اپنی تقریروں میں اعلان کر چکا ہوں کہ کراچی کانفرنس میں جو کچھ کہا گیا، وہ منجملہ ان نہایت ہی معمولی اور عام باتوں کے ہے جو ابتدا سے تحریک خلافت سے ہر موقعہ، ہر جلسے، ہر تقریر، اور ہر زبان سے دُہرائی گئی ہیں اور شاید ہی مسئلہ خلافت کے متعلقات میں کوئی بات اتنی کثرت سے کہی گئی ہو جیسی کہ یہ کہی گئی۔ پھر اگر یہ جرم ہے تو دو سال سے گورنمنٹ نے کیا سمجھ لیا تھا کہ وہ کانوں میں تیل ڈالے پڑی رہی، اور اب اچانک چونک کر سات آدمیوں کو گرفتار کر رہی ہے؟ اور اگر ان کو گرفتار کر رہی ہے تو کیوں اُن تمام لوگوں کو بھی گرفتار نہیں کرتی جنہوں نے بے شمار جلسوں اور تقریروں میں اس کا اعلان کیا؟ کم سے کم میں ایک شخص موجود ہوں جس نے تحریک خلافت سے بھی بہت پہلے یعنی سنہ ۱۹۱۶ء میں گورنمنٹ کو اس اسلامی قانون سے خبردار کر دیا تھا، اور ضرور ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا کی مسل میں میری وہ چٹھی موجود ہو جو سنہ ۱۹۱۶ء میں جبکہ گورنمنٹ آف انڈیا کی تحریک سے حکومت بنگال نے مجھے نظر بند کیا اور یہ کمیونک شائع کیا کہ کنگ کے دشمنوں سے تعلقات رکھنے کا مجھ پر الزام ہے تو میں نے ایک طول طویل چٹھی لارڈ چیمسفورڈ کے نام لکھی اور اس میں تفصیل کے ساتھ وہ تمام باتیں لکھ دیں جو آج مسئلہ خلافت کے سلسلے میں گورنمنٹ جھیل رہی ہے۔ از انجملہ میں نے واضح کر دیا تھا کہ اگر گورنمنٹ خلیفۃ المسلمین اور اسلامی ممالک کے مقابلے میں جنگ آزما ہوئی تو صرف مسلمانانِ ہند بلکہ اسکی تنخواہ دار مسلمان فوج کے لئے بھی قطعاً حرام ہو جائے گا کہ اُس کے جھنڈے کے نیچے جانفروشی اور خدمت و چاکری کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

جونہی سنہ ۱۹۲۰ء میں میں نظر بندی سے رہا ہوا اور دو ماہ بعد کلکتہ کے ٹاؤن ہال میں بنگال خلافت کانفرنس کا اجلاس ہوا یقیناً گورنمنٹ کو یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ اس جلسہ کا میں ہی صدر تھا، اور میں نے ہی اس میں وہ تمام مطالب بیان کئے تھے جو بعد کو "رسالہ خلافت" کی شکل میں شائع ہوئے۔ لیکن گورنمنٹ نے کیوں یہ حقیقت بھلا دی کہ اس جلسہ میں فوجی ملازمت کی نسبت سب سے پہلے تجویز پیش کی گئی، اور نہایت صاف لفظوں میں سپاہیوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے اپنے افسروں کے ذریعہ گورنمنٹ تک اسلامی احکام پہنچا دیں۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ تجویز خود میں نے بنائی، خود میں نے اپنے قلم سے لکھی اور خود میں نے ہی پیش کر کے ہزاروں ہندو مسلمانوں سے منظوری لی، پھر کیوں گورنمنٹ نے سب سے پہلے مجھے گرفتار نہیں کیا؟

اتنا ہی نہیں بلکہ اسی کانفرنس کی صدارتی تقریر میں میں نے تفصیل کے ساتھ بتلایا کہ خاص اس بارے میں اسلامی احکام کیا ہیں؟ اور ہزاروں کی تعداد میں وہ ایڈریس چھپ کر شائع ہوا۔ پھر میں نے اس کا دوسرا ایڈیشن کتاب کی شکل میں مرتب کیا، اور "حکم حمل السلاح علی المسلم" کے عنوان سے ایک خاص باب زیادہ کیا۔ اس باب کا موضوع بھی یہی مسئلہ ہے۔ یہ ایڈریس بھی چھپ کر شائع ہو چکا ہے۔

یہی ٹاؤن ہال کی خلافت کانفرنس تھی جس میں سب سے پہلے ترک موالات کا ایک اجتماعی عمل کی شکل میں اعلان کیا گیا اور میں نے اپنی افتتاحی تقریر میں آیات سورۂ ممتحنہ کی بنا پر اس کی تفصیل پیش کی۔ چنانچہ اسی بنا پر تین تجویزیں منظور کی گئیں جو نان کوآپریشن کا اولین اعلان تھا۔ پہلی تجویز میں تمام ممبران کونسل، خطاب یافتہ جماعات، اور اعزازی عہدے رکھنے والے مسلمانوں سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ مستعفی ہو جائیں۔ دوسری تجویز یہی فوج والی تجویز تھی۔ تیسری تجویز میں تمام ملک سے درخواست کی گئی تھی کہ ۱۹ مارچ کو جلسے کر کے یہ پیغام وائسرائے کو بھیجا جائے کہ اگر مطالبات خلافت پورے نہ ہوئے تو از روئے شرع مسلمانوں کے تمام وفادارانہ تعلقات حکومت سے منقطع ہو جائیں گے۔ یہ تمام تجویزیں میں نے لکھی تھیں اور میری ہی صدارت میں منظور ہوئی تھیں۔ مسٹر فضل الحق اور مسٹر ابوالقاسم نے ان ہی تجاویز کی تعمیل میں کونسل کی ممبری سے

جنگی کا اعلان کر دیا تھا، گرچہ بعد کو اس پر قائم نہ رہ سکے۔

اس کے بعد ہم لوگوں نے ہندوستان کا دورہ کیا اور ہر جگہ فوجی بھرتی کے خلاف تقریرین کیں۔ میں تنہا اور مہاتما گاندھی جی کے ہمراہ تین مرتبہ پنجاب گیا اور چونکہ پنجاب ہی وہ سرزمین ہے جس نے سب سے زیادہ خلافت اور ملک کے برخلاف اپنا خون بہایا ہے۔ اس لئے ہمیشہ میں نے اور مہاتما گاندھی نے اپنی تقریرون مین پنجاب کی اس بدبختی پر ماتم کیا اور لوگون سے درخواست کی کہ وہ آیندہ کے لئے توبہ کرین۔ گزشتہ سال کی عید ضحیٰ کے موقعہ پر مین امرتسر مین تھا۔ عیدگاہ مین مین ہی نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیا۔ اُس خطبہ کا موضوع بھی یہی تھا عید اضحیٰ اور موسم حج کی تقریب پر مجھے بے اختیار پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ خطبہ یاد آگیا تھا جو انھون نے میدان حج مین آخری مرتبہ دیا تھا اور مسلمانون کو وصیت کی تھی :-

ان دماءکم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا، فی بلدکم ھذا، لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔ (او کما قال)

اس کے بعد دہلی مین جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا اور پانچ سو علماء ہند نے متفق ہو کر ترک موالات کے فتوے کا اعلان کیا، اُس پر بھی مین نے دستخط کئے۔ اس مین فوجی ملازمت کو بھی حرام بتلایا ہے۔

اس کے بعد بریلی مین جمعیۃ العلماء کا جلسہ ہوا۔ اُس کا صدر بھی مین ہی تھا۔ اس جلسہ مین بھی یہ تجویز منظور کی گئی اور خود مین نے ہی صدارت کی جانب سے پیش کر کے منظوری لی۔

نیشنل کانگرس نے فوجی بھرتی کا ذکر جس طرح اسپشل اجلاس کلکتہ کے رزولیوشن مین کیا ہے، وہ ان مواقع کے علاوہ ہے۔ مین صرف خلافت اور علماء کی مجالس کا ذکر کر رہا ہون۔

ان تمام مواقع کے بعد کراچی مین خلافت کانفرنس ہوئی۔ اور جس طرح سلطان المعظم کی خلافت کے اعتراف، مطالبات خلافت کی دفعات، اور غازی مصطفیٰ کمال کے لئے تبریک و دعا کی تمام پچھلی تجویزین دُہرائی گئین، اُسی طرح فوجی ملازمت کے بارے مین بھی یہ قدیم اعلان دُہرایا گیا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ مین عین ایام جلسہ مین بیمار ہو گیا تھا اور پاؤن کے زخمون کی وجہ سے سفر نہ کر سکا تھا۔ ورنہ یقیناً یہ تجویز مین ہی پیش کرتا۔ اور وہ سب کچھ کہتا جو اول دن سے کہتا آیا ہون۔

پھر اگر واقعی یہ جرم ہے تو کیون گورنمنٹ نے اس کے تمام مجرمون کو گرفتار نہین کیا ہے، اور یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ایک جرم کا صدہا آدمی ارتکاب کرتے ہین، اور صرف سات آدمیون پر مقدمہ چلایا جاتا ہے +

کا وہ غلام بنا ہوا ہے، اُس کی سفاہت تک اُسے اپنا حلیف کہنا بھی پسند نہین کرتا ہے!

ایشیائے کوچک مین یونانیون کی جنگی کاروائیان ختم ہو گئین جو اس لئے جاری ہوئی تھین کہ مشرق قریب مین امن و امان قائم ہو جائے، لیکن آخر کار ترکون کی فتح ہوئی، یونانیون کو شکست ہوئی، اور کاش معاملہ شکست ہی کا ہوتا، یہ تو انتہائی شرمناک بربادی ہو کر ختم ہوا ہے، جنگ اطالیہ کی یہی حقیقت ہے اور چھپائے سے چھپ نہیں سکتی +

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ!

رہنمایان ملت کی سزایابی

بالآخر گورنمنٹ وہ کر گذری جو اُسے کرنا تھا یکم نومبر ۱۹۲۱ء کو رہنمایان ملت کے نام نہاد کا مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا، اور وہی ہوا جس کی توقع ایسی حکومت سے کی جاسکتی تھی۔ بیشک علی برادران اور ان کے رفقاء جیل خانے بھیج دئے گئے جہان اُنھین چکی پیسنا پڑے گی اور وہ سب کرنا ہوگا جو "مجرم" جیل کی چار دیواری کے اندر کیا کرتے ہین، گورنمنٹ خوش ہے اور ہندوستان سے انتقام لیکر مغرور ہو رہی ہے، مگر اُسے یاد رہے کہ اگر وہ طاقتور ہے اور مگر وہ ہندوستان سے انتقام لے سکتی ہے، تو اس سے بھی زائد طاقتور، قہار السموات والارض اللہ کی ذات ہے، اور انتقام لینے پر اس سے زائد قادر ہے یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون۔

لاریب! علی برادر قید کر دئے گئے، مگر اُس خدا کے ہاتھ لکھے ہوئے ہین جس کے احکام کی تبلیغ کا "جرم" اُن سے سرزد ہوا تھا، اس لئے نہ تو ہندوستان کو رنج و افسوس ہے اور نہ خوف و مایوسی، اُس کا ہر دو سہ علی برادر پر نہ تھا کہ اُن کی جدائی سے وہ بیٹھ جائے، بلکہ وہ اپنے پروردگار کے نام پر کھڑا ہوا ہے کہ جسے برطانیہ کی طاقت مغلوب نہین کر سکتی!

ہندوستان نے "آزادی" کا مطالبہ کیا ہے، اور اٹل ارادہ کر لیا ہے کہ اُسے لیکر رہیگا! اُس نے کہا ہے "آزادی یا موت!" وہ اپنے قول مین سچا ہے اور آخر دم تک اس راہ مین کام کرے! اُسے معلوم ہے کہ اس سے پہلے جتنی قومین اسکا بول اپنی زبان پر لائی ہین، انہین یہ سب برداشت کرنا پڑا ہے جسے وہ برداشت کر رہا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ کا منتظر ہے، اور اس کی روح آزادی حاصل کرنے کے لئے بے چین ہے! +

(آیندہ نمبر کا انتظار کیجئے!)

آئرلینڈ مصر اور ہندوستان کو

فرانس کی امداد

پیرس کے سربرآوردہ اخبار "لیروندی" مین مسیو ریس برلی یہ لکھتے ہین۔ فرانس کو ہمیشہ مسئلہ آئرلینڈ پر سنجیدہ نظر رکھنا چاہئے حتیٰ کہ اگر انگلستان ہمارا دوست رہے، تو بھی آئرلینڈ کی حمایت سے ہمین پہلوتہی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ ظلم بہرحال مکروہ ہے اور وہ نظام حکومت ہرگز پسند نہین کیا جاسکتا جو دنیا کو غلام بناتا ہے۔

آئرلینڈ کا معاملہ ہر طرح سے ہماری دلچسپی کا مستحق ہے، کیونکہ ورسیلیز کے معاہدہ مین ہماری حسب مرضی اُسی وقت تبدیلی ہوگی، جب برطانیہ ہر طرف سے مشکلات مین گھر جائے گا جیسا کہ اس وقت گھر رہا ہے، صرف آئرلینڈ ہی نہین بلکہ مصر اور ہندوستان کی بے چینی پر بھی ہماری نظر ہے۔

اگر فرانس نے آئرلینڈ کی پوری حمایت نہ کی، تو دنیا یقین کریگی کہ وہ عدل و انصاف کا دشمن، اپنی سلامتی کا دشمن، اور اپنے فوائد کا دشمن ہے۔ (الاخبار)

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ

حضرۃ غازی مصطفےٰ کمال پاشا اور دولتِ علیہ اسلامیہ

کے نمایندون کا پیام مسلمانان ہند کے نام

(بذریعہ وفدِ خلافت)

"ہندوستان کے مسلمان اس وقت سب سے بڑی مدد جو ہماری کرسکتے ہین، وہ روپیہ کی مدد ہے"

یہ اُن کا پیغام ہے جو آج تمام کرۂ ارضی مین خلافت اسلامی کی آخری محافظ جماعت ہے، اور جو چالیس کرور مسلمانانِ عالم کی جانب سے تن تنہا فرض دفاع انجام دے رہی ہے۔

کیا مسلمانانِ ہند اس پیغام اخوت کا جواب دینگے؟ کیا وہ اُن کے لئے مال بھی قربان نہ کرسکینگے جو اسلام کیلئے

اپنی جانین اور اپنا سب کچھ قربان کررہے ہین؟

ہم نے اب تک دعوے کئے ہین، اعلان کئے ہین، آمادگیان ظاہر کی ہین لیکن کیا دنیا ہمارے عمل کا کوئی نظارہ نہین دیکھیگی؟

خلافت اور اسلام کے لئے اولین عمل

یہ ہے کہ ہر مسلمان اس پیغام کا جواب دینے کے لئے مستعد ہوجائے اور زندگی مین ایک مرتبہ زیادہ سے زیادہ مالی قربانی کرکے دکھلائے

مرکزی خلافت کمیٹی نے انگورہ فنڈ کھول دیا ہے۔ کم سے کم پچاس لاکھ روپیہ دو ماہ کے اندر فراہم ہوجانا چاہئے

فضل [illegible] احمد [illegible] پرنٹر و پبلشر کے اہتمام سے الہلال پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ہاؤس [illegible] میں چھپا اور شائع ہوا

هٰذا بلاغ للنّاس

البلاغ

ہفتہ وار

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام بھیجے جائیں اور عام خط و کتابت و ارسال زر منیجر کے نام

ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

[illegible]
عبدالرزاق ملیح آبادی
قیمت
سالانہ محصول ۲
ششماہی " ۱
ممالک غیر سالانہ [illegible]

قیمت فی پرچہ ۲ر

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہیں

نمبر ۸ جمعہ ۱۱- نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۰- ربیع الاول ۱۳۴۰ھ جلد ۱

تاریخ ہند کا یادگار دن

۱۷- نومبر

اس دن کے بارہ گھنٹوں کے اندر ہم برسوں اور قرنوں کا کام انجام دے سکتے ہیں

سچی خدا پرستی و دینداری، بے لوث حب الوطنی و خودداری، کامل اتفاق و اتحاد، غیر مسخر قومی و ملکی طاقت، اسلام اور ہندوستان کے لئے فتحمندانہ عزم یعنی قومی زندگی کی تمام برکتیں ہم اس دن پالیں گے بشرطیکہ اتنا قابو اپنے اوپر پالیں کہ اپنا تمام کاروبار، لین دین، ملنا جلنا، آمد و رفت، قطعاً بند کر دیں، کامل امن و سکون، خاموشی و وقار کے ساتھ اپنے اپنے گھروں میں بیٹھ رہیں، اور اس طرح پرنس آف ویلز کے ورود کا یادگار مقاطعہ انجام پائے۔

امن اور سکون

ہمارے تمام کاموں کی کامیابی کے لئے پہلی شرط ہے۔

صرف ہرتال ہو

کوئی جلوس نہ نکلے، سڑکوں اور بازاروں میں ہجوم نہ کیا جائے، امن اور سکون کے خلاف کوئی حرکت نہ ہو، صرف کامل ہرتال ہونی چاہیئے اور ایک دن کے لئے شہروں، آبادیوں، اور بستیوں کو سنسان بنا دینا چاہیئے۔ البتہ اگر مسجد و خلافت اور کانگرس کی جماعتیں چاہیں تو شام کو کامل انتظام کے ساتھ ایک جلسہ کر کے بائیکاٹ کی تکمیل کا اعلان کر دے سکتے ہیں

ابوالکلام

۹۱

شذرات

اودھ مین زمینداری کا فتنہ۔ ہندوستان کی شرمناک غلامی کی علت، ہندوؤں اور مسلمانون کی باہمی نا اتفاقی تھی، اجنبی حکومت "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے مشہور مقولے پر ہمیشہ عمل درآمد کرتی رہی ہے، خدا خدا کر کے مسئلہ خلافت کی بدولت اب ملک مین اتحاد و اتفاق کی بنیاد پڑی تھی، اور وہ تمام احمقانہ جھگڑے دور ہو گئے تھے جن کی وجہ سے یہان کے انسان درندون کی طرح باہم لڑا کرتے تھے۔ لیکن غلام بنانے والے اس صورت حال کو ہرگز گوارا نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جنوبی ہند مین "برہمن و نان برہمن" کا قضیہ چھیڑا ہوا ہے، اور اب اودھ مین زمیندارون اور کسانون کے مابین فتنہ اُٹھایا گیا ہے، جو ہمین سخت خطرناک نظر آرہا ہے، خصوصاً اس وجہ سے کہ اس کے ہیرو وہی لوگ ہین جو ملک کی آزادی و نجات کے دشمن اور اس کی غلامی و ذلت کے سرگرم حامی ہین!

کہا جاتا ہے کہ ہر فریق اپنے حقوق کی حفاظت کرنا چاہتا ہے، نہایت عمدہ بات ہے مگر سوال یہ ہے کہ حق طلبی کی یہ مستعدی گورنمنٹ کے مقابلہ مین کیون نہین ظاہر ہوتی؟ دنیا جانتی ہے کہ اودھ کے زمیندار عموماً اور تعلقدار خصوصاً آزادی کی ہر صدا کے مخالف رہے ہین اور اس زمانے مین گورنمنٹ سے زیادہ سخت گیر ثابت ہوئے ہین۔ اودھ کی عام بے حسی کی تمام تر ذمہ داری انھین تعلقدارون اور زمیندارون کی جماعت پر ہے جو ہر اصلاح کی دشمن اور ہر محب وطن کی بیخ کنی کے لئے ہمیشہ کمربستہ رہتی ہے۔ اگر یہ لوگ مخلص ہوتے اور محض اپنے فوائد کے لئے کوشان ہوتے، تو ضرور ملکی آزادی کی تحریک کے بھی حامی ہوتے اور ہرگز اُس گروہ کا ساتھ نہ دیتے جو ملک کی تمام نعمتون سے انھین اور تمام باشندون کو محروم کر چکا ہے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو اس موقعہ پر بھی دنیا یقین کرتی کہ وہ کسی اور مقصد کے لئے نہین بلکہ محض اپنے فوائد کی حفاظت کے لئے سرگرم کار ہین!

ہم تسلیم کرتے ہین کہ یہ تعلقدار اور زمیندار بھی سخت مصیبت مین ہین، اور ملک کے تمام آزمین ان کی طرح پریشان حال ہین، کیونکہ حکومت کے ادنیٰ چپراسی سے لے کر اعلیٰ حکام تک سب ان پر خاص خاص حقوق رکھتے ہین، اور سب کی ناز برداری اور خاطر داری ان غریبون کو اپنی طاقت سے زائد کرنا پڑتی ہے۔ پھر سرکاری قرضون، چندون اور طرح طرح کے مطالبون کا بوجھ سب سے زیادہ انھین کو اٹھانا پڑتا ہے، اور اسی لئے ان کی حالت بھی یقیناً قابل رحم ہے!

لیکن جن لوگون کے مقابلے مین یہ اُٹھے ہین، وہ ان سے بھی زیادہ قابل رحم ہین وہ کون ہین؟ دنیا کے سب سے زیادہ معصوم، سب سے زیادہ مظلوم اور سب سے زیادہ غریب انسان! یعنی "کسان"۔ اودھ مین "کسان" کے معنی یقیناً یہ نہین ہین کہ "زمین کی اصلاح و درستی کرنے والا، تمام آبادی کے لئے غذا مہیا کرنے والا، خود مصیبتین اٹھا کر سب کو آرام پہنچانے والا، اور اس طرح تمام جہان پر احسان کرنے والا" بلکہ وہان کسان اسے کہتے ہین جو سب سے ذلیل سمجھا جاتا ہے، اور جس کا شمار انسانون مین نہین بلکہ ادنیٰ چوپایون مین کیا جاتا ہے۔ اس وقت اودھ مین کسانون کی حالت ٹھیک ویسی ہے جیسی مصر فرعونی مین اسرائیلیون کی تھی، اور اس بنا پر ضرور ہے کہ ان کے ساتھ انصاف کیا جائے اور انھین اس قعر ذلت سے نکال کر انسانون کے زمرہ مین شامل کیا جائے!

سُنا جاتا ہے کہ اودھ مین کوئی "لبرل لیگ" ہے اور اس کے بعض ارکان کسانون کی حمایت کر رہے ہین، یقیناً یہ لوگ تمام ملک کی مبارکباد کے مستحق ہین، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ بزرگ کون ہین؟ یہ بھی تو وہی ہین جو زمیندارون اور تعلقدارون کی طرح ملک کی آزادی کے مخالف، اور دفتری اقتدار کے حامی اور خدمت گزار ہین۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہین کہ کسانون کی ہمدردی یہ کیون کر رہے ہین تجربہ بتاتا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ گورنمنٹ کے اشارون پر کام کیا کرتے ہین، پھر کیا گورنمنٹ کی منشا سے یہ کسانون کی ہمدردی کر رہے ہین؟ اگر واقعہ یہی ہے تو کیا گورنمنٹ زمیندارون اور تعلقدارون کے مقابلہ مین کسانون کی طرفداری کر رہی ہے؟ ہمارے خیال مین وہ ایسا نہین کر سکتی، کیونکہ اُسے خوب معلوم ہے کہ اُس کا وجود اُسی وقت تک ہے جب تک کسان پستی و تاریکی مین ہین کہ جن کی آبادی ملک مین اسی فی صدی ہے۔ اور اگر وہ فی الواقع ایسا کرتی تو زمیندار اور تعلقدار ہرگز صدائے مخالفت بلند نہ کرتے کیونکہ وہ لبرل لیگ کے ارکان سے زیادہ گورنمنٹ کے خدمت گزار اور تابع فرمان ہین پھر یہ کیا معمہ ہے کہ حکومت کے "وفادار" باہم دست و گریبان ہونے کو کمربستہ ہوئے ہین، اور حکومت خاموش ہے اور ان کے مابین مصالحت نہین کراتی، خصوصاً ایسے وقت مین جبکہ اس کے مخالفون کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے، اور اسے اپنے اعوان و انصار کی مدد کی سب سے زائد ضرورت ہے؟

ہمارے خیال مین یہ کوئی معمہ نہین ہے، اور ادنیٰ غور و فکر سے انسان اس کی تہ تک پہنچ سکتا ہے، نہ تو گورنمنٹ کسانون کی طرفدار ہے، اور نہ لبرل لیگ کسانون کی حمایت مین زمیندارون اور تعلقدارون سے برسر پیکار ہے، نہ کوئی جھگڑا ہے اور نہ کوئی فساد، یہ سب محض نمایشی باتین ہین اور اُن سے مقصود ملک کی آزادی کو نقصان پہنچانا اور کسانون کو گمراہ کرنا ہے۔ گورنمنٹ گزشتہ دو سال سے دیکھ رہی ہے کہ اودھ کے کسان تحریک سوراج کی حمایت مین پیش پیش ہین، اور ہندوستان کے دوسرے علاقون سے زائد کانگرس کی ہر صدا پر لبیک کہنے کو آمادہ ہین، کیونکہ انھون نے فطرت سلیم رکھنے کی وجہ سے یہ حقیقت پوری طرح معلوم کر لی ہے کہ ان کی تکالیف کا خاتمہ اُس وقت تک نہین ہو سکتا جب تک موجودہ نظام حکومت درہم برہم نہ ہو جائے اور ملک کی حکومت خود یہان کے باشندون کے ہاتھ مین نہ آجائے، گورنمنٹ چاہتی ہے کہ انھین اس راہ سے علٰحدہ کر دے اور لایعنی باتون مین اُلجھا کر تحریک آزادی سے غافل بنا دے پہلے تو اُس نے ہتھیارون کو استعمال کیا اور پرتاپگڈھ اور بریلی مین ہزارون کسانون کو موت کے گھاٹ اُتار دیا، لیکن جب اس سے کام نہ چلا تو اب اس نے یہ جال بچھایا ہے اور لبرل لیگ کو ان کی حمایت پر کھڑا کیا ہے، تاکہ کسان اسکے پھندے مین پھنس کر پھر گورنمنٹ کی چوکھٹ پر ناک رگڑنے لگین۔

تعجب ہے کہ زمینداروں اور تعلقداروں کی صف میں ہیں بعض ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو معاملات کو سمجھتے اور ملکی آزادی کے لئے کام کرتے ہیں، حالانکہ انھیں سب سے پہلے اس دھوکے سے خبردار ہو جانا چاہیئے تھا، ہمیں امید ہے کہ اس جھگڑے میں جتنے محبان وطن ہیں، وہ فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں گے، اور کسانوں کے فائدہ کے لئے اپنا نقصان گوارا کر لیں گے، کیونکہ اگر ہم دوسروں کے حقوق دینا پسند نہیں کرتے تو اپنے حقوق طلب کرنے کے کب اہل ہو سکتے ہیں؟ یہ وقت قربانی و ایثار کا ہے، کسانوں سے کہنا کہ وہ ایثار کریں نہایت ناانصافی ہے، کیونکہ ان غریبوں کے پاس ایثار کرنے کے لئے کیا ہے؟ تعلقداروں و زمینداروں کو بے شک ایثار کرنا چاہیئے، پس محب وطن اور آزادی خواہ زمینداروں اور تعلقداروں سے اس وقت ملک کا مطالبہ یہی ہے کہ وہ ایثار و قربانی کریں اور ۳۲ کروڑ انسانوں کی نجات کے مقصد عظیم کے لئے کسانوں کو وہ سب دیں، جو ایمانداری کے ساتھ انھیں ملنا چاہیئے اور اس طرح اس نازک موقع پر اس کثیر آبادی کو گورنمنٹ کے پنجہ میں پڑنے سے بچا لیں، جو محض اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے حال ہی میں اس سے چھوٹی تھی؛ ورنہ یاد رکھیں کہ آزادی کی تمام کوششیں کمزور ہو جائیں گی، اور حریف میں جو ضعف پیدا ہو چکا ہے وہ طاقت سے بدل جائیگا!

———•✣•———

ہم یہ نوٹ لکھ چکے تھے کہ ہمارے خاص نگار نے پنڈت گوکرن ناتھ مصر کی ملاقات کا حال قلمبند کر کے دیا، جو کسی دوسری جگہ درج کیا گیا ہے، پنڈت جی محتاج تعارف نہیں ہیں، آپ کانگرس کے سابق سکریٹری ہیں، نوان کوآپریشن کے پروگرام پر عمل پیرا نہ ہو سکنے کی وجہ سے اب گورنمنٹ کے ساتھ اتحاد عمل کر رہے ہیں، یوپی کی کونسل کے ممبر ہیں، وہ وہان کی امن سبھا کے سکریٹری بھی تھے جس سے چند دن ہوتے ہیں کہ اپنی تصریح کے بموجب مستعفی ہو گئے ہیں، ہمارے نامہ نگار سے انھوں نے جو گفتگو کی ہے اس سے ہمارے خیالات کی پوری پوری تصدیق ہو گئی ہے اور ہم خاص کر اہل اودھ کو اس پر غور کرنے کا مشورہ دیتے ہیں +

———•✣•———

ہوڑہ کا ہنگامہ۔ گزشتہ ہفتہ ہوڑہ میں سخت ہنگامہ ہو گیا، اور پولیس اور پبلک میں کشت و خون تک نوبت پہنچ گئی، ہم اس ہنگامہ کے اسباب و تفصیلات پر کیا بحث کریں؟ جب سے موجودہ تحریک شروع ہوئی ہے، پولیس کا یہی طرز عمل ہے کہ وہ ہر جگہ اشتعال دیکر شورش پیدا کرتی اور پھر بے گناہوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگتی ہے، ہم گورنمنٹ اور اسکی پولیس کو ملامت نہ کریں گے کیونکہ اس کی کامیابی کی یہی راہ ہے کہ اُسے طاقت استعمال کرنے کا موقعہ ملتا رہے، اور اسی لئے ایسے موقعوں کی تلاش میں وہ رہا کرتی ہے، البتہ ہم ہوڑہ کی پبلک کو ملامت کریں گے، کہ اس نے جان بوجھ کر دشمن کو کیوں موقعہ دیا؟ ہمیں معلوم ہے کہ پبلک بالکل بے گناہ تھی، اور جلسہ سے حسب دستور قومی نعرے لگاتی ہوئی منتشر ہو رہی تھی، پولیس نے درمیان میں آکر مداخلت بیجا کی، اور پہلے سے سوچی ہوئی تدبیروں سے پبلک کی توہین کی، اور اسے بدامنی پر مجبور کیا، مگر اعتراض یہ نہیں ہے کہ پولیس نے ایسا کیوں کیا؟ اعتراض پبلک پر کہ وہ پولیس کے اشتعال دلانے سے کیوں مشتعل ہوئی، اُسے چاہیئے تھا کہ پوری طرح پرامن رہتی، اور پولیس کے استبداد کو برداشت کر لیتی! ہمیں اہل ہوڑہ کے ساتھ کامل ہمدردی ہے، اور ان کی سچائی و خلوص پر بھی پورا بھروسہ ہے، مگر ہم انھیں اس حرکت پر سرزنش کئے بغیر نہیں رہ سکتے، اب ان کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ اس ہنگامہ کی جو سرکاری تحقیقات ہو رہی ہے اُسکا پوری طرح بائیکاٹ کر دیں اور ان کا ایک آدمی بھی بیان نہ دے، اگرچہ نتیجہ میں تمام آبادی کو جیل خانہ ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ خلافت کمیٹی اور کانگرس کمیٹی بھی تحقیقات کر رہی ہیں، اہل ہوڑہ اس کے سامنے صحیح صحیح حالات پیش کر دیں، اگر اپنی غلطی ہو تو اس کا فوراً اعتراف کر لیں، اور ہرگز کسی بات کے اخفا کی کوشش نہ کریں۔ ہوڑہ کی پبلک کو آیندہ بالکل پرامن رہنا چاہیئے، اور کوئی لاکھ اشتعال دلائے، غصہ میں نہ آنا چاہیئے، کیونکہ سوراج کے حصول اور دشمنوں کے استیصال کی صرف یہی ایک صورت ہے، بے شمار تجربوں کے بعد لوگوں کو اب یہ حقیقت بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اشتعال دینے والے صرف علانیہ پولیس کے آدمی نہیں ہوتے، بلکہ بعض دشمن بھی کھدر کے کپڑے پہن کر ہماری جماعت میں آجاتے ہیں، اور اشتداد کی ترغیب دیتے رہتے ہیں، تاکہ اصل تحریک کو نقصان پہنچے۔ لہذا کامل ہوشیاری کے ساتھ کام کرنا چاہیئے، اور جو کوئی بھی اشتداد کی تلقین کرے، اُسے دشمن سمجھ کر اُس سے احتراز کرنا چاہیئے +

———•✣•———

سول ڈس اوبیڈنیس۔ ہندوستان کی متحدہ قایم مقام سیاسی جماعت آل انڈیا نیشنل کانگرس کمیٹی نے ۴- نومبر کو دہلی میں سول ڈس اوبیڈنیس کو باتفاق آرا پاس کر دیا ہے، اور اس طرح اپنی زندگی، سرگرمی اور قیادت کی کامل صلاحیت کا ثبوت دیا ہے۔ کانگرس کمیٹی نے درحقیقت وہ کیا ہے جس کی اس وقت شدید ضرورت تھی اور جو تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا۔ گورنمنٹ نے اب جو مستبدانہ سلوک ہندوستان کے ساتھ شروع کیا ہے، اور اس کے عمال جس وحشیانہ طریق سے موجودہ تحریک کو فنا کرنا چاہتے ہیں، اس کا اقتضا یہی تھا کہ سول قانون شکنی کا دروازہ ملک کے لئے کھول دیا جائے، اور اس نظام حکومت کے جابرانہ و خلاف انسانیت احکام حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیئے جائیں +

———✣———

ساتھ ہی ٹیکسوں کی عدم ادائگی کو بھی اس پروگرام میں داخل کرنا ضروری تھا، کیونکہ یہ بالکل خلاف اصول ہے کہ جس نظام حکومت کو ملک مسترد کرتا ہو یا اپنی مرضی کے خلاف پاتا ہو، اُسے ٹیکس ادا کرے، یہ نہ صرف قومی خودداری کے خلاف ہے، بلکہ خلاف عقل و دانش بھی ہے، کیونکہ اس سے دشمن برابر طاقتور ہوتا جائے گا، اور اس کے برخلاف تمام کوششیں بے اثر ثابت ہوں گی۔ پس اس بارہ میں بھی کانگرس کا فیصلہ نہایت دانشمندانہ ہے، اور ہم اُسے اس پر تمام ملک کی طرف سے مبارکباد دیتے ہیں +

———•✣•———

رہا یہ سوال کہ سول ڈس اوبیڈنیس کی مشکل راہ پر چلنے کی ملک میں صلاحیت بھی پیدا ہو گئی ہے؟ سو اس کا جواب خود کانگرس کا یہ فیصلہ دے رہا ہے، کانگرس تمام ہندوستان کے منتخب لوگوں سے مرکب ہے، اور ظاہر ہے کہ وہی ملک کی سچی نباض ہو سکتی ہے، اب سے پہلے بھی بارہا پبلک نے سول ڈس اوبیڈنیس کی اجازت چاہی، مگر کانگرس نے ہمیشہ انکار کیا، لیکن جب اُس نے اچھی طرح دیکھ لیا کہ ملک پورے طور سے پرامن ہے، اور غیر اشتدادی

طریقہ پر کامل اعتماد رکھتا ہے، خصوصاً لیڈرون کی گرفتاری اور قید پر قابلِ تعریف صبر و سکون کا اظہار کر چکا ہے، تو اُس نے اجازت دے دی، اور اسی طرح اب ہندوستان ملک کو اُس راہ پر لے آئی کہ بس پختہ عزم و استقامت سے چل کر وہ یقیناً کامیاب ہو سکتا ہے +

———— • + • ————

سول ڈس اوبیڈینس کی کامیابی کا دار و مدار صرف دو چیزون پر ہے۔ "قوت ارادہ" اور "ضبط نفس"۔ قوت ارادہ سے مقصود یہ ہے کہ جس بات کا عزم کیا جائے اُس سے قدم ہٹنے، اور ضبط النفس سے مطلب یہ ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر پورا قابو حاصل ہو اور ادنیٰ حرکت بھی غور و فکر کے بغیر نہ ہونے پائے۔ بس یہی دو باتین اس نازک تحریک کو کامیاب بنا سکتی ہین +

———— • + • ————

ہم اس بات کے سب سے بڑے مدعی ہین کہ توفیق الٰہی سے ملک مین "قوت ارادہ" اور "ضبط النفس" کے جوہر پیدا ہو گئے ہین، اور اب دُنیا دیکھ لے گی کہ ہندوستان کس حیرت انگیز طریقہ سے قانون شکنی کرتا ہے۔ ہمین یقین ہے کہ پبلک اس تحریک کی نزاکتون کو پوری طرح سمجھتی اور اُنھین نبھا سکتی ہے، اور ہمین یہ بھی یقین ہے کہ کانگریس اپنے اس اقدام پر پشیمان نہ ہوگی، بلکہ وفادار اور مطیع پبلک کے طرزِ عمل سے سرخرو ہوگی +

———— • + • ————

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی پبلک کبھی بھی بدراہ نہ تھی، ہم ذاتی تجربہ و مشاہدہ کے بعد نہایت وثوق سے کہتے ہین کہ دُنیا کے تمام ملکون سے بہتر یہان کی پبلک ہے، لیکن اس کے اکثر پچھلے لیڈر بدراہ و غلط کار رہے، انھون نے کبھی بھی کوئی منزلِ مقصود متعین نہ کی، اور نہ کوئی راہ کھولی، جس کی وجہ سے ملک اب تک غلامی کی لعنت مین مبتلا رہا۔ ورنہ اب تک آزاد ہو چکا ہوتا +

———— • + • ————

ہندوستانی پبلک کی صلاحیت کی سب سے بڑی دلیل، گزشتہ بارہ مہینہ کی زندہ تاریخ ہے، دُنیا جانتی ہے کہ اپنی کانگریس کی ہر صدا پر اُس نے کس مستعدی سے لبیک کہا ہے، اپنے لیڈرون کی کیسی اطاعت ہے، اور آزادی کی طلب مین کس تیزی اور مضبوطی کے ساتھ دوڑی ہے۔ دُنیا کی تاریخ ایسی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے، اور اس بنا پر ہمارا قلب امیدون سے لبریز ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ ان شاء اللہ پبلک کی طرف سے کبھی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہوگی، اور وہ پوری استقامت و ثابت قدمی کے ساتھ اس مرحلہ کو طے کرے گی +

———— • + • ————

بعض زیادہ پُرجوش اور جلد باز لوگ ناراض ہین کہ کانگریس نے سول ڈس اوبیڈینس کو غیر مشروط کیون نہ رکھا، اور سودیشی کی قید اس مین کیون لگا دی؟ وہ کہتے ہین کہ ان دونون مین کیا تلازم ہے؟ اگر ایک شخص بلا سودیشی کے پروگرام پر عامل ہوئے اس پر عمل پیرا ہو تو اس مین کیا حرج ہے؟ لیکن ہمارے خیال مین سودیشی کے ساتھ اسے مشروط کرنے مین کانگریس بالکل حق بجانب ہے، اور یہ اس کی بیدار مغزی کی علامت ہے +

———— • + • ————

ہندوستان [illegible] آزادی کی تحریک کا تعلق [illegible] ہے [illegible] زیادہ تر [illegible] کا اثر ہوتا ہے، [illegible] آزادی [illegible] کر سکتا ہے جو [illegible] کا پورے طور پر [illegible] اور جماعت کی نفسی حالت [illegible] ہو۔ نفس انسانی کا یہ حال ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بات بسا اوقات اس پر گہرا اثر کر جاتی ہے، اور ایک معمولی لفظ کبھی پوری جماعت کو پست ہمت کر دیتا ہے، اس لیے جنگون مین ہمیشہ ایسی تمام باتون کی رعایت کی جاتی ہے جو نفس پر موثر ہو سکتی ہین، اکثر ایسا ہوا ہے کہ کسی پرندے کے اڑنے سے شگون لیا گیا ہے، اور فتح یا شکست کا نتیجہ اسی کے مطابق ہوا ہے، انبیاء کرام جو نفس انسانی کے سب سے زیادہ سمجھنے والے تھے، ہمیشہ ایسی چیزون کا لحاظ رکھتے تھے +

———— • + • ————

چنانچہ عرب مین جب کسی کی طبیعت سست ہوتی تھی تو کہا جاتا تھا "خبثت نفسی" آن حضرت صلعم نے اس لفظ کے استعمال سے منع فرمایا کہ کوئی خبث و خباثت کو اپنے نفس کی طرف منسوب نہ کرے، اسی طرح "ہلک الناس" کہنے سے منع کر دیا، ایک شخص نے سفر جہاد مین اپنی اونٹنی کو لعنت کی، آپ نے اس اونٹنی کو فوج سے علیحدہ کرا دیا کہ "لعنت کی ہوئی چیز ہمارے ساتھ نہین رہ سکتی" ایک جنگ مین آپ کا گزر ایک وادی مین ہوا، جس کے دونون طرف دو پہاڑ تھے، ان کے نام دریافت کیے، کہا گیا "فاضح" اور "مخزی" (فضیحت اور ذلت کرنے والا) آپ نے فوراً وہ راہ چھوڑ دی، اور اس وادی سے نہ گزرے +

———— • + • ————

یہ اور اسی قسم کی بے شمار مثالین ہین، جو بظاہر اصل معاملہ پر غیر موثر نظر آتی ہین، مثلاً "فاضح و مخزی" وادی سے محض ان الفاظ کی وجہ سے نہ گزرنا سمجھ مین نہین آتا، کسی شخص نے یہ نام رکھ دیے ہون گے، جن کا اس وادی پر کیا اثر پڑ سکتا تھا؟ لیکن نہین، ادھر سے نہ گزرنا نہایت دانائی کی بات تھی، کیونکہ گزرنے والے ان نامون سے متاثر ہو سکتے تھے

———— • + • ————

اس سے بھی زیادہ عجیب وہ واقعہ ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے، بنی اسرائیل جب اپنے دشمنون سے جنگ کرنے چلے، تو ان کے سپہ سالار طالوت نے کہا "ان اللہ مبتلیکم بنھر، فمن شرب منہ فلیس منی، ومن لم یطعمہ فانہ منی" خدا تمھارا امتحان ایک دریا سے کرنا چاہتا ہے، جو اس کا پانی پی لے گا وہ میرا ساتھی نہین ہے، اور جو نہ پیے گا وہ میرا ساتھی ہے"۔ بظاہر یہ بات بھی بے معنی معلوم ہوتی ہے کہ پیاس کی حالت مین سپاہیون کو پانی پینے سے روکا جائے اور جو پی لے وہ فوج سے علیحدہ کر دیا جائے، مگر اس مین بھی وہی علم النفس کا اصول مدنظر تھا کہ جو اس امتحان مین پورے اتریں گے، ان کا قلب اور بھی زیادہ مضبوط ہو جائے گا، اور وہ ناقابل تسخیر ہون گے۔ چنانچہ یہی ہوا، تمام فوج اس آزمائش مین فیل ہو گئی، تھوڑے سے لوگ پورے اترے، اور انھین نے دشمن پر فتح حاصل کر لی +

پس ہندوستان کی آزادی کی اس جنگ مین کانگریس نے [illegible]

[illegible] کی اصلی حالت کے عین مطابق ہے، [illegible] تک [illegible] سودیشی کے پروگرام پر عمل نہین کرسکے ہین [illegible] سول ڈس اوبیڈینس کرتے ہین پورے اُترین گے جو [illegible] کہ دم کہ پڑون ہے بجائے گھر اور [illegible] تلوار کے نیچے خوشی خوشی اپنا گلا رکھ دین گے؟ جو لوگ نوان کو آپریشن، [illegible] پر یقین رکھتے ہین، مگر اس پر عمل نہین کرتے، ان مین یقیناً قوت ارادہ، اور ضبطِ نفس، کے صفات موجود نہین ہین، اور اس لئے وہ قانون شکنی کی دشوار گزار راہ مین چل نہین سکتے، اور اگر چلین گے تو چند قدمون کے بعد گر پڑین گے +

• ✤ •

یہ کہنا محض نادانی ہے کہ سول ڈس اوبیڈینس کو سودیشی کے ساتھ ملحق کردینے کے معنی اُس کے ملتوی کردینے کے ہین۔ اس لئے کہ اب تک ملک نے پوری طرح سودیشی کو اختیار نہین کیا ہے۔ اگر یہ آخری فکرہ تسلیم کرلیا جائے، تو بھی کوئی ہرج نہین ہے، اور نہ اس سے یہ تحریک ملتوی ہوسکتی ہے، ملک کو بہت تھوڑی قربانیون کی ضرورت ہے، اگر بتیس کرور آبادی مین ایک لاکھ آدمی بھی پوری طرح سودیشی پر عامل ہون اور سول ڈس او بیڈینس شروع کردین، تو موجودہ تحریک کامیاب ہوسکتی۔ تھوڑے مگر بااصول اور مضبوط آدمی، زیادہ مگر بے اصول اور کمزور بھیڑ سے کہین بہتر ہین +

• ✤ •

سول ڈس اوبیڈینس کے سودیشی پر موقوف ہونے سے کسی کو چون و چرا نہ ہونا چاہیئے یہ ملک کا فیصلہ ہے اور اس کے سامنے سب کے سر جھک جانے چاہیئین، جن لوگون کے دل مضبوط ہون اور وہ اس پر عمل کرنا چاہین، ان کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے، انھین چاہیئے کہ فوراً کھدر پہن لین، ایک ہفتہ کی محنت مین چرخہ کاتنا سیکھ لین، اور پھر قربانی کے لئے میدان مین نکل آئین۔ یہ کوئی ایسی بات نہین ہے کہ جس پر عمل نہ ہوسکے +

• ✤ •

حکومت انگورہ۔ اس ہفتہ کی خبرون سے ناظرین کو معلوم ہوچکا ہے کہ حکومت انگورہ اور فرانس کے مابین ایک عہدنامہ ہوا ہے جس کی رُو سے فرانس سلیشیا کو خالی کردے گا ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے کسی قرارداد کے بموجب ترکون کو امیر فیصل اور سویٹ روس کے مقابلہ مین فوجی مدد دینے کا عہد کیا ہے، اس معاہدہ کی رُو سے لنڈن کے سیاسی حلقون مین سخت تردد پیدا ہوگیا ہے، برطانیہ نے فرانس کو ایک احتجاجی نوٹ بھی روانہ کیا ہے جس مین لکھا ہے کہ اس قسم کا معاہدہ کرکے اُس نے سخت زیادتی کی ہے، اور جنگ اناطولیہ و یونان مین برطانیہ کی پوزیشن کو بہت صدمہ پہنچایا ہے +

• ✤ •

ہم اس معاہدہ پر اس وقت تک بحث کرنا نہین چاہتے جب تک اس کی تمام تفصیلات معلوم نہ ہوجائین، لیکن اتنا تو یقینی ہے کہ یہ معاہدہ نہایت اہم ہے اور اس سے مشرق قریب مین برطانیہ کی پالیسی پر مہلک ضرب لگے گی۔ کم از کم عراق مین اس کے مفاد کو سخت خطرہ لاحق ہوگیا ہے، فرانس کو امیر فیصل اور اس کے بھائی عبداللہ سے [illegible] انگریزون کی [illegible] کی وجہ سے [illegible] نقصان پہنچا چکے ہین، اور آیندہ پہنچانا چاہتے ہین، دونون کے دانت اب بھی شام پر ہین اور فرانس کی محکومی سے نکال کر وہ اسے برطانیہ کی غلامی مین لانا چاہتے ہین، چنانچہ عراق مین فیصل اور اردن کے مشرق مین عبداللہ برابر جوڑ توڑ کررہے ہین، اور آخرالذکر نے تو چند ماہ ہوتے ہین کہ فرنچ سپہ سالار جنرل گورو کے جان لینے کی کوشش کی تھی، مگر ناکامی ہوئی، اور "سلیمان اطرش" کی زیر قیادت "جبل حوران" پر دو سو سوارون سے حملہ بھی کیا تھا جسے فرانسیسی فوجون نے منتشر کردیا، اور افسر کو گرفتار کرلیا، اسی لئے فرانس کی خواہش یہی ہوگی کہ کسی طرح ان دونون بھائیون کا زور توڑ کر شام مین حکومت کرے!

• ✤ •

ادھر ترک بھی عراق کو برطانیہ کی غلامی مین نہ چھوڑین گے، اور اس کے آزاد کرانے کے لئے پوری کوشش کرین گے، جسے انھون نے عملاً شروع بھی کردیا ہے، اور ان کی فوجین آہستہ آہستہ اُدھر جارہی ہین، عراق کی فتح مین ترکون کو زیادہ مشکلات پیش نہ آئین گی کیونکہ کردون کی بہادر قوم برطانیہ اور اس کے پروردہ فیصل سے سخت متنفر ہے: ترکون کا دم بھرتی ہے، اور اس مین جتنی غلط فہمیان ان کی طرف سے پیدا کردی گئی تھین، سب دُور ہوگئی ہین، اور اب وہ ان کی مدد کے لئے ہر وقت کمربستہ ہے، کرد مصطفٰے کمال پاشا کی مدد کرین گے اور عراق کے قبائل بھی ان کا ساتھ دینے مین ہرگز کوتاہی نہ کرین گے، کیونکہ انھین برطانیہ کا طرز حکومت اب اچھی طرح معلوم ہوگیا ہے، اور اس کے عدل و انصاف کے دعوون کی حقیقت ان پر بخوبی واضح ہوگئی ہے، اس لئے عراق کی آزادی کی جنگ مین ترکون کو کردون، عربون، اور اب فرانسیسیون سے کافی مدد ملے گی، اور وہ اس مین اُمید ہے کہ کامیاب بھی ہوجائین گے +

• ✤ •

عراق کی آزادی سے برطانیہ کی مشرقی پالیسی بالکل تباہ ہوجائے گی، ادھر ایران سے اس کا اقتدار جاتا ہی چکا ہے: اس کے بعد فلسطین و مصر مین اس کی پوزیشن نازک ہوجائے گی اور ہندوستان کی سرحدون کا قدیم خطرہ اُسے پھر بدحواس کردے گا +

رہا بالشویکون کا معاملہ تو وہ سردست خارج از بحث ہے، کیونکہ اُن سے ترکون کو کسی طرح کا خطرہ نہین ہے، بلکہ وہ ان کے دوست ہین، اور اس اڑے وقت مین بھی ان کے مددگار۔ بالشویکون کی دوستی کے ساتھ اب فرانس کی دوستی سے مصطفٰے کمال پاشا کو بڑی مدد ملے گی۔ ساتھ ہی قوقاز کی جمہوری حکومتون، اور ایران و افغانستان کے اتحاد سے اناطولیہ کی قومی حکومت، مشرق قریب و مشرق وسطیٰ کی سیاست پر پوری طرح حاوی ہوجائے گی، اور کیا عجب ہے کہ آیندہ ساری مشرقی دنیا کی آزادی کا ذریعہ ثابت ہو +

بعض لوگ متعجب ہین کہ فرانس نے اپنے حلیف برطانیہ سے علیحدہ ہوکر یہ معاہدہ کیون کیا؟ اور سلیشیا کا حاصل شدہ علاقہ کیون واپس کردیا؟ واقعہ یہ ہے کہ ورسیلز کے عہدنامہ سے بجز برطانیہ کے تمام دنیا کو نقصان پہنچا، برطانیہ تمام دنیا پر چھا گیا ہے، اور دوسری سلطنتین اس کے زیردست ہوگئی ہین۔ خصوصاً اٹلی اور فرانس کو سخت خسارہ ہوا ہے، جو جنگ سے پہلے مشرق مین ہر جگہ انگلستان کے ہم پلہ تھین، مگر اب ان کا پہلو بہت کمزور ہوگیا ہے، اور ان کے قدیم اقتدار کو بھی کافی صدمہ پہنچا ہے۔ اسی لئے معاہدۂ صلح کے بعد ہی سے یہ دونون برطانیہ سے کٹے کٹے رہتے اور ترکون کی طرفداری کیا کرتے تھے، لیکن اب جبکہ برطانیہ آئرلینڈ، مصر، اور ہندوستان کی مشکلات مین اُلجھ گیا ہے۔ فرانس اس کی پریشانیون سے فائدہ اُٹھانا اور مشرق مین اس کے حد سے بڑھے ہوئے اثر کو کم کرنا چاہتا ہے +

قتل مسلم

من حمل علینا السلاح فلیس منا

(۴)

قتل مسلم کی بحث مکمل کرتے ہوئے ذیل میں حضرت مولانا مدظلہ کی کتاب "مسئلۂ خلافت و جزیرۃ العرب" سے "حمل سلاح علی المسلم" کا باب درج کیا جاتا ہے جو اس بحث میں تکمیل فصل کا حکم رکھتا ہے، اس سے سابق معانی کی یاددہانی اور قتل مسلم کی تمام اقسام کی تشریح منظور ہے۔ (اڈیٹر)

سورۂ نساء میں ہے:۔

ومن یقتل مؤمناً متعمداً فجزآؤہ جھنم خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ، واعد لہ عذاباً عظیماً! (۴: ۹۵)

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے تو اس کی سزا دوزخ کی ہمیشگی ہے، اللہ کا غضب ہے، اس کی پھٹکار ہے، اور بڑا ہی دردناک عذاب ہے جو ایسوں کے لئے طیار ہو چکا ہے"۔

یہ آیت اس بارے میں نص قطعی و ظاہر ہے کہ جو مسلمان دانستہ بلا کسی حق شرعی کے دوسرے مسلمان کو قتل کرے، وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا، اللہ کے غضب و لعنت کا مورد ہوگا، اور عذاب الیم کا مستحق۔

بخاری و مسلم میں ہے "سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر" (ورواہ الترمذی وصححہ ولفظہ "قتال المسلم اخاہ کفر و سبابہ فسوق") یعنی مسلمان کو دشنام دینا فسق ہے اور اس سے لڑائی لڑنا کفر۔

آں حضرۃ نے آخری حج کے موقعہ پر جو یادگار عالم خطبہ دیا تھا، اور جو خطبۂ حجۃ الوداع کے نام سے مشہور ہے، اس میں ہمیشہ کے لئے تمام اُمت کو وصیت فرمائی "لا ترجعوا (وفی روایۃ لا ترجعون) بعدی کفاراً یضرب بعضکم رقاب بعض" (بخاری) میرے بعد کافروں کی طرح نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن اُڑائے۔

اور بخاری میں حضرۃ ابو ہریرہ سے مروی ہے "لا یشیر احدکم علی اخیہ بالسلاح فانہ لا یدری لعل الشیطان ینزغ فی یدہ (وفی روایۃ ینزغ بالعین) فیقع فی حفرۃ من النار" (وایضاً اخرجہ مسلم عن ابن رافع، وابونعیم فی المستخرج من مسند ابن راھویہ) یعنی فرمایا: کبھی اپنے بھائی مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کیا کرو، ممکن ہے کہ ہتھیار لگ جائے اور تم جہنم کے گڑھے میں گر پڑو۔ یعنی اگر اشارہ کرنے میں تلوار کام کر گئی اور مسلمان کا خون ہو گیا، تو ایک ایسے فعل کا ارتکاب ہو جائے گا جس کی پاداش عذاب جہنم ہے۔

اور ابن ابی شیبہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے "الملائکۃ تلعن احدکم اذا أشار الی الآخر بحدیدۃ وان کان اخاہ لابیہ وامہ" اور امام ترمذی نے ایک دوسری اسناد سے مرفوعاً روایت کیا ہے "من اشار الی اخیہ بحدیدۃ لعنتہ الملائکۃ" (وقال حسن صحیح غریب۔ وکذا صححہ ابو حاتم من ھذا الوجہ) یعنی فرمایا: جب کبھی کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی طرف ہتھیار سے اشارہ کرتا ہے، تو فرشتے اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ شرح البخاری میں ہے "قال ابن العربی اذا استحق الذی یشیر بالحدیدۃ اللعن، فکیف الذی یصیب بھا؟ وانما استحق اللعن اذا کانت اشارتہ تھدیداً، سواء کان جاداً أم لاعباً" (جلد ۱۲: ۲۱) یعنی ابن عربی نے کہا: جب صرف ہتھیار اُٹھا کر اشارہ کرنے کی نسبت ایسی شدید وعید آئی کہ فرشتے لعنت بھیجتے ہیں، تو اس بدبخت کا کیا حال ہوگا جو صرف اشارہ ہی نہ کرے، بلکہ سچ مچ اپنے ہتھیار سے ایک مسلمان کو قتل کر ڈالے؟ اور یہ جو فرمایا کہ اشارہ کرنے والا مستحق لعنت ہوتا ہے، تو اس سے مقصود وہی شخص ہوگا جو ڈرانے کے لئے ایسا کرے۔ خواہ غصہ سے ہو خواہ ہنسی سے۔ انتہیٰ۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہنسی دل لگی سے بھی کوئی شخص ہتھیار اُٹھا کر کسی مسلمان کو ڈرائے، تو وہ لعنت کا مستحق ہوگا۔ یعنی کسی حال میں بھی یہ بات مسلمانوں کے لئے جائز نہیں۔ اور یہ فعل اس درجہ شریعت کے نزدیک مبغوض ہے کہ اُس کی ہنسی دل لگی بھی لعنت کا موجب ٹھری!

حضرۃ عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً مروی ہے "زوال الدنیا کلھا اھون علی اللہ من قتل رجل مسلم" (اخرجہ الترمذی وقال حدیث حسن، واخرجہ النسائی بلفظ "لقتل المومن اعظم عند اللہ من زوال الدنیا") یعنی آں حضرت نے فرمایا: اللہ کی نظروں میں تمام دُنیا کے زائل ہونے سے بھی بڑھ کر جو چیز ہے، وہ ایک مسلمان کا قتل ہونا ہے۔ اور اسی بنا پر فرمایا "اول ما یقضی بین الناس فی الدماء" (رواہ البخاری عن ابن مسعود وزاد مسلم "فی یوم القیامۃ") قیامت کے دن سب سے پہلے جس معاملہ کا فیصلہ چکایا جائے گا وہ انسان کا خون ہے۔

حضرۃ عبداللہ بن عمر کے سامنے جب ایک قاتل لایا گیا تو آپ نے فرمایا "تزود من الماء البارد، فانک لن تدخل الجنۃ" (رواہ البیہقی) بس پیٹ تو اچھی طرح ٹھنڈے پانی کی طیاری کر لے کیونکہ تیرا ٹھکانا دوزخ ہے۔ تو یقیناً جنت میں نہ جائے گا!

حقیقت یہ ہے کہ ایک مسلمان کے لئے شرک کے بعد اس سے بڑھ کر اور کوئی کفر نہیں ہو سکتا کہ اپنے مسلمان بھائی کے خون سے ہاتھ رنگین کرے۔

شریعت نے مسلمانوں کی جمعیت و قومیت کی بنیاد باہمی مواخات پر رکھی ہے یعنی ہر مسلمان کا شرعی رشتہ دوسرے مسلمان بھائی کا رشتہ ہے:۔ فاصبحتم بنعمتہ اخواناً (۳: ۱۰۳) انما المؤمنون اخوۃ، فاصلحوا بین اخویکم (۴۹: ۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں پس جب دو بھائیوں میں رنجش ہو جائے تو صلح کرا دو۔ مسلمانوں کی قومی سیرۃ جا بجا یہ بتلائی۔ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین (۵: ۵۹) اشداء علی الکفار رحماء بینھم (۴۸: ۲۹) اُن میں جس قدر بھی نرمی ہے مسلمانوں کے ساتھ ہے، جس قدر بھی سختی ہے اغیار کے ساتھ۔ وہ سب سے زیادہ نرم بھی ہیں اور سب سے زیادہ سخت بھی۔ نرم اپنوں کے لئے، سخت غیروں کے لئے۔ اُن کے پاس محبت بھی ہے، عداوت بھی۔ لیکن محبت پرستاران حق کے ساتھ کرتے ہیں۔ عداوت دشمنان حق کے ساتھ۔

احادیث میں اس حقیقت کی جو بے شمار تشریحات و تمثیلات ملتی ہیں، وہ مشہور و معلوم ہیں، اور مہاجرین و انصار اور عموم صحابۂ کرام نے ان کی عملی تصویریں کر کے ہمیں بتلا دیا ہے کہ اخوت دینی کے معنی کیا ہیں؟ ہر مسلمان پر اس کی ناموس و عزت بھی ... اگرچہ

فرض کر دی گئی۔ وہی یہ ہے کہ مسلمانوں سے محبت کرے، جہان تک بن پڑے اُن کی بھلائی چاہے، اور کوئی بات ایسی نہ کرے جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچے۔ اگر یہ چیز نہیں ہے تو ایمان و اسلام بھی نہیں۔ پہاڑوں جتنا بھی کر ہو عبادت ہو، اور سمندر جتنی بھی دولت خرچ کر ڈالی جائے، لیکن اگر یہ چیز نہیں تو بالکل بیکار و عبث ہے۔

فرمایا "لایؤمن احدکم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" (رواہ الشیخان) کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ جو بات اپنے لئے پسند کرے، وہی اپنے بھائی مسلمان کے لئے بھی پسند کرے۔

اور فرمایا "لاتدخلون الجنۃ حتی تومنوا ولا تومنون حتی تحابوا" (شیخان) تم کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکتے جب تک ایمان نہ لاؤ، اور کبھی مومن نہیں ہوسکتے جب تک آپس میں محبت و پیار نہ کرو۔

اور فرمایا "لاتحسسوا، ولا تجسسوا، ولا تناجشوا، ولا تباغضوا، ولا تدابروا، ولا تنابزوا، وکونوا عباد اللہ اخوانا" (شیخان) ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ رہو، باہم کینہ اور عناد نہ رکھو، بدگوئی نہ کرو، اور ایسا کرو کہ آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

حضرت جابر کو وصیت کی "ان یصبح و تمسی و لیس فی قلبک غش لاحد" (مسلم) تجھ پر صبح کا سورج چمکے تو اس حالت میں چمکے کہ اس کی کرنوں کی طرح تیرا دل بھی صاف ہو اور شام آئے تو اس طرح آئے کہ کسی کی طرف سے تیرے اندر کھوٹ نہ ہو۔

اور فرمایا "المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ" (بخاری) مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو کوئی گزند نہ پہنچے۔

اور فرمایا "المسلم اخو المسلم لایظلمہ، ولا یخذلہ، ولا یحقرہ" (مسلم) مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ پس اپنے بھائی کے ساتھ نہ تو ظلم کرے، نہ اُسے ذلیل کرے، نہ اُس کو حقیر جانے۔

اور فرمایا "لایحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلاث" (شیخان) کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے روٹھا رہے۔

اور فرمایا "ملعون من ضار مومنا او مکر بہ" (ترمذی) اللہ کی اس پر پھٹکار جس نے مسلمان کو نقصان پہنچایا یا اس کو دھوکا دیا۔

ایک حدیث میں یہاں تک زور دیا کہ "من کان یومن باللہ والیوم الآخر، فلا یحد النظر الی اخیہ" (رواہ البخاری و صححہ) جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، اس کو نہ چاہیئے کہ اپنے بھائی مسلمان کی طرف تیز نظروں سے گھورے یعنی جب مسلمان بھائی کو دیکھے تو محبت اور پیار کی نظروں سے دیکھے۔

پس جب اللہ کی شریعتِ حقہ نے مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد ہی باہمی محبت و برادری پر رکھی، اسی کو ایمان کی جز قرار دیا، وہی اسلام کی اصلی پہچان ہوئی، اسی پر ایمان کی تکمیل ٹھہری، تو ظاہر ہے کہ جو مسلمان خدا کے اس جوڑے ہوئے رشتے کو توڑ دے، اور اپنے اُن ہی ہاتھوں سے جو مسلمانوں کی دستگیری و مددگاری کے لئے بنائے گئے مسلمانوں کی گردنیں کاٹنے، اس سے بڑھ کر خدا کی زمین پر اُس کی شریعت کا کون مجرم ہوسکتا ہے؟ اور مسلمانوں کی جو ایمان اور علیہم اللہ کی لعنت کا مستحق ہو سکتی ہیں، اگر اس عمل سے بڑھ کر اور کون سا عمل ہے جو اللہ کے عرشِ جلال و غیرت کو ہلا دے، اور اس کی لعنتیں بارش کی بوندوں کی طرح آسمانوں سے زمین پر برسنے لگیں؟

جس مومن کا وجود اس قدر محبوب و محترم ہو کہ تمام دُنیا کا زوال اُس کی ہلاکت کے مقابلے میں ہیچ بتلائے، اُسی کا خون خود ایک مسلمان کے ہاتھوں بہے؟ اس سے بڑھ کر شریعت الٰہی کی کیا توہین ہوسکتی ہے؟ اور اُن سارے گناہوں میں جو انسان کے ہاتھ پاؤں کر سکتے ہیں، کون سا گناہ ہے، جو اس سے زیادہ ملعون و مردود ہوسکتا ہے؟

دُنیا کی کون سی بڑائی اور عظمت ہے جو کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے بڑھ کر خدا کی نظروں میں عزت رکھتی ہو؟ اور کونسی محبوبیت ہے جو اس کلمہ عزیز کے اقرار کرنے والے کو اللہ کے حضور نہیں مل جاتی؟ پس جس بدبخت کا احساس ایمانی یہاں تک مسخ ہو جائے کہ باوجود دعوئ اسلام مسلمانوں کا خون بہانے لگے، وہ یقیناً مسلمانوں کا خون نہیں بہاتا بلکہ اللہ کے کلمۂ توحید کو ذلیل و خوار کرتا، اور اس کی عزت و جلال کو بٹہ لگانا چاہتا ہے۔

صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اسامہ کی روایت ہے کہ آں کو آن حضرۃ نے بنو الحرقہ کی طرف ایک فوجی مہم دے کر بھیجا تھا۔ لڑائی میں اُسامہ نے ایک آدمی پر حملہ کیا۔ ساتھ ہی ایک انصاری حملہ آور ہوا۔ اُسامہ کہتے ہیں کہ جب میری تلوار اُس کے سر پر جھکی تو وہ پکار اُٹھا "لا الٰہ الا اللہ"۔ میں نے کچھ پروانہ کی اور قتل کر ڈالا۔ لیکن کلمہ کی صدا سُن کر انصاری نے تلوار روک لی۔ آن حضرۃ کو جب یہ حال معلوم ہوا تو نہایت ناراض و غمگین ہوئے اور فرمایا أقتلتہ بعد ما قال لا الٰہ الا اللہ؟ تو نے اُسے قتل کر دیا، باوجودیکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا؟ میں نے عرض کیا "انما کان متعوذا" وہ تو اس نے محض میری تلوار سے بچنے کے لئے کہ دیا تھا، فی الحقیقت مسلمان نہیں ہوا تھا۔ "فما زال یکررھا علی حتی تمنیت أنی لم أکن اسلمت قبل ذلک الیوم"۔ لیکن آن حضرت برابر یہی جملہ دُہراتے رہے "تو نے قتل کر ڈالا باوجودیکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا تھا"، یہاں تک کہ آن حضرت کا حزن و ملال اور اس واقعہ کا تاثر دیکھ کر مجھے اس قدر ندامت ہوئی کہ دل نے کہا، کاش آج کے دن سے پہلے میں مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا۔ ایک روایت میں ہے "افلا شققت عن قلبہ حتی تعلم" تو نے اس کا دل چیر کے کیوں نہ دیکھ لیا کہ واقعی دل سے اقرار کیا تھا یا نہیں؟ یعنی جب زبان سے یہ کلمہ نکلا تو اس کا احترام واجب ہوگیا۔ خواہ تلوار کے ڈر سے کہا ہو یا سچ مچ دل سے اقرار کیا ہو۔ دل کا حال صرف اللہ ہی کو معلوم ہے۔

یہی واقعہ صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ کی روایت سے بھی مروی ہے، اور اس میں بعض زیادات ہیں۔ وفیہ ان النبی صلعم قال لہ "فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ اذا أتتک یوم القیامہ"؟ قال یا رسول اللہ استغفر لی۔ قال فکیف تصنع بلا الٰہ الا اللہ" فجعل لایزیدہ علی ذلک۔ یعنی آن حضرت صلعم نے اسامہ سے کہا "قیامت کے دن جب وہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ تیرے سامنے آئے گا تو اس وقت تو کیا کرے گا؟ یعنی اللہ کو کیا جواب دے گا؟" اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اب تو مجھ سے یہ قصور ہو گیا۔ میری بخشش کے لئے دعا کیجئے۔ لیکن آں حضرت یہی کہتے رہے کہ قیامت کے دن لا الٰہ الا اللہ کا جب دعویٰ ہوگا تو تم کیا جواب دو گے؟ اور اس جملہ کے سوا کوئی بات نہ فرمائی۔

(باقی دارد)

تاریخ استقلال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان

چارلس اسٹوارٹ پارنل

(ایک پولیٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں)

یہ مضمون "الہلال" میں شائع ہو چکا ہے، ہم اسے "پیغام" میں اس لئے درج کر رہے ہیں تاکہ ناظرین کا پارنل اور اس کی اس سوانح عمری سے مجمل تعارف ہو جائے۔ جو اس کی راحت جان "مسز اوشی" نے چند سال ہوئے کہ شائع کی تھی اور جس کا شہرہ تمام یورپ میں ہو چکا ہے۔ مسٹر فضل الدین احمد صاحب بی، اے۔ ایل، ایل، بی (یوکو) نے اس کا ملخص ترجمہ "پیغام" کو دینے کا وعدہ کیا ہے، جو یقیناً بہت دلچسپ و مفید ہوگا، اور سیاست کے خشک مباحث کے ساتھ اس عشق آمیز داستان کا مطالعہ ناظرین کے لئے موجب دلچسپی و باعث نشاط ہوگا۔ وقتاً فوقتاً اسکے حصے شائع ہوتے رہیں گے

(ایڈیٹر)

آجکل آئرلینڈ کی آزادی و استقلال کی تحریک اپنی آخرین منزلوں سے گزر رہی ہے۔ اس موقعہ پر اگر اس تحریک کے ایک مشہور لیڈر کا تذکرہ کیا جائے تو غالباً وقت اور موسم کے خلاف صحبت نہ ہوگی، علی الخصوص ایسی حالت میں کہ اس کے اندر انسانی حیات کے بہت سے دلچسپ اور مطالعہ طلب اسرار کا انکشاف ہو!

اس تحریک کے مشہور لیڈروں میں ایک جانباز شخص "چارلس اسٹوارٹ پارنل" تھا۔ اس نے مسٹر گلیڈ اسٹون کے زمانے میں بے انتہا شہرت حاصل کی جبکہ وہ آئرلینڈ کا "ہوم رول بل" ترتیب دے رہے تھے۔ موجودہ تحریک کی زندگی انہی کی جانفروشیوں کا نتیجہ ہے آئرش تحریک کے تمام ہواخواہوں میں اس کی پرستش کی جاتی تھی اور تمام قوم اُن کی مطیع و منقاد تھی!

لیکن اس کے بعد کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے جن کی وجہ سے پارنل یکایک نظروں سے گر گیا، اور خود اس نے بھی محسوس کیا کہ اس کی عملی قوت شکست کھا کے اسے چھوڑ چلی ہے۔ پبلک اس سے بدظن ہو گئی، عزت و اطاعت کی جگہ حقارت و تذلیل کے ساتھ اسکا ذکر ہونے لگا۔ خود [illegible] لوگوں نے ساتھ چھوڑ دیا جن کے استقلال کے لئے اس نے اپنی زندگی خطرات [illegible] ڈال دی تھی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آئرلینڈ کا مسئلہ کامیابی سے قریب تر ہو [illegible] گیا، اور آئرش تحریک بیس سال کے لئے پیچھے رہ گئی۔ یہ مسلّم ہے کہ اگر [illegible] کی قوم نے چھوڑ نہ دیا ہوتا تو آئرلینڈ کی موجودہ حالت اب سے ایک چوتھائی صدی پہلے ہو رہتی۔

یہ انقلاب جو ایک محبوب القلوب اور پر عظمت و رفعت زندگی میں ہوا اور جس سے آفتاب شہرت کو عین نصف النہار کے وقت گہن لگ گیا، اس کی علت صرف ایک عورت کی نگہ ساحر کی افسوں طرازی تھی، جس کے آگے آئرلینڈ کو استقلال دلانے والے دماغ نے اپنے تئیں بالکل بے دست و پا پایا، اور ہمت و عزائم کے جس تاج و تخت کو حکومت کی سطوت و جمعیت مرعوب نہیں کر سکتی تھی، وہ ایک متبسم چہرے، ایک شگفتہ چشم و ابرو، ایک نگاہ عشق نگہ [illegible]، اور ایک دلستان و دلکش [illegible] صدائے مترنم کے آگے اضطراب و تزلزل سے کانپنے لگا!

اس عورت کا نام "مسز اوشی" تھا۔ مسٹر اوشی ممبر پارلیمنٹ کی بیوی تھی۔ مگر پارنل کے لئے اس نے اپنے شوہر کو چھوڑ دیا، اور جب عرصہ تک خفیہ تعلقات رہ چکے تو طلاق لے کر صرف [illegible]

[illegible] حقارت میں [illegible] ایک تمام [illegible]

[illegible] میں جو "مسز اوشی" نے ایک [illegible] شائع کی ہے جس کا نام "پارنل اس کے عشق [illegible] اس کی سیاسی [illegible]" نہایت دلچسپ ہے۔ علی الخصوص اس لئے کہ گویا ایک صاحب تحریر کی سرگزشت ہے جو خود اپنا [illegible] کی زبان سے نکلی ہے۔ اور اس خصوصیت کے اعتبار سے شاید اپنے رنگ میں ایک ہی کتاب ہے: فرہاد و شیریں، لیلیٰ و مجنوں، جمیل و سلمیٰ اور قیس و لبنیٰ کا عہد گیا۔

دور مجنوں گزشت و نوبت ماست!

اب اس عہد کے مجنوں و فرہاد مسٹر پارنل جیسے عشاق ہیں اور لیلیٰ و شیریں کا عہد حسن مسز اوشی جیسی نکتہ شناس اور کتاب طراز فتنہ گروں کو ملا ہے۔ پہلے عشق کی داستانیں صرف زبان عشق ہی سے سنی جاتی تھیں۔ اب زبان حسن ان کی ترجمانی کرے گی۔ یہ گویا فرہاد کی سوانح عمری ہے جو اس عہد کی شیریں کے قلم سے نکلی ہے!

یارب کس آشنائے کسے نکتہ داں مباد!

※ ※ ※

سب سے بڑی خصوصیت جو اس سوانح عمری میں ہے، وہ ایک سیاسی زندگی کا حیات عشقیہ سے آمیز ہونا ہے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حسن و عشق کی خود فراموشانہ صحبتوں میں آکر ایک پولیٹیکل لیڈر کا کیا حال ہوتا ہے؟

بظاہر یہ دونوں چیزیں متضاد نظر آتی ہیں مگر حقیقت میں سرچشمہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ ایک وہ جسے ہم عشق کی روح تو وہ جوہر حیات ہے جو ہر جسم کو زندہ کر دیتا ہے۔

ہیچ دواست بدار الشفائے میکدہ ہا

زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہند!

کرامول نے بھی محبت کے منود کی تقدیس کی، اور اٹلی کے پاک باز "میزینی" کی نسبت بھی کہا جاتا ہے کہ ایک زلف مشکبو تھی، جس کی لٹوں میں کبھی کبھی اس کی بے مہر انگلیاں محبت سے شانہ کیا کرتی تھیں۔ نپولین جب ماسکو کو تباہ کر کے واپس آ رہا تھا تو اس نے کہا میں عشق سے انکار نہیں کرتا!

لیکن پارنل کی مصیبت دوسری قسم کی تھی۔ وہ گرگراں [illegible] سکا حالانکہ جو گرکے اٹھتے ہیں وہ ان سے زیادہ بے خطر دوڑتے ہیں جنہیں راہ کی ٹھوکروں کی خبر نہیں۔

وہ ہمیشہ کے لئے جدھر گیا یہی حملہ کیوپڈ کا ناقابل دفاع ہوتا ہے، حالانکہ خیل کی عورتوں نے اسے پہلی مرتبہ دیکھ کر کہا تھا: "تو اپنی کمان کھینچ مگر زنجیر سے کام لے" (۱)

عشق چوں برسرِ کسے حملہ بیداد آرد

اولش قوت بگریختن از پا برود

(۱) [illegible]

[illegible] مخالفت میں [illegible] جس نے اس کتاب پر نہایت [illegible]
ریویو لکھا ہے اور جس قابل غور واقعات سامنے پیش کئے ہیں۔ ہم اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں۔
[illegible] پارنل اپنے وقت میں آئرش تحریک کا سب سے بڑا لیڈر تھا۔ اس وقت کسی کو اسکا
وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ ایک عورت کے لئے تمام دنیا کو کھو بیٹھے گا! یا یہ کہ ایک قوم
جو اسکی قانون شکنی کے لئے اٹھی ہے، اپنی قومی تحریک کے ایک نہایت ہی نازک وقت میں
اپنے لیڈر کو صرف اس لئے چھوڑ دے گی کہ اس نے ضابطہ اخلاق کی خلاف ورزی
کی تھی؟

مگر ایسا ہی ہوا۔ پارنل سے لغزش ہوئی۔ عشق کے حملے کو وہ نہ روک سکا۔ اس کے
تعلقین نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آئرش تحریک کم از کم بیس سال پیچھے ہٹ گئی۔

مسز اوشی ہی وہ عورت ہے جس کے لئے پارنل نے اپنا مستقبل برباد کیا، اس لئے اسکے
اس قول کو ضرور باور کیا جاسکتا ہے کہ وہ (یعنی مسز اوشی) "پارنل کی روح کے علاوہ دوسروں پر
اس کی عجیب و غریب تاریکیوں اور نظر چہرہ کی روشنیوں کے باوجود داخل ہوئی۔"

پارنل ایک دراز قامت، گھنی اور سنجیدہ چشم، مسرور گر خوشنما چہرہ انسان تھا۔ تعجب یہ
ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے ملتا تھا جن کو اس سے ہمیشہ سابقہ پڑتا تھا، تو اس وقت بھی وہ
معمولی انسان نہیں معلوم ہوتا تھا!

اس میں اپنے انگریزی آبا و اجداد کی نخوت اور مغرورانہ کم سخنی تھی جس کی تائید اسکے
حیا پرور اور ذکی الحس مزاج سے ہوتی تھی، لیکن ساتھ ہی اس کے کریکٹر میں طرح طرح کا بھی
اندازہ تھا۔ آئرش قوم کی روح پوری طرح اس میں موجود تھی۔ اس کی گہری اداسی، اس کی
وہم پرستی، اس کا کسانوں کا سا اندر ہی اندر سلگنے والا جذبہ کیسا عجیب تھا! وہ دہریہ بھی تو بلکہ
نہ تھا، مگر ان کی اسرار پرستی کی ہوا اسے لگ گئی تھی۔ تاہم وہ ان کے عقائد سے اتفاق نہ کرسکا۔

مسز اوشی لکھتی ہیں: "اس کا (پارنل کا) ارادہ سخت خود مختار تھا۔ وہ جب ایک دفعہ
کسی کام کا ارادہ کرلیتا تو پھر کسی کو اس میں مداخلت کرنے دیتا تھا، اور نہ کسی شے کو اپنی
راہ میں حائل ہونے دیتا۔"

مسز مذکور بتلاتی ہیں کہ جب اس کی جماعت میں سے کوئی شخص اسے روکتا تھا، تو
وہ کس طرح خوفناک سفید ہوجاتا تھا! اور کس طرح اس شخص کو اپنی جماعت سے ایک ایسی
خاموشی اور سرد مہری کے ساتھ نکال دیتا جو اس کے ارادہ کی اندیشیدہ مخالفت سے پیدا ہوتی

اس کا قول تھا کہ "جب تک میں لیڈر ہوں، لوگ میرے آلات اور اوزار ہیں، اگر
انھیں یہ منظور نہیں تو چلے جائیں" اس نے بے رحمی سے ان آلات کو اپنی خطرناک سرطاقت
سے ڈھال کے سد راہ ہونے اور ڈرانے کا وہ معرکہ شروع کیا جو انگریزی ارباب سیاست کے
لئے ایک خواب پریشان ہوگیا۔

لیکن یہ اتفاق دیکھو کہ جب وہ اپنے سے باہر اس طرح محشر بپا کر رہا تھا تو خود اپنے اندر
عشق کا شکار ہوگیا۔ اسی کی داستان الم کا دفتر کیتھرائن اوشی نے اپنی کتاب میں کھولا ہے۔

پہلے کیتھرائن کیپٹن اوشی آئرش ممبر پارلیمنٹ کی بیوی تھی۔ اس نے پارنل، بہت
[illegible] وہ لکھتی ہے:
"(اور [illegible]) ایک تبسم کے ساتھ میری طرف [illegible] نظروں سے دیکھا۔ ان کی
شعلہ فشاں آنکھوں نے مجھے ایسے حیرت انگیز شوق کے ساتھ دیکھا تھا کہ معاً میرے دماغ
میں اس کی عجیب ہستی کا تصور پیدا ہوگیا۔ میں نے خیال کیا کہ یہ شخص عجیب و غریب اور مختلف
قسم کا ہے۔"

اسی وقت سے یہ معلوم ہونے لگا کہ ان دونوں میں بہت گہری ملاقات ہوگئی ہے۔
اس کے بعد ہی باقاعدہ مگر مخفی خط و کتابت بھی شروع ہوگئی۔

۱۸۸۱ء میں جب پارنل کو خوف پیدا ہوا کہ اسے بغاوت کے جرم میں گرفتار کرلیا
جائے گا، تو وہ ایک دن شب کو مسز اوشی کے مکان پر آیا اور اس سے اپنے تئیں چھپانے
کی فرمائش کی۔

پارنل مسز اوشی کے ڈریسنگ روم میں دو ہفتہ تک چھپا رہا۔ مکان والوں میں
سے کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی۔ البتہ نوکروں نے صرف اس قدر کہا کہ "بیوی (مسٹریس) پہلے
جس قدر گوشت کھاتی تھیں۔ اب ڈریسنگ روم میں اس سے زیادہ کھانے لگی ہیں"!

مسز اوشی کے یہاں سے جب پارنل جانے لگا تو اس نے تمام سیاسی مراسلات مسز
اوشی کے حوالے کردیں۔ مسز اوشی نے ایک مجوف کنگن بنوایا، اور اس میں ان مراسلات
میں سے دو مراسلتوں کو جو خاص طور پر اہم اور خطرناک تھیں، رکھ کر اپنے بازو پر پہن لیا۔
یہ کنگن اسی طرح تین برس تک اس کے بازو پر بندھے رہے۔

مسز اوشی پارنل کے تمام رازوں کی محرم تھی۔ یہی کا مکان تھا جہاں پارنل اپنی
جماعت کے جلسوں کو چھوڑ کے آجایا کرتا تھا، اور گھنٹوں اس عجیب عورت کے ساتھ بیٹھا
رہتا تھا جس کو وہ اپنی زبان میں "ملکہ" کہتا تھا، وہ بھی اسے اپنا "بادشاہ" کہتی تھی!

بارہا ایسا ہوا کہ وہ نہایت اہم جلسوں میں صرف اس لئے نہ جاسکا کہ اس کی دلربا "ملکہ"
نے اسے اجازت نہ دی۔ آہ! وہ کس قدر ظالم تھی جبکہ اس انسان کو روک رہی تھی،
جس کے جانے پر ایک پورے ملک کے مستقبل استقلال کا دارومدار تھا!

مسز اوشی جب کبھی اسے لعنت و ملامت کرتی تو وہ ہمیشہ یہ جواب دیتا کہ "ملکہ تم تمہیں
بادشاہت سے واقف نہیں نہ کبھی وجہ بیان کرے اور نہ کبھی معذرت کرے۔"
اس کے ساتھ ہی ہنس کر، جو اس کے لئے عام طور پر ایک نادر (فوق العادہ) ان الفاظ
کا اضافہ کردیتا: "اگر میں معذرت کی انسانی کمزوری سے بالاتر نہ ہوتا تو اپنی جماعت کو قائم
نہ رکھ سکتا۔"

اس قصہ کا وہ حصہ بہت دلچسپ ہے جہاں مسز اوشی نے یہ بتایا ہے کہ وہ کیونکر پارنل
اور گلیڈسٹون میں ایک متوسط کی حیثیت سے کام کیا کرتی تھی اور کس طرح حسن و عشق سیاست
اور قومی تحریک کا نامہ بر تھا؟

مسز اوشی کا دعویٰ ہے کہ اس بحث کے بارے میں وہ پارنل کو (جس نے اپنی تمام
عمر ایک عورت کے لئے خطرہ میں ڈال دی) اور اپنے آپ کو (جس نے اپنے جان نثار عاشق
کے لئے شوہر سے بے وفائی کی) ہرگز مجرم نہیں سمجھتی۔ اور وہ ان لوگوں کے نفاق
کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے جو اس قصہ کے طشت از بام ہونے اور طلاق کے منظور
ہونے کے بعد ان دونوں کی محبت کو برا کہتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے پہلے بھی ان کے
باہمی تعلقات سے واقف تھے مگر کبھی انھوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیغام

جمعہ - ۱۱ - نومبر ۱۹۲۱ء - مطابق ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ھ

(از حضرت مولانا ابو الکلام صاحب ظلہٗ)

مواعظ و خطب

ماہ ربیع الاول

اور تذکار ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(از حضرت مولانا ابو الکلام صاحب ظلہٗ)

آن راز کہ در سینہ نہانست نہ وعظ است

بر دار توان گفت، بہ منبر نتوان گفت!

عزیزان ملت! ماہ ربیع الاول کا ورود تمہارے لئے جشن و مسرت کا ایک پیغام عام ہوتا ہے۔ کیونکہ تم کو یاد آجاتا ہے کہ اسی مہینے کے ابتدائی ہفتون مین خدا کی رحمت عامہ کا دنیا مین ظہور ہوا، اور اسلام کے داعی برحق کی پیدایش سے دنیا کی دائمی غمگینیان اور سرگشتگیان ختم کی گئین۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وسلم۔

تم خوشیون اور مسرتون کے ولولون سے معمور ہو جاتے ہو، تمہارے اندر خدا کے رسول برحق کی محبت و شیفتگی ایک بیخودانہ جوش و محویت پیدا کر دیتی ہے۔ تم اپنا زیادہ سے زیادہ وقت اسی کی یاد مین، اسی کے تذکرہ مین، اور اسی کی محبت کے لذت و سرور مین بسر کرنا چاہتے ہو!

کائنات ہستی کی محبوبیۂ اعلیٰ

بلاشبہ محبت نبوی اور عشق محمدی کے یہ ولولے تمہاری زندگی کی سب سے زیادہ قیمتی متاع ہے، اور تم اپنے ان پاک جذبات کی جتنی بھی حفاظت کرو کم ہے۔ تمہارا یہ عشق الٰہی ہے، تمہاری یہ محبت ربانی ہے، تمہاری یہ شیفتگی انسانی سعادت اور راستبازی کا سرچشمہ ہے، تم اس وجود مقدس و مطہر کی محبت رکھتے ہو جس کو تمام کائنات انسانی مین سے تمہارے خدا نے ہر طرح کی محبوبیتون اور ہر قسم کی محمودیتون کے لئے چن لیا، اور محبوبیۂ عالم کا خلعت اعلیٰ صرف اسی کے وجود اقدس پہ راست آیا۔ کرۂ ارضی کی سطح پر انسان کے لئے بڑی سے بڑی بات جو لکھی جا سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ عشق جو کیا جا سکتا ہے، اعلیٰ سے اعلیٰ مدح و ثنا جو کی جا سکتی ہے، غرضکہ انسان کی زبان انسان کے لئے جو کچھ کہہ سکتی اور کر سکتی ہے، وہ سب کا سب صرف اسی ایک انسان کامل و اکمل کے لئے ہے، اور اس کا مستحق اس کے سوا کوئی نہیں۔

مقصود ما ز دیر و حرم جز حبیب نیست

ہر جا کنیم سجدہ بدان آستان رسد

وللہ در ما قال۔ عبارا تنا شتی وحسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یشیر!

وحدہٗ لاشریک

خدا کی الوہیت و ربوبیت جس طرح وحدہٗ لاشریک ہے کہ کوئی ہستی اس کی شریک نہین، اسی طرح اس انسان کامل کی انسانیۂ اعلیٰ اور عبدیت کبریٰ بھی وحدہٗ لاشریک ہے کیونکہ اس کی انسانیت و عبدیت مین کوئی اس کا ساجھا نہین، اور اس کے حسن و جمال فردانیت کا کوئی شریک نہین۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ

فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم مین تم دیکھتے ہو کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر جہان کہین کیا گیا، وہان ان سب کو ان کے نامون سے پکارا ہے، اور ان کے واقعات کا بھی ذکر کیا ہے تو ان کے نامون کے ساتھ کیا ہے۔ لیکن اس انسان کامل، اس فرد اکمل، اس صفات عبدیت کے وحدہٗ لاشریک کا اکثر مقامات مین اس طرح ذکر کیا ہے کہ نہ تو اس کا نام لیا گیا، نہ ہی کسی دوسرے وصف سے نامزد کیا گیا، بلکہ صرف "عبد" کے لفظ سے اس کے پروردگار نے اسے یاد فرمایا۔

سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ۔

"کیا پاک ہے وہ خداوند قدوس جس نے ایک رات اپنے "عبد" کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کرائی۔"

سورۂ جن مین فرمایا۔

وانہ لما قام عبد اللہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا۔

"اور جب اللہ کا بندہ (عبد) تبلیغ حق کے لئے کھڑا ہوتا ہے تاکہ اللہ کو پکارے، تو کفار اس کو اس طرح گھیر لیتے ہین گویا قریب ہے کہ اس پر آگرین گے"!

سورۂ کہف کو اس آیۃ سے شروع کیا۔

الحمد للہ الذی انزل علی عبدہ الکتاب۔

"تمام تعریفین اللہ کے لئے ہین جس نے اپنے "عبد" پر کتاب اتاری"۔

سورۂ فرقان کی پہلی آیت ہے۔

تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعالمین نذیرا۔

"کیا ہی پاک ذات ہے اس کی جس نے "الفرقان" اپنے "عبد" پر اتارا تاکہ وہ تمام عالم کی ضلالتون کے لئے ڈرانے والا ہو!"

اسی طرح سورۂ نجم مین کہا۔ فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ، حدید مین کہا۔ ینزل علی عبدہ آیات۔ پس ان تمام مقامات مین آپ کا اسم گرامی نہین لیا، بلکہ اس کی جگہ صرف "عبد" فرمایا۔ حالانکہ بعض دیگر انبیاء کے لئے اگر "عبد" کا لفظ فرمایا ہے تو اس کے ساتھ نام کی تصریح بھی کر دی ہے۔ سورۂ مریم مین حضرت زکریا کے لئے فرمایا۔ ذکر رحمۃ ربک عبدہ

ذکر کیا۔ سورۂ ص میں کہا۔ واذکر عبدنا داؤد۔ نیز واذکر عبدنا ایوب۔

اس خصوصیت و امتیاز سے اسی حقیقت کو واضح کرنا مقصود الٰہی تھا کہ اس وجود گرامی کی عبدیت اور بندگی اس درجۂ آخری و مرتبۂ قصویٰ تک پہنچ چکی ہے جو انسانیت کی انتہی ہے، اور جس میں اور کوئی عبد اس عبد کامل کا شریک و سہیم نہیں۔ پس عبدیت کا فرد کامل ہی ہے، اور اس لئے بغیر اضافت و نسبت کے صرف عبد کا لقب اس کو ناموں اور علموں کی طرح پکارا جاتا ہے، کیونکہ تمام کائنات ہستی میں اس کا سا اور کوئی عبد نہیں!

پس جس کی یگانگی و بے ہمتائی کا یہ مرتبہ ہو اس کی یاد میں جتنی گھڑیاں بھی کٹ جائیں، اس کے عشق میں جتنے آنسو بھی بہ جائیں، اس کی محبت میں جتنی آہیں بھی نکل جائیں، اور اس کی مدح و ثنا میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، انسانیت کا حاصل، روح کی سعادت، دل کی طہارت، زندگی کی پاکی، اور ربانیت و الاہیت کی پادشاہی ہے۔ وللہ در ما قال:۔

راہ تو بہر قدم کہ پویند خوش ست :
وصل تو بہر سبب کہ جویند خوش ست!
روئے تو بہر دیدہ کہ بینند نکوست !
نام تو بہر زبان کہ گویند خوش است!

جشن حصول و ماتم ضیاع

لیکن جبکہ تم اس ماہ مبارک میں .... یہ سب کچھ کرتے ہو، اور اس ماہ کے واقعۂ ولادت کی یاد میں خوشیاں مناتے ہو، تو اس کی مسرتوں کے اندر تمہیں کبھی اپنا وہ ماتم بھی یاد آتا ہے جس کے بغیر اب تمہاری کوئی خوشی نہیں ہو سکتی؟ کبھی تم نے اس حقیقت پر بھی غور کیا ہے کہ یہ کس کی پیدائش ہے جس کی یاد کے لئے تم سر و سامان جشن کرتے ہو؟

یہ کون تھا جس کی ولادت کے تذکرہ میں تمہارے لئے خوشیوں اور مسرتوں کا ایسا عزیز پیام ہے؟

آہ! اگر اس مہینہ کی آمد تمہارے لئے جشن و مسرت کا پیام ہے، کیونکہ اسی مہینے میں وہ آیا جس نے تم کو سب کچھ دیا تھا تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کسی مہینے میں ماتم نہیں، کیونکہ اس مہینے میں پیدا ہونے والے نے جو کچھ ہمیں دیا تھا، وہ سب کچھ ہم نے کھو دیا۔ اسلئے اگر یہ ماہ ایک طرف بخشنے والے کی یاد تازہ کرتا ہے، تو دوسری طرف کھونے والوں کے زخم کو بھی تازہ ہونا چاہیئے۔

ما خانہ رسیدگان تسلیم
پیغام خوش از دیار مانیست

تم اپنے گھروں کو مجلسوں سے آباد کرتے ہو، اگر تمہیں اپنے دل کی اجڑی ہوئی بستی کی بھی کچھ خبر ہے؟ تم کافوری شمعوں کی قندیلیں روشن کرتے ہو، مگر اپنے دل کی اندھیاری کو دور کرنے کے لئے کوئی چراغ نہیں ڈھونڈتے؟ تم پھولوں کے گلدستے سجاتے ہو، مگر آہ، تمہارے اعمال حسنہ کا پھول مرجھا گیا ہے، تم فرش ... [illegible] سے اپنے ... [illegible] کو معطر کرنا چاہتے ہو، مگر آہ تمہاری غفلت، کہ تمہاری عظمت اسلامی کی عطر بیزی سے دنیا کی مشام روح یکسر محروم ہے! کاش تمہاری مجلسیں تاریک ہوتیں، تمہارے اینٹ اور چونے کے مکانوں کو زیب و زینت کا ایک ذرہ نصیب نہ ہوتا، تمہاری آنکھیں رات رات بھر مجلس آرائیوں میں نہ جاگتیں، تمہاری زبانوں سے ماہ ربیع الاول کی ولادت کے لئے دنیا کچھ نہ سنتی، مگر تمہاری روح کی آبادی معمور ہوتی، تمہارے دل کی بستی نہ اجڑتی، تمہارا طالع خفتہ بیدار ہوتا، اور تمہاری زبانوں سے نہیں مگر تمہارے اعمال کے اندر سے اسوۂ حسنۂ نبوی کی مدح و ثنا کے ترانے اٹھتے:۔ فانہا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ، تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

پھر آہ وہ قوم، اور صد آہ اس قوم کی غفلت و نادانی، جس کے لئے ہر جشن و مسرت میں پیام ماتم ہے، اور جس کی حیات قومی کا ہر قہقہۂ عیش فغان حسرت ہو گیا ہے، مگر نہ تو ماضی کی عظمتوں میں اس کے لئے کوئی منظر عبرت ہے، نہ حال کے واقعات و حوادث میں کوئی پیام تنبہ و ہوشیاری ہے، اور نہ مستقبل کی تاریکیوں میں زندگی کی کسی روشنی کو اپنے سامنے رکھتی ہے۔ اسے اپنی کام جوئیوں اور جشن و مسرت کی بزم آرائیوں سے مہلت نہیں، حالانکہ اس کے جشن و طرب کے ہر درود میں ایک نہ ایک پیام ماتم و عبرت بھی رکھ دیا گیا ہے، بشرطیکہ آنکھیں دیکھیں، کان سنیں، اور دل کی دانائی غفلت و سرشاری نے چھین نہ لی ہو:۔ وان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع وھو شھید!

ظہور و مقصد ظہور!

ماہ ربیع الاول کی یاد میں ہمارے لئے جشن و مسرت کا پیام اس لئے تھا کہ اسی مہینے میں خدا کا وہ فرمان رحمت دنیا میں آیا جس کے ظہور نے دنیا کی شقاوت و حرمانی کا موسم بدل دیا، ظلم و طغیان اور فساد و عصیان کی تاریکیاں مٹ گئیں، خدا اور اس کے بندوں کا ٹوٹا ہوا رشتہ جڑ گیا، انسانی اخوت و مساوات کی یگانگت نے دشمنیوں اور کینوں کو نابود کر دیا! اور کلمۂ کفر و ضلالت کی جگہ کلمۂ حق و عدالت کی پادشاہت کا اعلان عام ہوا:۔

قد جاءکم من اللہ نور وکتاب مبین، یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام۔

اللہ کی طرف سے تمہاری جانب ایک نور ہدایت اور کتاب مبین آئی۔ اللہ اسکے ذریعہ اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی اور زندگی کی راہوں پر ہدایت کرتا اور ان کے آگے صراط مستقیم کو کھولتا ہے!

لیکن دنیا شقاوت و حرمانی کے ... [illegible] ... شر و فساد اور ظلم و طغیان کی تاریکی خدا کی روشنی پر غالب ہونے کے لئے ... [illegible]، سچائی اور راست بازی کی کھیتیاں ... [illegible] پامال، اور انسانوں کے ... راہ گلہ کا کوئی رکھوالا نہ رہا۔ خدا کی وہ زمین ... [illegible] ... ہو گئی، اور اس کے کلمۂ حق و عدل کا ... [illegible] ... اس کی ... [illegible]

ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس!

"زمین کی خشکی اور تری دونوں میں انسان کی پیدا کی ہوئی شرارتوں سے فساد پھیل گیا اور زمین کی صلاح و فلاح غارت ہوگئی"

پھر آہ! تم اس کے آنے کی خوشیاں تو مناتے ہو پر اس کے ظہور کے مقصد سے غافل ہوگئے ہو! اور وہ جس غرض کے لئے آیا تھا اس کے لئے تمہارے اندر کوئی ٹیس اور چبھن نہیں؟

یہ ماہ ربیع الاول اگر تمہارے لئے خوشیوں کی بہار ہے، تو صرف اس لئے کہ اس مہینے میں دنیا کی خزان ضلالت ختم ہوئی، اور کلمۂ حق کا موسم ربیع شروع ہوا۔ پھر اگر آج دنیا کی حالت سموم ضلالت کے جھونکوں سے مرجھا گئی ہے، تو اے غفلت پرستو! تمھیں کیا ہوا ہے کہ بہار کی خوشیوں کی رسم تو مناتے ہو، مگر خزان کی بربادی [illegible]؟

آتشین شریعت

اس موسم کی خوشیاں اس لئے تھیں کہ اسی مہینہ میں اللہ کی عدالت کی وہ "آتشین شریعت" کوہ فاران پر نمودار ہوئی جس کی سعیر کی چنگاریوں پر ساری [illegible] کو نذر کردی گئی تھی، اور جو مظلومی کے آنسو بہانے، مسکینی کی آہیں نکالنے، ذلت و نامرادی سے ٹھکرائے جانے کے لئے دنیا میں نہیں آئی تھی، بلکہ اس لئے آئی تھی تاکہ [illegible] کے آنسو بہائیں، دشمنان الٰہی مسکینی کے لئے چھوڑ دیئے جائیں، ضلالت و شقاوت نامرادی وناکامی کی ذلت سے ٹھکرائی جائے، اور سچائی و راستی کا عرش عظمت و جلال [illegible] کامرانیوں اور اقبال و فیروزی کی فتح مندیوں کے ساتھ تمام کائنات [illegible] جبروتیت و قدوسیت کا اعلان کرے۔ پس وہ اللہ کے ہاتھ کی چمکائی ہوئی [illegible] جس کی ہیبت و قہاریت نے باطل پرستی کی تمام طاقتوں کو لرزا دیا اور کلمۂ حق کی پادشاہت اور دائمی فتح کی دنیا کو بشارت سنائی۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون

"وہ خدا ہی ہے جس نے اپنے رسول کو دنیا کی سعادت کے قیام اور ضلالت کی مقہوریت کے لئے دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ تمام دینوں پر اسے غالب کردے اس کی حقانیت کی طاقت ہی آخر میں دائمی اور عام فتح پانے والی ہے، اگرچہ مشرکوں پر ایسا ہونا بہت ہی شاق گزرے۔"

وہ ذلت کا زخم نہ تھا بلکہ نامرادی کا زخم لگانے والا ہاتھ تھا، وہ مظلومی کی تڑپ نہ تھی بلکہ ظلم کو تڑپانے والی شمشیر تھی، وہ مسکینی کی بے قراری نہ تھی، بلکہ دنیا کو بے قرار کرنے والوں نے اس سے بے قراری پائی، وہ درد و کرب کی کروٹ نہ تھی، بلکہ درد و کرب میں مبتلا کرنے والوں کو اس نے بے چینی کا بستر ملا۔ وہ جو کچھ لایا اس میں غمگینی کی چیخ نہ تھی، ناتوانی کی بے بسی نہ تھی، اور حسرت و مایوسی کا آنسو نہ تھا، بلکہ یکسر شادمانی کا غلغلہ تھا، جشن و مراد کی بشارت تھی، کامیابی و عیش فرمائی کی بہار تھی، طاقت اور فرمان فرمائی کا اقبال تھا، امید اور یقین کا خندۂ عیش تھا، زندگی اور فیروزمندی کا پیکر و تمثال تھا، فتح مندی کی تجلی تھی، اور نصرۃ و کامرانی کی دائمی بہار۔

ان الذین قالوا ربنا [illegible]

ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون۔ نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا والاخرۃ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم ولکم فیھا ما تدعون۔

"جن لوگوں نے صدق دل سے اقرار کیا کہ ان کا [illegible] دنیا کی تمام طاقتوں سے کٹ کر صرف اللہ ہی رب ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں، پھر سنا ہی اس پر جم گئے اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنی خدا پرستی کو قائم کیا، سو یہ وہ لوگ ہیں کہ کامرانی و فتح مندی کے لئے خدا نے ان کو چن لیا ہے۔ وہ اپنے ملائکہ نصرت کو ان پر بھیجتا ہے جو ہر دم پیام شادمانی و کامیابی پہنچاتے ہیں کہ نہ تو تمہارے لئے خوف ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔ دنیا کی زندگی میں بھی تم خدا کی نصرت و حمایت سے [illegible] و کامیاب ہوگے اور آخرۃ میں بھی خدا کی مہربانیوں سے بامراد۔ اللہ کی تمام نعمتیں صرف تمہارے ہی لئے ہیں، تم جو نعمت چاہوگے تمھیں ملے گی اور جس چیز کو پکاروگے [illegible]"

لا تھنوا و لا تحزنوا

کیونکہ [illegible] ربیع الاول میں آیا، اس نے کہا کہ غم اور ناکامی ان کے لئے ہونی چاہیئے [illegible] کے پاس کامیابی و نصرۃ بخشنے والے کا رشتہ نہیں ہے، پر وہ، جنھوں نے تمام انسانی [illegible] سے سرکشی کرکے صرف خدا کی قدوس طاقت کے ساتھ وفاداری کی، [illegible] اس [illegible] کو اپنا دوست بنالیا جو ساری خوشیوں کا دینے والا اور تمام کامیابیوں کا سرچشمہ [illegible] غمگینی پاسکتے ہیں، اور خدا کے دوستوں کے ساتھ اس کی زمین میں [illegible] کرسکتا ہے؟

[illegible] بان اللہ مولی الذین آمنوا، وان الکافرین لا مولیٰ لھم (۴۷ : ۱۲)

اس لئے کہ اللہ مومنوں کا دوست اور حامی ہے مگر کافروں کا نہیں جنہوں نے اس [illegible]

[illegible] روحوں نے خدا کی سچائی اور کلمۂ حق و عدل کی خدمت گزاری کے لئے اپنے آپ کو وقف کردیا، وہ کسی سے نہیں ڈرسکتے، البتہ ان کی ہیبت و قہاریت سے دنیا کو ڈرنا چاہئے۔

فلا تخافوھم، وخافون ان کنتم مومنین (۳ : ۱۸۰)

[illegible] حق کی شیطانی ہیبتوں سے نہ ڈرو، اللہ سے ڈرو اگر فی الحقیقت تم مومن ہو۔

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہوسکتے ہیں، آگ اور پانی ممکن ہے، کہ ایک جگہ جمع ہوجائیں، شیر اور بکری ہوسکتا ہے کہ ایک گھاٹ سے پانی پی لیں، لیکن خدا کا "ایمان" اور "انسان کا خوف" یہ دو چیزیں ایسی متضاد ہیں جو کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں، اور اگر ایک ہر بخت ایمان الٰہی کا دعویٰ کرکے انسان کے ڈر سے بھی کانپ رہا ہے، تو تم اسے ان کنکروں اور پتھروں کی طرح ٹھکرادو جو انسان کی راہ میں پڑ کر آجاتے ہیں تاکہ دوڑنے والوں کے لئے ٹھوکر بنیں، کیونکہ وہ ایمان کے یقین سے محروم ہے۔

لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین۔ [illegible]

"نہ ہمت ہارو اور نہ غمگین ہو، تمھیں کو سب پر غالب آنے والے ہو اگر تم سچے مومن ہو۔"

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

"یاد رکھو کہ جو لوگ اللہ کے دوست اور [illegible] ہیں، ان کے لئے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ کبھی وہ غمگین ہوں گے۔"

استبدال نعمت

لیکن آج جبکہ تم عید میلاد کی محفلین منعقد کرتے ہو، تو تمہارا کیا حال ہے؟ وہ تمہاری دولت کہان ہے جو تمہین دی گئی تھی؟ وہ نعمت کامرانی کدھر گئی جو تمہین سونپی گئی تھی؟ وہ تمہاری روح حیات کیون تمہین چھوڑ کر چلی گئی، جو تم مین پھونکی گئی تھی؟ آہ! تمہارا خدا تم سے کیون روٹھ گیا؟ اور تمہارے آقا نے کیون تم کو صرف اپنی ہی غلامی کے لئے دیکھا؟ کیا ربیع الاول کے آنے والے سے خدا کا وعدہ نہین پہنچایا تھا کہ عزت صرف تمہارے ہی لئے ہے؟ اور اس دولت کا اب زمین پر تمہارے سوا کوئی وارث نہین؟

ان العزۃ للہ و لرسولہ وللمؤمنین ولکن المنافقین لا یعلمون۔

"عزت اللہ کے لئے ہے، اس کے رسول کے لئے، اور مومنون کے لئے۔ لیکن جنکے دل نفاق سے کھوٹے گئے، وہ اس حقیقت کو نہین جانتے۔"

پھر یہ کیا انقلاب ہے کہ تم ذلت کے لئے چھوڑ دیے گئے ہو، اور عزت نے تم سے منہ چھپا لیا ہے؟ کیا خدا کا وعدہ نصرۃ تم تک نہین پہنچایا گیا تھا کہ:۔

وکان حقا علینا نصر المؤمنین (۳۰ ، ۴۷)

"مسلمانون کو نصرت و فتح دینا ہمارے لئے ضروری ہے۔ یہ کسی طرح نہین ہو سکتا کہ ہم غیرون کو فتحیاب کرین اور مومن ناکام رہ جائین۔"

پھر یہ کیون ہے کہ تم نے کامیابی نہ پائی اور کام و مراد نے تمہارا ساتھ چھوڑ دیا؟ کیا خدا کا وعدہ سچا نہ تھا؟ اور کیا وہ اپنے قول کا پکا نہین؟ تم جو انسانون کے وعدون پر ایمان رکھتے اور ان کے حکمون کے آگے گرنا چاہتے ہو، خدا کے وعدۂ لا یخلف المیعاد کے لئے اپنے اندر ایمان کی کوئی صدا نہین پاتے؟ آہ! نہ تو اس کا وعدہ جھوٹا تھا اور نہ اس نے اپنا رشتہ توڑا، مگر تم ہی ہو، تمہاری ہی محرومی و بے وفائی ہے، تمہارے ہی ایمان کی موت اور راستی کی حرمانی ہے، جس نے اپنے پیمان وفا کو توڑا، اور خدا کے مقدس رشتے کی عزت کو اپنی غفلت و بداعمالی اور غیرون کی پرستش و بندگی سے بٹہ لگایا۔

ذالک بان اللہ لم یک مغیرا نعمۃ انعمہا علی قوم حتی یغیروا ما بانفسہم وان اللہ لیس بظلام للعبید (۸ : ۵۵)

"اس لئے کہ خدا کبھی کسی قوم کی نعمت کو محرومی سے نہین بدلتا جب تک وہ قوم خود ہی اپنے اندر تبدیلی نہ کر دے اور وہ اپنے بندون کے لئے ظالم نہین ہے کہ ان کو بغیر جرم کے سزا دے۔"

خدا اب بھی غیرون کے لئے نہین بلکہ صرف تمہارے ہی لئے ہے، بشرطیکہ تم بھی غیرون کے لئے نہین بلکہ صرف خدا ہی کے لئے ہو جاؤ:۔

ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم۔

"اگر تم خدا کے کلمۂ حق کی مدد کرو گے تو اللہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے اندر ثابت قدمی اور مضبوطی پیدا کر دے گا۔"

یادگار حریت

تم ربیع الاول میں آنے والے کی یاد اور محبت کا دعوی رکھتے ہو، اور [illegible] کرتے، اس کی مدح و ثنا کی صدائین بلند کرتے ہو، لیکن تمہین کبھی بھی یہ یاد نہین آتا کہ جس کی یاد کا تمہاری زبان دعوی کرتی ہے، اس کی فراموشی کے لئے تمہارا ہر عمل گواہ ہے؟ اور جس کی مدح و ثنا مین تمہاری صدائین زمزمہ سرا ہوتی ہین، اس کی عزت کو تمہارا وجود بٹہ لگا رہا ہے؟ وہ دنیا مین اس لئے آیا تھا کہ انسانون کو انسانی بندگی سے ہٹا کر صرف اللہ کی عبودیت کی صراط مستقیم پر چلائے، اور غلامی کی ان تمام زنجیرون سے ہمیشہ کے لئے نجات دلا دے جن کے بڑے بڑے بوجھل حلقے انہون نے اپنے پاؤن مین ڈال لئے تھے:۔

یضع اصرہم والاغلال التی کانت علیہم۔

"پیغمبر اسلام کے ظہور کا مقصد یہ ہے کہ گرفتاریون اور بندشون سے انسان کو نجات دلائے، اور غلامی کے جو طوق انہون نے اپنی گردنون مین پہن رکھے ہین ان کے بوجھ سے رہائی بخشے۔"

اس نے کہا کہ اطاعت صرف ایک ہی کی ہے اور حکم و فرمان صرف ایک ہی کے لئے سزاوار ہے۔

ان الحکم الا للہ۔ "حکم و طاقت کسی کے لئے نہین ہے مگر صرف اللہ کے لئے!"

اس نے سب سے پہلے انسان کو اس کی چھینی ہوئی آزادی و حریت واپس لائی اور کہا کہ مومن نہ تو بادشاہون کی غلامی کے لئے ہے، نہ کاہنون کی اطاعت کے لئے نہ کسی اور انسانی طاقت کے آگے جھکنے کے لئے، بلکہ اس کے سر کے لئے ایک ہی چوکھٹ، اس کے دل کے لئے ایک ہی عشق، اس کے پاؤن کے لئے ایک ہی زنجیر، اور اس کی گردن کے لئے ایک ہی طوق اطاعت ہے۔ وہ جھکتا ہے تو اسی کے آگے، روتا ہے تو اسی کے لئے، اعتماد کرتا ہے تو اسی کی ذات پر، ڈرتا اور لرزتا ہے تو اسی کی ہیبت سے، امید کرتا ہے تو اسی کی رحمت پر۔ وہ مشرک نہین ہے کہ خدا کی طرح انسانون کو بھی ہیبت اور قہاریت کی صفت بخشے:۔

ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار؟ ما تعبدون من دونہ الا اسماء سمیتموہا انتم وآباؤکم ما انزل اللہ بہا من سلطان۔ ان الحکم الا للہ۔ امر الا تعبدوا الا ایاہ۔ ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔

"پرستش اور غلامی کے لئے کئی اک معبود بنا لینا اچھا یا ایک ہی خدائے واحد و قہار کا ہو رہنا؟ یہ جو تم نے اپنی بندگی کے لئے بہت سی چوکھٹین بنا رکھی ہین، تو بتلاؤ؟ ان کی ہستی بجز اس کے کیا ہے کہ چند وہم ساز نام ہین جو تم نے اور تمہارے بڑون نے اپنی گمراہی سے گڑھ لئے اور مدت کی ضلالت و رسم پرستی نے ان کے اندر مصنوعی ہیبت و مرعوبیت پیدا کر دی حالانکہ خدا نے نہ تو ان کے اندر کوئی طاقت رکھی اور نہ ان کی معبودیت و محبوبیت کے لئے کوئی حکم اتارا۔ یقین کرو کہ تمہاری غلامی کے یہ تمام مصنوعی بت کچھ بھی نہین ہین۔ حکم و سلطانی دنیا مین نہین ہے مگر صرف اللہ کے لئے، اس نے حکم دیا کہ پرستش نہ کرو مگر صرف اسی کی۔ یہی انسان کی فطرۃ خالصہ کی راہ ہے اور اس لئے یہی دین قیم ہے۔"

اور دیکھو کہ اس نے انسان کی حریت صادقہ اور آزادی حق کو کس طرح مثالون کی دانائی مین سمجھایا:۔

ضرب اللہ مثلاً۔ عبداً مملوکا لا یقدر علیٰ شیٔ، ومن رزقناہ منا رزقاً حسناً، فھو ینفق منہ سراً و جھراً، ھل یستوون؟ (۱۶: ۷۵)

"اللہ ایک مثال دیتا ہے۔ یوں فرض کرو کہ ایک شخص ہے جو کسی دوسرے انسان کا غلام ہے، جو اسے کوئی اختیار حاصل نہیں۔ وہ اپنی کسی چیز پر باوجودیکہ اُسی کی ہے، کچھ قدرت نہیں رکھتا اور صرف اپنے آقا کے حکموں کا بندہ ہے۔ مگر اس کے مقابلے میں ایک دوسرا آزاد و خود مختار انسان ہے جس پر کسی انسان کی حکومت نہیں، اسے اپنی ہر چیز پر قدرت و اختیار حاصل ہے، اور جو کچھ خدا نے دیا ہے، وہ اسے ظاہر و پوشیدہ، جس طرح چاہتا ہے بے دھڑک خرچ کرتا ہے، تو کیا یہ دونوں آدمی ایک ہی طرح کے ہوئے؟ کیا دونوں کی حالت میں کوئی فرق نہیں؟ اگر فرق ہے تو پھر وہ کہ اُس کا مالک صرف خدا ہی ہے، اور وہ کہ اس کے گلے میں انسانوں کی اطاعت کے طوق پڑے ہوئے ہیں، دونوں ایک طرح کے کیسے ہو سکتے ہیں؟

پس اگر ربیع الاول کا مہینہ دُنیا کے لئے خوشی و مسرت کا مہینہ تھا، تو صرف اس لئے کہ اسی مہینے میں دُنیا کا وہ سب سے بڑا انسان آیا جس نے مسلمانوں کو اُن کی سب سے بڑی نعمت یعنی خدا کی بندگی اور انسانوں کی آقائی عطا فرمائی، اور اُس کو اللہ کی خلافت و نیابت کا لقب دے کر خدا کی ایک پاک و محترم امانت ٹھرایا۔ پس ربیع الاول انسانی حُریت کی پیدائش کا مہینہ ہے، غلامی کی موت اور ہلاکت کی یادگار ہے، خلافت الٰہی کی بخشش کا اولین یوم ہے، وراثت ارضی کی تقسیم کا اولین اعلان ہے۔ اسی ماہ میں کلمۂ حق و عدل زندہ ہوا، اور اسی میں کلمۂ ظلم و فساد اور کفر و ضلالت کی لعنت سے خدا کی زمین کو نجات ملی۔

لیکن آہ، تم کہ اس ماہ حُریت کے ورود کی خوشیاں مناتے ہو، اور اس کے لئے ایسی طیاریاں کرتے ہو، گویا وہ تمھارے ہی لئے اور تمھاری ہی خوشیوں کے لئے آیا ہے، خدارا مجھے بتلاؤ کہ تم کو اس پاک اور مقدس یادگار کی خوشی منانے کا کیا حق ہے؟ کیا موت اور ہلاکی کو اس کا حق پہنچتا ہے کہ زندگی اور روح کا اپنے کو ساتھی بنائے؟ کیا ایک مردہ لاش پر دنیا کی عقلیں نہ ہنسیں گی، اگر وہ زندوں کی طرح زندگی کو یاد کرے گی؟ ہاں یہ سچ ہے کہ آفتاب کی روشنی کے اندر دُنیا کے لئے بڑی ہی خوشی ہے، لیکن ایک اندھے کو کب زیب دیتا ہے کہ وہ آفتاب کے نکلنے پر آنکھوں والوں کی طرح خوشیاں منائے؟

پھر تم بتلاؤ کہ تم کون ہو؟ تم غلاموں کا ایک گلہ ہو جس نے اپنے نفس کی غلامی، اپنی خواہشوں کی غلامی، ماسوائے اللہ رشتوں کی غلامی، اور غیر الٰہی طاقتوں کی غلامی کی زنجیروں سے اپنی گردن کو چھپا دیا ہے۔ تم پتھروں کا ایک ڈھیر ہو، جو نہ تو خود ہل سکتا ہے اور نہ اس میں جان اور روح ہے، البتہ چُور چُور ہو سکتا ہے اور ایک دوسرے پر ٹپکا جا سکتا ہے۔ تم غبار راہ کی ایک مشت ہو، جس کو ہوا اُڑا لے جائے تو اُڑ سکتی ہے، ورنہ وہ خود صرف اس لئے ہے تاکہ ٹھوکروں سے روندی جائے اور جولان قدم سے پامال کی جائے۔ فیا للرزیۃ و یا للمصیبۃ!

گلگونۂ عارض ہے نہ ہے رنگِ حنا تو
اے خون شدہ دل، تُو تو کسی کام نہ آیا

پھر اے غفلت کی ہستیو، اور اے بے خبری کی سرگشتۂ خواب روحو! تم کس مُنہ سے اسکی پیدائش کی خوشیاں مناتے ہو جو حریت انسانی کی بخشش، حیات حقہ و معنوی کے عطیہ، اور کامرانی و فیروزمندی کی خسروی و ملوکی کے لئے آیا تھا؟ اللہ اللہ غفلت کی نیرنگی اور انقلاب کی بوقلمونی! ماسوائے اللہ کی عبودیت کی زنجیریں پاؤں میں ہیں، انسانوں کی مملوکیت و مرعوبیت کے حلقے گردنوں میں، ایمان باللہ کے ثمرات سے دل خالی، اور اعمال حسنہ و حسنہ کی روشنی سے روح محروم! ان ساموں اور طیاریوں کے ساتھ تم مستعد ہوتے ہو کہ ربیع الاول کے آنے والے کی یاد کا جشن مناؤ جس کا آنا خدا کی عبودیت کی فتح، غیر الٰہی عبودیت کی ہلاکت، حُریت صادقہ کا اعلان حق، عدالت حقہ کی ملوکیت کی بشارت، اور اُمت عادلہ و قائمہ کے تمکن و قیام کی بنیاد تھا! فما لھٰؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثا!

پس اے غفلت شعاران ملت! تمھاری غفلت پر صد فغان و حسرت، اور تمھاری سرشاریوں پر صد ہزار نالہ و بکا، اگر تم اس ماہ مبارک کی اصلی عبرت و حقیقت سے بے خبر ہو اور صرف زبانوں کے ترانوں، در و دیوار کی آرائشوں، اور روشنی کی قندیلوں ہی میں اس کے مقصد و یادگاری کو گم کر دو۔ تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ ماہ مبارک اُمت مسلمہ کی بنیاد کا پہلا دن ہے، خداوندی پادشاہت کے قیام کا اولین اعلان ہے، خلافت ارضی و وراثت الٰہی کی بخشش کا سب سے پہلا مہینہ ہے۔ پس اس کے آنے کی خوشی اور اس کے تذکرہ و یادگاری لذت ہر اُس شخص کی روح پر حرام ہے جو اپنے ایمان اور عمل کے اندر اس پیغام الٰہی کی تعمیل و اطاعت اور اس اُسوۂ حسنہ کی پیروی و تاسی کے لئے کوئی نمونہ نہیں رکھتا۔ فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ، اولائک الذین ھداھم اللہ واولائک ھم اولوا الالباب! +

اَوَدھ کے زمیندار و کاشتکار ہوشیار ہو جائیں!

گورنمنٹ دھوکہ دے رہی ہے

لبرل لیگ کسانوں کی کیوں حمایت کرتی ہے؟

پنڈت گوکرن ناتھ مصر کی تصریحات

(پیغام کے خاص نامہ نگار کے قلم سے)

یکم نومبر کی شام کو ہوڑہ اسٹیشن پر پنڈت گوکرن ناتھ مصر سے جو پنجاب میل سے واپس جا رہے تھے، میں نے ملاقات کی، جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

نامہ نگار۔ میں آپ سے اَوَدھ کے مسودۂ لگان کی نسبت ایک اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں، کیا آپ مہربانی کرکے بتا سکتے ہیں کہ کسانوں اور زمینداروں کے اس جھگڑے کی بنیاد کیا ہے؟

پنڈت جی۔ میں نہایت خوشی سے گفتگو کروں گا، میں آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ گورنمنٹ کسانوں اور زمینداروں کو لڑا رہی ہے، اور آخر الامر فریقین کی علانیہ طرفداری پر تُلی ہوئی ہے، میں نے پوری قوت سے کسانوں کی حمایت کی ہے، میں کونسل

کے اندر اور باہر حکام کے سامنے ان کے معاملہ کو نہایت صفائی سے پیش کرتا رہا ہون، اور اچھی طرح بتا چکا ہون کہ کسانون پر کیا ظلم ہو رہا ہے، ان کی حق تلفی کس قدر ہوتی ہے، اور کہان تک اُن کے ساتھ انصاف ہونا چاہیئے، مگر افسوس ہے کہ میری ذرا بھی شنوائی نہوئی اور گورنمنٹ نے انتہائی بد دیانتی و ناانصافی سے اپنے کان بند کر لیئے۔

نامہ نگار۔ ایسی صورت مین آپ کا اور لبرل لیگ کا کیا طرز عمل ہوگا؟

پنڈت جی۔ ہم اپنی پوری طاقت سے کسانون کی حمایت کرتے رہین گے، اور انھین ہرگز ظلم نہ سہنے دین گے، ہم ان مین اس مسودۂ قانون کے برخلاف ایجیٹیشن پیدا کرینگے اُن سے جلسے کرائینگے، موریل طیار کرین گے اور گورنمنٹ کو اس وقت تک تنگ کرتے رہین گے جب تک کسانون کے ساتھ انصاف نہ کیا جائے گا۔

نامہ نگار۔ مین یہ معلوم کرنا چاہتا ہون کہ گورنمنٹ کی بد دیانتی کے آشکارا ہو جانے کے بعد آپ کا طرز عمل اس کے ساتھ کیا ہوگا؟

پنڈت جی۔ بے شک، مجھے اس کی بد دیانتی اچھی طرح معلوم ہو گئی ہے، اور مین نے کامل آزادی کے ساتھ ذمہ دار افسرون کے سامنے بھی اس کا اظہار کر دیا ہے، اور صاف کہہ دیا ہے کہ اگر وہ انصاف پر مائل نہ ہوئی تو مین "امن سبھا" سے استعفا دے دون گا۔ مین نے یہ بھی جتا دیا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی حمایت اسی وقت تک کرتے ہین جبتک وہ ہماری بات سنتی ہے۔ لیکن جب وہ ہمین ٹھکرائے گی تو ہم اس کی حمایت نہ کرین گے، مین پوری صداقت کے ساتھ کہتا ہون کہ "امن سبھا" کے سلسلے مین مین نے بڑی محنت سے کام کیا جس کا پھل مجھے گورنمنٹ نے یہ دیا ہے، اور اس طرح برسر بازار میری اور میرے ہم خیال کونسل کے ممبرون کی تذلیل کی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس وقت یو، پی، کی گورنمنٹ نہایت "بے ایمان" ہو رہی ہے، اور ہرگز کسی طرح کا انصاف کرنا نہین چاہتی۔

نامہ نگار۔ اگر بقول آپ کے "یو، پی کی گورنمنٹ بے ایمان ہو رہی ہے" تو کیا اب بھی آپ کو اس پر بھروسہ ہے؟ اور کیا اب بھی آپ اس کے ساتھ اتحاد عمل کرین گے؟

پنڈت جی۔ (شرمندگی سے ہنس کر) بے شک میرا بھروسہ تو اب اس پر سے اٹھ گیا ہے، اور مین غور کر رہا ہون کہ آیندہ کیا کرون گا، لیکن کم از کم دو ماہ تک مین اسی حالت پر قایم ہون، اور دیکھتا ہون کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

نامہ نگار۔ آپ اب سے ایک سال پہلے سارے ملک مین عزت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور اودھ مین آپ نہایت اونچے لیڈر سمجھے جاتے تھے، لیکن آپ نے گورنمنٹ کا ساتھ دے کر اپنی پوزیشن کھو دی، کیا آپ کو اس کا احساس ہے؟ اور پھر جس کے ساتھ آپ نے اتحاد عمل کیا، اُس نے آپ کو اس طرح دغا دی، پھر آپ اتنے تجربہ کے بعد دو ماہ تک کیون اسی روش پر قایم رہنے کے لئے مصر ہین؟

پنڈت جی۔ اگر ہم لوگ بھی کونسلون سے علیحدہ ہو جائین، تو پھر گورنمنٹ کے ہاتھ پوری طرح کھل جائین گے، اور وہ جو کچھ چاہے گی بلا روک ٹوک کرے گی۔

نامہ نگار۔ اب آپ کی موجودگی سے اس کے ہاتھ کب بندھے ہوئے ہین، اور آپ خود اعتراف کرتے ہین کہ وہ آپ لوگون کی پرواہ نہین کرتی۔

پنڈت جی۔ (خشکی سے) بہرحال مین کوئی مصلحت سمجھتا ہون۔

نامہ نگار۔ مین آپ سے صرف ایک بات اور دریافت کرتا ہون، اور وہ یہ کہ اس موقعہ پر جبکہ مخالفون کا زور بڑھ رہا ہے، اور اُسے اپنے طرفدارون کی ہر طرح دلجوئی کرنا چاہیئے تھی، نیز ان مین باہم اتفاق و اتحاد باقی رکھنا چاہیئے تھا، تاکہ ان کی متحدہ قوت و مدد سے اس کے بازو مضبوط رہین، وہ بقول آپ کے آپ لوگون کی تحقیر کرتی ہے، اور "لبرل لیگ" اور اس کے حامی تعلقدارون و زمیندارون مین پھوٹ ڈال رہی ہے۔ کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہین؟

پنڈت جی۔ اصل یہ ہے کہ گورنمنٹ اندھی ہو گئی ہے، اس کے بُرے دن آ گئے ہین، اور وہ اپنا نفع نقصان کچھ نہین سمجھتی! اس کے سوا مین اور کیا کہہ سکتا ہون؟

نامہ نگار۔ اس موقعہ پر مین ایک شبہ کو بھی دُور کر لینا چاہتا ہون، وہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ لبرل لیگ کی کسانون کی حمایت مین اس سرگرمی کو گورنمنٹ کے اشارہ سے سمجھتے ہین

پنڈت جی۔ (چونک کر) یہ کیسے؟ یہ عجیب خیال ہے! ہم تو گورنمنٹ کی مخالفت کر رہے ہین، پھر اس کے اشارہ سے کوئی کام کرنے کے کیا معنی ہین؟

نامہ نگار۔ لوگ کہتے ہین کہ چونکہ کسانون کی جماعت اس وقت سوراج کی حامی ہو رہی ہے، اور سوراجیون کو اپنا حامی و معتمد علیہ سمجھ رہی ہے، جس سے گورنمنٹ کو سخت خطرہ لاحق ہو گیا ہے، اور وہ قدرتاً چاہتی ہے کہ کسی طرح کسانون کو سوراجیون کے ہاتھون سے نکال لے جس کی تدبیر بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ ان مین اور زمیندارون مین اختلاف پیدا کرے اور پھر اپنے طرفدارون کی ایک جماعت ان کی حمایت پر کھڑی کر دے تاکہ جاہل کسان انھیں اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کے پنجہ مین پڑ جائین اور وہ انھین گورنمنٹ کا وفادار بنائے رہے۔

پنڈت جی۔ (بدحواسی سے) نہین، نہین، ایسی کوئی بات نہین ہے، ہم بھی تو گورنمنٹ کے مخالف ہین اور ہرگز کسانون کو گورنمنٹ کی چوکھٹ پر جھکنے نہ دین گے۔

نامہ نگار۔ آپ خود کوآپریٹر ہین، اور کونسل مین گورنمنٹ کی وفاداری کا حلف اٹھا چکے ہین، ساتھ ہی ابھی فرما چکے ہین کہ آپ کسانون سے جلسے کرائین گے، اور گورنمنٹ کے پاس ان کے موریل لے جائین گے، اس کے علاوہ گورنمنٹ کی غلامی کے اور کیا معنی ہو سکتے ہین؟ آپ اس سے کس طرح انکار کر سکتے ہین کہ کسانون کو اسی راہ پر نہ چلائینگے جس پر خود چل رہے ہین؟ اگر آپ اس شبہ کا ازالہ کر دین گے تو پبلک مطمئن ہو جائیگی۔

پنڈت جی۔ افسوس ہے کہ مین اس موضوع پر زیادہ گفتگو نہین کر سکتا +

اگر قانون شکنی کی تمنا ہو تو کھدر پہن لو اور چرخہ چلانا سیکھ لو!

مصر کے جلاوطن لیڈر کا پیغام

اپنے اہلِ وطن کو!

مصر کے مشہور لیڈر، علی فہمی کامل، کو انگریزوں نے ابھی حال ہی میں جلا وطن کر دیا ہے، انہوں نے مصریوں کے نام اپنا ایک پیغام شایع کرایا ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کر دیتے ہیں کیونکہ مصر اور ہندوستان کی مصیبت ایک ہی ہے، اور دونوں کا علاج بھی ایک ہی ہے۔ علی فہمی کامل، مشہور مصری لیڈر، مصطفیٰ کامل باشاہ مرحوم کے حقیقی بھائی ہیں، اور مصری نیشنل کانگرس کے سکرٹیری ہیں (پیغام)

عزیزانِ وطن!

اگر اللہ بزرگ و برتر پر ہمارا ایمان نہ ہوتا، وطن مقدس کے درخشاں مستقبل پر یقین نہ ہوتا، قلب اس کی محبت و عشق کے جذبہ سے لبریز نہ ہوتا، تو نہ ہماری زبان گویا ہوتی، نہ اعضا حرکت کرتے، نہ قلم چلتا، نہ ہم قید ہوتے، نہ ابتلا، و امتحان کے شکنجہ میں جکڑے جاتے اور نہ جلا وطنی کے مصائب برداشت کرنے پر مجبور کئے جاتے۔ ہمارا جرم صرف اس قدر ہے کہ وطن عزیز کی آزادی کے طلبگار ہیں، اس کی زمین کو آزاد کرنا چاہتے ہیں، اس کے آسمان کو آزاد دیکھنا چاہتے ہیں، اور اس کے مبارک نیل کو آزادی سے بہنے دینا چاہتے ہیں، ظالموں کی نظر میں ہمارا یہ جرم بہ نہایت سنگین ہے، اور وہ ہمارے لئے سولیاں طیار کر رہے ہیں!

نیشنل کانگرس، عزم و ثبات کی سنگلاخ چٹانوں پر قایم ہے، کامل آزادی اس کا نصب العین ہے، ظلم کی بیخ کنی اسکا مقصد ہے، اور اس نے آخر تک جنگ کرنے کا اٹل ارادہ کر لیا ہے، اس کے کارکن ایسے ہیں کہ نہ تو قید و بند ان کی ہمتوں کو پست کر سکتی ہے نہ دار و رسن ان کے دلوں کو کمزور کر سکتی ہے، نہ توپوں کی گرج ان کے پائے ثبات میں رعشہ پیدا کر سکتی ہے، اور نہ جلا وطنی کی زندگی ان میں کوئی تبدیلی کر سکتی ہے، وہ وطن کی خدمت کیلئے خلق ہوئے ہیں، اسکی بھلائی کے لئے زندہ ہیں، اور اسی کے نام پر مر سکتے ہیں، ان کے دل سب چیزوں سے خالی ہیں، مگر حب وطن سے آباد ہیں، ان کی زبانیں گونگی ہیں مگر مادر وطن کے ترانے گانے کیلئے گویا ہیں، ان کے ہاتھ شل ہیں مگر آزادی کی جنگ میں خوب چلتے ہیں، اور وہ سات کوٹھریوں میں بھی بند کر دئے جائیں، مگر انکی آواز ملک کے ہر فرزند کے قلب میں گونجتی ہے؟

مصطفیٰ کامل نے بیس سال کی عمر میں کہا تھا: زندگی حباب بر آب ہے، اگر حب وطن سے خالی ہو تو بے رونق ہے، اور اگر آزادی کا عشق نہ ہو تو عبث ہے، درحقیقت زندگی وہی ہے جو آزادی یا اس کی جستجو میں بسر ہو، جو قوم عرصہ تک غلام ہوتی ہے شرافت سے محروم ہو جاتی ہے، دل مرجاتا ہے، اور انسانیت کی خوبو اس سے چلی جاتی ہے، آزادی قلب میں ہمت، نفس میں شرافت، و عمل میں بلندی پیدا کرتی ہے، اور زندگی کو ایسا خوشگوار بنا دیتی ہے، کہ مفلس بھی دولتمندوں کی طرح اپنے کو خوش نصیب سمجھتے ہیں، لہذا اے مصریو! اپنے وطن کے گرد حلقہ زن ہو جاؤ، اس کی حرمت کے بچانے میں جان و مال کی بے دریغ قربانیاں کرو اور اسکی آزادی کی خاطر حریت سے [illegible] تک جنگ کر ڈالو، اور یاد رکھو کہ حریت [illegible] تمہارا قوم [illegible] سے جانے لگو تو اپنی اولاد کے [illegible] سب سے بڑی چیز [illegible] چھوڑ جاؤ!

ہاں مصطفیٰ کامل نے اپنی زندگی کے اوائل میں یہ کہا تھا، پھر اس نے آخر میں یہ کہا کہ نیشنل کانگرس کا مقصد صرف ایک ہے، اور وہ یہ کہ مصری بھی صحیح انسان بنیں، انسان وہی ہے، جو آزاد ہو، غلام، دائرۂ انسانیت سے خارج ہوتے ہیں۔ مصری سے میری مراد صرف وہ آبادی نہیں ہے جو شہروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہے، بلکہ میں خصوصیت کے ساتھ کسانوں کی جانب اشارہ کرتا ہوں جو صدیوں سے یہ یقین کرتے چلے آ رہے ہیں، کہ وہ حکام کی جائداد اور ان کے غلام ہیں، پس ہمارا سب سے بڑا کام اس وقت یہ ہو سکتا ہے، کہ کسانوں کو اس شرمناک حالت سے نکالیں، اور زندہ رہے وہ دن کہ جس دن کسان آزاد ہو جائیں گے، اور چشم فلک دیکھے گی کہ تعلیم یافتہ جماعت کی کوشش سے مصری فلاح نے صدیوں کی غلامی کی لعنت دور کر دی!

انگریزوں نے مصر سے کوئی چیز بھی طاقت کے ذریعہ سے نہیں چھینی ہے بلکہ جو کچھ حاصل کیا ہے مصری گورنمنٹ کے نام سے حاصل کیا ہے، ہم انگریزوں سے کشت و خون نہیں کر رہے ہیں کہ کہا جائے کون کمزور ہے اور کون طاقتور؟ بلکہ ہم انگریزوں سے ایک پر امن سیاسی جنگ کر رہے ہیں، اور سارا جہان اسکا نتیجہ معلوم کرنے کیلئے بے چین ہے۔ اس جنگ میں یقیناً ہم طاقت ور ہیں، اور وہ کمزور، کیونکہ حق و عدالت ہماری جانب ہے، اور ظلم و جور ان کی جانب۔ لہذا ہمارا فتحیاب ہونا لازمی ہے، اگرچہ اس میں کچھ عرصہ لگ جائے۔

ہم آخر وقت تک مستبد سلطنتوں سے جنگ کرتے رہینگے، اور ایک لمحہ بھی انہیں چین سے نہ بیٹھنے دیں گے کیونکہ وہ ہمارے لئے خطرہ ہیں، اور ملک کے لئے موجب ہلاکت ہیں، مصطفیٰ کامل نے یہ بھی کہا تھا کہ: سازشیں ہمیں مرعوب نہیں کر سکتیں، دھمکیاں ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں، خیانتیں ہمیں گرا نہیں سکتیں، اور خود موت بھی ہمیں آزادی کے مقصد عظیم سے باز نہیں رکھ سکتی، کہ جس کے سامنے تمام مقاصد ہیچ ہیں!!

پس اے عزیزان وطن! اپنے لیڈروں کے ارشادات پر چلو، مصطفیٰ کامل کی اتباع کرو، محمد فرید کا سا عزم صادق و عشق وطن پیدا کرو، نیشنل کانگرس کی اطاعت کرو، صداقت پرست بن جاؤ، اور دشمن کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو جاؤ، اور یاد رکھو کہ حق کی مدافعت سے پہلو تہی کرنا اس کے انکار کرنے کے ہم معنی ہے اور وطن کی حرمت کے لئے جان یا مال سے دریغ کرنا اسکی تحقیر کرنے کے مترادف ہے!

لہذا اے مصریو، اٹھو اور آزادی وطن کے لئے سب کچھ کر گزرو، آزادی تمہارے سامنے ہے، اور تمہاری پیش قدمی کی منتظر ہے۔ (الاخبار)

نوٹ

گذشتہ پرچے کے مضمون میں بعض اغلاط کتابت سے ہو گئی ہیں، ذیل میں تصحیح کر لی جائے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
[illegible]	۱۹	تزرد	تزود
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	۲۲	[illegible]	[illegible]

رجسٹرڈ نمبر سی ۱۰۵۹

ھٰذا بلاغ للناس!

البلاغ

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول [illegible]
ششماہی 〃 [illegible]
ممالک غیر سے سالانہ [illegible]
قیمت فی پرچہ [illegible]

مقام اشاعت
۴۵- پرن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائین اور عام
خط و کتابت وارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

جس مین بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہین

نمبر ۹ | جمعہ ۱۸- نومبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۷- ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ہجری | جلد ۱

کیا ہندوستان تیار ہے!

سول ڈس اوبیڈینس کی شرائط جو کانگرس نے عائد کی ہین، ایسی مشکل نہین ہین کہ ان پر عمل نہ ہوسکے

یہ وقت حیل وحجت کا نہین ہے، اگر لوگ واقعی اس کے لیے تیار ہین، تو

اس کے ثبوت مین

کھدر پہن لین، اور ایک ہفتہ کے اندر چرخہ چلانا سیکھ لین

اور

پھر قربانی کے لیے میدان مین نکل آئین

چارلس اسٹوارٹ پارنل

ایک پولیٹیکل لیڈر

اپنے عشق و محبت کی زندگی میں

(پارنل کی محبوبہ "مسز اوشیہ" کے قلم سے)

(۱)

ماں نو سیاہ میرے خطوط واضطرابات ہیں ہوتی تو بھی میں اس کے تمام ہیچ سکے

سے خرابوں میں سے صرف محبت کو دیتا۔ مؤرخ

تمہید

تقریباً ۳۰ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ چارلس اسٹوارٹ پارنل نے ۶ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو اپنی بیوی کے آغوش محبت میں جان دی۔ اس واقعہ کے بعد ہی گویا یکایک ساری مہذب دنیا کی آنکھیں کھلیں، اور وہ مرحوم لیڈر کی توہین یا توصیف کے لئے آمادہ ہوئی بعضوں نے اسکا شمار دنیا کے اعلیٰ مشاہیر میں کیا، اور بعضوں نے اسے ایک ادنیٰ خطاکار اور مجرم بتایا، اور یہ سب صرف اس لئے کہ اس شخص نے دنیا کی ہجو یا مدح کی پرواہ کئے بغیر صرف ایک عورت کے آغوش مسرت کو آخری دم تک اپنی دلچسپیوں کا مرکز قرار دے لیا تھا۔ مگر محبت سے بڑھ کر ایک ... زبردست طاقت بھی تھی، جس نے اس کو آخر کار اس پُر امان آغوش سے جدا کر دیا!

" + "

تب اس نفرت نے جس نے مرنے والے کی قبر تک اس کا ساتھ دیا تھا، اپنا رخ اس عورت کی طرف پھیرا، تاکہ اس پر اپنے غیظ و غضب کی بے سود شعلہ باری کرے، مگر افسوس! ان نادانوں نے یہ نہ سمجھا، کہ اس جیسا شخص مرنے کے بعد بھی اپنی بیوی سے اتنا ہی قریب رہ سکتا ہے جتنا وہ اپنی زندگی میں تھا، اور اس کی بے نظیر محبت ایک سربستہ راز تھی۔ جس میں کسی کو اس کے نزدیک آنے اور کسی قسم کی دخل اندازی کرنے کا موقعہ ہی نہیں مل سکتا تھا، اور اب جبکہ ۲۲ سال سے زیادہ ہوتے ہیں کہ میں (اس کی بیوی) اس کی دل خوش کن اور بیش بہا باتوں کی یادیں زندہ رہی ہوں، اور جب زمانہ کے واقعات نے میری زندگی میں ایک گونہ سکون تبدیلی پیدا کر دی ہے، اور مجھے ایک قسم کا اطمینان نصیب ہو گیا ہے، تو اب میں ان تمام تحریرات کے مطالعہ سے جو لوگوں نے ایک ایسے شخص کے متعلق لکھی ہیں جس سے ان کو محض معمولی درجہ کی واقفیت تھی ایک گونہ خوشی حاصل کرتی ہوں۔ میں نے ان کتابوں میں بعض باتیں ایسی پائیں، جن کو پڑھ کر میں خوش ہوئی، اور بعض ایسی بھی تھیں جو میرے لئے باعث حزن و ملال ہوئیں بعض مصنفوں نے مرحوم کے ساتھ غیر ہمدردانہ سلوک کیا اور اسے کم ظرف اور بداخلاق بتلایا۔ اور بعض نے ... نقطہ خیال سے اس کی مذمت کی، لیکن ان تمام نقائص کی موجودگی پر بھی ان سب کو اس میں "اعلیٰ دیانت داری" اور "صاف گوئی" کی جھلک نظر آتی تھی، اور سچ پوچھو تو یہی ایک معیار ہے جس سے عوام کسی بڑے آدمی یا مشہور لیڈر کو پرکھ سکتے ہیں، تاہم کسی مضمون، کسی سوانح عمری یا کسی رسالے میں جو میری نظر سے گزرا

جن سے کبھی اس امر کا اظہار نہیں پایا کہ پارنل ... میں ... ممتاز حیثیت رکھتا تھا۔

" + "

لیکن اب اتنی مدت کے بعد پارنل کے ایک پرانے حاشیہ نشین کو ہوش آیا ہے اور وہ موجودہ نسل سے یوں خطاب کرتا ہے کہ "پارنل حقیقت میں ویسا نہیں تھا جیسا لوگوں نے اسے مشہور کر رکھا ہے، بلکہ در اصل وہ آئرلینڈ کا ایک ہیٹ نامی نام شخص تھا۔ اسے بلاشبہ اپنے وطن سے محبت تھی لیکن وہ اپنے ملک کی فلاح اور بہبودی کے دوران میں اس عشق کی شعاعوں سے جس میں حماقت کے ساتھ ذلت کی افتادگی کا ایک جزو بھی ہوتا ہے، بے تاب ہو جایا کرتا تھا، اور افسوس یہی وہ چیز ہے جسے کمزور دل والے اپنی بے وقوفی سے عشق و محبت کا تمغہ تصور کر لیا کرتے ہیں۔" اس کے خیال میں وہ ان میں سے نہیں تھا جو اپنے آپ کو وطن کے لئے وقف کر دیا کرتے ہیں، اور پھر اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے جس ہمت افزائی و سکون کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے وہ اپنی محبوبہ کی آغوش کو تلاش نہیں کرتے ہیں، یہی طریقہ ہے جس پر بعض لوگ زندگی اور عشق دونوں کا لطف بیک وقت اٹھاتے ہیں، اس کی پرواہ نہیں کہ یہ عشق علانیہ ہو یا خفیہ۔

" + "

چنانچہ اس طریقہ پر پارنل نے بھی عمل کیا۔ بہر کیف اتنے برسوں کی خاموشی کے بعد اب میں مہر سکوت توڑتی ہوں۔ تاکہ مسٹر اوبرائن کا الزام جس کی بنیاد اس نے محض عشق و محبت پر رکھی ہے اور جسے لوگ موجودہ زمانہ میں غیر معمولی دلچسپی کے ساتھ دیکھتے ہیں، اس شخص پر عائد نہ ہو جائے جسے میں دل و جان سے چاہتی تھی۔

مجھے دنیا کو اپنے گزشتہ گیارہ سال کی خوشی کی تفصیلی کیفیت سناتے ہوئے سخت صدمہ محسوس ہوتا ہے، اور اس کے ساتھ ہی مجھے ناقابل برداشت غم و الم کی داستان سناتے ہوئے بھی سخت وقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مگر میں نے اپنے سینے پر پتھر کی سل رکھ لی ہے، اور اب ان سب چیزوں کی متحمل ہو چکی ہوں۔ مجھے اپنے مرحوم خاوند سے اس وقت بھی اتنا قرب حاصل ہے، کہ جب میں اس کی خودداری پر کوئی الزام آتا ہوا دیکھتی ہوں تو میرا جسم کانپنے لگتا ہے۔

" + "

چونکہ پارنل بعض معاشرتی قوانین کا مخالف تھا، اور اپنے آپ کو ان کا پابند نہیں خیال کرتا تھا، اور اس کی اس مخالفت میں میں بھی اس کی شریک تھی۔ کیونکہ اس کی محبت کے مقابلے میں ساری چیزیں مجھے بے حقیقت معلوم ہوتی تھیں۔ اس لئے ہم دونوں نے ان ظالمانہ اور خود غرضانہ ضرر رساں قوانین کے برتنے والوں کی چیخ و پکار کی مطلق پرواہ نہ کی، اور ان نتائج کے دباؤ سے کبھی کبیدہ خاطر ہوئے، جن کا ظہور پذیر ہونا لازمی سمجھ لیا گیا تھا۔ انتخاب کی آزادی جس کا مستحق ہم نے اپنے آپ کو سمجھا تھا، دوسروں کو بھی سمجھا، اور جب وہ لوگ ہمارے جرم کو تہمت اور ناقابل تلافی سمجھ کر اس کی تشہیر کرتے، تو ہم لوگ حرف نہیں دیتے۔ خصوصاً یہ سمجھ کر کہ ان کو بھی عشق و محبت کے میدان میں پوری آزادی حاصل ہے، گو وہ آزادی ہم لوگوں کے اصول سے مختلف ہے۔

" + "

میں نے اور میرے مرحوم خاوند (مسٹر پارنل) نے ملک کے ان مدبرین اور ماہرین سیاست کی مخالفت کو ہمیشہ نفرت سے دیکھا جن کو اس امر کا بخوبی علم تھا، کہ پارنل کے ساتھ میرا تعلق دس سال پیشتر سے تھا، اور جو پارنل کے ساتھ اپنے کسی مطلب سے سلسلہ جنبانی کرنے کے لئے مجھے ایک معقول" اور "سہل ذریعہ تصور کیا کرتے تھے، اور اس سے ملنے سے پیشتر میرا ملا لینا نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ مگر جب وقت آیا کہ آئرلینڈ کے موعودہ حقوق دلوانے میں اس کا ہاتھ بٹائیں، تو انہوں نے مذہب و اخلاق کی آڑ میں اس کو ملامت کا نشانہ بنایا، اور دنیا کی نظروں میں جھوٹا اور مکار ثابت کرنے کی کوشش کی۔ آج سے ۴۴ سال پیشتر میں نے ایک موقعہ پر پارنل سے کہا تھا، کہ تم تو آئرلینڈ کی آزادی کے لئے اس قدر جدوجہد کر رہے ہو۔ لیکن وہ تو طوق غلامی کو اپنے لئے مایۂ صد فخر و ناز سمجھتا ہے۔ اب بھی وہ اسی طوق غلامی میں ہے۔ اور آیندہ بھی اسی میں جکڑا رہے گا۔ کیونکہ اس نے اپنی ناعاقبت اندیشی کے ایک مستقل ارادہ اور بہترین دل و دماغ والے شخص کو مٹا دیا، جو بلا شبہ اسے آزادی کا جامہ پہناتا۔" پارنل آئرش قوم کے رگ و ریشہ سے خوب واقف تھا ایک طرف تو وہ ان کی غیر مستقل مزاجی میں ان کا سہارا بن کر رہا۔ اور دوسری طرف ان کی پر جوش حب الوطنی میں ان کا رہبر، وہ خوب جانتا تھا، کہ اس ابھرنے والے جوش کی جو محکوم ہی نہیں بلکہ مرعوب بھی ہو چکا ہے کس طرح رہنمائی کی جاتی ہے۔

" + "

چونکہ آئرلینڈ والوں سے اسے پوری واقفیت تھی، اس لئے اس کے دل میں انکی محبت بھی تھی، اور اگر وہ زندہ رہتا تو آج سے کئی سال پیشتر یہ ملک آزاد ہو گیا ہوتا، اور اپنے بہترین فرزندوں کی شفیق ماں بن کر ان کو دوسری قوموں کی خدمت کے لئے نہیں بلکہ اپنی ہی ناموری اور شہرت کے لئے وقف کر دیتا اور اس طرح اقوام عالم کی نظروں میں حقیر اور باعث تضحیک نہ شمار کیا جاتا۔

" + "

میں اس کتاب میں پبلک کے پیش نظر ایسے خطوط کرتی ہوں، جو میری اور میرے چاہنے والے کی نظروں میں ایسے پاکیزہ اور بیش بہا تھے کہ کسی اور نے انہیں اب سے پیشتر ہرگز نہیں دیکھا ہے۔ اگرچہ میرا بیٹا اپنے باپ (کیپٹن اوشی، میرے سابق شوہر) کے اعزاز کا حد سے زیادہ متمنی ہے۔ اس پر بھی میری ہرگز خواہش نہیں، کہ کسی طرح اپنے چاہنے والے کے حالات کو اصل درجے سے گرا دوں اور وہ شک و خوف جس سے وہ اب تک ناواقف ہے اس کے راستے میں حائل کروں۔

" + "

میں مسلسل گیارہ سال تک پارنل کے عشق میں اس طور سے ہمہ تن ڈوبی رہی ہوں، کہ اتنا زمانہ گزرنے کے بعد بھی اب تک اسی عالم میں ہوں، یہ چند تفصیلی بیانات جو میں اس کتاب میں درج کرتی ہوں۔ اس بات کو واضح کر دیں گے۔ کہ وہ کس قسم کا انسان تھا۔ مگر اتنا کچھ لکھنے کے بعد بھی بہت سی باتیں میں اپنے دل میں رکھ چھوڑوں گی، جن کو سوائے میرے اور میرے پیارے مرنے والے کا کوئی تیسرا آدمی نہیں جان سکتا۔

" + "

ان سیاسی حالات و اسرار کو جو میں نے اس کتاب میں درج کئے ہیں۔ وہی لوگ اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں، جن کو آئرلینڈ کے اس دور کی تاریخ کے مطالعہ کرنے کا اتفاق ہوا ہے ان بیانات سے ان کو معلوم ہوگا کہ میرا شوہر ایک ایسی قوم کا رہبر تھا جو برسر بغاوت تھی، اور اس حالت میں حتی المقدور میں نے ایک "شاندار قاصد" کا کام انجام دیا۔ بعض آئرش لوگوں کا یہ بھی خیال ہے، کہ میں خاص موقعوں یا کارروائیوں میں اس کی روح رواں تھی، اور نیز یہ کہ میں اس کے بعض سیاسی خیالات کی تبدیلی کا باعث ہوئی۔ لیکن جو ایسا گمان رکھتے ہیں، اس شخص سے قطعاً ناواقف ہیں۔

" + "

جو کچھ ہو پارنل سیاستدان تھا، وہ اپنی پالیسی پر پورا بھروسا رکھتا تھا۔ اور اسکے دل میں اپنی رائے کے متعلق یہاں تک اعتماد تھا کہ وہ عاقلانہ طور پر اسے عملی جامہ پہنانے، اختتام تک پہنچانے اور حسب منشا اس میں کامیاب ہونے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ اپنے سہارے آپ کھڑا ہونے والا، دور اندیش اور اپنی رائے کا خود مختار انسان تھا۔

" + "

میں کسی زمانہ میں بھی سیاسی عورت نہ تھی، اور قطع نظر اس شخص کی نسبت کے میں نے کبھی سیاسیات سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا۔ خواہ آئرش ہو یا انگریزی۔ میں ایمانداری کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ میں نے ایک موقعہ پر سوائے اس کے اور کسی بات کے لئے اس پر زور نہیں ڈالا کہ وہ حکومت سے چند شرائط پر تصفیہ کر کے اپنے آپ کو قید کی مصیبت سے رہائی دلوائے۔ میں نے اس کی پبلک یا سیاسی زندگی پر اثر ڈالنے کی کوشش نہیں کی۔ نہ کبھی یہ خیال کر کے کہ اس کی رائے و تدبیر قابل عمل ہے یا نہیں اس پر توجہ کی۔

مسٹر گلیڈسٹون سے میں نے جب کبھی ملاقات کی تو پارنل کے قاصد کی حیثیت سے اور اس کے علاوہ دیگر امور میں بھی جب کبھی میں نے کچھ کہا [illegible] تو یہ ہی بتانا تھا کہ میں صرف پارنل کے لئے اور اس کی طرف سے کام کرتی ہوں۔ (باقی [illegible])

حضرت مولانا کی مشغولیت

حضرت مولانا ابو الکلام صاحب مدظلہ طویل دورہ [illegible] کلکتہ [illegible] تشریف لائے تھے۔ یہاں علاوہ دوسری مصروفیتوں کے انگورا فنڈ کا [illegible] ہوا، الحمد للہ کہ کلکتہ میں آپ کے اس چند روزہ قیام سے نہایت [illegible] ہدایتیں لے جاتے، جلسے کرتے اور چندہ جمع کرتے رہے، اور ان شاء اللہ [illegible] سرگرم رہیں گے، ۱۳- نومبر کو حضرت نے ایک پرائیوٹ جلسہ میں کلکتہ کے پنجابی تاجروں کی جماعت کو مخاطب فرمایا۔ اور اسی وقت ایک معتدبہ رقم فراہم ہو گئی جس کی [illegible] نہیں ہو سکی ہے۔

لیکن ملک کے موجودہ حالات مولانا کو شہر میں قیام نہیں [illegible] اور ہر طرف سے [illegible] آتی رہتی ہیں، چنانچہ پورے ایک ہفتہ بھی [illegible] کو لاہور روانہ ہو گئے، جہاں جمعیۃ علماء الہند کے سالانہ اجلاس کی صدارت فرمائیں گے۔ جو اس مرتبہ نہایت مہتم بالشان ہوگا۔ اس کے بعد سورت [illegible] جائیں گے [illegible] کہیں اوائل دسمبر میں واپسی ہوگی۔ اللہ حافظ و معین ہو!

قتل مسلم

(۴)

بخاری میں ہے کہ آپ سے مقداد بن عمرو الکندی نے پوچھا "ان لقیت کافراً فاقتتلنا، فضرب یدی بالسیف فقطعها، ثم لاذ بشجرة وقال أسلمت لله، أأقتله بعد ان قالها؟" اگر ایسا ہو کہ ایک کافر سے مقابلہ کریں، اور وہ تلوار میرے ہاتھ پر اس طرح مارے کہ ہاتھ کٹ جائے، پھر الگ ہو کر کہے میں اللہ پر ایمان لایا، تو یہ کہنے کے بعد اُسے قتل کروں یا نہ کروں؟ فرمایا "لا تقتله" مت قتل کر۔ قال فانه طرح احدی یدی ثم قال ذلک بعد ما قطعها" مقداد نے عرض کیا۔ اس نے تو میرا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور اس کے بعد اسلام [illegible] لایا۔ پھر کیوں نہ میں اُس سے اپنا بدلا لوں؟ فرمایا۔ [illegible] قال لا تقتله، فانه بمنزلتک قبل أن تقتله، وانت بمنزلته قبل ان یقول کلمته التی قال جو کچھ بھی ہوا ہو۔ لیکن جب کلمۂ توحید کا اقرار کر لیا تو پھر قتل نہ کر۔ اقرار کرنے سے پہلے وہ کافر تھا، اور تو مسلمان، لیکن اگر تو نے اقرار کے بعد اُسے قتل کر دیا تو وہ تیری جگہ ہو جائے گا اور تو اس کی جگہ۔

یہ دو روایتیں اس بارے میں نہایت ہی عبرت انگیز ہیں۔ جب اللہ کے رسول کا یہ حال تھا کہ ایک مشرک دشمن کا جنگ کی حالت میں بھی قتل ہو جانا گوارا نہ ہوا۔ کیونکہ اُس نے خوف جان سے ایک مرتبہ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تھا۔ اور اس پر اس قدر رنج و افسوس فرمایا کہ عرصہ تک [illegible] کی تلخی رہی، تو پھر غور کرو کہ جو مسلمان اُن مسلمانوں کو قتل کرے جن کی ساری زندگیاں اسلام و ایمان میں بسر ہوئی ہیں، اور جنہوں نے محض خوف جان سے ایک مرتبہ ہی نہیں بلکہ دل کے یقین و ایمان سے لاکھوں مرتبہ کلمۂ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار اور ورد کیا ہے، اس کی شقاوت و خسران کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اور شریعت کے نزدیک اس فعل سے بڑھ کر اور کون سا فعل ہے جو ایک مسلمان کے لئے عذاب الیم کا مستوجب ہو؟

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم نے اس فعل کے لئے وہ وعید فرمائی جو کسی معصیت کے لئے نہیں فرمائی یعنی "فجزاؤه جهنم خالدًا فيها، وغضب الله عليه ولعنه۔" اس میں خلود فی النار، غضب، لعنت، تینوں چیزوں کا ذکر کیا ہے، اور تمام قرآن و سنت میں یہ تینوں کلمات وعید کفار کے لئے مخصوص ہیں۔ مسلمانوں کی نسبت کہیں استعمال نہیں کئے گئے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ تمام معاصی و فسوق سے اس فعل کی برائی کہیں زیادہ ہے۔ کفر صریح و قطعی کے بعد اور معاصی سے اشد کوئی فعل ہو سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ اور اسی لئے تمام احادیث میں اس فعل کو کفر قرار دیا گیا۔ "وقتاله کفر" "لا ترجعوا بعدی کفارًا" [illegible] فسوق کا لفظ اس کی ناپاکی و ملعونیت ظاہر کرنے کے لئے کافی نہ تھا۔ جب مسلمانوں کو سب و شتم کرنا فسق ہوا "سباب المسلم فسوق" تو پھر اس کو قتل کر دینا صرف فسق [illegible]؟

[illegible] جس طرح ایمان و اسلام کی کثرت کچھ [illegible] ہیں [illegible] شاخیں ایمان و اسلام ہیں۔ "الایمان بضع وسبعون شعبة، اعلاها لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق" (رواہ مسلم واصحاب السنن الثلاثة، ورواہ البخاری "بضع وستون") اسی طرح کفر کی بھی شاخیں ہیں، اور اعلیٰ و ادنیٰ مراتب ہیں۔ جیسا کہ اپنے مقام پر ثابت ہو چکا ہے۔ اور امام بخاری نے صحابہ و سلف سے مروی ہے "کفر دون کفر و ظلم دون ظلم" اور جس طرح ایمان و اسلام اعتقادی بھی ہے اور عملی بھی یعنی اعتقادیات و معنویات میں بھی ہے اور عملیات و ظواہر میں بھی۔ فکر میں بھی ہے اور فعل میں بھی۔ ایمان باللہ والرسل بھی اسلام ہے اور نماز بھی اسلام ہے۔ ٹھیک اسی طرح کفر اور نفاق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اعتقادی اور عملی۔ ایک کفر و نفاق اعتقادیات و افکار کا ہے۔ ایک اعمال و افعال کا۔ شرک کفر اعتقادی ہے اور ترک صلوٰۃ متعمداً کفر عملی۔ پس یہ جو فرمایا کہ "سباب المسلم فسوق وقتاله کفر" اور "فجزاؤه جهنم خالدًا فيها" اور "لا ترجعوا بعدی کفارًا" اور "فلیس منا" تو ان میں اور عموم احکام کفر و اسلام میں کوئی تعارض نہیں۔ نہ لفظ "کفر" کی یہاں کوئی تاویل کرنی چاہئے، اور نہ نفی اسلام کو نفی کمال پر محمول کرنے کی ضرورت۔ شارع نے جس فعل کو کفر کہا، وہ کفر کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، اور جب تک دنیا باقی ہے وہ کفر ہی ہے، اور کفر ہی رہے گا۔ البتہ یہ کفر بھی مثل دیگر اعمال کفریہ کے عملی کفر ہے، نہ کہ کفر اعتقادی و مخرج عن الملة۔ اسکا کرنیوالا ویسا ہی فعل کفر کا مرتکب ہوگا، جیسا نماز چھوڑ دینے والا مسلمان جس کے کفر پر صحابہ کرام کو اتفاق تھا "وکان اصحاب رسول الله صلعم لا یرون شیئًا من الاعمال ترکه کفر غیر الصلوٰة" (ترمذی) "من الاعمال" کی قید اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ عمل کی باتوں میں جو بات کفر ہو سکتی ہے، وہ بات ترک صلوٰۃ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن بلاشبہ یہ وہ کفر نہیں ہے جو مخرج عن الملة ہے۔ جب تک ایک شخص اعتقاد کے اُس دروازہ سے پلٹ نہ جائے جس دروازہ سے اسلام میں داخل ہوا تھا، اُس وقت تک اُس معنی میں کافر نہیں ہو سکتا۔ ان الله لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور حدیث ابو سعید خدری کہ "اخرجوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من الایمان" (رواہ البخاری)

پس اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں پر ہتھیار اُٹھانا شریعت کے نزدیک اُن انتہائی معاصی میں سے ہے، جو عملی کفریات کا حکم رکھتی ہیں۔ اس لئے اُس کفر کے بعد جو مسلمان کو قطعاً کافر و مرتد کر دیتا ہے، اس کفر سے بڑھ کر عند اللہ کوئی برائی نہیں، اور قریب ہے کہ اس کا مرتکب اُس کفر کے حدود میں بھی داخل ہو جائے۔ کتاب و سنت نے جن جن لفظوں اور وعیدوں کے ساتھ جیسے جیسے پیرایوں میں اس فعل کا ذکر کیا ہے، وہ عام معاصی و فسوق کے لئے کبھی اختیار نہیں کئے گئے، اور وہ ایسے سخت و شدید ہیں کہ جس دل میں رائی برابر بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہو، اس کو لرزا دینے اور خوف الٰہی سے بے حال کر دینے کے لئے بس کرتے ہیں۔ اگر ایک مسلمان کا ایمان داخل ہو چکا ہے، تو وہ سارے گناہ جو بڑے میں سمجھے جاتے ہیں اس سے سرزد ہو جا سکتے ہیں، مگر اس کفر کے ارتکاب کا کبھی دھیان بھی نہیں کر سکتا۔

قرآن میں لعنت اور "غضب" کا لفظ کفار و منافقین کے لئے مخصوص ہے۔ "لعنت" کے معنی یہ ہیں کہ رحمت الٰہی سے دوری اور ہر طرح کی کامیابی اور فلاح سے محرومی۔ یہودی ملعون و مغضوب ہوئے، اور عزت و حکومت سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئے۔ سورۂ احزاب میں "منافقین" پر لعنت وارد ہوئی۔ "ان الذین یؤذون الله ورسوله لعنهم الله فی الدنیا والآخرة۔ الخ" چنانچہ وہ سب نابود و مخذول ہو گئے۔ چونکہ ایمان و اسلام کے خصائص بالکل اس سے متضاد ہیں۔ وہ [illegible] [illegible] کامیابی اور فلاح و مراد کا سرچشمہ ہے اس لئے کبھی [illegible] نہیں ہو سکتا کہ جہاں ایمان ہو، وہاں لعنت الٰہی کا بھی ورود ہو سکے۔ احادیث میں جا بجا ایسے [illegible]

لعین ہے کہ سخت سے سخت معاصی و فسوق کا جن لوگوں سے ارتکاب ہوگیا تھا، ان پر بھی لعنت کرنے سے آں حضرت نے روکا۔

امام بخاری نے باب باندھا ہے، "ما یکرہ من لعن شارب الخمر" یعنی جو مسلمان شراب پینے کی معصیت میں مبتلا ہو جائے، اس پر لعنت کی ممانعت۔ اس میں عبداللہ ملقب بہ "الحمار" کا واقعہ بروایت حضرۃ عمر لائے ہیں۔ یہ شخص بار بار شراب نوشی کے جرم میں ماخوذ ہو چکا تھا۔ سزائیں پاتا تھا۔ توبہ کرتا تھا، پھر مبتلا ہو جاتا تھا۔ ایک مرتبہ جب ماخوذ ہوا، تو بعض مسلمان بول اٹھے "اللھم العنہ۔ ما اکثر ما یوتی بہ" اس پر خدا کی لعنت ہو۔ لیکن آنحضرت نے نہایت سختی سے روکا "لا تلعنوہ (و فی لفظ لا تلعنہ) فواللہ ما علمت انہ یحب اللہ و رسولہ" (و فی روایۃ۔ فانہ یحب اللہ و رسولہ) اس پر لعنت نہ بھیجو۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے! حافظ عسقلانی نے حافظ ابن عبد البر کا قول نقل کیا ہے "انہ اتی بہ اکثر من خمسین مرۃ" فتامل!

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ کی روایت مندرجۂ کتاب الدیات بخاری کہ ایک شخص اسی جرم میں ماخوذ ہوا اور اس کو پیٹنے کا حکم دیا گیا۔ کسی نے کہا "اخزاہ اللہ" خدا تجھے رسوا کرے۔ فرمایا "لا تقولوا ھکذا۔ لا تعینوا علیہ الشیطان" اور سنن ابو داؤد میں ابن وہب کے طریق سے ہے "ولکن قولوا اللھم اغفر لہ۔ اللھم ارحمہ" بد دعا نہ دو۔ بلکہ یوں کہو۔ خدایا اس پر رحم کر۔ خدایا اسے بخش دے! قلت و ما احلی فی ھذا المقام قول الشاعر العارف:-

فدائے شیوۂ رحمت، کہ در لباس بہار
بعذر خواہی رندان بادہ نوش آمد!

لیکن صرف قتل مسلم ہی ایک ایسی معصیت ہے جس کے لئے قرآن نے "لعنت" اور "غضب" کے الفاظ استعمال کئے، اور احادیث میں بھی جا بجا لعنت و ملعون کا لفظ وارد ہوا۔ صرف اسی ایک بات سے فیصلہ کر لو۔ خواہ یہ فعل کفر قطعی و مخرج عن الملۃ ہو یا نہ ہو، لیکن اللہ کی شریعت کے نزدیک اس کا ارتکاب کس درجہ مبغوض و ملعون ہے؟ اور جو مسلمان اس کا ارتکاب کرتا ہے، وہ اللہ کے حضور کس طرح اپنے اسلام و ایمان کی ساری رحمتیں اور برکتیں کھو دیتا ہے؟

ثالثاً، اس باب میں فیصلہ کن حدیث وہ ہے جس کو ہم نے باتباع تبویب بخاری اس فصل کا عنوان قرار دیا ہے۔ اور جس کو امام موصوف اور امام مسلم نے مختلف طریقوں سے روایت کیا ہے یعنی "من حمل علینا السلاح فلیس منا۔" (رواہ ابن عمر، و سلمہ، و ابو موسیٰ الاشعری۔ و فی روایۃ سلمہ "من سل علینا السیف") جس مسلمان نے مسلمانوں کے مقابلے میں ہتھیار اٹھایا یعنی حملہ کیا یا لڑائی کی، وہ مسلمانوں میں سے نہیں ہے "و معنی الحدیث حمل السلاح علی المسلمین لقتالھم بہ بغیر حق" (فتح ۱۳: ۲۰)

یہ حدیث نہایت اہم ہے، اور منجملہ قواعد و کلیات شریعت کے ہے۔ اسی لئے امام بخاری نے کتاب الفتن میں ایک خاص عنوان باب قرار دیا، اور امام مسلم کتاب الایمان میں لائے تاکہ حقیقت ایمان و کفر کی تحقیق میں کام سے بدلیں، اور حافظ نواوی نے ایک مستقل عنوان قرار دے کر باب باندھا

"لیس منا" کے معنی ہیں "ہم میں سے نہیں ہے" یعنی ہم مسلمانوں میں سے نہیں ہے۔

آں حضرت صلعم کے طرز کلام و خطاب پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "لیس منا" وعید کا ایک ایسا جملہ تھا جو ان موقعوں پر آپ استعمال فرماتے۔ جہاں صریح و قطعی کفر کی جگہ کفر سے کوئی بہت ہی قریب اور اسلامی زندگی سے بہت ہی بعید حالت کا بتلانا مقصود ہوتا تھا۔ عام معاصی و فسوق سے یہ حالت زیادہ سخت مگر کفر قطعی سے کم ہوتی تھی۔ جن جن احادیث میں یہ لفظ آیا ہے، ان سب پر غور کیا جائے، اور ایمان و کفر کے عملی مراتب کی حقیقت بھی پیش نظر ہو جو اوپر گزر چکی، تو یہ بات واضح ہو جائے گی پس کچھ ضروری نہیں ہے کہ "لیس منا" کے یہ معنی کئے جائیں کہ "لیس علی ھدینا" یا ظاہر منطوق کو چھوڑ کر کوئی اور تاویل کی جائے۔ یا نفی کو نفی کمال پر محمول کیا جائے

صاحب شریعت نے جن کاموں کے لئے جو احکام دئے اور جو الفاظ استعمال کئے، ہمیں حق نہیں ہے کہ تاویل و توجیہ کر کے ان کے لغوی مفہوم کا اصلی زور و اثر گھٹانے کی کوشش کریں۔ ایسی کوششیں جن لوگوں نے کیں، انہوں نے مسلمانوں کو اسلام و ایمان کی عملی زندگی سے محروم کر دیا۔

یہ جو آج تمام عالم اسلامی میں تقریباً دو تہائی مسلمان عملاً یکقلم مرجی و جہمی زندگی بسر کر رہے ہیں اگرچہ اعتقاداً اہل سنت ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں، اور اسلام کی تعریف میں "عمل بالارکان" کا لفظ صرف درسی کتب عقائد کے صفحات پر رہ گیا ہے، عمل میں اس کا کوئی وجود نظر نہیں آتا؛ تو اس کے متعدد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہی بدعت تاویل ہے۔ اسی بدعت کی وجہ سے اعمال کی اہمیت و مطلوبیت بالکل جاتی رہی اور ادعاء اسلام کا سارا دار و مدار صرف چند جزئیات عقائد کے تحفظ و تعصب پر رہ گیا۔ یہ کیا بات ہے کہ ایک شخص کتنا ہی فاسق و فاجر ہو۔ لیکن اگر چند نزاعی عقائد میں ہمارا ہم داستان ہوتا ہے۔ تو ہم اس کو دنیا کی سب سے بہتر مخلوق یقین کرتے ہیں؟ اور ایک شخص کتنا ہی صاحب علم و صلاح ہو، لیکن اگر چند اختلافی جزئیات عقائد میں ہم سے متفق نہیں، تو پھر اس سے زیادہ شر البریہ ہماری نظروں میں اور کوئی نہیں ہوتا؟ وہی عملی مرجیہ و جہمیہ اگرچہ زبان سے ادعاء اتباع سنت و سلف!

یہی وجہ ہے کہ ائمہ سلف نے ہمیشہ ایسی تاویلوں سے انکار کیا، اور ان تمام راہوں سے بچتے رہے جو رائے اور تخمین کی بدعتوں تک لے جانے والی تھیں۔ اسی حدیث کی نسبت امام نواوی اور حافظ عسقلانی وغیرہما لکھتے ہیں "وکان سفیان بن عیینہ یکرہ قول من یفسرہ بلیس منا بلیس علی ھدینا و یقول بئس ھذا القول۔ یعنی بل یمسک عن تاویلہ" (شرح مسلم مطبوعہ احمدی ۶۹ و فتح الباری ۱۳: ۲۰) یعنی سفیان بن عیینہ اس بات کو مکروہ سمجھتے تھے کہ "لیس منا" کی تفسیر یوں کی جائے کہ "لیس علی ھدینا" اور تفسیر کی نسبت کہا کرتے کہ کیا ہی برا قول ہے۔ مقصود ان کا یہ تھا کہ ان نصوص کی تاویل نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح شیخ عبد الوہاب شعرانی نے میزان میں امام سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے "و من الادب اجراء الاحادیث التی خرجت مخرج الزجر و التنفیر علی ظاھرھا

آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات

(از مولانا عبدالرحمٰن صاحب بنگالی صدر مدرس مدرسۂ اسلامیہ کلکتہ)

ڈیڑھ سو برس کی گہری نیند سے بیدار ہو کر ہندوستان نے کروٹ بدلی غلامی آج ایک فضا میں آزادی کی کرنیں پھوٹ نکلی ہیں، ملک بڑی بے تابی سے سوراج کی طرف جا رہا ہے شوق و اضطراب منزل کی طرف رہنمائی تو ضرور کر سکتا ہے لیکن کیا صرف بیقراری دلچسپی خواہش اور تمنا منزل تک پہنچنے کے لئے کافی ہے نہیں بلکہ راہ میں سیکڑوں خطرے ہیں اور قدم قدم پر مشکلات ہیں۔ مہاتما گاندھی نے سچ کہا کہ ملک ایک سال کی حیرت انگیز ترقی پر فخر ضرور کر سکتا ہے لیکن ابھی اس کے تمام امراض کا دفعیہ نہیں ہو چکا۔ غلامی اور محکومی کا لازمی نتیجہ ہے سیکڑوں اخلاقی کمزوریاں اس کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ ملک کا "معتدل گروہ" کہتا ہے کہ پہلے اخلاقی کمزوریاں دفع کر لی جائیں اور پھر آزادی کی طرف قدم اٹھایا جائے۔ ارباب نظر کہتے ہیں کہ آزادی ہی درمان درد اور علاج مرض ہے۔ قرآن کریم بھی اسی کو بتلاتا ہے، اور بنی اسرائیل کی ساری تاریخ اسی کی شہادت دیتی ہے، حضرت موسیٰؑ نے آزادی کا اعلان کرتے ہی بے خطر منزل کی طرف سفر شروع کر دیا۔ محکومی کی زندگی نے بنی اسرائیل کے تمامتر ذہنی اور دماغی قویٰ مضمحل کر دیے تھے ان کے جذبات مر چکے تھے اور اخلاقی پستی کی بیسیوں یادگاریں ان کی زندگی میں موجود تھیں۔ یہ سب کچھ تھا لیکن کام میں کسی کا انتظار نہ کیا گیا۔ خود آزادی کے سفر مقدس نے تمام خرابیاں تہ خاک کر دیں اسی لئے ہمیشہ آزادی کا وہی سفر زیادہ کامیاب ہوتا ہے جو روحانی پیشواؤں کی زیر سرپرستی کیا جاتا ہے۔ اس وقت جبکہ ملک خدا کے فضل سے آزادی کا سفر شروع کر چکا ہے۔ ضرورت ہے کہ قرآن کریم کی روشنی میں ان مشکلات راہ کو دیکھ لیا جائے جن میں دامن کے الجھ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یسعیٰ نورهم بین ایدیهم ان کی روشنی ان کے آگے آگے چلتی ہے۔ آیندہ سطروں میں جن باتوں کا بیان کیا جائے گا وہ انھیں مشکلات کے متعلق ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس وقت جو صعوبتیں عمل کی راہ میں حائل آ رہی ہیں اور ارادہ کی کمزوری، نظم کا فقدان، طبایع کا اضمحلال جو ٹھوکریں کھلاتا ہے وہ سب تفصیل کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ تمام ہی خواہان ملک کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ ان خرابیوں کو اپنے نفس کے تاریک زندان آرزو میں تلاش کریں اور اگر وہ سفر کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے کے متمنی ہیں تو اپنے کو اس سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

عام اخلاقی تبدیلی! سب سے مقدم تر کام یہ ہے کہ قوم کے اخلاقی سمندر میں ایک ایسا تموج پیدا کر دیا جائے کہ سطح بدلی ہوئی نظر آئے، اس تحریک کا مقصود صرف اسی قدر ہے کہ محکومی کی زندگی بسر کرنے کے باعث روح میں جو ایک قسم کی نجاست پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ہٹ کر طبایع ایک عام نزاہت و پاکیزگی کی طرف جھک جائیں اور بس۔ ورنہ یوں تو اس قسم کے کام پوری اتمام و تکمیل کے لئے ایک مدت مدید چاہتے ہیں۔ کارکن جماعت غلطی سے اپنی پوری توجہ اسی کام کی طرف لگا دیتی ہے اور اس طرح سفر در طلب اور وصول منزل دور ہو جاتی ہے۔ انسداد شراب نوشی کی تحریک اسی صف میں داخل ہے۔ بے شبہ مذہبی نقطۂ نظر سے اس کا استیصال کلی ہونا چاہیئے لیکن یہ جب ہی ممکن ہے کہ ملک کی طاقت اپنے ہاتھ میں ہو اس لئے سوراج سبھاؤں اور دیگر آزادی کی خاطر کام کرنے والی انجمنوں کو اس مقصد کو حاصل ہونے کے بعد جلد آگے قدم بڑھا دینا چاہیئے۔ اصلی نزاہت و پاکیزگی اسی وقت مل سکتی ہے جب ہم اپنے آپ کو غلامی کی نجاستوں سے پاک کریں۔ اسی عام اخلاقی سطح کی تبدیلی کی طرف قرآن پاک میں اشارہ ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسهم خدا کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کرے۔ تغیر اور تبدیلی میں ایک باریک فرق ہے۔ ظاہری اور سطحی تبدیلی کو عربی میں تبدیلی نہیں بلکہ تغیر کہتے ہیں۔ (دیکھو مفردات راغب لفظ غیر)

فقدان نظم! آزادی کے سفر کو تمام کرنے کے لئے نظم اور عام رہنماؤں کے جائز اور مبنی بر مصلحت احکام کی پوری پابندی لازمی ہے بشرطیکہ وہ مصلحت علانیہ ظاہر کر دی گئی ہو۔ بسا اوقات تکلیفیں اور حد سے بڑھا ہوا جوش اس اطاعت سے انحراف کے مشورے دیتا ہے لیکن یہ نافرمانی اپنا انجام اچھا نہیں رکھتی۔ یہ تکلیفیں اور ضرورتیں ایک قسم کی آزمایش ہیں ان سے صحیح سالم گزر جانا ہی بازی جیت لینا ہے قرآن کریم میں قصۂ طالوت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ان اللہ مبتلیکم بنهر فمن شرب منه فانه لیس منی ومن لم یطعمه فانه منی۔ طالوت نے اپنی فوج سے کہا، خدا ایک نہر کے ذریعے تمہاری آزمایش کرے گا جس نے اس کا پانی پی لیا وہ میری جماعت سے خارج ہے اور جس نے اسے نہ چکھا وہ ہم میں شامل ہے قرآن کریم نے تو نظم عام کے برقرار رکھنے کو جزو ایمان قرار دیا اور یہاں تک فرمایا کہ انما المومنون الذین امنوا باللہ ورسوله واذا کانوا معه علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستاذنوه مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور جب پیغمبر کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں شامل ہوتے ہیں تو بغیر اجازت وہاں سے نہیں ہٹتے۔ یاد رہے کہ یہ پابندی اسی وقت تک ہے جب تک رہنماؤں کے احکام دائرۂ شریعت کے اندر رہیں۔

کمزوری کا احساس اور عقیدہ کی جنگ! غالب اور برسر اقتدار جماعت کی طاقت اور اپنی بے بسی و کمزوری کا احساس بھی کچھ کم رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے۔ حضرت طالوت کو جالوت کے مقابلہ میں یہی معاملہ پیش آیا۔ فوج نے صاف کہہ دیا کہ لا طاقة لنا الیوم بجالوت وجنوده ہم کو جالوت اور اس کی فوج سے مقابلہ کی طاقت نہیں لیکن ایمان کی روشنی بتلاتی ہے کہ قوی کا اضمحلال اور جسموں کی کمزوری کوئی چیز نہیں جنگ در اصل ہاتھوں اور پیروں سے سر نہیں کی جاتی بلکہ عقیدہ کی مضبوطی اور عزم کا ثبات لڑائی کا فیصلہ کرتا ہے قال الذین یظنون انهم ملاقوا اللہ کم من فئة قلیلة غلبت فئة کثیرة باذن اللہ۔ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین ہے وہ کہتے ہیں کہ کتنی ایسی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑے گروہوں پر اللہ کے حکم سے غالب آئیں۔ اسی لئے حکم ہے کہ دشمن سامنے آئے تو یہ دعا مانگو ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو استقلال عطا فرما اور ہمارے قدم مضبوط کر دے۔

نمائش اور عمل سے انحراف! جماعت ابتداءً کام سے گھبراتی ہے، زبان کی طاقت تو المضاعف ہوتی ہے لیکن عمل سست نظر آتا ہے۔ لوگ صدائے تحسین وغیرہ پائے اکرام

تحت سلطنت تو ہوتے ہیں لیکن بات پر بالا دشوار جانتے ہیں یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا وہ کامون کو کئے بغیر تعریف کے خواہان رہتے ہیں۔ محکومی کی حالت میں وطن کی سرحد اور حفاظت کے جذبات سے ان کے سینے خالی ہوتے ہیں تن آسانی کی زندگی انھیں سختیون کے برداشت کرنے سے روکتی ہے، قرآن مجید میں اس نقص کو کئی جگہ بیان کیا گیا ہے۔ ایک مقام پر ارشاد ہے۔ لو کان عرضاً قریباً وسفراً قاصداً لاتبعوک ولکن بعدت علیہم الشقة اگر آسانی سے مال ملتا اور ہلکا سفر ہوتا تو یہ تمھارے ساتھ چلتے لیکن یہ مسافت تو ان کو بعید نظر آتی ہے۔

حاکم قوم خود بخود چلی جائے! جذبات کے اس تصادم کا لازمی نتیجہ ہے کہ ایک طرف تو آزادی کی خواہش دل کو بے چین کرتی ہے اور دوسری طرف دل کا چور قربانیون سے روکتا ہے، جماعت کام سے بھاگتی ہے اور مضطربانہ انتظار کرتی ہے کہ حاکم قوم خود بخود تخت سلطنت خالی کر دے اور ملک کے فرزند بے غل و غش انتظام کی باگین اپنے ہاتھ میں لے لین۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کو یہی جواب دیا تھا۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے تو آج بھی ہمارے ملک کی یہی حالت وہی ہے، گو اللہ کی مہربانی سے ہوا ان کی تحریک مضبوط اور مستحکم ہوتی جاتی ہے۔ قالوا یموسیٰ ان فیہا قوماً جبارین وانا لن ندخلہا حتی یخرجوا منہا فان یخرجوا منہا فانا داخلون، اسرائیلیون نے کہا کہ اے موسیٰ! ان سرزمینون میں تو بڑے زبردست لوگ بستے ہیں۔ جب تک یہ نہ چلے جائین ہم اس میں نہیں داخل ہو سکتے، ہان اگر وہ چلے جائین تو ہم ضرور داخل ہون گے۔ جنگ سے ناآشنائی اور اسلحہ جنگ کی نامانوسیت اس درجہ خدا پر دلیر کر دیتی ہے کہ جماعت پکار اٹھتی ہے اذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون تم اپنے خدا کو لے کر جاؤ اور لڑو ہم یہان بیٹھے ہین۔ موالاتی بھائیون کی ایک جماعت اس وقت بھی خدائی جنگ کا انتظار کر رہی ہے۔

وقت سے پہلے ادّعا! تین چار برس قبل لیگ و کانگریس کی قدیم کارفرما جماعت اور ملک کے نامور طبقہ، وکلا کی لن ترانیون سے ہمارے کان آشنا ہین لیکن جب ملک و قوم کے لئے ایثار و قربانی کا ایک وقت آپہنچا تو اسرائیلیون کی قدیم سنت کس طرح ادا ہوئی، یہ قوم پر روشن ہے قالوا وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ وقد اخرجنا من دیارنا و ابناءنا فلما کتب علیھم القتال تولوا الا قلیلاً منہم۔ ان لوگون نے کہا کہ ہم کیون نہ اللہ کی راہ میں جنگ کرین گے جبکہ ہمین گھرون سے نکال دیا گیا اور بچون سے چھڑا دیا گیا۔ لیکن جب لڑائی فرض ہوئی تو معدودے چند کو چھوڑ کر سب نے منہ پھیر لیا

افلاس کا خطرہ! محکومی کی حالت میں عموماً رزق کے تمام دروازے حاکم قوم اپنے قبضہ میں کر لیتی ہے۔ آزادی کی تحریک پیدا ہوتے ہی کمزور دل کے لوگ اپنی جماعت سے ہمدردی تو رکھتے ہین لیکن روزی کا خطرہ ہر ساعت انھین ستاتا ہے، خدا فرماتا ہے:- وان خفتم عیلة فسوف یغنیکم اللہ من فضلہ۔ اگر ان سے قطع تعلق کرنے میں تمھین افلاس کا ڈر ہے تو اللہ اپنے خزانہ سے تمھین غنی کر دے گا۔

بال بچون کا عذر! کچھ لوگ جو زیادہ دلیر ہوتے ہین وہ اپنے نفس کو ہر قسم کے مصائب کے لئے تیار پاتے ہین۔ لیکن اہل و عیال کی نگہداشت کا سوال ان کے سامنے حیلہ بن کر پیش آتا ہے لیکن یہ بھی درحقیقت انھین کے نفس کی کمزوری اور خدا کے ساتھ بے اعتمادی ہے

قرآن کریم میں ہے یقولون ان بیوتنا عورة وما ھی بعورة ان یریدون الا فراراً۔ وہ کہتے ہین کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہین حالانکہ یہ واقعہ نہین، وہ تو صرف بھاگنا چاہتے ہین

دوسرے مختلف اسباب! دنیاوی تعلقات میں اور بہت سی ایسی چیزین ہین جن کی محبت اور جن کا گہرا تعلق انسان کو قربانیون سے روکتا ہے قرآن کریم کی اس جامع آیت میں ان سب کا بیان کر دیا گیا ہے قل ان کان آباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارة تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا۔ اگر تمھارے مان باپ بال بچے۔ خویش و اقربا۔ بیوی۔ بھائی بند۔ اندوختہ مال۔ تجارت کی گرم بازاری عالیشان عمارتین تمھین اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہین تو انتظار کرو یہان تک کہ اللہ کا فیصلہ صادر ہو۔

کمزوری کا حیلہ! ایک جماعت اپنی جسمانی کمزوری اور مالی مجبوریون کو ان مساعی کے لئے سد راہ سمجھتی ہے لیکن خدا کہتا ہے قالوا انا کنا مستضعفین فی الارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعة وہ کہین گے کہ ہم اس سرزمین میں کمزور تھے، فرشتے ان سے کہینگے کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی۔

تفوق کی خواہش! ملک میں جو گروہ پہلے سے برسراقتدار رہتا ہے اسے ان مقدس تحریکون میں سب سے پہلے اپنی حیثیت کا خیال آتا ہے کہ آیا اس تحریک میں شامل ہونے کے بعد ہمارے لئے کوئی منصب محفوظ رہا جاسکے گا یا نہین، خدا فرماتا ہے اھمتھم انفسھم یظنون باللہ غیر الحق ظن الجاھلیة یقولون ھل لنا من الامر من شیء۔ ان کے لئے خود انھین کی ذاتین سب سے زیادہ اہم ہین وہ خدا کے بارے میں ناروا گمان قایم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ کیا ہمارے لئے بھی حکومت کا کوئی حصہ ہے۔

رہنماؤن کے ساتھ بدظنی: عام جماعت ہر قسم کے مصالح اور اسرار سے باخبر نہین رہتی وہ ہمیشہ اپنی نیک نیتی اور خلوص کے باعث صرف قربانی ہی کو مقصود جانتی ہے۔ یہ عوام بعض باتون اور پابندیون کی بنا پر جب مبتلائے مصائب ہوتے ہین تو رہنماؤن کو برا بھلا کہنے لگتے ہین ان تصبھم سیئة یقولوا ھذہ من عندک جب انھین کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو کہتے ہین کہ یہ تمھارے باعث ہے۔ ایسے موقعہ پر کہا گیا یطیروا بموسیٰ ومن معہ۔ موسیٰ اور ان کے ساتھیون سے بدفالی لیتے ہین۔ ٹھیک اسی قسم کی باتین عدم تشدد کی پابندیون پر ہماری خاص ہندوستانی مجلسون میں کہی جاتی ہین۔

رہنماؤن کا ہاتھ سے جاتا رہنا۔ جماعت کے لئے وہ وقت سخت خطرناک ہوتا ہے جب تحریک آزادی کے علمبردار اور مقتدر رہنما اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہین یہ موقع تحمل و استقامت کا ہوتا ہے اور اس وقت ذات اور شخصیت سے گزر کر صرف مقصود پر نظر رکھنی چاہیئے۔ جنگ احد میں جب یہ خبر پھیل گئی کہ رسالت پناہ نے انتقال فرمایا اور فوج میں انتشار پیدا ہوا تب خدا نے فرمایا افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً کیا اگر پیغمبر کی موت واقع ہو گئی یا وہ میدان میں قتل ہو گئے تو تم الٹے پیرون واپس ہو جاؤ گے اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کا کوئی نقصان نہین ہوگا۔

ریفارم لیگ و امن سبھا! آزادی کی تحریک کو دبانے کے لئے حکومت کی جانب

بہت سی تحریکیں کی گئیں اور کی جا رہی ہیں۔ ان میں امن سبھا کی تحریک سب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ امن کے نام پر جو آواز بلند کی گئی اس کے پس پردہ تفرقہ اندازی کی کیسی بہتر کوشش کی گئی ہے اور لطف یہ ہے کہ ان انجمنوں کی سرپرستی ہمارے ہی بھائیوں سے کرائی جاتی ہے۔ دراصل حکومت ان بھولے بھالے ہندوستانیوں کی آڑ پکڑ کر "آزادی" کی تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔ عہد نبوت میں بھی اسی قسم کا ایک واقعہ پیش آچکا ہے۔ منافقین نے ابو عامر راہب کی تحریک پر مسجد قبا کے مقابلہ میں ایک دوسری مسجد تعمیر کی تھی حیلہ یہ بتایا گیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی آرام کی غرض سے یہ تعمیر کی گئی ہے لیکن اندرونی مقصد مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے لئے ایک مرکز بنانا اور اسلامی جماعت میں پھوٹ ڈالنا تھا۔ بے شبہ امن ایک دلپسند چیز ہے لیکن وہ امن جو بھائی کو بھائی سے چھڑا دے، وہ امن جو قوموں کو دائمی غلامی کی زندگی میں جکڑ دے کب لائق ستائش قرار پا سکتا ہے۔ خدا نے فرمایا۔ والذین اتخذوا مسجدا ضرارا وکفرا وتفریقا بین المومنین وارصادا لمن حارب اللہ ورسولہ من قبل ولیحلفن ان اردنا الا الحسنی واللہ یشہد انہم لکاذبون۔ وہ لوگ جنہوں نے مسجد نقصان رسانی ناشکری۔ تفرقہ اندازی۔ اللہ اور رسول کے پرانے دشمنوں کے لئے بطور مرکز بنائی وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود نیک ہے لیکن خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ جھوٹے ہیں۔

حکومت کے وعدوں پر اعتبار! برطانوی حکومت نے برسوں ہندوستان کی بھولی آبادی کو میٹھے وعدوں پر پھسلایا ہے، وعدوں کا غار اتنا عمیق ہے کہ بڑی بڑی شخصیتیں اس میں غرق ہو گئیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے صاف بیان کر دیا تھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ سے درخواست کی کہ اگر تمہاری دعا سے ہمارے اوپر آیا ہوا عذاب ٹل جائے تو ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے لیکن آگے کیا ہوا خدا کے پیغمبر نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی لیکن فرعون نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا فلما کشفنا عنہم الرجز الی اجل ہم بالغوہ اذا ہم ینکثون۔ جب ہم نے ان کے عذاب کو ایک مدت معینہ تک کے لئے دفع کر دیا تو وہ مکر گئے (اعراف)

مال پہلی منزل ہے! آزادی جس قدر خوش آیند ہے اسی قدر اس کے لئے قربانیاں زبردست کرنی پڑیں گی سب سے پہلے قربانی مال کی ہونی چاہیئے، ھا انتم ھؤلاء تدعون لتنفقوا فی سبیل اللہ فمنکم من یبخل ومن یبخل فانما یبخل عن نفسہ۔ ہاں اے لوگو تمہیں پکارا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں، جو ایسا کرتے ہیں وہ اپنی ذات سے بخل کرتے ہیں (کیونکہ اس کا فائدہ اس کو پہنچتا)

با دل ناخواستہ چندہ دینا! ایسے لوگ بھی بہت ہیں جو دراصل تحریک کے مخالف ہوتے ہیں اور شخصی اغراض کے لئے ملک کی تباہی چاہتے ہیں لیکن ظاہرداری قائم رکھنے کے لئے دامن بچا کر کبھی کبھی چندہ بھی دیتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے ومن الاعراب من یتخذ ما ینفق مغرما ویتربص بکم الدوائر بعض نادان ایسے بھی ہیں جو اخراجات کو تاوان سمجھتے ہیں اور تمہارے لئے برے انجام کے منتظر ہیں فریق مخالف کی جانب سے یہ کوشش بھی کی جاتی ہے کہ مختلف مالی نقصانات پہنچا کر تحریک کو دبا دیا جائے۔ آج کل اس کی بیسیوں مثالیں پیش آ رہی ہیں۔ الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللہ حتی ینفضوا وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھیوں کے خرچ بند کر دو تاکہ وہ تتر بتر ہو جائیں۔

موقعہ خواہش! منزل قریب آجاتی ہے تو بہت سی طاقتیں تو تھک کر چور ہو چکی ہیں حریف سے صلح کرنے پر آمادہ نظر آتی ہیں۔ فریق مخالف صلح کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتا ہے خدا اس موقع سے خبردار کرتا ہے فلا تہنوا وتدعوا الی السلم وانتم الاعلون کمزور نہ ہو اور صلح کی دعوت نہ دو تم تو سربلند ہو چکے

موجودہ تحریک میں لارڈ ریڈنگ کے ابتدائی لفظوں میں بھی سحر تھا، اور پرنس آف ویلز کے آنے کا بظاہر مقصد یہی ہے ٭

جارج واشنگٹن

جمہوریت امریکہ کا بانی

اب تک کسی شاہی خاندان کے بانی میں اتنی خوبیاں جمع نہیں ہوئیں جتنی جمہوریت امریکہ کے اول پریذیڈنٹ جارج واشنگٹن میں جمع تھیں، وہ بیک وقت جنرل بھی تھا، مدبر بھی تھا، وطن پرست بھی تھا۔ ہر شعبہ زندگی میں اس کے کارنامے شوکت وعظمت کا نمونہ تھے، اس سے زیادہ بہادر جنرل کوئی نہیں ہوا، اس سے زیادہ بے لوث مدبر کوئی نہیں ہوا، اس سے زیادہ سچا وطن پرست کوئی نہیں ہوا۔ میدان جنگ میں بے قاعدہ اور نیم مسلح فوج کے ساتھ بھی وہ ویسا ہی عالی ہمت اور بہادر ہوتا تھا جیسا اعلیٰ درجہ کی فوج کے ساتھ، اور فتح کا سہرا ہمیشہ اسی کے زیب سر ہوتا تھا۔ صدارت کی کرسی پر بھی وہ ہمیشہ حق وانصاف کے سامنے گردن جھکاتا تھا، نزاع کی صورت میں بھی وہ فریقین کو ایک نظر سے دیکھتا تھا، اپنے وسیع اور غیر محدود حقوق واختیارات کو بھی وہ صرف ملک کی بہبودی اور سود مندی کے لئے استعمال کرتا تھا، ان اوصاف کے باوجود بھی وہ کبھی مغرور نہ ہوا بلکہ ہمیشہ یہی کہتا رہا "میں نے صرف اپنا فرض ادا کیا ہے"، اس کی خانگی زندگی ایک معمولی آدمی کی طرح سادہ اور متواضع تھی۔

یوں تو بہتیرے میدان جنگ کے ہیرو تھے، بہتیرے صلح وآشتی کے شیدائی تھے، بہتیرے پر لطف صحبت ومعاشرت کی وجہ سے ہردلعزیز تھے، لیکن مشکل سے کوئی آدمی ایسا ملے گا جو جارج واشنگٹن کی طرح ہر حیثیت سے ممتاز ونمایاں ہو۔ جب تک امریکہ کی زبردست جمہوریت دنیا میں قائم ہے، اس وقت تک واشنگٹن کو کسی مزید یادگار کی ضرورت نہیں، کیونکہ اکثر یہ معمول رہا ہے کہ سلطنتیں عموماً ایک ہی شخص کے زور بازو سے بنتی ہیں تو پھر اس امر میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ جمہوریت کا بانی مبانی واشنگٹن تھا، اور وہی اس کی سب سے بڑی یادگار ہے۔

پیدائش۔ جارج واشنگٹن ویسٹمورلینڈ (صوبہ ورجینا) کے ایک کھلیان میں، ۲۲ فروری ۱۷۳۲ء کو پیدا ہوا، اس مقام کا منظر دلکش اور خوشنما تھا مگر واشنگٹن اس سے زیادہ لطف نہ اٹھا سکا کیونکہ پیدائش کے بعد ہی اس کا خاندان رپاہنک کے پاس ایک دوسرے مکان میں چلا گیا، اس کا خاندان ایک معزز اور بڑے رتبہ کا خاندان تھا جو بارہویں صدی عیسوی میں "ڈی وسنگٹن" "واسنگٹن" اور "واشنگٹن" کے ناموں سے موسوم تھا اس خاندان کی اصل انگلستان کے شاہی خاندان سے ملتی ہے اور اسکے

من غیر تاویل، فاذا اولت، خرجت من مراد الشارع، کحدیث: من غشنا فلیس منا۔ ولیس منا من لطم الخدود وشق الجیوب ودعی بدعوۃ الجاھلیہ، فان العالم اذا اولھا بان المراد لیس منا فی تلک الخصلۃ فقط، ای وھو منا فی غیرھا، ھان علی الفاسق لوقوع فیھا، وقال مثل المخالفۃ فی خصلۃ واحدۃ امر سھل"۔

"لیس منا" کے صاف معنی یہ ہیں کہ "وہ ہم میں سے نہیں" یعنی مسلمانوں میں سے نہیں اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کی کسی جماعت پر بطور جنگ وقتال کے ہتھیار اٹھانا ایک ایسا فعل ہے جس کے کرنے کے بعد انسان مسلمانوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں رہتا۔

فصل

(اقسام ثلاثۂ قتل مسلم وحمل سلاح)

البتہ واضح رہے کہ قتل مسلم وحمل سلاح کی متعدد صورتیں ہیں، اور ہر صورت کا حکم شرعی دوسرے سے مختلف ہے:۔

(۱) ایک صورت یہ ہے کہ مسلمان مسلمان کو قتل کرے، لیکن اس فعل کو جائز نہ سمجھے۔ اس کی حرمت کا معترف ہو، اور اس کے ارتکاب پر شرمندہ ومتاسف، تو اس کا حکم وہی ہے جو گزشتہ فصل میں گزر چکا یعنی وہ عملی کفر ہے، مگر اس کا کرنے والا ملت سے خارج نہیں ہو جائے گا۔ دنیا میں اسلام کے قومی احکام ومعاملات اس پر جاری ہوں گے۔ عاقبت کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

باقی رہی یہ بات کہ قاتل مسلم کی توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں خود صحابہ وسلف سے اختلاف منقول ہے۔ ایک جماعت اس طرف گئی کہ سورہ فرقان میں ہے "والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق" پھر فرمایا "الا من تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات"۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ تمام معاصی کی طرح قتل نفس کے مرتکب کی توبہ بھی مقبول ہو سکتی ہے۔ لیکن حضرۃ عبداللہ ابن عباس سے بخاری ومسلم وغیرہما میں مروی ہے کہ جو مسلمان مسلمان کو قتل کرے، اس کی توبہ مقبول نہیں، وہ "فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا الخ" کے یہی معنی کرتے ہیں کہ "لا توبۃ لہ" اور صحیح بخاری کتاب التفسیر میں سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ ابن عباس سے "الا من تاب الخ" کی نسبت پوچھا گیا تو کہا "ھذہ مکیۃ نسخھا ایۃ مدنیۃ التی فی النساء" یعنی اس آیت کو سورۂ نساء کی آیت "من یقتل مومنا" نے منسوخ کر دیا پس قبولیت توبہ پر اس سے استدلال نہیں ہو سکتا۔ مسلم کی روایت زیادہ مفصل ہے: "لما انزلت التی فی الفرقان قال مشرکو اھل مکۃ قد قتلنا النفس ودعونا مع اللہ الٰھا اٰخر واتینا الفواحش۔ فنزلت الا من تاب وامن الخ۔ قال فھذہ لاولئک، واما التی فی النساء، فھو الذی قد عرف الاسلام ثم قتل مؤمنا متعمداً، فجزاؤہ جھنم لا توبۃ لہ" یعنی جب سورۂ فرقان کی آیت والذین لایدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس اتری تو مشرکوں نے کہا، ہم تو یہ سب کام کر چکے ہیں۔ اب مسلمان ہوئے بھی تو نجات کب ملے گی؟ اس پر یہ آیت اتری کہ "الا من تاب وامن" یعنی ہاں لیکن جس شخص نے توبہ کی، ایمان لایا، اچھے کام کئے، تو اللہ اس کی برائیوں کو محو کر دے گا۔ لیکن "من یقتل مومنا" والی آیت مشرکین کے لئے نہیں ہے۔ مسلمانوں کے لئے اتری ہے یعنی جو شخص مسلمان ہونے کے بعد مسلمان کو قتل کرے، تو اس کی سزا جہنم ہے اور اس کے لئے توبہ نہیں۔ انتہی

اور امام احمد وطبرانی نے سالم بن ابی الجعد سے بطریق یحیی الجابر، اور نسائی وابن ماجہ نے بطریق عمار ذہبی روایت کی ہے۔ ایک شخص نے ابن عباس سے اس بارے میں سوال کیا تو جواب دیا "لقد نزلت فی اٰخر ما نزل وما نسخھا شئ حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما نزل وحی بعد رسول اللہ" اس پر سائل نے کہا "أفرأیت ان تاب وامن وعمل عملاً صالحاً ثم اھتدی" کہا "وانی لہ التوبۃ وانی لہ الھدی"؟ یہ لفظ یحیی الجابر کا ہے، نسائی وابن ماجہ کے الفاظ بھی قریب قریب ایسے ہی ہیں۔ حاصل ان تمام روایات کا یہ ہوا کہ ابن عباس سورۂ فرقان کی آیت کو منسوخ قرار دیتے ہیں، اور اس بارے میں آخر تنزیل سورۂ نساء کی آیت "فجزاؤہ جھنم خالداً فیھا" ہے۔ اور اس لئے وہ کہتے ہیں کہ مسلمان قاتل مسلم کے لئے توبہ نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباس کا مذہب کئی پہلوؤں سے قوی نظر آتا ہے:۔

اول تو اس بنا پر کہ سورۂ نساء کی آیت کا منطوق عدم قبولیت کے لئے ظاہر ونص ہے۔ خالداً فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ، کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور منطوق مفہوم پر مقدم ہے جب تک اس کے خلاف کوئی سبب قوی موجود نہ ہو۔ کما تقرر فی الاصول

ثانیاً، یہ کہنا کہ سورۂ فرقان کی آیت نے اس کو منسوخ کر دیا، صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ آیۂ فرقان مکی ہے اور آیۂ نساء مدنی۔ خود ترجمان القرآن اور حبر الامۃ یعنی ابن عباس شہادت دے رہے ہیں کہ "نزلت فی اٰخر ما نزل وما نسخھا شئ" اور معلوم ہے کہ ناسخ کے لئے تقدم زمانی ہونا ضروری ہے۔

ثالثاً، دونوں آیتوں میں حکم مشترک نہیں ہے کہ متاخرین کا مصطلح نسخ مانا جا سکے۔ دونوں کا مورد الگ الگ ہے۔ پس اگر نسخ ہو سکتا ہے تو سلف کی اصطلاح میں ہو سکتا ہے جیسا کہ ابن عباس نے کہا یعنی عام وخاص کا نسخ۔ سورۂ فرقان کی آیت میں ذکر کفار کا ہے، اور حکم بھی جو دیا گیا ہے وہ ان ہی کفار کی نسبت ہے جو کفر سے توبہ کریں اور ایمان لے آئیں۔ اور چونکہ "الایمان یھدم ما قبلہ" یعنی اسلام تمام پچھلی برائیوں کو نابود کر دیتا ہے، اسلئے جب شرک سے توبہ ہو سکتی ہے تو قتل نفس سے کیوں نہ ہو؟ قریش میں جو لوگ فتح مکہ کے بعد ایمان لائے، ان میں کون تھا جس نے خود مسلمانوں سے قتال نہیں کیا تھا؟ یہی وجہ ہے کہ الا من تاب کے بعد وامن کا لفظ بھی موجود ہے۔ یعنی "توبہ کی اور ایمان لایا" جس سے واضح ہو گیا کہ یہ توبہ اسلام لانے والے کافر کی ہے، نہ کہ ایک مومن کی توبۂ معصیت بعد از اسلام۔ سورۂ فرقان کا آخری رکوع "وعباد الرحمٰن" سے پڑھو تو تمام آیات کا ٹھیک ٹھیک محل ومورد واضح ہو جائے گا۔ وہاں ذکر خدا کے نیک بندوں کے اسلامی وایمانی اوصاف کا ہے۔ ان ہی میں اس اوصاف کو بھی داخل کیا ہے کہ "نہ تو شرک کرتے ہیں، نہ کسی نفس کو قتل کرتے ہیں، نہ زنا کا ان سے ارتکاب ہوتا ہے"۔ پھر بتلایا ہے کہ مسلمان جن برائیوں سے بچتے ہیں، یہ وہ برائیاں ہیں جن کا نتیجہ عذاب جہنم ہے۔

(باقی دارد)

شذرات

کراچی کا مقدمہ۔ کراچی کے مقدمہ کے حالات تفصیل سے پبلک تک پہنچ چکے ہیں اور روزانہ و ہفتہ وار اخبارات بھی اس پر شرح و بسط سے بحث کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارا اس پر تفصیلی تبصرہ کرنا چنداں ضروری نہ تھا۔ علاوہ ازیں یہ ہمارے مسلک کے بھی خلاف تھا کہ جس گورنمنٹ کے متعلق تسلیم کیا جائے کہ وہ انصاف کرنا چاہتی ہے اس کی کارروائیوں کے جواز یا عدم جواز پر زیادہ غور و فکر کریں، اور اسی لئے ہم نے قصداً اس پر زیادہ بحث نہ کی اور اُسے معلوم تھا۔ ان مقدمات نے تصور کیا کہ سلسلہ موجودہ تحریک کے آغاز سے جاری ہے۔ اس تمام مدت میں کون سا مقدمہ صحیح تھا اور کس میں انصاف سے کام لیا گیا کہ ہم کراچی کے مقدمہ پر واویلا کریں؟

+ + +

تاہم اس مقدمہ نے ملک میں ایک نئی حالت پیدا کر دی ہے، اور چند نہایت اہم اور بنیادی سوال پیدا کر دیئے ہیں کہ جو اس سے پہلے نمایاں نہ ہوئے تھے، اور جن کا جواب گورنمنٹ اور پبلک، دونوں کو دینا لازمی ہو گیا ہے۔ وہ سوال یہ ہیں کہ مذہبی آزادی کے کیا معنی ہیں؟ مذہب اور قانون میں اگر تصادم واقع ہو تو ترجیح کسے ہے؟ شاہی اعلانات کا کیا درجہ ہے؟ اور اگر وہ قانون سے ٹکراتے ہوں تو عمل درآمد کس پر ہوگا؟

+ + +

کراچی کے مقدمہ میں گورنمنٹ مدعی تھی، اور علی برادران وغیرہ مدعا علیہ، گورنمنٹ کا دعویٰ تھا کہ پبلک نے اپنی تقریروں سے فوج کو اپنے فرائض سے منحرف کرنے کی کوشش کی اور ورغلایا ہے۔ پبلک کا جواب یہ تھا کہ جو کچھ کیا گیا ہے مذہبی احکام کی تعمیل میں کیا گیا ہے اور اُس مذہبی آزادی کے ماتحت ہے جو شاہی اعلانات کی رُو سے ہندوستان کو حاصل ہے۔

+ + +

گورنمنٹ نے اپنے دعویٰ کا فیصلہ اپنی ایک عدالت کے سپرد کر دیا تھا، عدالت نے اس سے تو انکار نہیں کیا کہ لیڈروں کی کارروائی مذہب کے ماتحت تھی، اور یہ کہ ان کا مذہبی ہونے کا اعتراف کیا ہے، لیکن یہ کہہ کر انہیں مجرم قرار دے دیا ہے کہ ان کی کارروائی خلاف قانون ہے ... فیصلہ کے یہ الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں :- اس سلطنت میں اتنے متضاد مذاہب و فرقے موجود ہیں کہ کوئی مذہبی امر ایسا نہیں رہتا جو مذہب کے نام پر جائز نہ قرار دیا جاسکے یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے لئے قانون بنانے والوں نے رعایا کے مذہبی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے بعض ایسے افعال ممنوع قرار دے دیئے ہیں جن کا روئے مذہب ممنوع قرار دیا جانا ضروری تھا، اور خلاف ورزی کرنے والوں کو مجرم قرار دے کر یہ حکم دیا ہے کہ انہیں سزا دیں!

+ + +

جج نے اپنے اس قول سے مذہبی آزادی کے معنی و حدود مقرر کر دیئے ہیں اور صاف کہا ہے کہ مذہبی آزادی خلاف قانون باتوں میں نہیں ہے، اور اُسے قانون کے دائرہ کے اندر رہنا چاہیئے لیکن جن مذہبی باتوں کو قانون نے جرم قرار دیا ہے ان پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے اور جو ایسا کرے گا، سزا پائے گا، یعنی قانون کو مذہب پر ترجیح ہے!

+ + +

اب تک گورنمنٹ بڑے شد و مد سے کہا کرتی تھی کہ ہندوستان کو کامل مذہبی آزادی حاصل ہے، اور لارڈ ریڈنگ کی مدبرانہ اپیل اب تک ہمارے کانوں میں گونج رہی ہے لیکن اب اس کی حقیقت پوری طرح واضح ہو گئی ہے کہ اُسے قانون کے ماتحت [illegible] ہونا چاہیئے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ ایسی حالت میں اس آزادی کا کیا وزن باقی رہتا ہے؟ اور مذہبی و غیر مذہبی اعمال میں کیا امتیاز رہتا ہے جبکہ دونوں یکساں طور پر قانون کے شکنجہ میں جکڑے ہوئے ہیں؟ اب تک تو بہت سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ برطانیہ نے پوری پوری مذہبی آزادی دے رکھی ہے، اور ہر مذہب کے ماننے والوں کے لئے عام اجازت ہے کہ وہ اپنے مذہبی اعمال و احکام بلا خوف و خطر ادا کریں لیکن اب سب کو تسلیم کر لینا پڑے گا کہ واقعہ اس کے برخلاف ہے، قلمرو برطانیہ میں مذاہب بھی اُسی طرح قانون کی گرفت میں ہیں جس طرح دیگر انسانی اعمال و خیالات!

+ + +

بلاشبہ اس معاملہ میں گورنمنٹ کی پوزیشن نازک ہے، خصوصاً مذہب اسلام کو آزادی [illegible] نہیں ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات و احکام کی رُو سے برطانیہ کی حکمرانی کی رُو سے [illegible] اسلام کے ساتھ رواداری نہیں برت سکتی تو ہم اُسے [illegible] کی بحث ہی نہیں ہے۔ برطانیہ اسلام کا احترام کرے اور اُسے [illegible] پر سب کو اس آزادی کے دیئے جانے کا ہمیشہ دعویٰ [illegible] کا اعادہ برابر ہو تا رہا ہے، اب اس کے خلاف کیوں کیا گیا؟ اعلانات شاہی [illegible] کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے؟

+ + +

لیڈر دوران مقدمہ میں برابر اسی نقطہ پر زور دیتے اور اُسے بار بار دہراتے رہے، بالآخر [illegible] غور و فکر کے بعد جج نے یہ جواب دیا کہ ملکہ معظمہ اور ان کے جانشین جو دستور ... [illegible] پابند ہیں تھے، آئین کا کوئی اصول اس سے زیادہ وزنی نہیں ہے کہ بادشاہ [illegible] کسی قانون پر مؤثر نہیں ہوتا کیونکہ قانون بادشاہ کی منشاء کا بہترین مظہر ہوتا ہے [illegible] اعلان شاہی جس سے رعایا کو مذہبی آزادی حاصل ہوئی ہے [illegible] کو کالعدم یا منسوخ نہیں کر سکتا کہ جس کی رُو سے کوئی فعل مستوجب سزا قرار دیا جاتا ہے۔"

+ + +

جج کی منشاء یہ ہے کہ شاہی اعلانات میں ہندوستان کو مذہبی آزادی حاصل ہونے کا بار بار اعلان کیا گیا ہے [illegible] وہ ضابطہ قانون پر مؤثر نہیں ہو سکتے، کیونکہ دستوری حکومتوں میں بادشاہ پابند آئین ہوتے ہیں، اور آئین میں یہ واضح کر دیا گیا ہے، کہ بادشاہ کا اعلان قانون کو کالعدم نہیں کر سکتا، لہٰذا ملکہ وکٹوریہ اور ان کے جانشینوں نے مذہبی آزادی کے متعلق جتنے اعلان کئے ہیں ان کا حوالہ دینا غیر مفید ہے!

+ + +

جج کے اس قول نے ایک اصولی بحث پیدا کر دی ہے، بلاشبہ دستوری بادشاہون کو یہ حق نہین ہے کہ وہ اپنی خواہش و رائے سے قانون شکست کر دین لیکن یہ بھی تو مسلم ہے کہ وہ اپنی حکومت کے ارکان و وزرا کی مدد سے جس قانون کو چاہین بدل دین، مگر یہان تو یہ سوال بھی نہین ہے، اور نہ کسی نئے اعلان سے کوئی قانون ٹوٹ رہا ہے، بلکہ یہان جن اعلانات کے متعلق بحث ہے وہ "وہ بنیادی اعلان ہین جن پر سلطنت برطانیہ ہندوستان مین قایم ہوئی ہے، اور جن کے تسلیم کر لینے کے بعد ملک کے لئے قانون بنایا گیا ہے":

+ + +

۱۸۵۸ء مین ہندوستان تاج کی طرف منتقل ہوا ہے، اور اس کی زمام حکومت ہاتھ مین لینے سے پہلے ملکہ وکٹوریہ نے اپنا مشہور اعلان شایع کیا تھا، اس اعلان مین جتنی باتون کا تذکرہ کیا ہے وہ بمنزلہ اصل کے ہین، اور اس کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا نے جو کچھ کیا وہ بمنزلہ فروع کے ہے، اور اس اعلان کے ماتحت ہے، اگر اس کی کوئی کارروائی اس اعلان کے خلاف ہوئی ہے، یا کوئی قانون اس کے مضمون کے خلاف وضع کر دیا گیا ہے تو لغو ہے، اور شاہی اعلان کو مسترد نہین کر سکتا جس کا اعتراف خود جج نے بھی یہ کہہ کر کیا ہے کہ یہ بھی ضرور تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ملک کے تمام ایسے قوانین بھی اعلان شاہی کو مسترد نہین کر سکتے!

+ + +

ہم حیران ہین کہ اگر شاہی اعلان قانون پر موثر نہین ہو سکتے اور قانون ان پر موثر نہین ہو سکتا تو اختلاف کی صورت مین ترجیح کسے دی جائے گی؟ خود جج نے بھی اپنی حیرانی و بے بسی کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے کہ "اس معاملہ مین کچھ رائے زنی کرنا خلاف ادب ہے، البتہ اگر کسی وقت یہ ظاہر ہو کہ شاہی اعلان اور قانون مین اختلاف موجود ہے تو اس وقت ہمین یہ کہنا چاہیئے کہ دونون کے مطالب ہمارے ناچیز فہم و علم سے بالاتر ہین! اور پھر ایسی صورت مین عدالت کا طرز عمل یہ بتایا ہے، لیکن ہمارا فرض یہی ہوگا کہ ہم ملک کے قانون پر عمل کرین۔ کیونکہ اس پر عمل کرنا ہمارے لئے بمنزلہ فرض عین کے ہے" تاہم اگر عدالت کی کارروائیون پر بحث کرتے تو اس موقعہ پر ضرور یہ حقیقت ظاہر کر دیتے کہ جج نے قصداً یا بلا قصد مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے، کیونکہ اس نازک مقدمہ مین ایک طرف اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ لیڈرون نے جو کچھ کہا ہے وہ اسلامی احکام کے ماتحت ہے، پھر اسے خلاف قانون قرار دیا ہے، اور شاہی اعلانات کو قانون سے متصادم ظاہر کر کے یہ اصول گڑھا ہے کہ دستوری بادشاہ کے اعلان قانون کو شکست نہین کر سکتے۔ حالانکہ اس مقدمہ مین اس بحث کا موقعہ ہی نہ تھا اور نہ کوئی اعلان قانون سے ٹکراتا تھا، بلکہ ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر عامل و نافذ تھے، جج کا جس طرح یہ فرض تھا کہ یہ اصول گڑھے اسی طرح اس کا یہ بھی فرض تھا کہ قانون کے استثنات پر بھی غور کرے، تقریباً ہر قانون مین استثنا ہوتا ہے اور تعزیرات ہند کی ہر دفعہ کے نیچے لکھا ہے کہ فلان فلان باتین اس سے مستثنے ہین، جج کو سوچنا چاہیئے تھا کہ اس مقدمہ مین شاہی اعلان قانون کی مخالفت نہین کر رہے ہین، بلکہ اس کے عموم مین خصوص و استثنا پیدا کر رہے ہین یعنی جو دفعات لیڈرون پر لگائی گئی ہین وہ ہر وقت نافذ ہین بجز مذہبی معاملات کے کہ جن کی آزادی کی شاہی اعلانون نے ضمانت کی ہے، اگر وہ ایسا کرتا تو ہرگز یہ نازک حالت نہ پیدا ہو جاتی جو اس فیصلہ کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے!

+ + +

لیکن اب جبکہ یہ سب ہو چکا ہے اور جج نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ مذہبی آزادی کے ضامن اور حکومت کے بنیادی شاہی اعلانات بھی قانون پر موثر نہین ہین، اور قانون مذہبی اعمال و احکام کو جرم قرار دے سکتا ہے تو اب گورنمنٹ کو بھی اپنا مسلک واضح کر دینا چاہیئے کہ "آیا وہ شاہی اعلانات معطل ہو گئے ہین جو ملکہ وکٹوریہ، شاہ ایڈورڈ، و جارج پنجم نے حکومت ہند ہاتھ مین لیتے وقت شایع کئے تھے"؟ اگر اس کا جواب عدالت کی طرح اثبات مین ہو، یا وہ خاموش رہے، تو اس کے صاف معنی یہی ہون گے کہ گورنمنٹ نے وہ اعلانات اور وعدے کالعدم کر دئے، اور اس طرح اپنے ہاتھون سے شاہی حکومت کی بنیادین ہندوستان مین کھود ڈالین، جس کے بعد یہان کی پبلک کو غور کرنا پڑے گا کہ وہ ایسی گورنمنٹ کے ماتحت رہ سکتی ہے یا نہین جو رعایا کی مذہبی آزادی چھینتی ہے؟ +

+ + +

سول ڈس او بیڈینس - آل انڈیا نیشنل کانگرس کمیٹی نے سول قوانین کی نافرمانی پاس کر دی ہے، اور اب ملک کو اس پر عمل پیرا ہونا ہے۔ لیکن کیا دنیا کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ نئی راہ کیون کھولی گئی ہے؟ کیا محض کسی کی عداوت و دشمنی اس کا باعث ہوئی ہے؟ یا پنجاب و خلافت کی مصائب نے اشتعال دی ہے؟ نہیں۔ نہ تو عداوت و دشمنی اس مین کام کر رہی ہے اور نہ پنجاب کے خونین واقعات اور خلافت کی تباہی کے غصہ نے ملک کو اندھا کر دیا ہے، بلکہ سول ڈس او بیڈینس ایسی حالت مین منظور ہوا ہے جبکہ کانگرس کمیٹی تمام دماغون سے زیادہ سنجیدہ اور بے جوش و تہور سے دور تھی، اس نے جو کچھ کیا ہے، دو اصولون کے ماتحت کیا ہے کہ جنہین ساری دنیا تسلیم کرتی ہے، اور جو فطری و انسانی اصولون مین سب سے زیادہ واضح و صاف ہین!

+ + +

ان مین پہلا اصول یہ ہے کہ ہر ملک کے باشندون کو اپنے طبعی حدود مین آزاد و خود مختار ہونا چاہیئے، اور کسی دوسری قوم کے لئے جائز نہین ہے کہ وہ اس پر حملہ آور ہو یا قبضہ کرے، یہ مسلم ہو چکا ہے کہ اجنبی قبضہ، ملک کے لئے خواہ کتنا ہی ضروری و مفید ہو، ناجائز ہے، کیونکہ یہ قانون قدرت کے بالکل خلاف ہے کہ ایک قوم دوسری قوم پر مسلط ہو، اور اپنے حدود ملک سے تجاوز کر کے دوسرے ملکون کو غلام بنانے جائے یہی وجہ ہے کہ دنیا کی تمام قومین قدیم سے آزادی کے لئے جد و جہد کرتی رہی ہین، اور تمام مصحف انسانون اور آسمانی کتابون نے انکی تائید و تحسین کی ہے، اور اسی اصول کے بموجب گزشتہ عالمگیر جنگ کے بعد اتحادیون نے جرمنی سے الزاس و لورین اور اس سے اور اس کے اتحادیون سے پولینڈ، ہنگری، اور دوسرے ملک چھین کر آزاد کر دئے، اور جتنی جدید قومی سلطنتین قایم ہو گئین، ان کی تائید کی، اور ان کی خود مختاری تسلیم کر لی!

+ + +

دوسرے اصول مین اگرچہ آزادی کی اس قدر حمایت نہین کی گئی ہے لیکن یہ صاف کہہ دیا گیا ہے کہ ہر ملک کا نظام حکومت وہین کے باشندون کی رضامندی و پسند سے قایم ہونا چاہیئے، کسی دوسری قوم کو حق نہین ہے کہ وہان اپنی مرضی سے کوئی نظام تجویز کرے، اور باشندون کو اس کے تسلیم کرنے پر مجبور کرے، اور جو نظام بغیر عام رائے کی پسند کے بن جائیگا،

وہ ناجائز ہوگا، اور پبلک کو اس کے خلاف آواز بلند کرنے کا حق رہے گا، یہ اصول بھی قانون قدرت کے مطابق ہے، کیونکہ حکومت ملک کے فائدہ کے لئے بنائی جاتی ہے، اور ظاہر ہے کہ اصلی باشندوں سے زیادہ کون اپنے نفع نقصان کو سمجھ سکتا ہے؟ پس جو حکومت بغیر ان کی رضا و پسند کے قایم ہو جائے گی وہ مضر ہوگی، اور اس لئے غیر قانونی و ناجائز بھی جائیگی۔ اتحادیوں نے اس اصول کو بھی تسلیم کیا ہے اور اُسے بہت سے ملکوں پر برتا ہے، جیسا کہ بالائی سلیشیا کے ساتھ ابھی ہو چکا ہے کہ وہاں کی آبادی سے استصواب رائے کیا گیا کہ وہ جرمنی کو پسند کرتی ہے یا پولینڈ کو!

\+ + +

یہی وہ دو اصول ہیں جن پر یورپ و امریکہ کی قوموں کا ایمان و عمل ہے، اور انہیں کے ذریعہ سے دنیا کو امن و چین نصیب ہو سکتا ہے لیکن جو اس وقت اس سے بہت دور ہے۔ ہندوستان بھی یہی چاہتا ہے کہ انہیں اصولوں کے مطابق اس سے سلوک کیا جائے، یا تو اُسے بلا قید و شرط آزادی و خود مختاری دے دی جائے اور اُس سے کسی طرح کا سروکار نہ رکھا جائے۔ لیکن اگر یہ نہ ہو تو کم از کم دوسرے اصول پر عمل ہونا چاہیئے، اور ملک کی عام رائے لینا چاہیئے کہ وہ کس قسم کا نظام حکومت پسند کرتا ہے؟

\+ + +

ہمیں معلوم ہے کہ اتحادی خصوصاً برطانیہ اس قسم کے اصول صرف اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں پیش کرتے ہیں اور خود اپنے یہاں ان پر صرف عمل ہی نہیں کرتے بلکہ انہیں تسلیم بھی نہیں کرتے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا نے ہندوستان کی صداؤں کے سننے سے انکار کر دیا ہے، اور کہہ دیا ہے کہ وہ ملک کے سامنے کسی طرح بھی سر نہ جھکائے گی۔ بلکہ اُلٹے اس کے سر کو کچلے گی!

\+ + +

لیکن معلوم ہے کہ برطانیہ کے انکار کر دینے سے کوئی حقیقت تو نہیں بدل سکتی، اور نہ ہندوستان اپنی جدوجہد سے باز رہ سکتا ہے، بلاشبہ اگر پنجاب و خلافت کے واقعات نہ ہوئے ہوتے تو موجودہ جدوجہد ابھی شروع نہ ہوئی ہوتی، مگر ایک نہ ایک دن اس کا ہونا ضروری تھا، ان ہولناک واقعات نے ملک کی آنکھیں کھول دیں، اور اُسے پہلی مرتبہ یہ حقیقت نظر آئی کہ غلامی کی لعنت اُس پر چھائی ہوئی ہے اور گورنمنٹ اس کی رائے کی پرواہ نہیں کرتی ہے کیونکہ اُس کا نظام بلا اُس کی رضامندی کے قایم ہوا ہے، اور اس لئے اب وہ کمربستہ ہو گیا ہے کہ مذکورہ بالا دونوں اصولوں میں سے کسی ایک اصول پر اپنے ساتھ برتاؤ کرائے!

\+ + +

"سول ڈس اوبیڈینس" ایک نہایت شریفانہ اصول ہے، اور اخلاقی حیثیت سے اس پر عمل کرنا ہر خوددار انسان کا فرض ہے، کیونکہ جو نظام حکومت محض چند پردیسیوں کا خود ساختہ ہو، ملکی رائے کو اس میں پورا دخل نہ ہو، اور قومی وقار کے پامال کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہتا ہو، وہ ہرگز اطاعت کا مستحق نہیں ہے اور اس کی نافرمانی فرض عین ہے!

\+ + +

پس اس معاملہ میں کسی قسم کے غصہ اور دشمنی کو دخل نہیں ہے، بلکہ وہ کامل غور و فکر اور سنجیدگی کے ساتھ طے کیا ہوا طریقہ ہے، اور جس بردباری و متانت کے ساتھ وہ سوچا گیا، اسی متانت کے ساتھ ملک کو اس پر عمل پیرا ہونا ہے، کیونکہ جس کام میں غصہ اور عداوت کے جذبات شامل ہو جاتے ہیں اُس میں کامیابی نہیں ہوتی، اور انسان کو منہ کے بل گر پڑنا ہوتا ہے!

\+ + +

کلکتہ کی بے چینی۔ کلکتہ اور اس کے مضافات میں گزشتہ ایک سال سے برابر بے چینی و اضطراب رونما ہے، اور مشکل سے کوئی ماہ ایسا گزرتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ہنگامہ نہ ہوتا ہو، اور گولیاں نہ چلتی ہوں۔ یہ ہنگامے زیادہ تر مزدوروں کی مشکلات کا نتیجہ ہوتے ہیں، یہاں زیادہ تر مل کارخانے اور کمپنیاں فرنگیوں کی ہیں جن میں لکھوکھا غریب ہندوستانی کام کرتے ہیں، اور قلیل اجرت پر اپنا خون پانی ایک کر کے اُن کو بے شمار فوائد پہنچاتے ہیں۔ اگر ان سرمایہ داروں میں ذرا بھی انسانیت اور انصاف ہوتا تو وہ اپنے مزدوروں کے شکرگزار ہوتے اور ان کی عزت کرتے، کیونکہ یوروپین مزدوروں کے مقابلہ میں یہ نصف کم اجرت لیتے اور اُن سے کہیں زیادہ کام کرتے ہیں، مگر وہ شکرگزاری کے بجائے ان کے ساتھ ہمیشہ بدسلوکی کرتے اور انہیں چوپایوں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ قلیل مزدوری دینا بھی پسند نہیں کرتے اور مختلف حیلوں سے اسے روک لیتے ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مزدور ہڑتال کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اپنے حقوق طلب کرتے ہیں۔

\+ + +

ایسے موقعوں پر گورنمنٹ ہمیشہ سرمایہ داروں کا ساتھ دیتی ہے اور اس کی پولیس حفاظت امن کے حیلہ سے ہڑتالی مزدوروں کو کہیں چین لینے نہیں دیتی، اور ایک جگہ سے دوسری جگہ ہنکاتی پھرتی ہے، تاکہ وہ مجبور ہو کر پھر کارخانوں میں واپس جائیں اور اپنے آقاؤں کی بے چون و چرا غلامی کرتے رہیں، اور جب وہ ایسا کرنے سے انکار کرتے ہیں تو ان پر گولیاں چلائی جاتی ہیں اور ناحق خون بہایا جاتا ہے۔

\+ + +

حالانکہ انصاف تو یہ چاہتا ہے کہ گورنمنٹ یا تو غیر جانب دار رہے، اور یا مزدوروں کی حمایت و حفاظت کرے، معلوم نہیں کہ وہ کس قانون کی رو سے اس جھگڑے میں مداخلت کرتی اور پھر سرمایہ داروں کی حمایت کرتی ہے؟ آج کل ٹراموے چلانے والے ہڑتالی جبر و تشدد کا نشانہ بنے ہوئے ہیں، ایک طرف کمپنی ان کے مطالبات سننے سے انکار کرتی ہے، اور اس لئے وہ ہڑتال کر دینے کی وجہ سے بے روزگار ہو رہے ہیں، اور ضرور ہے کہ سخت مالی مشکلات میں گرفتار ہوں گے۔ اور دوسری طرف پولیس انہیں تنگ کئے ہوئے ہے، اور ہر جگہ لاٹھیوں سے ان کی سرکوبی کرتی پھرتی ہے! اور کل تو بلگچھیا میں ان پر گولیاں بھی چلائی گئیں، اور گورکھا سپاہیوں نے پولیس کے ساتھ مل کر وہ سب کیا جو وہ کیا کرتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ ہڑتالیوں نے بھی اپنی مدافعت میں مار پیٹ کی اور طرفین سے کئی آدمی مجروح اور شاید قتل بھی ہوئے۔

\+ + +

بہرحال مزدور پیشہ جماعت کی موجودہ پریشانی سے اب صورت حال نازک ہوتی جاتی ہے، اور ضرور ہے کہ اس کا تدارک کیا جائے۔ مگر کیا تدارک ہو سکتا ہے

پبلک فریق نا انصافی پر تلا ہوا ہے، اور ہرگز غریبوں کے ساتھ انصاف کرنا نہیں چاہتا؟ ہمارے خیال میں اب یہ مرض لا علاج ہوگیا ہے، اور کوئی سبیل ایسی نہیں رہی ہے کہ جس سے آئندہ کے لئے اس قسم کی شکایتوں کا سدباب ہوجائے، اور اگر کوئی ہے تو وہ صرف "سوراج" ہی ہے کہ جو مزدور پیشہ جماعت کے مفاد کا سب سے بڑا ضامن ہے، اور جس کے قائم ہوجانے کے بعد ہندوستان کی یہ جماعت اپنی موجودہ پست زندگی کے بجائے اونچے درجہ کی زندگی بسر کرے گی، اور یورپ و امریکہ کے مزدور اس پر رشک کریں گے۔

\+ \+ \+

پرنس آف ویلز۔ بقول مہاتما گاندھی پرنس آف ویلز ہندوستان اس لئے بھیجے گئے یا بلائے گئے ہیں کہ "مہربان برطانوی حکومت ہر دلعزیز بنائی جائے" مہاتما جی کا یہ خیال نہایت صحیح ہے، اور قدیم سے برطانیہ جیسی سلطنتوں کا دستور رہا ہے کہ ماتحت ملکوں میں جب حکومت کی بنیادیں ہل جاتی ہیں تو بادشاہ اور ان کے اعزا مختلف حیلوں سے دورہ شروع کر دیتے ہیں تاکہ ہر دل رعایا میں پھر اپنی محبت و عظمت پیدا کریں، اس قسم کی سیاحتوں کے دوران میں قیدی رہا کئے جاتے ہیں، خوشامدیوں کو خطابات دئے جاتے ہیں، پرشوکت دربار منعقد ہوتے ہیں، اور شاہی جلوس بڑی دھوم دھام سے نکلتے ہیں، جن سے رعایا پر معنوی اثر پڑتا ہے، وہ مرعوب ہوجاتی ہے اور سمجھنے لگتی ہے کہ جس حکومت کے وہ خلاف ہے، وہ اب تک طاقتور ہے اور اسکی شورش و بے چینی کی چنداں پرواہ نہیں کرتی۔ حالانکہ حکومت رعایا کی بیداری سے اندر اندر لرزہ براندام ہوتی ہے، اور اسی لئے یہ کارروائیاں کرتی ہے۔

\+ \+ \+

ہندوستان کی جد و جہد نے جب سے سنجیدگی اختیار کی ہے، اور گورنمنٹ کو خطرہ محسوس ہوا ہے، اس وقت سے شاہی دوروں کا سلسلہ بھی بلا کسی حقیقی ضرورت کے شروع ہوگیا ہے، چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ ڈیوک آف کناٹ نے بلا وجہ کا دورہ کیا اور اب ولی عہد سلطنت آرہے ہیں۔ بعض لوگ حیرت سے سوال کرتے ہیں کہ ایک ایسے زمانہ میں جبکہ ملک گرانی کی وجہ فاقہ مست ہو رہا ہے اور قحط سے زیادہ سخت مصیبت میں گرفتار ہے، کیوں گورنمنٹ آف انڈیا نے شاہی مہمانوں کو دعوت دی؟ کہ جس میں پبلک کا لاکھوں روپیہ صرف ہوجائے گا۔ لیکن ان کی حیرت بے جا ہے، کیونکہ موجودہ جد و جہد نے گورنمنٹ کو اب اس قدر بدحواس کر دیا ہے، کہ وہ ان باتوں پر غور ہی نہیں کرسکتی، اور ہر ممکن تدبیر سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتی ہے۔ اسے یقین ہے کہ ولی عہد سلطنت کی سیاحت سے ملک متاثر ہوگا، اور گورنمنٹ کی گرتی ہوئی دیوار میں پھر استواری ہوجائے گی۔

\+ \+ \+

ہاں گورنمنٹ اسی زعم میں ہے، مگر اسے عنقریب ہی معلوم ہوجائے گا کہ موجودہ ہندوستان، پہلے کا احمق ہندوستان نہیں ہے کہ ایسی سطحی تدبیروں سے زیر ہوجائے اب اس پر کسی کی شخصیت موثر نہیں ہوسکتی، وہ اگر جھک سکتا ہے، تو صرف حق و صداقت

کے سامنے اور تشدد! وں کی قوت نہیں، انصاف کی قوت اُسے مسخر کرسکتی ہے۔ خود فراموش گورنمنٹ چند ہی دن بعد دیکھے گی کہ اس شاہی سیاحت کا ملک پر کیا اثر پڑا ہے؟ اور وہ پیچھے ہٹا ہے یا آگے بڑھ گیا ہے؟۔

\+ \+ \+

اور اس کا اندازہ تو اُسے کل ہی ہوگیا ہوگا جبکہ شاہزادہ نے ہندوستان کی سرزمین پر پاؤں رکھا ہوگا۔ بمبئی کے شہر خموشاں کو دیکھ کر ولی عہد نے کیا کہا ہوگا؟ اور لاکھوں آدمیوں کے استقبال کے بجائے جب انہیں خلاف توقع تمام راستے آدمیوں سے خالی نظر آئے ہوں گے، تو انہوں نے وائسرائے کو کس نظر سے دیکھا ہوگا؟ اس کا جواب ہر شخص جانتا ہے، اور گورنمنٹ اگر عقل و دانائی سے بالکل محروم نہیں ہوگئی ہے تو اسے پہلی ہی منزل میں اپنی غلطی معلوم ہوگئی ہوگی۔

\+ \+ \+

۱۷ نومبر کا دن بھی ہندوستان کی تاریخ میں ایک یادگار دن رہے گا، کیونکہ ولی عہد کے خیر مقدم کے بجائے ملک نے مکمل ہڑتال کرکے ثابت کر دیا ہے کہ آزادی کی طلب اس میں کیسی صادق ہے! اور یہ کہ سلطنت کے آئندہ بادشاہ کی زبردست شخصیت بھی اس پر موثر نہیں ہوسکتی۔ معلوم نہیں کہ اس غیر مثمر سیاحت کے بعد گورنمنٹ کیا کارروائی کرے گی؟ اور آیا ولی عہد سلطنت سے بھی اونچی کسی ہستی کو ہندوستان آنے کی دعوت دیگی؟ ہمارے خیال میں اب وہ اتنی جرأت نہ کرے گی، اور شاہزادہ کی موجودگی ہی میں اُسے "سول ڈس اوبیڈینس" کا سامنا کرنا پڑے گا۔

\+ \+ \+

---

* امریکہ پہنچنے کی تفصیل یہ ہے کہ ۱۶۵۷ء میں اولیور کرامول (انگلستان کے جنگی پریسیڈنٹ) کے عہد حکومت میں۔ جان اور اینڈریو جو شاہی نسل سے تھے، ورجینیا میں آکر بس گئے، اور یہاں زمینیں خرید کر دولتمند رئیسوں کی طرح زندگانی بسر کرنے لگے، جان کا پوتا اگسٹین ۱۶۹۴ء میں پیدا ہوا، اور ۱۷۱۵ء میں مس جین بٹلر سے شادی کی، جس سے چار بچے پیدا ہوئے، دو بچپن ہی میں قضا کر گئے، بعد ازاں ۱۷۳۰ء اگسٹین نے دوسری شادی ایک نہایت حسین اور تعلیم یافتہ عورت مسز یال سے کی، جس سے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن میں سب سے بڑے کا نام جارج واشنگٹن ہے، جس کے سوانح زندگی لکھنے ہم بیٹھے ہیں۔

اس لحاظ سے واشنگٹن امریکہ کے اور پریسیڈنٹوں کی نسبت اعلیٰ و ارفع خاندان میں پیدا ہوا، اگرچہ اعلیٰ نسبی نے اس کی کامیابی۔ کے لئے راستہ صاف کیا تاہم ہمارے دل میں اس کی وقعت بڑھ جاتی ہے، جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اسنے حریت و آزادی کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا تھا حالانکہ وہ ایسے گھرانے میں پیدا ہوا تھا جس میں شخصی حکومت کا کلمہ پڑھا جاتا تھا، خاندانی روایات کو ٹھکرا کر اور عزیز و دوستوں سے قطع تعلق کرکے اس نے اپنے آپ کو امریکہ کی نوآبادیات کی آزادی کے لئے وقف کر دیا تھا۔

حکومت انگورہ اور کُردوں کی قوم

مصری "عطا طبا" نے اپنے خاص نامہ نگار قسطنطنیہ کا کردون کے متعلق ایک مضمون شایع کیا ہے جس مین بہت سے قیمتی معلومات ہین۔ ہم اس کا ترجمہ ذیل مین درج کرتے ہین

کردون کی قوم اناطولیہ مشرقی جانب آباد ہے، اس کی سرحدین ایک طرف عراق سے ملتی ہین، اور دوسری طرف ارمنی علاقون سے، اور کہین کہین سلطنت ایران سے بھی۔ کردون کی تمام آبادی مسلمان ہے، اور اپنے عقیدہ اور خلافت کی محبت مین نہایت سخت ہے، وہ صدیون سے ترکون کے ساتھ ہے اور ہمیشہ عثمانی خلفاء کی وفادار ثابت ہوئی ہے۔

سنہ ۱۹۱۸ء مین جب التوائے جنگ کا معاہدہ ہوا، اور برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کو ہضم کرنا چاہا تو کردی سردارون کو اندیشہ ہوا کہ بادا اتحادی اپنے مقاصد مین کامیاب ہو جائیں اور ان کے ملک کو ارمنی حکومت یا کسی اور اجنبی حکومت کے ماتحت کردین، اس لئے ان مین خودمختاری کا خیال پیدا ہوا کردون کی نیت بالکل نیک تھی، وہ ترکی قوم اور خلافت سے سرکشی نہ کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ خاموش بھی نہ بیٹھ سکتے تھے، کیونکہ خاموشی مین تباہی تھی اور ارمنون کی ماتحتی یقینی تھی، حالانکہ ارمنی اُن سے ہر حیثیت سے کمزور ہین، تعداد مین بھی، شجاعت مین بھی اور تمدن و تہذیب مین بھی۔

کردون کی نیک نیتی کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ اس حرکت کے بانی عثمانی فوج کے وفادار کرد افسر تھے، اور قسطنطنیہ ہی مین انہون نے اس کا سنگ بنیاد رکھا تھا چنانچہ ان کی آزادی خواہ جماعت کے صدر "سید عبدالقادر آفندی" تھے، جو عثمانی مجلس شیوخ مین کردون کے سربرآوردہ قایم مقام تھے۔

ابتدا مین کردون کی تمام کوششین صرف اس مقصد کے لئے تھین کہ ارمنون کی غلامی سے محفوظ رہین، اور ان مین ترکون کی مخالفت کا ادنیٰ شائبہ تک نہ تھا، یہانتک کہ جب اناطولیہ مین قومی حکومت قایم ہوئی اور اس نے دشمنون کی سازشون کو برباد کردیا، تو یہ دشمن کردون کی طرف متوجہ ہوئے اور انھین اس قومی حکومت سے برگشتہ کرنا شروع کیا، جس مین انھین ایک حدتک کامیابی ہوئی اور کردون کی آزادی خواہ انجمن مین بھی اس ریشہ دوانی نے اثر کیا، حالانکہ وہ نیک نیتی سے قایم کی گئی تھی، جیساکہ مذکور ہوا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک اسلام کش سلطنت کی سازشون سے کردون کی یہ انجمن بالکل بگڑ گئی اور اس مین ہوا وہوس کے بندون کا غلبہ ہوگیا، جنہون نے رشوتین لے کر قوم پرست ترکون کی مخالفت شروع کردی اور کردون کو سلطنت عثمانیہ سے علیحدہ کرنے کی ذلیل کوششین کرنے لگے۔ انہون نے اپنی کوششین کردستان ہی مین محدود نہین رکھین، بلکہ یورپ کی عام رائے پر بھی اثر ڈالا، اور ڈائیرک کے سابق عثمانی سفیر شریف باشا کو انہون نے صلح کانفرنس مین اپنا نمایندہ بنا دیا، شریف باشا چونکہ انجمن اتحاد و ترقی کے مخالف تھے، اس لئے اس بدخواہ گروہ کے ساتھ ہوگئے۔

ترکون کے کرد مخالفون کی آمد ورفت اور نشست وبرخواست قسطنطنیہ کے انگریزی سفارتخانہ مین رہا کرتی تھی، مصطفےٰ باشا مردوخو کردی انسل ہے اور عثمانی دیوان حربیہ کا پیشتر صدر افسر تھا، اسے جب ترکون کی جنگی عدالت نے قسطنطنیہ سے باہر جانے سے روک دیا کیونکہ اُس پر بہت سے جرایم ثابت تھے، تو ایک اجنبی سلطنت نے اسے خفیہ نکل جانے دیا اور اُسے دس ہزار پونڈ دے کر شام کی راہ سے کردستان پہنچایا تاکہ کردون کو بغاوت پر آمادہ کرے اس کے بعد اسی سلطنت نے "مولانا زادہ رفعت" کو گرانقدر رقم دے کر وہان روانہ کیا، اور ان لوگون کے ذریعہ سے کردون کو اغوا کیا۔

اس کے بعد جب برطانیہ کا پنجہ عراق پر مضبوط ہوگیا اور قسطنطنیہ پر بھی اُسے قابو حاصل ہوگیا، تو بہت سے کرد انگریزی فوجی وردی پہنے قسطنطنیہ مین نظر آئے اور خود مصطفےٰ نمرودکو انگریزی افسر کی وردی مین سفارت خانہ آتے جاتے دیکھا گیا۔

جب حالت یہان تک پہنچ گئی تو مخلص کردون کی آنکھین کھلین اور انہون نے دیکھ لیا کہ مسئلہ کردستان محض اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ برطانیہ مستفید ہو، اور یہ کہ ان کی تمام کوششون سے صرف اُسی کو فائدہ حاصل ہورہا ہے چنانچہ اب انہون نے اپنی روش بدلی اسی زمانہ مین مرحوم طلعت باشا نے شہید ہونے سے کچھ عرصہ پہلے سوٹزرلینڈ مین شریف باشا سے ملاقات کی اور انھین بتایا کہ کس طرح انگلستان کردستان پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اناطولیہ کی قومی حکومت سے علحدگی سے اسے کتنا نقصان پہنچے گا۔ شریف باشا پر اس ملاقات کا بڑا اثر ہوا، اور انہوں نے یورپیم اخبارات میں اعلان کرادیا کہ وہ موجودہ کردی فتنہ سے علیحدہ ہوتے ہیں، پھر دارالخلافت کے اخبارات میں انہوں نے مضامین شایع کئے اور ایک مضمون میں لکھا کہ "کردستان اسی وقت آزاد ہوسکتا ہے اور صلح کانفرنس میں اس کی آواز سنی جاسکتی ہے، جبکہ اس کی پشت پناہی پر کوئی ایسی طاقت ہو جس سے یورپ ڈرتا ہو، سردست ایسی کوئی طاقت موجود نہیں ہے، اور اگر ہے تو صرف اناطولیہ کی قومی حکومت کی طاقت ہے، جسے کرد اپنی قومی طاقت تصور کرسکتے ہیں، اس کی کامیابی پر کردوں کی کامیابی موقوف ہے، اور کردوں کی قومی زندگی کا دار ومدار صرف ترکوں کے ساتھ اتحادِ عمل اور خلیفۂ عثمانی کی اطاعت و وفاداری پر ہے۔"

شریف باشا کے ان اعلانوں کا یہ اثر ہوا کہ کردوں کے خیالات میں اچانک انقلاب ہوگیا ہے اور اب ان کی انجمنیں کوشش کررہی ہیں، کہ کسی طرح پھر حکومت انگورہ کی رضامندی و اعتماد حاصل کریں۔ حکومت انگورہ چونکہ کردوں کی قوم اور اسکی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی اس لئے اس نے کبھی کسی شور وشر کی پرواہ نہ کی اور لندن میں جو مبالغہ آمیز حکایتیں کردوں کی بغاوت کی مشہور تھیں اُن سے بھی وہ بالکل متاثر نہ ہوئی کیونکہ وہ جانتی ہے، کہ کرد قوم ہرگز ترکوں سے علحدہ نہ ہوگی اور خلیفہ کی اطاعت سے باہر نہ ہوگی۔

چنانچہ اس وقت بھی اس کی پارلیمنٹ میں کردوں کے تمام ذی اثر سردار موجود ہیں مثل دیاب آغا، سید شریف عبدالقادر آفندی، اور خاندان بدرخاں کے افراد جو کردستان میں سلطان المعظم کے بعد سب سے زیادہ معزز سمجھے جاتے اور جن کی اطاعت تمام کرد کرتے ہیں۔ ترکی فوج میں بھی کرد بڑی کثرت سے موجود ہیں اور اُن کے افسر و سپاہی خلافت کی حفاظت میں ترکوں سے زیادہ خون بہاتے ہیں۔

اس بیان کے بعد ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ کردستان کا مسئلہ جو التوا جنگ کے بعد

انتہا تھا، اب شریف پاشا کے اعلانات کے بعد بالکل ختم ہوگیا ہے، اور تمام کرد پھر ترکوں کے ویسے ہی وفادار ہوگئے ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ (الاخبار؟)

سوویٹ روس کا غصہ

لیگ اقوام ایک منحوس سڑی ہوئی لاش ہے!

مذکورہ بالا عنوان سے ایک بالشویک مدبر "راڈک" اخبار پراوڈا میں لکھتا ہے:-

چند روز ہوئے کہ لیگ اقوام میں "ڈاکٹر نانسن" نے قحط زدہ روسیوں کو امداد دینے کی تجویز پیش کی تھی، جسے لیگ نے حقارت کے ساتھ ٹھکرا دیا۔ حالانکہ جن سرمایہ داروں کی یہ لیگ ہے انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کچھ زیادہ مدت نہیں گزری جبکہ گزشتہ عالمگیر جنگ میں روسیوں نے ان کے مفاد کی خاطر اپنا خون پانی کی طرح بہایا تھا۔ اس وقت لڑنے والے روسی سپاہیوں سے یہی کہا جاتا تھا کہ بس یہ آخری جنگ ہے اور اس کے بعد کوئی جنگ نہیں ہے بلکہ ابدی امن وامان اور طمانیت وسکون ہے، حالانکہ ہم انقلاب پسند اس وقت بھی حقیقت سے واقف تھے۔ اور روسیوں کے بھولے پن پر ہنستے تھے۔ ہم سادہ لوح روسی کسانوں سے جبکہ وہ بندوق کاندھے پر رکھے جوش وخروش سے میدانِ جنگ کو جاتے ہوتے تھے کہا کرتے تھے کہ تم جن کی قربانگاہ پر بھینٹ چڑھ رہے ہو، اور جن کی خاطر اپنی جانیں گنوا رہے ہو وہ مصیبت کے وقت تمھارے کام نہ آئیں گے، چنانچہ اب لیگ اقوام نے ہمارے قول کی حرف بحرف تصدیق کر دی ہے۔

سرمایہ داروں کی قدیم سے یہی خصلت ہے کہ میٹھے میٹھے بول بول کر سیدھے سادے لوگوں سے کام لیا کرتے ہیں، اور اخوت، مساوات اور آزادی کے الفاظ بول کر دنیا کو غلام بناتے پھرتے ہیں۔ یہ مکار مدعی ہیں کہ ہم نے لیگ اقوام کی شکل میں عالمگیر بین الاقوامی برادری قایم کر دی ہے، جس سے دنیا دیّ اخوت ومحبت کا دَور دَورہ ہو جائے گا، حالانکہ اس نام نہاد بین الاقوامی برادری کی آڑ میں یہ شاہ پسند سرمایہ دار بدترین قاتلانہ ومجرمانہ سازشیں کیا کرتے ہیں، اور اسی مقصد کے لئے انہوں نے اسے قائم کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لیگ اقوام نے عالمگیر اخوت کو ایک مضحکہ انگیز چیز بنا دیا ہے اور اُسے ایسا ہی کرنا بھی چاہئے تھا، کیونکہ اُس کا بیج ورسلز کے غاصبانہ صلح نامہ نے بویا تھا، اور ضرور تھا کہ وہ اپنا ہی جیسا پھل بھی پیدا کرے۔ یہ لیگ وہی تو ہے جس نے یونانی قزاقوں کو ترکی پر اور پولش لٹیروں کو روس پر تاخت کرنے کی اجازت دی تھی، اور اب یہی تو وہ ہے جس نے روس کے مصیبت زدوں کی اعانت سے انکار کر دیا ہے۔

اس وقت روس میں دو کروڑ انسان بھوک سے مر رہے ہیں، دنیا میں ان کے لئے کافی روٹیاں موجود ہیں، سرمایہ دار سلطنتیں کروڑوں روپیہ سالانہ لوہے کے جہازوں کے بنانے میں صرف کر رہی ہیں، اور پھر ان سے انسانوں کا قتل عام کرتی ہیں۔ کیا اس نازک موقعہ پر وہ یہ عہد کر سکتی تھیں کہ اپنے تین تین جنگی جہازوں کی قیمت روس کو دے دیں، اور اس طرح لاکھوں معصوموں کی جان بچا لیں؟

لیکن نہیں، وہ یہ نہیں کر سکتیں۔ ان کی نمایندہ جماعت یعنی لیگ اقوام اعلان کرتی ہے کہ "روس سے ہمیں کوئی تعلق نہیں ہے" اگر دنیا کی مہذب اقوام کی لیگ یہ کہتی ہے کہ "دو کروڑ آدمی مرتے ہیں تو مر جانے دو" تو کیا اس کے معنی یہ نہ ہوں گے کہ وہ لیگ نہیں ہے بلکہ "ایک منحوس سڑی ہوئی لاش ہے جو فضائے انسانی کو متعفن کر رہی ہے"؟

یہ بات ہمیشہ یادگار رہے گی کہ لیگ نے بھوکوں کو کھانا دینے سے انکار کر دیا تھا۔

لیگ اقوام نے جو خوفناک فیصلہ قحط زدہ روس کے حق میں کیا ہے اُس سے زیادہ خوفناک وہ مقصد ہے جس کے حصول کے لئے اس نے یہ بیرحمانہ فیصلہ کیا ہے، لیگ اقوام وہی ہے کہ وہ جنگجوئی کے ختم کرنے کے لئے قایم ہوئی ہے مگر اب اس نے خود تمام پچھلی جنگوں سے زیادہ ایک مہیب جنگ کا اعلان کیا ہے، اس نے روس کی امداد سے انکار کر کے روس کے برخلاف زبردست جنگ شروع کر دی ہے، وہ روس سے زار کے قرضوں کو وصول کرنا چاہتی ہے، اس مقصد کے لئے بلاشبہ وہ فوج کشی نہیں کرتی لیکن جرار فوجوں سے بھی زیادہ بے رحم ہاتھوں سے روس کو ہلاک کرنا چاہتی ہے، وہ روس کو بھوکوں مارنا چاہتی ہے، وہ کہتی ہے "کچھ پرواہ نہیں کہ دو کروڑ روسی مر جائیں، مگر قرضہ وصول ہو جائے اور سرمایہ داروں کا پیٹ بھر جائے۔"

لیگ اقوام دیکھ رہی ہے کہ ہم کیسی مصیبت میں گھرے ہوئے ہیں اور قحط نے کس بے دردی سے ہمیں پامال کیا ہے، وہ کہتی ہے کہ "روس اور زیادہ پامال ہو، اور خشک سالی اُسے اور زیادہ ہلاک کرے، یہاں تک کہ وہ ایک ٹکڑا روٹی پر سرمایہ داروں کے ہاتھ بک جائے، اور اس طرح آزاد روس سرمایہ داروں کی لعنت کی ہوئی غلامی میں گرفتار ہو جائے"

(بدرالدین احمد)

ایک اسیر فرنگ عالم کا خط!

جیل میں معافی منگوانے کے لئے ناجائز دباؤ

مصری اور ہندوستانی جیل خانوں میں فرق

ذیل میں مولانا عبداللہ مصری کا ایک خط درج کیا جاتا ہے، جو رنگون میں خلافت تحریک کے سرگرم کارکن تھے اور جنھیں حال ہی میں برما گورنمنٹ نے ایک سال کے لئے جیل خانہ بھیج دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:-

جناب مولانا صاحب، السلام علیکم۔

میں نے آخری خط جناب کی خدمت میں ۱۱ ستمبر کو ارسال کیا تھا جس میں اپنی واپسی کی تاریخ سے آپ کو مطلع کیا تھا، لیکن چند ہی روز بعد مولانا محمد علی اور دیگر خدام ملت کی گرفتاری کی خبر سے سارا رنگون گونج اٹھا جس کے دوران میں میں نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا اور اسی جلسہ کی تقریر پر مقامی گورنمنٹ نے میرے برخلاف زیر دفعہ ۱۲۴-۱۰۸ تعزیرات ہند مقدمہ چلایا اور ضمانت نہ دینے کی وجہ سے مجھ کو ایک سال قید محض کی سزا دی۔ اور آج ۲۱ روز قید رکھنے کے بعد اب وہ مجھے ہندوستان روانہ کر رہی ہے، اور اس وقت میں جہاز پر سے آپ کو خط لکھ رہا ہوں جو غالباً کل ۲ بجے دن کو کلکتہ پہنچ جائے گا اور وہاں سے مجھ کو شاید سنٹرل جیل بریلی بھیجا جائے گا۔ رنگون سنٹرل جیل میں دشمنانِ اسلام نے ہر ایک ناجائز دباؤ ڈال کر مجھے معافی مانگنے یا ضمانت دینے پر مجبور کرنا چاہا۔ مگر جب ۱۴ روز

گزر گئے اور وہ اس میں کامیاب نہ ہوئی تو اس نے مجھے بر آمد نکال دینے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ قید بھگتنے کے بعد میں پھر اپنا کام شروع کر دوں گا۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری صحت ہمیشہ ابتر رہا کرتی تھی۔ لیکن اب جیل میں اور بھی زیادہ ابتری محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں مجھ پر غیر معمولی سختی کی جاتی ہے۔ حالانکہ جو با مشقت قیدی ہوتے ہیں ان کو بھی تقریباً دن بھر جیل کے کمپونڈ میں آزاد رکھا جاتا ہے، اور صرف شب کو ایک بڑے ہال میں مقفل کر دیے جاتے ہیں مگر مجھ کو باوجود قید محض کے بھی ۲۴ گھنٹہ ایک نہایت مختصر گندی کوٹھری میں مقید رکھا جاتا تھا۔ کھانے پینے کے متعلق بھی پولٹیکل قیدیوں کے لئے کوئی علحدہ یا ممتاز انتظام نہیں ہے، جو عام قیدیوں کو کھانا ملتا ہے، وہی سیاسی قیدیوں کو بھی ملتا ہے۔ تمام قیدیوں کو دن میں پاخانہ پیشاب کی پوری آزادی ہوتی ہے، کہ جہاں چاہیں کریں، مگر پولٹیکل قیدیوں کو شب و روز کھانا پینا نماز روزہ قضائے حاجت غرضکہ جملہ ضروریات زندگی ایک نہایت ناپاک کمرہ میں پوری کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ میرے لئے جیل کے ڈاکٹر نے بارہا رپوٹ کی کہ ان کی صحت موجودہ رہائشی زندگی میں ہرگز اچھی نہیں ہو سکتی مگر وہاں کون سنتا ہے؟ وہاں فرعونیت اور نادر شاہی احکام کا ڈنکا بجا کرتا ہے، حالانکہ انگریزی نظام میں ڈاکٹر کو بہت مانا جاتا ہے لیکن چونکہ جیل خانوں میں عموماً دیسی ڈاکٹر ہوتے ہیں جن کو انگریز افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ وغیرہ دو کوڑی کا بھی نہیں سمجھتے، ہاں اگر ڈاکٹر انگریز ہوتا ہے تو اس کی رپورٹ سنی جاتی ہے، بہر حال ڈاکٹر کے بہت کہنے سننے سے مجھے صرف آدھ گھنٹہ ٹہلنے کی اجازت صبح و شام میں ملی تھی۔ خورد و نوش میں کسی قسم کا تغیر مناسب نہیں سمجھا گیا۔

اسی برتاؤ نے مجھے مصر کے قیدخانہ یاد دلا دئے۔ اگرچہ وہاں بھی انگریزوں ہی کا دور دورہ ہے، مگر نظام حکومت میں مصریوں کا کافی حصہ ہونے کی وجہ سے ہندوستان اور مصر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مصر میں پولٹیکل قیدیوں کو کھانے پینے اور دیگر تمام ضروریات زندگی کے متعلق ان کی خواہش پر چھوڑ دیا جاتا ہے، اور جو کچھ بھی وہ طلب کرتے ہیں، ان کو دیا جاتا ہے علاوہ ازیں ان کی دماغی تفریح کا بھی خیال کیا جاتا ہے۔ ان کے لئے ہر قسم کے اخبارات اور کتابیں سرکاری طور سے مہیا کیجاتی ہیں؛ لیکن ہمارے یہاں ہندوستان کے جیل خانوں میں پولٹیکل قیدیوں کے لئے جو کھانے کا انتظام ہے، وہ یقیناً دنیا کی کسی وحشی گورمنٹ کے یہاں بھی جائز نہ سمجھا جاتا ہوگا۔ اور اخبارات تو کسی حالت میں بھی نہیں مل سکتے۔ کتابوں کی بھی سخت بندش ہے لکھنے پڑھنے کی سخت مخالفت ہے، کسی عزیز یا دوست سے ملنے میں سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، موجودہ جیل کے قوانین کے بموجب تین ماہ میں صرف ایک بار کسی عزیز سے ملاقات ہو سکتی ہے، جس میں سوا معمولی خیریت دریافت کرنے کے اور کسی قسم کی گفتگو کی اجازت نہیں ہے۔

مصر میں پولٹیکل قیدیوں کے لئے ہر ہفتہ خطوط لکھنے کی اجازت دی جاتی ہے مگر یہاں تین ماہ میں صرف ایک خط کی اجازت ملتی ہے۔

یہ صرف سرسری باتیں ہیں ورنہ یہاں کی تفصیلات نہایت عجیب و غریب ہو رہا ہونے کے بعد ہی قلم بند کی جا سکتی ہیں، امید ہے کہ جناب ان خطوط کو پیغام کے لئے شایع کر دیں گے۔

زیادہ کیا لکھوں؟ یہ حق و باطل کی لڑائی ہے ایک دن موجودہ فرعونیت کا خاتمہ یقینی ہے، مگر اس سے پیشتر صبر و استقلال اور ایمانی ابتلاء و امتحان ضروری ہے۔

۳ نومبر سنہ ۱۹۲۱ء

شکریہ و شکایت

جب سے پیغام جاری ہوا ہے، اس کے بہت سے قدردان خاص طور پر ہمیں ممنون احسان کر رہے ہیں، یہ اصحاب اس کی اشاعت میں نہایت مستعدی کے ساتھ مشغول ہیں اور اسے ایک خدمت اسلامی و قومی سمجھتے ہیں، ہم ان کے نہایت شکرگزار ہیں، اور اگرچہ ان کو خواہش نہیں لیکن ہم بطور اظہار امتنان کے ان کے اسمار گرامی عنقریب شایع کرنے والے ہیں

ساتھ ہی ہم بعض اصحاب کی شکایت کرنے پر بھی مجبور ہو گئے ہیں، یہ وہ حضرات ہیں جو اپنا پتہ و نام صاف حروف میں نہیں لکھتے، اور پرچہ وقت پر نہ پہنچنے یا ضائع ہو جانے کا الزام دفتر پر رکھتے ہیں، وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وی۔پی۔ وصول ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ دفتر کو ان کا صحیح پتہ معلوم ہو گیا۔ کیونکہ وی۔پی۔ کا اخبار تو ڈاک والے کسی نہ کسی طرح تلاش و جستجو کے بعد پہنچا ہی دیتے ہیں، مگر عام طور پر پتہ غلط ہونے کی صورت میں وہ زیادہ جستجو نہیں کرتے پس ہماری اُن سے یہی درخواست ہے کہ پتہ نہایت صاف حروف میں تحریر کیا کریں تاکہ اخبار وقت پر پہنچ جایا کرے۔ نیز نام لکھنے میں خاص طور پر احتیاط مدنظر رکھیں، بہت سے اصحاب نام صاف لکھنے کے بجائے دستخط کر دیا کرتے ہیں، گویا کہ دفتر اُن سے اور ان کے دستخط سے ہمیشہ کا واقف ہے۔ اور منیجر جانتا ہے کہ کون صاحب کس قسم کی لکیروں میں اپنے دستخط فرمایا کرتے ہیں

نیز بعض اصحاب وی۔پی۔ وصول کر لینے کے بعد ہی دفتر سے تقاضا شروع کر دیتے ہیں کہ اخبار کیوں نہیں پہنچا، حالانکہ جب تک دفتر کو روپیہ نہ پہنچ جائے، کیسے جان سکتا ہے کہ وی۔پی۔ وصول کیا گیا یا نہیں۔ پس جو لوگ اخبار کے جلد اجراء کے خواہشمند ہوں انہیں چاہیئے کہ منی آرڈر کے ذریعہ سے روپیہ بھیج دیا کریں ✦

(منیجر)

ھٰذا بلاغ للناس!

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶ؔ
ششماہی " ۳ؔ
ممالک غیر سے سالانہ ۱۰ؔ

پیغام

ہفتہ وار

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین- کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام

قیمت فی پرچہ ۲ ؎ — جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شایع ہوتی ہیں — ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

نمبر ۱۰	جمعہ ۲۵- نومبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۲۴- ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ ہجری	جلد ۱

لَا تَہِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ!

امتحان و آزمایش کی گھڑی اپنی ہولناکیوں کے ساتھ آگئی!

حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ شروع ہوگیا، نتیجہ پر دنیا کی آنکھیں لگی ہوئی ہیں؟

آئندہ چند ہفتے فیصلہ کر دینگے کہ ہندوستان آزاد ہوگا یا ہمیشہ کیلئے غلام

کامل امن و سکون، مگر پوری استقامت و ثابت قدمی پر ہندوستان کی نجات موقوف ہے!

ادنی بے امنی و شورش، گورنمنٹ کو کامیاب کردیگی اور ملک کو ناکامیاب!

کیک کو ٹکڑے ٹکڑے اور دریا کو ایک کرنا۔ فرعون کی حسب ہدایت جب تمام مصر کے ساحر اکٹھا ہوئے تو کہا اگر ہم موسیٰ پر غالب آئے تو ہمارا اجر کیا ہوگا؟ قال نعم وانکم اذا لمن المقربین فرعون نے کہا ہاں تم دربار حکومت کے مقرب قرار دیئے جاؤ گے۔

اقرار حق اور حکومت کا عتاب

ہدایت کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا۔ اسی قوم فروشی کے عالم میں کبھی کبھی حق کی بجلی کوند جاتی ہے اور کتنے ہی دل منور ہو جاتے ہیں لیکن حکومت اپنے جبروت وجلال سے محکوم قوم کو کچھ اس درجہ بے بس بنا دیتی ہے کہ جذبات اور اعتقادات تک کو اپنے حکم کا تابع بنانا چاہتی ہے اور شاہی اذن کے بغیر حق کی قبولیت کو ناجائز اور مستوجب سزا قرار دیتی ہے۔ قال آمنتم لہ قبل ان آذن لکم فرعون نے ساحروں سے کہا کہ میرے حکم کے بغیر تم موسیٰ پر ایمان لے آئے۔ آگے ہے لاقطعن ایدیکم وارجلکم من خلاف ولاصلبنکم اجمعین میں تمہارے ہاتھ پیر کٹوا دوں گا اور تم سب کو سولی دے دوں گا۔

کراچی کا مقدمہ اس متکبرانہ جبروت کی بہترین تصویر ہے۔ پیغام کے ایک گزشتہ نمبر میں امن سبھاؤں نے بعض خاص کارکنوں کے استعفے کی خبر شائع ہو چکی ہے۔ کیا ان پر حکومت کا عتاب نہ نازل ہوگا، یہ ایک سوال ہے جس کا جواب صرف سابق جنرل سکریٹری کانگرس کا "خلوص" دے سکتا ہے۔

امن سبھاؤں کا اندازکار

مصلح کارانجمنیں جب پورے ساز و سامان سے حق کے مقابلہ میں آتی ہیں تو ان کا کیا طریقہ کار ہوتا ہے وہ صرف پُر فریب وعدوں اور دھمکیوں سے اپنا اقتدار برقرار رکھنا چاہتی ہیں۔ سحروا اعین الناس واسترھبوھم لوگوں کی آنکھوں کو مسحور کر دیا اور ان کو ڈرا دیا۔

اگلی قماریوں کی یاددہانی

محکوم قوم میں رہ رہ کر آزادی کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑکتی ہیں، حکومت اپنی سخت گیریوں سے اس آگ کو فرو کرتی ہے اور جب کبھی کوئی عام تحریک آزادی کی پیدا ہوتی ہے تو کام کرنے والوں کے سامنے ہمیشہ اگلے قصے دُہرائے جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ جب فرعون کے پاس گئے تو اس نے کہا فما بال القرون الاولیٰ تم آزادی کا سوال کرتے ہو اور تم سے پہلی نسلوں کا اسی سوال پر کیا حال ہوا۔ آج بھی ۱۸۵۷ء کے ہیبت ناک افسانے سنائے جاتے ہیں اور اسی انجام سے ڈرایا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ نے جواب دیا علمھا عند ربی فی کتاب لایضل ربی ولاینسیٰ اگر انہوں نے مصیبتیں اُٹھائیں اور وہ اللہ کی راہ میں ستائے گئے تو وہ سب خدا کے پاس ایک نہ بھولنے والی کتاب میں درج ہیں۔

لیڈروں کو بدنام کرنے کی کوشش

حکومت ہر طرف سے تھک کر اخلاقی بندشوں کو بھی خیرباد کہہ دیتی ہے اور داعیان حق کو ان لفظوں میں بدنام کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ یہ سب اپنی ناموری اور عزت کو بڑھانے کی فکر میں ہیں۔ ہندوستان کی پبلک سر ولیم ونسنٹ کے ان کلمات کو ہرگز نہ بھولے گی، جو انہوں نے مہاتما گاندھی کے "لفٹنٹوں" کے بارے میں استعمال کئے ہیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو بعینہٖ یہی الزام دیا تھا وتکون لکما الکبریاء فی الارض تم دونوں کی صرف یہ کوشش ہے کہ ملک میں تمہارا اقتدار تسلیم کر لیا جائے۔

قوت کا بھروسہ

دارالامرا میں لارڈ سیڈنہم بار بار گورنمنٹ ہند کو ملامت کر چکے ہیں کہ ہندوستان میں فوجی طاقت کا استعمال کیوں نہیں کیا جاتا اور کیوں نہیں اس تحریک کو بزور طاقت دبا دیا جاتا۔ بنی اسرائیل کے پیغمبر نے بھی جب فرعون کے سامنے یہ دعوت پیش کی تو یہی وسوسہ اس کے دل میں بھی گزرا تھا فتولیٰ برکنہ فرعون نے اپنی طاقت کے بھروسہ پر منہ پھیر لیا۔

مصائب کے وقت صلح کی جدوجہد

اس اثنا میں اگر کسی خاص موقعہ پر پبلک سے امداد کی ضرورت پڑتی ہے تو رہنمایان آزادی سے مصالحت کی کوشش کی جاتی ہے اور وعدوں کے جال میں پھنسانے کی ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جاتی ہے۔ فرعون نے حضرت موسیٰ سے کہا لئن کشفت عنا الرجز لنومنن لک ولنرسلن معک بنی اسرائیل اگر تم ہمارے اوپر آئے ہوئے عذاب کو دفع کر دو تو ہم بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔ فرعون نے درخواست کی:- یموسیٰ ادع لنا ربک بما عہد عندک اے موسیٰ ہماری گلو خلاصی کے لئے اپنے خدا سے دعا کر وہ تمہاری دعائیں سنے گا۔

احسانات جتلائے جاتے ہیں

حاکم قوم شخصی اور قومی طور پر اپنے ان احسانات کا تذکرہ کرتی ہے جو محکوم قوم پر اپنی اغراض کے لئے کئے جاتے ہیں اور احسانات کے اس بار گراں سے آزادی کی تحریک کو دبانا چاہتی ہے۔ حضرت موسیٰ سے کہا گیا الم نربک فینا ولیدا ولبثت فینا من عمرک سنین۔ کیا بچپن میں ہم نے تمہاری پرورش نہیں کی، اور کیا تم نے برسوں اپنی زندگی ہمارے اندر نہیں بسر کر لی؟ قرآن مجید میں صاف طور پر آیا ہے کہ حضرت موسیٰ کی پرورش فرعون نے صرف ذاتی اغراض پر کی تھی عسیٰ ان ینفعنا او نتخذہ ولدا شاید یہ بچہ ہمارے لئے مفید ہو اور ہم اسے اپنا لڑکا بنا لیں۔ تعلیم، ریل، ڈاکخانہ، احسانات کی لمبی فہرست جو غریب ہندوستان کے سر لادی جا رہی ہے، ان میں سے کوئی ایک چیز بھی ایسی ہے جو صرف ہندوستان کے نفع کے لئے ہو؟

ملک سے علیحدہ کرنے کی کوشش

مختلف طریقوں سے حکومت اس امر کی کوشش کرتی ہے کہ کام کرنے والی قوتیں تنگ ہو کر ملک سے باہر چلی جائیں۔ مولانا محمود الحسن قدس سرہ کے واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں لیکن اس تنگی کا نتیجہ کیا ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے فاراد ان یستفزھم من الارض فاغرقناہ ومن معہ جمیعا فرعون نے چاہا کہ اسرائیلیوں کو تنگ کر کے ملک سے نکال دے۔ لیکن ہم نے اس کے اور اس کے تمام ساتھیوں کو غرق کر دیا۔

قتل عام کا فرمان

تدبیروں کی تھیلی خالی ہو جاتی ہے تو قوت کا استعمال کیا جاتا ہے، فرعون نے آخری حکم دے دیا اقتلوا ابناء الذین آمنوا معہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے ہیں ان کے بچوں کو قتل کر دو۔ ہندوستان ابھی اس منزل تک نہیں پہنچا لیکن ہوا بادل کا رخ کسی اور طرف بتلاتی ہے۔ ہمیں اس آخری کشمکش کے لئے بھی مضبوط رہنا چاہیئے۔

حکومت کا اعتراف اور انجام کار

وقت بات سے نکل جاتا ہے۔ سنت الٰہی کے

اتمام کی سامعین تک بہ آجاتی ہیں تو انشاء حکومت بھی اتر آتی ہے اور حق کی راہ نظر آتی ہے، اعتراضات کی زبان کھلتی ہے لیکن بے سود۔

کمزور قوم ملک کی حکومت کی وارث قرار پاتی ہے، متکبر ہلاک کئے جاتے ہیں اور ان کی سرکشی آیندہ نسلوں کے لئے ایک افسانۂ عبرت بن کر تاریخ کے صفحات میں لکھی جاتی ہے۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین!

جمعیۃ علماء الہند کا تیسرا سالانہ اجلاس لاہور

علماء کرام کی متحدہ جمعیۃ کا تیسرا سالانہ اجلاس گزشتہ ہفتہ لاہور میں منعقد ہوا، ہندوستان کے تقریباً تمام سربرآوردہ علماء نے شرکت کی۔ کلکتہ سے حضرت مولانا ابوالکلام صاحب بھی تشریف لے گئے اور ایڈیٹر پیغام بھی ہمرکاب تھا۔ لاہور کے اسٹیشن پر باوجود نماز جمعہ کے قریب ہونے کے پہلے سے جمع کر رہے تھے، اہل لاہور نے حضرت مولانا کا نہایت پرجوش خیر مقدم کیا، اور آپ شاہی مسجد لے گئے، جہاں خطبۂ جمعہ میں حضرت نے مسلمانوں کی پرمعیت زندگی کا نقشہ کھینچا اور بتایا کہ گزشتہ جنگ میں مسلمانوں نے برطانیہ کی مدد کر کے اور خلیفہ پر ہتھیار اٹھا کر کتنا سخت گناہ کیا ہے، خصوصاً اہل پنجاب اس کے سب سے زیادہ مرتکب ہوئے ہیں، اور اس طرح ایک ایسی شدید معصیت سے آلودہ ہو گئے ہیں کہ جو شرک کے بعد سب سے زیادہ اشد و اشنع ہے، وہ کفر صریح تک پہنچ جاتی ہے۔ خطبہ تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہا، اور سامعین پر اس کا وہی اثر ہوا جو خدا تعالیٰ نے حضرت کی زبان میں ودیعت کیا ہے۔

جمعہ کے بعد جمعیۃ کے پہلے جلاس کی نشست شروع ہوئی، سب سے پہلے پنجاب کے مشہور بزرگ مولانا عبدالقادر صاحب ... استقبالیہ نے اپنا مطبوعہ خطبہ پڑھا جو لاہور کے روزانہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے، اس کے بعد مولانا کفایت اللہ صاحب نے حضرت مولانا ابوالکلام صاحب کی صدارت کی تحریک کی، اور مولانا شبیر احمد صاحب دیوبندی، ڈاکٹر محمد عالم صاحب اور مولانا ثناء اللہ صاحب نے تائید کی۔ مولانا شبیر احمد صاحب کی تقریر خاص طور پر دلچسپی سے سنی گئی۔ آپ نے فرمایا: مولانا کی صدارت کی تائید کرنے کیلئے میں کھڑا ہوا ہوں، لیکن کن الفاظ میں اس فرض کو ادا کروں؟ میں وہی جملہ دہراتا ہوں جو میرے استاد و مرشد شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب مرحوم نے مولانا کی نسبت فرمایا تھا کہ ہم "ابوالکلام نے مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلا دیا ہے"، بس ایک ایسی شہادت کے بعد مولانا کی صدارت میں کیسے تامل ہو سکتا ہے؟ حضرت اس موتمر جلس کی صدارت ہی نہیں بلکہ میں پہلا شخص ہوں گا جو مولانا کے ہاتھ پر بیعت کرے گا اور آپ کے امیر الہند ہونے کا اعلان کرے گا۔

اس کارروائی کے بعد نماز عصر کے لئے جلسہ برخواست ہوا، شام میں پہلے حضرت مولانا کا تحریری خطبہ پڑھا گیا، جو آج سے جمعہ پیغام میں شائع ہوگا، اور یہ پہلا موقعہ ہے کہ حضرت کی تقریر جمعیۃ پبلک تک پہنچے گی، جس پر پیغام کو ناز ہے۔ افسوس ہے کہ قلت وقت کی وجہ سے خطبہ کے تمام مطالب ضبط تحریر میں نہ آسکے، اور اس لئے مولانا کو بعد میں زبانی تقریر کرنا پڑی جو پنجاب کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گی۔ افسوس ہے کہ وہ قلمبند نہ ہو سکی، اسلئے ذیل میں حضرت کا خلاصہ اپنی یادداشت سے درج کرتے ہیں۔

حضرت مولانا کی تقریر

حضرت نے فرمایا: حضرات! سب سے پہلے میں اسی بحث پر گفتگو کروں گا جس نے تمام ہندوستان کو مشغول کر رکھا ہے، یعنی مسئلہ خلافت پر کہ جس کا اب ایک بیاہ در شروع ہو گیا ہے، دنیا جانتی ہے کہ اس بارے میں ہمارے مطالبات کیا ہیں؟ ہم بار بار ان کا اعادہ و اعلان کر چکے ہیں، اور ان میں ایک ذرہ بھی کمی نہیں کر سکتے، کیونکہ کمی بیشی کا حق انسان کو اپنی چیزوں میں ہوتا ہے، اللہ کی شریعت اس سے بالاتر ہے اور اس میں کسی قسم کی ترمیم ناممکن ہے۔ ہمارے مطالبات یہ ہیں کہ خلیفہ اپنے دار الخلافہ میں بالکل آزاد و خود مختار ہو، اور جزیرۃ العرب پر کسی قسم کا اجنبی تسلط و اقتدار نہ ہو، شریعت کے صاف و صریح احکام موجود ہیں، قدیم جغرافیہ ہمارے سامنے ہے، اور ہماری زبانیں ابتدا سے یہی اعلان کر رہی ہیں کہ جزیرۃ العرب میں عراق، شام اور فلسطین بھی داخل ہیں، اور ان ممالک کی اجنبی اقتدار سے آزادی شریعت کی رو سے ویسی ہی ضروری ہے جیسی خود حجاز و حرمین کی، اور جب تک ان ملکوں کے کسی ایک انچ پر بھی بالواسطہ یا بلاواسطہ برطانوی حکومت باقی ہے، اس وقت تک مسلمانوں کے لئے برطانیہ سے مصالحت کرنا حرام ہے، ہم بچھوؤں سے دوستی کر سکتے ہیں سانپوں کو پیار کر سکتے ہیں اور جنگل کے خونخوار درندوں کو محبت کے ساتھ اپنی گود میں لے سکتے ہیں، مگر اس برطانوی حکومت کی طرف دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتے جو مقدس جزیرۃ العرب پر قابض ہے۔ سمرنا و تھریس کا فیصلہ تو حضرت غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی تلوار نے کر دیا، اور انہی کو اس کا حق بھی تھا، سمرنا و تھریس کی حیثیت تو ہمارے مطالبات میں ضمنی تھی، اور اس لئے اب اگر یہ دونوں علاقے ترکی کو واپس دے جا رہے ہیں تو ہمارے بنیادی مطالبات پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، پورے جزیرۃ العرب کا کامل تخلیہ و آزادی ضروری ہے، اور جب تک یہ نہ ہو گورنمنٹ کی سمجھوتہ کے لئے ہر قسم کی سلسلہ جنبانی بے سود ہے اور اس سے ہرگز صلح نہیں ہو سکتی۔

پھر آپ نے ہندوستان کی آزادی پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا اسلامی فرض ہے، اگر مسئلہ خلافت رونما نہ ہوتا تو بھی مسلمان ہندوستان کی آزادی کے لئے وہ سب کچھ کرتے جو آج کر رہے ہیں، اور مسلمان اس وقت تک چین نہ لیں گے جب تک ہندوستان کو ظلم و استبداد سے پاک نہ کر دیں گے۔

موپلوں کے متعلق فرمایا: اب تک مالابار کے حالات تاریکی میں ہیں اور متضاد باتیں بیان کی جا رہی ہیں، لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ انہوں نے مطالبات خلافت کے نام پر تلوار اٹھائی ہے تو ہم انہیں ملامت و سرزنش کر سکتے ہیں، کیونکہ اپنے اس فعل سے جماعت کے متفقہ فیصلے اور اہل الحل والعقد کے حکم سے انہوں نے سرکشی کی ہے، جسے شریعت نے ناروا قرار دیا ہے، شریعت کا حکم ہے کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کی قرار دی ہوئی راہ سے کٹ کر دوسری راہ اختیار کرے، موجودہ حالات میں مسلمانان ہند اور ان کے اہل الحل والعقد نے ایک راہ اختیار کی ہے اور اسی پر سب چل رہے ہیں، موپلوں کے لئے جائز نہ تھا کہ وہ اپنے لئے دوسرا راستہ تجویز کرتے، جس راہ پر اس وقت قوم چل رہی ہے وہی شرعی راہ ہے اور احکام شرع کی رو سے اختیار کی گئی ہے بلاشبہ

قتال وجنگ بھی فرض ہے لیکن اس کے لئے شریعت نے کچھ شرائط رکھے ہیں اور اہل نظر کو حق دیا ہے کہ وہ مصالح وقت کو دیکھ کر مناسب حال کارروائیاں کریں، چنانچہ، ہندوستان میں علماء نے پرامن جد وجہد کی شاہراہ کھولی ہے اور کسی مسلمان کو حق نہیں ہے کہ وہ اس سے کٹ کر اور طریقے اختیار کرے پس اگر موپلاؤں نے خلافت واسلام کیلئے جنگ کی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے جماعت مسلمین کے خلاف کیا ہے اور انہیں ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔

اس کے بعد حضرت نے اُن افواہوں کے متعلق فرمایا جو ہندوں کو جبراً مسلمان بنانے کی نسبت مشہور ہوئی ہیں، اور کہا کہ اگر وہ صحیح ہیں تو جماعت علماء اپنی براءت کا اعلان کرتی ہے ۔ اسلام نے کسی کو جبراً مسلمان بنانا قطعاً ناجائز قرار دیا ہے، ساتھ ہی آپ نے "تشدد" کے لفظ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ لوگ اس لفظ کو غلط معنوں میں استعمال کرتے ہیں، اگر تشدد سے مراد سختی و زیادتی، قتل وغارت اور لوٹ مار ہے تو اسلام نے اس کی کسی حالت میں بھی اجازت نہیں دی ہے۔ البتہ اسلام نے جنگ اور لڑائی کو جائز رکھا ہے، جو سختی پر مبنی نہیں ہے بلکہ عین عدل واعتدال پر اور وہ کہتا ہے کہ عدل قایم نہیں ہوسکتا جب تک قیام عدل کیلئے ظالموں کا مقابلہ نہ کیا جائے۔

اس کی مثال آپ نے یوں دی کہ جج بھی قتل کرتا ہے اور پھانسی کے تختہ پر انسان کی جان لیتا ہے اور ایک قزاق بھی قتل کرتا ہے اور انسان کو اس کے بستر یا راہ پر ذبح کر ڈالتا ہے، دنیا جج کی تعریف کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس نے عدل وانصاف کو قائم کیا، لیکن اس قزاق پر سب نفریں کرتے ہیں، حالانکہ قتل کا فعل دونوں سے سرزد ہوا تھا، اسی طرح اسلام بھی اس خونریزی کو جائز سمجھتا ہے جو جنگ کی صورت میں قیام عدل کے لئے ہو، نہ اس خونریزی کو جو قزاق کیا کرتے ہیں۔

لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ "موجودہ حالت میں ہم نے جنگ وقتال کی راہ اختیار نہیں کی ہے اور ایسا کرنا بھی احکام شرع کے مطابق ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم پوری مضبوطی کے ساتھ اس پر قایم رہیں، اور خواہ کتنی ہی مجبوریاں پیش آجائیں لیکن بے صبری و بے ضبطی سے بے قابو نہ ہو جائیں۔ موجودہ عمل کی کامیابی کے لئے اس شرط کی پابندی سب سے زیادہ ضروری ومقدم ہے۔

مقدمہ کراچی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مقدمہ حکومت کی بدحواسی واختلال دماغ کا بہترین ثبوت ہے، اور مورخ جب اس زوال پذیر گورنمنٹ کی تاریخ بربادی لکھنے بیٹھیں گے تو اس کے بنیادی اسباب وعلل میں ایک یہ مقدمہ بھی ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ اگر فوجی نوکری کو حرام بتانا جرم ہے تو اس وقت ہندوستان میں کون ہے جو اس کا مرتکب نہیں ہوا ہے، میں ایک تمہارے سامنے موجود ہوں جو شروع سے اُن باتوں کا اعلان کر رہا ہوں جو کراچی کے مقدمہ میں جرم قرار دی گئی ہیں، آپ نے فرمایا نظربندی کے بعد ہی میں سندھ خلافت کانفرنس میں شریک ہوا تھا، اس میں فوجی نوکری کے حرام ہونے کا اعلان کیا گیا تھا، اور وہ پہلا موقعہ تھا کہ جلسۂ عام میں اعلان کی صورت میں یہ بات کہی گئی، اگر یہ جرم تھا تو مجھے گورنمنٹ نے کیوں نہیں گرفتار کیا، اور اس کے بعد بھی میں ہر صبح وشام، دن کی روشنی میں اور رات کی تاریکی میں برابر اس کو کہتا اور سپاہیوں تک پہنچاتا رہا ہوں اگر یہ جرم ہے تو گورنمنٹ مجھے بھی گرفتار کرے، اور پھر تمام ہندوستان کے بسنے والوں کو گرفتار کرے جن سب کی زبانوں سے یہی صدا نکل رہی ہے اور ہمیشہ نکلتی رہے گی۔

حضرت مولانا کی تقریر کامل چار گھنٹہ تک جاری رہی، یہاں تک کہ دو بج گئے اور جب آپ ختم کرنے لگے تو مجمع نے نہایت مستعدی کے ساتھ اصرار کیا کہ ہم رات بھر بیٹھے رہیں گے، تقریر جاری رہے، چنانچہ کچھ عرصہ اور تقریر کرنے کے بعد آپ نے جلسہ کو برخاست کیا۔

جمعیۃ علماء کے متفقہ و واجب التعمیل اعلانات

ذیل میں ہم اُن تمام اعلانات کو درج کرتے ہیں جو علماء کرام نے متفقہ طور پر کئے ہیں اور شرعی فتاویٰ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فتویٰ کی ضبطی کے متعلق سرکاری احکام نہ مانے جائیں

(۱) جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس اُس فیصلہ کی تصدیق کرتا ہے جو اس کی مجلس منتظمہ نے اپنے اجلاس منعقدہ دہلی میں ۲۱ ستمبر ۱۹۲۱ء کو متفقہ فتویٰ کی ضبطی کے بارہ میں کیا تھا۔ اور جس کے الفاظ یہ ہیں "جمعیۃ علماء کی مجلس منتظمہ کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ جمعیۃ کے جس فتوی کو چیف کمشنر دہلی کے اعلان مورخہ ۱۳ جولائی ۲۱ء کی بنا پر دہلی نیز بعض دیگر صوبوں میں ضبط کیا گیا ہے، وہ تمام تر شریعۃ اسلامیہ کے اُن احکام پر مشتمل ہے جو تیرہ سو برس سے اپنی یکسان اور غیر مبدل قطعیت کے ساتھ موجود ہیں، اور جس کا اعتقاد وعمل اور اعلان ہر مسلمان پر شرعاً فرض اور ضروری ہے، بنا برین علماء اسلام کسی حالت میں بھی کسی ایسی صورت کو برداشت نہیں کر سکتے جس سے کوئی رکاوٹ ان احکام کی تبلیغ و اعلان میں پیدا کی جائے۔ علماء اسلام، احکام شرعیہ کی بنا پر مسلمانوں کا فرض قرار دیتے ہیں کہ ضبطی کی مداخلت سے بے پرواہ رہ کر بدستور اس فتوی کی طباعت واشاعت اور تبلیغ ودعوت میں وہ مشغول رہیں، اور ارکین انتظامیہ جمعیۃ علماء کی جانب سے بھی برابر اس کی تبلیغ واشاعت جاری رکھی جائے۔

فوج و پولیس تک احکام شرع پہنچا دئے جائیں

(۲) جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس مجلس منتظمہ کے اس فیصلہ کی تصدیق کرتا ہے کہ گورنمنٹ نے مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی، مولانا حسین احمد، پیر غلام مجدد، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، اور مولانا نثار احمد کو خلافت کانفرنس کراچی منعقدہ ۸-۹-۱۰ جولائی کی تجویز کے جس حصہ کی بنا پر گرفتار کیا ہے، وہ اسلام کے اُن قطعی ومسلم احکام میں سے ہے جو تیرہ سو برس سے موجود ہیں اور ہندوستان میں بھی جن کا ہمیشہ اعلان ہوتا رہا ہے۔ مسلمان کسی حال میں بھی اس کے اعلان ودعوۃ سے باز نہیں رہ سکتے، اور جب تک اسلام باقی ہے اس کے احکام کا اعلان بھی باقی رہے گا، جمعیۃ علماء تمام مسلمانوں کو دعوۃ دیتی ہے کہ اس امتحان طلب موقعہ پر ادائے فرض کے لئے مستعد ہو جائیں، اور جہاں تک بھی ممکن ہو، ہر صورت وعنوان سے اس حکم شرعی کا نشر واعلان کر کے اعلاء کلمۃ الحق میں ساعی ہوں۔

بقیہ مضمون صفحہ ۱۶ پر ملاحظہ ہو

قتل مسلم

(۵)

اس کے بعد فرمایا "الا من تاب وامن" ہاں، لیکن جو لوگ مسلمان ہو جائیں، تو انہوں نے کفر کی حالت میں اس طرح کے جس قدر افعال کئے ہوں، اُن کا مواخذہ نہ ہوگا۔ اسلام اُن کی بُرائیوں سے آلودہ زندگی کو نیکیوں اور خوبیوں سے بھر دے گا۔

پس اس آیت میں توبۂ کفر کی قبولیت کا ویسا ہی ایک حکم ہے جیسا صد ہا مقامات میں وارد ہے۔ اس کو مسلمان قاتل مسلم اور مرتکب قتل عمدا علی الاسلام کے معاملہ سے کیا تعلق؟ اور اگر اس کا ذکر کسی دوسری آیت میں آیا ہے تو کیوں ناسخ و منسوخ ہونے کی ضرورت پیش آئے؟ دونوں صورتیں [illegible] مختلف ہیں۔

لیکن سورۂ نساء میں قتل نفس کی ایک خاص حالت کا ذکر ہے یعنی اگر ایک مسلمان باوجود ہونے کے مسلمانوں کو قتل کر ڈالے تو اس کا کیا حکم؟ فرمایا جزاؤہ جہنم خالدا فیھا چنانچہ اس آیت سے پہلے ہے۔ وما کان لمومن ان یقتل مومنا الا خطأ۔ الخ۔ پس زیادہ سے زیادہ دونوں آیتوں میں عام و خاص کا تعلق ہے یعنی اس آیت نے آیت فرقان کی تخصیص کر دی۔ اسی لئے حضرت ابن عباس نے کہا "نسختھا آیۃ مدنیۃ فی النساء"۔ کیونکہ سلف کی اصطلاح میں "نسخ" کا اطلاق ہر طرح کی تخصیص و تحدید پر ہوتا تھا۔ وہ معنی نہ تھے جو بعد کو اصولیوں نے قرار دئے۔ اور اسی اختلاف حالت و حکم کو واضح کرنے کے لئے انہوں نے کہا "فھذہ فی اھل الشرک" یعنی آیت فرقان میں حکم کفار کے لئے ہے اور امام بخاری کی روایت ابن جبیر بطریق شعبہ مندرجہ کتاب التفسیر میں کہا "کانت ھذہ فی الجاھلیۃ" یہ حکم مشرکین جاہلیت کے لئے تھا، نہ کہ مسلمانوں کے لئے۔

اور یہ جو انہوں نے کہا کہ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس کے نزول پر مشرکین مایوس ہو گئے تھے، اس لئے "الا من تاب" اُتری، تو اس کی تائید مفسرین کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ "نزلت فی قوم یئسوا من التوبۃ" یعنی اُن لوگوں کے حق میں اُتری جو زمانۂ کفر کی بدعملیوں کی بخشش سے مایوس ہو رہے تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیت اور سورۂ نساء کی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء اور سورہ زمر کی آیۂ رحمت یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ الخ وحشی قاتل حمزہ کے بارے میں اتریں۔ وہ کہتا تھا کہ شرک میں ساری عمر کٹی، پیغمبر کے چچا کو قتل کیا، فواحش میں ہمیشہ مبتلا رہا۔ ان ہی تین برائیوں سے اجتناب کا خاص طور پر آیت فرقان میں ذکر ہے۔ اب اگر میں مسلمان بھی ہو گیا تو کیا فائدہ؟ مجھے تو نجات مل ہی نہیں سکتی۔ اس پر "الا من تاب وامن" اتری۔ اور پھر مزید بشارت امید کے لئے سورۂ نساء اور سورۂ زمر کی آیات نازل ہوئیں۔ تعجب ہے کہ بعض شارحین حدیث کو مذہب ابن عباس کی شرح و تطبیق میں مشکلات کیوں پیش آئیں؟ ان کا بیان تو بالکل صاف اور واضح ہے۔

رابعاً۔ احادیث سے بھی اس مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً امام احمد و نسائی کی روایت معاویہ بطریق ادریس خولانی مرفوعاً "کل ذنب عسی اللہ ان یغفرہ الا الرجل یموت کافرا او الرجل یقتل مومنا متعمدا" یعنی تمام گناہ امید ہے اللہ بخش دے گا، مگر جو شخص حالت کفر میں مرے، یا وہ شخص جس نے جان بوجھ کر مومن کو قتل کر ڈالا۔

باقی رہیں وہ احادیث جن میں وسعت رحمت، عموم بخشش و عدم جواز یاس و قنوط وغیرہ کا ذکر ہے، تو اس مذہب کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ بھی مثل تمام عمومات قرآن کے ہیں، جن کی تخصیص آیۂ نساء اور اس کی مؤیدات فی السنۃ نے کر دی۔ دونوں میں کوئی تعارض نہیں۔ قبل از اسلام معاصی کی بخشش تو مسلم ہی ہے۔ بحث بعد از اسلام ارتکاب قتل میں ہے۔ اسی طرح اگر حدیث اسرائیلی "الذی قتل تسعۃ وتسعین نفسا ثم اتم المائۃ ثم تاب" پیش کی جائے تو جواب یہ ہوگا کہ اس کی بھی توبۂ اسلام ہے نہ کہ توبۂ مسلم، اور وہ بھی مثل عمومات بشارات رحمت و بخشش کے ہے۔ مخصصات پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔

غرضکہ اس مذہب کی قوت میں کوئی شبہ نہیں، لیکن عام طور پر علماء نے دوسرے مذہب کو اختیار کیا یعنی قبولیت توبہ کو۔ اور خوارج و معتزلہ کے غلو کی وجہ سے اہل سنت کا رجحان اسی کی طرف بڑھتا گیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص کا معاملہ بڑا ہی سخت ہے لیکن توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے بخش دے چاہے نہ بخشے۔ اس میں شک نہیں کہ احتیاط حکم امید ہی میں ہے نہ کہ پیام یاس و قنوط میں۔ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء کے حکم کا عموم بڑا ہی امید افزا ہے، اور اگر اس پر نظر ڈالی جائے، تو کچھ شک نہیں کہ دوسرا مذہب ہی محتاط معلوم ہوتا ہے۔

(۲) قتل مسلم کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس فعل کو حلال سمجھے۔ اور اس پر نادم و متاسف نہ ہو۔ مثلاً کوئی مسلمان فوج ہو وہ یہ سمجھے کہ لڑائی لڑنا تو ہمارا کام ہی ہے۔ مسلمان سامنے ہوں گے تو اُن ہی سے لڑیں گے یعنی مسلمانوں پر تلوار اُٹھانا کوئی گناہ کی بات نہیں یا یوں سمجھیں کہ ہمارے مالکوں کا یہی حکم ہے۔ ہم نے اُن کا نمک کھایا ہے، اس لئے ہمیں ایسا ہی کرنا چاہیئے یعنی اگر کوئی اپنا نمک کھلا کر حکم دے کہ مسلمانوں کو قتل کر دو، تو قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ تو اس صورت میں تمام اُمت کا اجماعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ شخص قطعاً و حتماً کافر ہے یعنی اس کفر کا مرتکب ہوا ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ اس کا حکم شرعاً وہی ہوگا جو تمام کفار و مشرکین کا ہے۔ دنیا میں بھی کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اس کو مسلمان سمجھے، اور اس سلوک کا حقدار رکھے جو مسلمان کو مسلمانوں کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ یہ حکم خاص اس مسئلہ ہی پر موقوف نہیں ہے۔ ہر محلل حرام غیر ماول کے لئے یہی حکم ہے۔

(۳) تیسری صورت قتل مسلم کی یہ ہے کہ کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ ہو کر اُن کی فتح و نصرت کے لئے مسلمان سے لڑے، یا لڑائی میں اُن کی اعانت کرے۔ اور جب مسلمانوں اور غیر مسلموں میں جنگ ہو رہی ہو، تو وہ غیر مسلموں کا ساتھ دے۔ یہ صورت اس جرم کے کفر و عدوان کی انتہائی صورت ہے، اور ایمان کی موت اور اسلام کے نابود ہو جانے کی ایک ایسی اشد حالت، جس سے زیادہ کفر و کافری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ دنیا کے وہ سارے گناہ، ساری معصیتیں، ساری ناپاکیاں، ہر طرح اور ہر قسم کی نافرمانیاں، جو ایک مسلمان جیتے جی دنیا میں کر سکتا ہے، یا ان کا وقوع دھیان میں آ سکتا ہے، سب اس کے آگے

حسن دلفریب سے مسحور ہو رہے تھے۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ اُسے مخاطب کرے، یہاں تک کہ ایک منچلے نوجوان کی نظر اُس پر پڑی، اور وہ از خود رفتہ ہو کر اُس سے کہنے لگا "کیا آپ مجھ اپنی خدمت گزاری کے لئے قبول کر سکتی ہیں"؟ مگر اُس نے انتہائی وقار و ترفع سے جواب دیا کہ "میں اس وقت کچھ جواب نہیں دے سکتی، مجھے غور کرنے کی ضرورت ہے۔" اس جواب نے اُس کی ہیبت اور بھی زیادہ کر دی، اور راستہ بھر سب اُس کا ادب کرتے رہے۔ الغرض وہ پیرس پہنچ گئی، اور ایک ہوٹل میں مقیم ہو کر اپنی تدبیر و دھن میں مصروف ہو گئی۔

اُس نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح اپنے شکار پر قابو حاصل کرے مگر کامیابی نہ ہوئی کیونکہ موراؔ بیماری کی وجہ سے برابر اپنے مکان ہی میں رہتا تھا، آخر اُس نے ارادہ کیا کہ گھر کے اندر ہی اُسے قتل کرے [illegible] لکھتا ہے کہ شارلوت نے ہوٹل سے موراؔ کو اس مضمون کا خط لکھا [illegible] سے آئی ہوں، اور چونکہ آپ ایک سچے محب وطن اور ملک کے سب سے بڑے ذمہ دار آدمی ہیں، اس لئے آپ ضرور اُس طرف کے حالات معلوم کرنا چاہینگے لہذا میں ایک گھنٹے کے بعد آؤں گی، اگر آپ مجھے شرف باریابی بخشیں گے تو فرانس کے فائدہ کی بہت سی باتیں مجھ سے سُنیں گے۔" چنانچہ وہ ایک گھنٹہ کے بعد گئی مگر اندر جانے کی اجازت نہ ملی، اس کے بعد اُس نے پھر دوسرا اور تیسرا خط لکھا، اور دوسرے دن سفید لباس پہن کر اور ریشمی شال اوڑھ کر اُس کے مکان پہنچی۔ موراؔ کا مکان ہمیشہ اُس کے حامیوں سے گھرا رہتا تھا اور اُس کی بہت حفاظت کی جاتی تھی کیونکہ دشمنوں سے ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا۔ جو اُس کی جان لینے کے درپے تھے، اسی لئے ہر کس و ناکس کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی، بلکہ صرف خاص خاص اور سمجھے بوجھے آدمی ہی جانے پاتے تھے۔

غرضکہ شارلوت شام کے وقت گاڑی پر پہنچی اور مکان میں داخل ہونے لگی، مگر دربان نے روکا، جس پر اُس نے چلا کر کہا "تم مجھے کیوں روکتے ہو، میں فرانس کے سب سے بڑے دوست سے ملنا چاہتی ہوں۔" موراؔ کے کان میں یہ آواز پہنچی، اور وہ سمجھ گیا کہ یہ وہی عورت ہے جو کئی خط بھیج چکی ہے، چنانچہ اُس نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ جب اُس کے سامنے گئی، تو وہ پانی کے ٹب میں بیٹھا تھا، اور سامنے ایک تختے پر بہت سے کاغذات پھیلے ہوئے تھے، قلم اُس کے ہاتھ میں تھا، اور وہ یورپوں کے برخلاف مضمون لکھ رہا تھا۔ پانی کے باہر اُس کے ہاتھ تھے اور سینہ تک جسم نظر آ رہا تھا جس پر ایک کثیف اور روشنائی سے سَنی ہوئی چادر تھی، اُس کے بال بالکل اُلجھے ہوئے تھے، آنکھیں بیٹھی ہوئی تھیں اور چہرہ نہایت بھیانک تھے۔

شارلوت کے بشرہ سے اگرچہ کسی قسم کا خوف و ہراس اور بدحواسی ظاہر نہ ہوتی تھی، لیکن پھر بھی اُس نے اپنی آنکھیں نیچی رکھیں کہ مبادا دشمن کو شبہ ہو جائے، وہ ٹب کے ایک طرف کھڑی تھی، اور موراؔ شہر کانج کے حالات دریافت کر رہا تھا، آخر میں اُس نے اپنے اُن مخالفین کے نام پوچھے جو وہاں چھپے ہوئے تھے، اور انھیں معلوم کرنے کے بعد مضبوط آواز سے کہا "بس ایک ہفتہ کے اندر اُن کے سر تم یہاں دیکھ لینا۔" جوں ہی اُس کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے شارلوت نے انتہائی پھرتی سے شال کے نیچے سے چھری اور اُس کے پہلو میں پیوست کر دی، موراؔ چلّایا اور جب تک لوگ پہنچیں موت کی خاموشی اُس پر چھا گئی شارلوت نے بھاگنے کی مطلق کوشش نہ کی اور اپنے کو نہایت وقار کے ساتھ پولیس کے حوالہ کر دیا، وہ فوراً جیل خانہ روانہ کر دی گئی، اور تحقیقات میں اُس نے بیان کیا کہ "اگر میرا یہ فعل جرم ہے، تو تنہا میں ہی مجرم ہوں، اس میں کوئی میرا شریک نہیں ہے، اور نہ کسی کو میرے ارادہ کی اطلاع تھی۔ مجھے مقتول سے کوئی ذاتی عداوت نہ تھی، میں نے صرف اپنے ملک کی بھلائی کے خیال سے اُسے مارا ہے۔" اُس نے اپنے بیان میں یہ الفاظ بھی لکھے تھے کہ "میں دیکھتی ہوں کہ لوگ مجھے اس فعل پر ملامت کرتے ہیں لیکن انھیں غور کرنا چاہیئے کہ جس کے پہلو میں درد ہوتا ہے، اور دل میں زندہ احساس، کیا وہ اپنے ملک و قوم کی مصیبت پر خاموش اور خوش رہ سکتا ہے"! ساتھ ہی اُس نے باپ کی نسبت لکھا کہ "وہ رنجیدہ ہو، اور کارنل کا یہ مقولہ یاد رکھے کہ "عیب گناہ میں ہے نہ کہ پھانسی میں"

اور جب ۱۰ جولائی کو اُس کا مقدمہ پیش ہوا تو اُس نے مجبوری سے صاف صاف کہہ دیا کہ "بے شک میں نے موراؔ کو قتل کیا ہے، میں نے ایک آدمی قتل کیا ہے تاکہ ایک لاکھ آدمیوں کی جان اس کی بے پناہ تلوار سے بچاؤں۔" آخر میں جج نے دریافت کیا "تم کچھ اور کہنا چاہتی ہو"؟ اُس نے جواب دیا "ہاں کہنا چاہتی ہوں، اور وہ یہ کہ جو کچھ میں نے کیا ہے" بالکل ٹھیک کیا ہے، اور اپنے جرم کی بریّت میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں اُس کی مرتکب ہوئی ہوں، اور شرمندہ نہیں بلکہ خوش ہوں"! اسی اثنا میں اُس نے دیکھا کہ مصور اُس کی تصویر بنا رہا ہے، وہ فوراً اُس کی طرف پھر گئی تاکہ آسانی سے وہ اپنا کام کر لے، اور جب اُسے جلاد لے چلا، تو اُس نے قینچی سے اپنے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر اُسے دے دی، جو اب تک مع اُس کی تصویر کے ورسیلز کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ مغرب سے کچھ پہلے وہ مقتل میں لائی گئی، اُسی وقت آسمان تاریک ہو گیا اور سخت آندھی آئی، اور جب دوسرے دن سورج کی روشنی پھیلی، تو اس پیکر حسن کا سر جسم سے الگ پڑا تھا! بے شک شارلوت کی زندگی جلاد کی تلوار نے ختم کر دی، مگر تاریخ کے صفحات پر وہ اب تک زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گی، دُنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی اُسے فنا نہیں کر سکتی! شہدائے صداقت اسی طرح مر کر ہمیشہ زندہ رہتے ہیں +

چند حقائق و نتائج

برطانیہ کا طرز عمل ہندوستان کے ساتھ

سوا راج یا موت

اگر تم کسی شخص، کسی جماعت، کسی گورنمنٹ کا چال چلن معلوم کرنا چاہتے ہو تو تمہیں سب سے پہلے ان کے آمد و خرچ پر نظر ڈالنا چاہئے کہ دولت [illegible] کون [illegible] ہے اور پھر خرچ کی کیا مدیں ہیں؟

ہمیں اس مضمون میں گورنمنٹ آف انڈیا کے چال چلن کو دیکھنا ہے، [illegible] کو قصداً نظر انداز کئے دیتے ہیں، کیونکہ اس میں اب بھی کمی بیشی ہو سکتی ہے، ہم صرف [illegible] دو برسوں کے خرچ پر نظر ڈالتے ہیں جس کا حساب منتظم ہو کر شائع ہو چکا ہے اور جس میں کسی قسم کی غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ چنانچہ اُن کا نقشہ مع چند مدوں کے حساب [illegible]

سنہ	کل خرچ	فوج	تعلیم	حفظان صحت
۱۹۱۹ء	۱۲۰	۴۵½	۴	½
۱۹۲۰ء	۱۴۴	۵۰½		¾

۱۹۱۹ء کے جنگی مصارف میں "افغانی جنگ" کے اخراجات شامل ہیں جو اب سرکاری طور پر جنگ کہی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ جنگ زبردستی لڑی گئی تھی، ہندوستان کو اس سے کوئی تعلق نہ تھا اور نہ افغانستان سے کسی قسم کا خطرہ تھا، مگر گورنمنٹ آف انڈیا کو اس سے تعلق ضرور تھا، کیونکہ اسے افغانستان پر اپنے ناجائز اقتدار کو برقرار رکھنا تھا۔

مندرجہ بالا اعداد و شمار سے اصل حقیقت سامنے آجاتی ہے کہ ہندوستان کی اس مہذب گورنمنٹ کا چال چلن کیا ہے؟ اور وہ اپنی فاقہ مست رعایا کی گاڑھی کمائی کس طرح صرف کرتی ہے، کہ جس کی غربت و فلاکت کا یہ عالم ہے کہ مشکل سے نصف آبادی کو پیٹ بھر کے غذا نصیب ہوتی ہے۔ ہاں یہ اس گورنمنٹ کے مصارف ہیں جو انتہائی فخر و مباہات سے دعویٰ کرتی کہ وہ ہندوستان کو سلف گورنمنٹ کے لئے تیار کر رہی ہے! کیا ہندوستان اسی طرح سلف گورنمنٹ کے لئے تیار ہوگا کہ اس کی گاڑھی کمائی فوج پر بے دریغ صرف کی جا رہی ہے؟ کیا حفظان صحت و تعلیم سے زیادہ ہندوستان کو فوج کی ضرورت ہے؟

برطانیہ سو برس سے برابر یہ کہہ رہا ہے کہ وہ ہندوستان میں محض ہندوستان کے فائدہ کے لئے ٹھہرا ہوا ہے، اور وہ اس ملک کو حکومت خود اختیاری کی طرف لئے جا رہا ہے۔ نہایت مبارک مقصد ہے، اور برطانیہ ہندوستان میں زندہ رہے! اگر اس وقت جب برطانیہ کا عمل ایسا ہو، ہندوستان کو الفاظ نہیں چاہئے، عمل کی ضرورت ہے۔ اور گورنمنٹ کا عمل یہ ہے کہ وہ دس پونڈ فوج پر صرف کرتی ہے، اور ایک پونڈ تعلیم پر کیا یہی راہ وہ ہے جس پر چل کر ہندوستان حکومت خود اختیاری کے قابل ہو جائے گا؟

دنیا کی وہ تمام گورنمنٹیں جو مہذب ہونے کا دعویٰ کرتی ہیں ان کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ملک کی تعلیم و تربیت پر زیادہ روپیہ صرف کریں، کیونکہ علم ہر شخص کا پیدائشی حق ہے، علم کی ہر آدمی کو ضرورت ہے، تاکہ وہ اپنے سود و بہبود کو سمجھے اور اپنے وطن و قوم کی خدمت کر سکے۔ لیکن ہندوستان کی مہذب گورنمنٹ اس عالمگیر و مسلم اصول کو تسلیم نہیں کرتی، کیونکہ وہ جانتی ہے کہ ہندوستان کی جہالت ہی نے اس کو پامال کر رکھا ہے، اور یہ کہ آفتاب علم کے طلوع کے بعد اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ ہندوستان کو جاہل رکھ کر اور مضر تعلیم دیکر درحقیقت برطانیہ نے ایک ایسا گناہ کیا ہے کہ جس کا کفارہ ہو ہی نہیں سکتا۔

اسی طرح ملک کی تندرستی کی طرف سے اس کی غفلت ناقابل معافی ہے، کیونکہ محض اس کی دانستہ غفلت کی وجہ سے ہندوستان کی صحت بالکل تباہ ہو گئی ہے، نہ صرف موجودہ نسل کی بلکہ آئندہ بھی کئی نسلوں کی، اور برطانیہ کے اس احسان کو ہندوستان صدیوں تک یاد کرتا رہیگا! حالانکہ اگر گورنمنٹ ذرا بھی توجہ کرتی تو ملک بیماریوں سے محفوظ رہتا، کیونکہ موجودہ ایجادات و تحقیقات نے تقریباً تمام امراض کے کارگر علاج بتا دئے ہیں، مگر یہ تو اس صورت میں جبکہ حکومت کو اپنے فرائض کا احساس ہوتا اور وہ اس طرف توجہ کرتی۔

ایک لمحہ کے لئے ذرا اس افسوسناک منظر کا تصور کرو جو اس وقت ہندوستان کا ہو رہا ہے۔ ہر طرف موت کی گرم بازاری ہے، طاعون، کالرا، ملیریا، انفلوئنزا، اور دوسرے ملعون امراض اپنے مہلک پنجوں میں پوری آبادی کو دبوچے ہوئے ہیں، اور لاکھوں کی تعداد میں مرد عورتیں اور بچے خوفناک بیماریوں میں مبتلا ہیں، بڑے بڑے شہروں سے لیکر چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں غرضکہ جہاں جاؤ، متعدی امراض کے بیماریوں کو بکثرت پاؤ گے اور اگر شملہ کی چوٹی کو چھوڑ دیا جائے تو معلوم ہوگا کہ تیس کرور انسانوں کی آبادی کی صحت پر دس لاکھ سے بھی کم روپیہ سالانہ صرف کیا جاتا ہے۔ پھر کیا اسی پر برطانیہ کو ہندوستان کی حکومت پر ناز ہے؟ اور کیا اسی طریقے سے وہ ہندوستان کو بام عروج پر پہنچا دیگی؟

اس کے متعلق کسی قسم کا بہانہ تلاش کرنا فضول ہے، التوائے جنگ کے بعد ان بے شمار جنگی مصارف کے بارے میں گورنمنٹ نے کہا تھا کہ "جاپان میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے" اس بے معنی منطق کو بجز گورنمنٹ کے اور کوئی صحیح تسلیم نہیں کر سکتا، اگر بالفرض جاپان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ تو اس سے ہندوستان میں بھی یہی ہونا کیونکر لازم آتا ہے؟ ہم تو جاپان کی حکومت کو بھی جابر و خونخوار سمجھتے ہیں، کیونکہ وہ بھی فوج کے ذریعہ سے قائم ہے۔

یہ احمقانہ عذر پیش کرنا بھی بے سود ہے کہ ہندوستان میں بکثرت فوج اس کی سرحدوں کی حفاظت کیلئے رکھنا ضروری ہے۔ ہندوستان کو کس سے خطرہ ہے؟ کیا پٹھانوں سے جو بیابان نشین آتشیں اسلحہ سے محروم ہیں اور کسی طرح بھی ہندوستان کو خطرہ میں نہیں ڈال سکتے؟ اگر وہ نہیں تو کیا روس کے بالشویکوں سے؟ حالانکہ وہ برابر یہی کہتے ہیں کہ ہم جنگجوئی اور ملک گیری کے خلاف ہیں، جو سوویٹ گورنمنٹ، جارجیا، ارمینیا، اور ایران کے علاقوں کو قابو پا لینے کے بعد بھی چھوڑ دیتی ہے، اس کے متعلق یہ کہنا کہ ہندوستان کو فتح کرنا چاہتی ہے، سخت فریب ہے، اور اگر وہ ایسا ارادہ رکھتی بھی ہو تو بھی اتنی بڑی فوج کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

گورنمنٹ آف انڈیا ہمیشہ سے اسی قسم کے حیلے تراشتی رہی ہے تاکہ اپنے ان بے حساب جنگی مصارف کو جائز ثابت کر سکے، حالانکہ ہندوستان کو نہ کبھی بیرونی خطرہ تھا اور نہ اب ہے، بیشک ہندوستان کو کبھی خطرہ نہ تھا، لیکن گورنمنٹ کو ہمیشہ خطرہ رہا ہے، بیرونی سلطنتوں سے نہیں خود ہندوستان سے، اور اسی کی وجہ سے اس نے تمام ملک کو فوجی چھاؤنی بنا رکھا ہے، اور اپنی قوت و مضبوطی کے لئے وہ اپنی تمام قوتیں صرف کرتی رہی ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ ہندوستان کے روپیہ اور فوج سے برطانیہ ساری دنیا کو غلام بناتا رہا ہے اور اس وقت بھی بنا رہا ہے، ترکی کی بربادی اور خلافت کی تباہی اسی ذریعہ سے اس نے کی ہے اور اس وقت بھی اسلامی ممالک پر ہندوستانی فوجوں کے ذریعہ سے وہ قبضہ جمائے ہوئے ہے۔ چنانچہ گذشتہ سال (۱۹۲۰ء) بقول مسٹر چرچل سابق وزیر جنگ۔ ایک لاکھ تئیس ہزار ہندوستانی سپاہی ان ممالک میں موجود تھے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے!

نام ملک	انگریزی فوج	ہندوستانی فوج	مصارف بحساب پونڈ
دار الخلافت قسطنطنیہ	۱ ہزار	۸ ہزار	۲۴۷۵۰۰۰
شمال و مغربی ایران	۱۰ ہزار	۸۲۵۰۰ ہزار	۱۲۵۰۰۰۰۰
مصر	۱۲ ہزار	۱۴ ہزار	۳۱۲۵۰۰۰
فلسطین	۶۵۰۰ ہزار	۱۱ ہزار	۲۰۵۰۰۰۰

یہ اعداد و شمار تو سرکاری ہیں، جو ہمیشہ ایسے موقعوں پر اصل سے کم بتائے جاتے ہیں،

[illegible] ان بحث میں نہ پڑیں گے کہ جو کچھ کہا گیا ہے اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ برطانیہ [illegible] لیکن ہم گورنمنٹ کو کیوں ملامت کریں؟ وہ اپنے مفاد کے لئے جو کچھ کر سکتی ہے کرتی ہے۔ اسے اخلاق کا خیال کب تھا کہ اس موقع پر اس کا لحاظ کرے۔ البتہ ملامت ہندوستان پر ہے کہ وہ اب تک کیوں اپنے فرض سے غافل رہا؟ اور اگر غافل رہا تھا تو اب نہ غافل رہنا چاہئے، اور اسے [illegible] تمام فکر و تدابیر اختیار کرنی چاہئیں جن سے کہ ملک اپنا [illegible] میں کہنا ہو تو یہ سوراج، کیونکہ صرف اسی کے حصول پر ہندوستان کی زندگی موقوف ہے، ورنہ وہ برطانوی ملک گیری کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ ہی چکا ہے۔ (بدر الدین [illegible])

جمعہ ۲۵- نومبر مطابق ۲۴ ربیع الاول

خطبۂ صدارت

حضرت مولانا ابو الکلام صاحب مدظلہ

(جو جمعیۃ العلماء کے سوم سالانہ اجلاس لاہور میں پڑھا گیا)

الحمد للہ الذی جعلنا امۃ التوحید وجعل دیننا دین التوحید وسیاستنا سیاسۃ التوحید واعزّ من استقام منا علی التوحید واذلّ من انحرف عن محجۃ التوحید ابعد ناکما بد أنا الی التوحید انہ ہو یبدئ ویعید وہو الغفور الودود ذو العرش المجید فعّال لما یرید ۔

والصلوۃ والسلام علی محمد خاتم انبیائہ ورسلہ وصفوتہ من خلقہ ، الذی بعثہ بتوحید الالوہیۃ والربوبیۃ یحرر الخلق من رق العبودیہ للعوالم السماویۃ والارضیہ ، وبتوحید السیاسۃ لتکون الشعوب والقبائل امۃ واحدۃ تضمہا شریعۃ عادلۃ واحدۃ لیخلصہم من قیود الحکومۃ المستبدۃ الجائرۃ ویفکہم من اغلال الجنسیۃ الفاسدۃ فعزّ باتباعہ المومنون وذلّ باعراضہم عنہ المنہزمون وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید !

ایہا السادۃ !

جمعیۃ العلماء ہند کا تیسرا سالانہ اجتماع ہے جس کی صدارت کے لئے آپ نے اس عاجز کو منتخب فرمایا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑی عزت ہے جو ہندوستان کی اسلامی آبادی میں کسی خادم علم وملت کو حاصل ہو سکتی ہے ، لیکن دنیا کی تمام عزتوں کی طرح ادائے فرض ومسئولیت کا بارِ گران بھی اپنے ساتھ رکھتی ہے۔ میں آپ تمام بزرگان ملت کا شکرگزار ہوں اور اُمید کرتا ہوں کہ جس طرح آپ کے لطف وکرم نے میری بے بضاعتی کو قبول فرمایا ہے ، اُسی طرح آپ کی رفاقت ومساعدت میری کمزوریوں اور درماندگیوں کے لئے بھی پردہ پوش ہوگی۔ آیئے اعزم وعمل کی اس نازک اور پُرآشوب گھڑی میں ہم سب کے دل اُس کارفرمائے حقیقی کے آگے جھک جائیں جس کے فضل وکرم کے بغیر ہماری کوئی سعی وجستجو کامیاب نہیں ہو سکتی۔ وہ کریم کارساز ہماری درماندگیوں اور بیچارگیوں پر رحم فرمائے ، ہماری خطاؤں اور لغزشوں کو بخش دے ، اپنی رحمتوں اور برکتوں کا دروازہ ہم پر کھول دے ، اور اُس کی توفیق چارہ سازی ودستگیری سے ایسا ہو کہ ہم سب کی نیتیں خالص ، ہم سب کے اعمال صالح ، ہم سب کے ارادے راسخ ، اور ہم سب کے قدم جادۂ حق وصدق اور صراط مستقیم پر قائم واستوار ہو جائیں۔ ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وہیئ لنا من امرنا رشدا !

نظارۂ مجلس !

حضرات علماء کرام ! قبل اس کے کہ ہمارا سفر نظر وفکر شروع ہو مجھے ایک لمحہ کے لئے اُن عزیزان ملت سے مخاطب ہونے دیجئے جو آج آپ کی مجلس میں چشم نظارہ اور دل پُرشوق لئے کر [illegible] ہوئے ہیں۔

اے عزیزان ملت ! آیئے ایک [illegible] نظر ڈال لیجئے جو اس وقت آپ کو [illegible] رہا ہے ۔ آپ میں [illegible] آنکھیں ایسی ہوں گی جنہوں نے دنیوی [illegible] جلال کے بڑے بڑے منظر دیکھے ہوں گے ۔ بہت سی آنکھیں ایسی ہوں گی جن کے سامنے بارہا ارباب حکومت ودولت کی شان وشوکت نے جلوہ فروشیاں کی ہوں گی اور [illegible] نہیں کچھ نظریں ایسی بھی ہوں جو حکمرانوں کے درباروں کی ہیبت وجبروت کا نظارہ کر چکی ہوں ، لیکن آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ کشش ونظرفریبی کے اُن تمام سامانوں اور جلوؤں میں سے کوئی ایک بات بھی یہاں نظر نہیں آتی۔ دولت کی شان وشوکت کا یہاں [illegible] نشان نہیں ہے۔ دنیوی حکومت وفرمانروائی کی نمود ونمایش سے یہاں کا گوشہ گوشہ خالی ہے [illegible] زرّین لباسوں کی آرائش ہے ، نہ [illegible] نشینوں کی زیبائش [illegible] یہ ارباب تقوی وصدق کی مجلس ہے ، نیازمندان صدق وبے نیازان دنیا کی [illegible] ہے۔ یہاں آپ کو اُس دنیاوی شان وشوکت نہیں مل سکتی جسے چھوڑ کر اس وقت آپ آئے ہیں۔ البتہ اگر اقلیم حق اور شہرستان صدق وصفا کا جاہ وجلال دیکھنا [illegible] انہی فقرائے علم کے پھٹے پرانے کپڑوں اور بے شکوہ صورتوں کے اندر ڈھونڈھئے [illegible] کا محبت جنہوں نے فقر وفاقہ کو ہمیشہ اپنی دولت سمجھا ، زہد وقناعت کو اپنی اقلیم استغنا کا تاج وتخت بنایا [illegible] ابھی دنیائے مادی کے لازوال [illegible] حق اور [illegible] کے منہ پر پھینک دیا ، اور دنیا کی [illegible] جن کے کبر وقوت اور سطوت الٰہی [illegible] ان کے پیچھے [illegible] دامنوں پر عقیدت واطاعت کی آنکھیں ملیں ، اور تاج وتخت حکومت کو ہمیشہ ان کے پائے استقامت کی ٹھوکریں نصیب ہوئیں ، انہوں نے اللہ کی چوکھٹ پر سر نیاز جھکایا کہ تمام کرۂ ارضی کی عظمتوں اور قصروں کو اپنے سامنے سرنگون کر دیا تھا۔

ہستند حقیر [illegible] عشق ، [illegible] قوم
شہان بے کمر وخسروان بے کلاہ اند

یہ سچ ہے کہ آج یہ خود اپنی ہی غفلت وخود فراموشی کی بدولت اپنی وہ رفعت وعظمت الٰہی کھو چکے ہیں ، اور اب ان کی عظمت وجلال کی حقیقت بھی تاریخ ماضی کا ایک افسانہ بن کر رہ گئی ہے ، خدا نے ان کو جس منصب عظیم وجلیل پر سرفراز فرمایا تھا اس کی قدر انہوں نے نہ پہچانی اور خود اپنے ہی ہاتھوں اپنی شرف وعزت کا خلعت پارہ پارہ کر دیا ، خدا نے دنیا کو ان کے سامنے گرایا تھا لیکن افسوس ہے کہ یہ خود دنیا کے سامنے گرے خدا نے ان کو صرف اپنی ہی چوکھٹ پر جھکایا تھا ، لیکن انہوں نے انسانوں کی چوکھٹوں پر جبہ سائی کی۔ جب اللہ اور اس کے کلمۂ حق کی خدمت کی جانب سے ان کے دل غافل ہو گئے ، تو دنیا

بھی ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں۔ بلاشبہ یہ ایک حقیقت ہے۔ لیکن اے تقارہ گیان مجلس! خواہ زمانے کے انقلابات و حوادث نے انھیں کتنا ہی حقیر و بے مرتبت بنا دیا ہو لیکن خدارا آپ چشم حقارت سے نہ دیکھیں۔ یہی ہیں جنھوں نے اسی دنیا میں خدا کے رسولوں کی نیابت کی ہے۔ یہی ہیں جو اُن کی وراثت کے حقدار ٹھہرے ہیں، یہی ہیں جن کے ہاتھوں میں اُمت مرحومہ اور خیر الامم کی قیادت و ہدایت کی باگ رہی ہے۔ یہی ہیں جو آج تیرہ سو برس سے خدا کی زمین پر اس کے کلمۂ حق کی حفاظت کرتے رہے ہیں یہی ہیں جن کی عظمت لازوال کے نقوش صفحۂ عالم پر ثبت ہیں اور جن کی ہیبت و سطوت کے افسانے آج تک زبان تاریخ پر جاری ہیں! اور پھر یاد رکھیئے کہ یہی ہیں جو باوجود اپنی تمام کوتاہیوں اور درماندگیوں کے اب بھی آپ کی قسمت کے مالک اور آپ کی سعادت و شقاوت کی باگ اپنے ہاتھوں میں رکھتے ہیں۔ آپ کو اگر زندگی مل سکتی ہے تو ان ہی کے ہاتھوں سے اور اگر آپ اپنی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ حاصل کرسکتے ہیں تو صرف ان ہی کی اطاعت اور پیروی سے!

در سفالین کاسۂ رندان بخواری منگرید
کین حریفان خدمت جام جہان بین کردہ اند
قدسیان بے بہرہ اند از جرعۂ کاس الکرام
این تطاول بین کہ با عشاق مسکین کردہ اند

اخلاص نیت اور اصابۂ عمل

حضرات! ہمارا یہ اجتماع اور احتفال ایک اجتماعی عمل ہے۔ ہم سب جمع ہوئے ہیں کہ اپنے گم کردہ مقصد کی جستجو کریں۔ اس لئے ضروری ہے کہ حکمت الٰہی نے تمام اعمال کی کامیابی کے لئے جو شرائط مقرر کردی ہیں، وہ اس عمل کی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہوں، پس ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ مقصد کی جستجو سے پہلے خود اپنے اندر اُن شرائط کی جستجو کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا کی ہیں۔ دماغ دیا ہے جو ارادہ کرتا ہے اور اعضاء و جوارح دئے ہیں جو اُس ارادے کو فعل میں لاتے ہیں پس ہر انسانی عمل کی کامیابی کے لئے قدرتی طور پر دو باتیں ضروری ٹھہریں۔ ارادہ کا صحیح ہونا۔ اور فعل کا صحیح طریقہ پر انجام پانا۔ دنیا کا کوئی عمل نہیں جو ان دو شرطوں کے بغیر وجود میں آسکے۔ علوم و اخلاق میں ان ہی دو حقیقتوں کو مختلف ناموں سے تعبیر کیا ہے۔ عزم، منصوبہ، تصور، اعتقاد، وغیرہ سب سے وہی حقیقت مراد ہے جو افعال سے پہلے وجود میں آتی ہے، اور افعال کے لئے بمنزلہ علت و سبب کے ہوتی ہے۔ جب تک وہ صحیح نہ ہوگی، فعل بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ یہ بڑا ہال کی عمارت ہے جس میں ہم سب آج مجتمع ہوئے ہیں، یقیناً اس کی دیواریں اور محرابیں ہاتھوں نے چنیں اور اینٹ گارا بنا کر بنا دی گئیں، لیکن کیا یہ سب کچھ وجود میں آسکتا، اگر معمار اور انجینیر کے دماغ میں پہلے اس کا صحیح نقشہ ارادہ و تصور کی حالت میں نہ کھنچ جاتا؟ پہلے یہ ہال انجینیر کے دماغ میں بن چکا، تب کہیں جا کر اس زمین پر وجود میں آیا۔ اسی حقیقت کو شریعت نے ایک جامع اصطلاح نیت اور عمل سے تعبیر کیا ہے، اور تمام ایمانیات و عبادات کو ان ہی دو حقیقتوں کی تصحیح و اصلاح سے مرکب کیا ہے۔ نیت، دماغ کا ارادہ اور دل کا یقین و اعتقاد ہے۔ پس شریعت بتلاتی ہے کہ تمام کاموں کی کامیابی کے لئے پہلی چیز نیت کی صحیح اور درستگی ہے۔ یہی اصلی جز ہے، باقی سب شاخیں۔ انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرء ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و رسولہ فھجرتہ الی اللہ و رسولہ و من کانت ھجرتہ لدنیا یصیبھا او امراۃ ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ۔ متفق علیہ ۔ الحدیث۔ حضرۃ امام بخاری نے اسی لئے اس جامع الکلم کو اپنی جامع صحیح کا سرنامہ و عنوان قرار دیا کیونکہ تمام اعمال کی بنیاد اور تمام ایمانیات و عبادات کی اصل یہی قانون الٰہی ہے اور اس کے بعد جو کچھ بھی اُس کتاب میں روایت کیا گیا ہے، گویا وہ سب کا سب اسی کی شرح اور اسی اجمال کی تفصیل ہے۔

حضرات! آپ نے اپنے بزرگانہ لطف و کرم سے جو خدمت میرے سپرد کی ہے، میں اس کی انجام دہی میں خیانت کروں گا، اگر اس حقیقت کی طرف سب سے پہلے آپ کو توجہ نہ دلاؤں اس راہ کی سب سے پہلی شرط نیت کا اخلاص ہے اور ہر اُس قلب پر فلاح و کامیابی کی راہ حرام ہے جو اخلاص نیت کی دولت سے محروم ہو۔ اخلاص نیت سے مقصود یہ ہے کہ جو کام کیا جائے اُس سے مقصود صرف ادائے فرض ہو اور اللہ اور اس کی مرضات ہوں۔ و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ۔ غرض، نفس، اور ذات کی خواہشوں اور آلودگیوں کو اس میں دخل نہ ہو۔

قرآن حکیم نے جا بجا انبیاء کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ ہمیں بتلایا ہے کہ خدمت انسانی اور دعوۃ امت کی راہ میں ان کا اعلان کیا تھا؟ ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علیٰ رب العالمین! حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت امام دارمی نے روایت کیا ہے کہ ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتے اللھم اجعل عملی کلہ صالحا، واجعلہ لوجھک خالصا، ولا تجعل لاحد فیہ شیئا!

حضرات! گزشتہ پچاس برس سے ہندوستان میں مختلف اغراض و مقاصد سے مجالس و اجتماعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور جہاں ان کا وجود ہمارے تمام اجتماعی اعمال کے لئے بحکم شوریٰ ضروری ہے، وہاں نیات و مقاصد کے لئے ایک نئی ابتلا بھی پیدا ہوگئی ہے۔ ان مجالس میں شہرت کے ذرائع ہیں، ترفع کے مواقع ہیں، نمود و نمائش کے مطامع ہیں، ان میں تقریریں کی جاتی ہیں جن کی تحسین میں نعرہ ہائے تحسین بلند ہوتے ہیں، ان کے عہدے اور مناصب ہیں، جن کے لئے امیدواروں میں منافست و مسابقت کی کشمکش ہے، ان کی صدارت و ریاست ہے جس کی طمع بسا اوقات ہمارے اخلاص عمل پر غالب آجاتی ہے۔ پس ہم سب کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ اپنی اپنی نیتوں اور دلوں کا کامل راست بازی کے ساتھ مراقبہ کریں، اور ان مہلکات راہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوں۔ ہمارا مقصد نہایت عظیم ہے، اور ہم نے ادائے فرض اور خدمت انسانی کی ایک ایسی راہ میں قدم رکھا ہے، جس سے بڑھ کر ذمہ داری کی انسان کے لئے کوئی راہ نہیں ہوسکتی۔ ہمارے کاندھوں پر اللہ کے رسولوں اور نبیوں کی نیابت کا مقدس بوجھ ہے، اور ہمارے سامنے حق کی شہادت اور امت مرحومہ کی احیاء و تجدید کا عظیم الشان کام ہے۔ حیف ہے اگر ایک ایسے مقدس اور پاک کام میں بھی اپنی نیتوں کو پاک نہ رکھیں

[illegible] کی ایک ادنیٰ کدورت بھی ہمارے دلوں کو ملوث کر سکے۔ پس ہر حال [illegible] صحیح و اخلاص نیت کا ہے۔ جب تک اس اولین منزل سے قدم کامیاب [illegible] نہیں گے فوز و فلاح کی کوئی منزل رونما نہیں ہو سکتی۔

دوسری شرط اس راہ کی صحت عمل ہے۔ صحت عمل سے یہ مقصود ہے کہ جب ارادہ و [illegible] ہو گیا، تو اب اس کو عمل میں لانے کے لئے جو طریقے اختیار کئے جائیں، وہ ٹھیک [illegible] پر ہوں یعنی ہر طرح کی گمراہی، کج روی، اور کمزوری و نقائص سے محفوظ [illegible] اس بارے میں قرآن حکیم نے ہمیں بتلایا ہے کہ تمام برکات عمل کا اصلی مبدء و سرچشمہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اسوۂ حسنہ ہے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ اور [illegible] لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اور پانچ وقت ہم خدا کی سامنے یہی دعا مانگا کرتے ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم سورۂ نساء میں بتلا دیا ہے کہ جماعت من انعم اللہ علیھم کون ہے؟ فرمایا کہ سب سے پہلا طبقہ ان میں انبیاء کرام کا ہے الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولائک رفیقا۔ پس صرف وہی عمل مقبول ہو سکتا ہے جو وجہ صواب پر ہو، اور وہ نہیں ہے مگر انبیاء کرام کا اسوہ۔ جو عمل اس اسوہ سے متاسّی طریق نبوۃ سے متعلق، اور منہاج نبوت کے قدم بقدم نہ ہوگا، وہ کبھی مقبول و مشکور نہیں ہو سکتا۔

حضرات! یہی دو شرطیں ہیں جن کی تکمیل پر ہمارے تمام اعمال کی کامیابی بھی موقوف ہے۔ کتنا ہی اخلاص نیت ہو، لیکن اگر عمل کی راہ طریق صواب پر اختیار نہیں کی گئی، تو گو حسن نیت کا اجر حاصل ہو، لیکن عمل کی کامیابی حاصل نہ ہوگی، اسی طرح خواہ کتنا ہی بہتر طریق صواب اختیار کیا جائے، لیکن اگر اخلاص نیت کی روح سے عمل خالی ہوگا، تو کبھی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکے گا۔ چنانچہ اسی بنا پر صحابہ و سلف سے آیۂ کریمہ لیبلوکم ایکم احسن عملا کی تفسیر میں منقول ہے (کما رواہ ابن عساکر وابن کثیر والسیوطی وغیرھم) کہ "ای خلصہ واصوبہ"۔ پھر اس کی تشریح کی اذا کان العمل خالصاً ولم یکن صواباً لم یقبل واذا کان صواباً ولم یکن خالصاً لم یقبل حتی یکون خالصاً صواباً۔ والخالص ان یکون للہ والصواب ان یکون علی السنۃ۔ لیکن سنت سے یہاں مراد صرف عبادات و طاعات ہی کی سنن نہیں ہیں بلکہ اعمال نبوۃ کے تمام سنن و نوامیس مقصود ہیں۔ جن کی راہیں اللہ تعالے نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر کھول دیتا ہے، اور وہ ان کے ذریعہ معالجۂ نفوس و تزکیۂ قلوب، و تشکیل جماعت، و تاسیس امۃ صالحہ کا عمل عظیم انجام دیتے ہیں۔ یہ بات کہ انسان کی بھیڑوں کو ایک منظم و متقوم امۃ صالحہ و عاملہ کی شکل میں بدل دینا، اور بکھرے ہوئے اجزا سے ایک متحد و مؤتلف جسم قومیت ڈھال لینا، اور تمام امراض اجتماعیہ اور علل معنویہ کی تداوی و طبابت سے عہدہ برآ ہونا ایک خالص عمل نبوت ہے، اور انبیاء کرام کے بعد صرف وہی ورثاء نبوت اس عمل کو انجام دے سکتے ہیں جو اسوۂ حسنۂ نبوت سے متاسّی ہوں، جن پر اللہ تعالیٰ نے حکمت نبوت کے اسرار و غوامض کا دروازۂ وراثت و نیابت کھول دیا ہو، شرح اس اجمال کی بہت طولانی ہے یہاں صرف اشارہ مقصود ہے۔ اور ان مطالب کو اپنی بعض تالیفات میں مشرح لکھ چکا ہوں۔ (باقی دارد)

مراکش کا فرانسیسی گورنر جنرل کیا کر رہا ہے

العدل قسطنطنیہ کا خاص نامہ نگار مراکش سے لکھتا ہے کہ "مارشل لیوطائے" فرانسیسی گورنر جنرل مراکش میں انتہائی نرم پالیسی برت رہے ہیں: اور سرکاری طور پر اس امر کی کوشش کر رہے ہیں کہ باشندگان مراکو خلافت عظمیٰ کے ساتھ اپنے تعلقات مضبوط کریں اور دولت عثمانیہ کی محبت کو اپنے دلوں میں جگہ دیں۔ لارڈ ریڈنگ ہندوستان کے برطانوی گورنر جنرل [illegible] دماغ سے اس پالیسی پر غور فرمائیں +

امریکن اخبارات کی رائے

امریکن پریس کا جو نمایندہ یونانی فوجوں کے ساتھ میدان جنگ میں شامل تھا وہ ایک تار میں لکھتا ہے کہ یونانی سپہ سالار ترکی فوج کی بہادرانہ قوتوں کا اعتراف کر چکے ہیں، میں اس کی تصدیق کرتا ہوا اس امر کا یقین کرتا ہوں کہ ایک ترکی لشکر کے مقابلہ میں برابر کے دس یونانی لشکر ہر قسم کے ساز و سامان کے باوجود نہیں ٹھہر سکتے +

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کی تصریحات

میدان جنگ کی روانگی کے وقت حضرت غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے اخبارات کے نمایندوں سے کہا "عثمانی فوج پہاڑے میں جنگ کرنے کی ہمیشہ سے عادی ہے اور اس لئے وہ مقامی لڑائیوں کے بجائے دشمن سے برخلاف عام جنگی کارروائیاں اس موسم میں کریگی"۔ پھر فرمایا "اب حقیقی جنگ شروع ہوئی ہے، اور ہمارے بے پناہ حملے اب دشمنوں سے وطن مقدس کو پاک کر دیں گے +

یونانی سپہ سالار نے شکست کا اعتراف کر لیا

ایک سرکاری بیان میں جنرل پاپولاس "یونانی سپہ سالار" نے اعتراف کیا ہے کہ دشمنوں کا تعاقب کرنے کے بعد اب یونانی فوجیں اپنی جگہ پر واپس آگئی ہیں +

ترکوں کا قومی بیڑہ

طرابزون میں، دو بالشویک جنگی جہاز سرخ جھنڈا اڑاتے ہوئے داخل ہوئے، اور جب لنگر انداز ہو گئے تو ان پر ترکی جھنڈا اڑا دیا گیا اور یہ دونوں جہاز بھی ترکوں کے قومی جنگی بیڑہ میں شامل ہو گئے +

عراق کی نام نہاد سلطنت

عراق میں امیر فیصل کی نام نہاد سلطنت کا رقبہ ۳۴۱۱۰۰ کیلومٹر مربع ہے اور ۱۹۲۰ء کی مردم شماری کی رو سے کل آبادی ۲۸۶۹۲۸۲ ہے۔ یہ مملکت شبہ جزیرہ کے طور پر دجلہ و فرات کے مابین واقع ہے اور اس کے اہم ترین شہروں میں بغداد، بصرہ اور موصل ہے یہ سرزمین نہایت سرسبز و شاداب ہے، خصوصاً موصل میں تیل کے کنوئیں دنیا بھر میں شہرت رکھتے ہیں، ان کنوؤں سے برطانیہ کی سرمایہ داری نشو و نما پائیگی اور ۲۵ فیصدی تیل فرانس لیا کریگا +

مواعظ و خطب

ان الحکم الا للہ

اس سے پہلے کہ دنیا نور ... ہدایت سے منور ہو، انسان کا کیا حال تھا؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا، جنگل کا ہر بڑا درخت اس کا خدا تھا، زمین کا ہر خوفناک کیڑا اس کا خدا تھا، پہاڑ کا ہر سیاہ پتھر اس کا خدا تھا۔ وہ سانپ کو پوجتا تھا، وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیوی تھی، وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا، وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگنی دیوی تھی اور کہیں خدا کا مظہر تھی ... ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے۔ وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور ... تھے، وہ حیوانوں کو پوجتا تھا کہ ان میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی، وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے!

ہندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا، پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا، یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا، طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا، مصر و بابل جو علم ہیئت و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے، ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے۔ دنیا ایسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی، کہ کلدان میں مسلم اول کا ظہور ہوا، جس نے:

فلما جن علیہ اللیل رأ کوکبا قال ھذا ربی فلما افل قال لا احب الافلین فلما رأ القمر بازغا قال ھذا ربی فلما افل قال لئن لم یھدنی ربی لاکونن من القوم الضالین۔ فلما رأ الشمس بازغۃ قال ھذا ربی ھذا اکبر، فلما افلت قال یاقوم انی بریٓ مما تشرکون، انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین!

رات کو تاروں کو دیکھا تو کہا یہ میرا خدا ہے! لیکن جب ستارے چھپ گئے تو اس نے کہا۔ میں چھپ جانے والوں کو خدائی کے لئے نہیں پسند کرتا۔ پھر چاند نظر آیا تو پکار اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے، پر جب وہ ڈوب گیا، تو کہا: میرا سچا خدا میری ہدایت نہ کرتا تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا! پھر دن کو جب سورج چمکتا ہوا نکلا تو اس نے کہا: ہاں یہ میرا خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے، لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو اس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا۔ لوگو! میں اُن سب سے بری کرتا ہوں جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو، میں تمام جھوٹے معبودوں سے منہ پھیر کر اس سچے خدا کی طرف رخ کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ میں اپنے خدا کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔

یہ پہلا دن تھا جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اٹھایا، اور اُسے بتایا کہ اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں۔ تو مخلوقات کا آقا ہے۔ تو ان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا۔ وہ تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو ان کا غلام نہیں بنایا گیا، وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے، اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے۔ تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے، اور تو تمام مخلوقات کا آقا ہے۔ پھر تو جن کا آقا ہے کیونکر اُن کو اپنا خدا بنائے اور ان کے آگے غلامی کا سر جھکائے؟

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبت وفضلناھم علی کثیر ممن خلقنا تفضیلا (۱۷: ۷۰) — ہم نے انسان کو عزت دی، [illegible] سواری دی، اچھی چیزیں روزی میں دیں [illegible] مخلوقات پر فضیلت کامل عطا کی۔

اے انسان! تمام دنیا تیرے ہی لئے بنی ہے، تو اس کی پرستش نہ کر۔

الم تران اللہ سخر لکم ما فی الارض؟ (۲۲: ۶۴) — کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے لئے مسخر کر دیا؟

ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا! (۲: ۲۸) — خدا وہی ذات اقدس ہے جس نے تمہارے لئے تمام زمین کی چیزیں پیدا کیں!

بلکہ آسمان و زمین کی سب چیزیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تو اُن کے لئے نہیں ہیں پس تو ان کو خدا نہ جان۔

الم تروا ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض؟ — کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان و زمین کی تمام چیزیں تمہارے لئے خدا نے مسخر کر دیں؟

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا (۴۵: ۱۳) — خدا نے تمہارے لئے آسمان و زمین کی تمام چیزیں مسخر کر دیں۔

تو دریا کو دیوی نہ کہہ کہ وہ تو تیری ضروریات کا ایک خزانہ ہے۔

سخر لکم البحر لتجری الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا من فضلہ (۴۵: ۱۲) — تمہارے لئے دریا کو مسخر کر دیا تاکہ اس میں خدا کے حکم سے کشتیاں چلیں اور اپنی رزق کو تلاش کرو۔

وھو الذی سخر البحر لتاکلوا منہ لحما طریا وتستخرجوا منہ حلیۃ تلبسونھا وتری الفلک مواخر فیہ ولتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون (۱۶: ۱۴) — خدا وہی ذات قدوس ہے جس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ، اس سے اپنی زیب و زینت کی اشیاء نکالو، اس میں تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ اس سے خدا کی برکت تلاش کرو، اور اس کا شکر ادا کرو۔

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے لئے مخلوق ہوئے ہیں۔

وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون لتستووا علی ظھورہ ثم تذکروا نعمۃ ربکم اذا استویتم علیہ وتقولوا سبحان الذی سخر لنا ھذا وما کنا لہ مقرنین (۴۳: ۱۲) — کشتی اور جانور تمہارے لئے پیدا کئے تاکہ تم اُن کی پیٹھ پر سیدھے سوار ہو، پھر اپنے خدا کے احسان کو یاد کرو اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے ہمارے لئے مخلوقات کو مسخر کر دیا! ہم اپنی قوت سے ان کو مسخر نہ کر سکتے!

آگ دیوی نہیں وہ تو تیرے ہی لئے پیدا ہوئی ہے۔

والذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا۔ (۳۶: ۸۰) — خدا وہ ہے جس نے سبز لکڑی سے تمہارے لئے آگ پیدا کی!

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے اور خدا کا [illegible]

انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی والاشراق (۳۸: ۱۸) — ہم نے داؤد نبی کے لئے پہاڑ کو مسخر کر دیا کہ صبح و شام خدا کی تسبیح کریں۔

فوجی نوکری کے حرام ہونے کی وجوہ

(۳) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس مسئلہ حرمت ملازمت فوجی کی نسبت اعلان کرتا ہے کہ:

(الف) انگریزی گورنمنٹ کی فوج اور پولیس کی ملازمت کا حرام ہونا صرف ایسی حالت ہی میں نہیں ہے کہ مثلاً مسلمانوں کا قتل بھی اس وقت درپیش ہے، بلکہ شرعاً اسکے لئے اس قدر کافی ہے کہ انگریزی فوج مسلمان حکومتوں اور آزادیوں کے قتل کے لئے ظلم و فساد کی تقویت کے لئے پامالی حقوق انسانیت و عدالت کے لئے کام میں لائی جاتی یا لائی جاسکتی ہے۔

(ب) مسلمانوں کا کسی غیر مسلم کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے جنگ کرنا جس سے کفر کی شوکت اور اسلامی قوت کو صدمہ پہنچتا ہے قطعاً حرام ہے، اور اس صورت کی حرمت متفق علیہ ہے، اس کے جواز کے لئے حیلے ڈھونڈنا اور مسلمانوں کی باہمی جنگوں سے استدلال کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔

ہندوستان کو آزاد کرانا مسلمانوں کا شرعی فرض ہے

(۴) جمعیۃ علماء کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ ہندوستان کو موجودہ حکومت کے تسلط و استبداد سے آزاد کرانے کی سعی مسلمانوں کے مذہبی فرائض میں داخل ہے اور اسکے حصول کے لئے تمام صحیح و مناسب حال وسائل کو عمل میں لانا، اور آخر تک جد و جہد کو جاری رکھنا ہمارا مذہبی نصب العین ہے۔ جمعیہ اس امر کا بھی اعلان کرتی ہے کہ ہندوستان کی آزادی کا جو نصب العین ہمارے سامنے ہے اس کے لئے اسلامی احکام کی رو سے ضروری ہے کہ

(الف) مسلمان اپنی مذہبی و شرعی زندگی میں بالکل خود مختار اور آزاد ہوں

(ب) مسلمانوں کے لئے احکام حدود و تعزیرات اسلامیہ کے اجرا و تنفیذ میں کوئی قوت مانع و مزاحم نہ ہو، جمعیہ تسلیم کرتی ہے کہ ہندوستان کی اقوام کے ساتھ متفق ہو کر بتحفظ حدود مذکورہ ایسی آزادی ہم حاصل کرسکتے ہیں اور کریں گے۔

جمعیہ کے وفد دورہ کرینگے

(۵) جمعیہ علماء کا یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ تبلیغ و اشاعت کے لئے وفود مرتب کئے جائیں جو تمام ملک میں خلافت اسلامیہ، اعانت غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور احیاء دار القضاء وغیرہ کی اغراض و مقاصد کا نشر و تبلیغ کریں، اور صدر و ناظم جمعیہ کو اختیار دیتا ہے کہ وہ ان وفود کو مرتب کرکے روانہ کردیں۔

افضل ترین جہاد و عبادات

(۶) یہ اجلاس غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی خدمات اسلامی کا صدق دل سے اعتراف کرتے ہوئے اُن کی خدمت میں ہدیۂ تہنیت و مبارکباد پیش کرتا ہے، اور مسلمانان ہند کو اُن کے اسلامی فرض سے آگاہ کرتا ہے کہ اس وقت غازی اسلام کی امداد و اعانت افضل ترین عبادت اور جہاد ملی ہے۔

ولایتی مال خریدنے والے شرعاً مجرم ہیں

(۷) یہ اجلاس مسلمانوں کو وہ حکم شرعی یاد دلاتا ہے جو سال گذشتہ جمعیہ کے علماء کی طرف سے بتایا جا چکا ہے، کہ ولایتی مال اور خصوصاً ولایتی کپڑا استعمال و قطعاً چھوڑ دیں، اس وقت ولایتی مال خریدنے والے، دشمنان اسلام کی اعانت کے جرم کا ارتکاب کرتے ہیں ... جو لوگ پہلے سے موجود ہیں، ان کو جمعیہ دعوت دیتی ہے کہ ترک کردیں کیونکہ ان کا استعمال قابل مواخذہ ہے۔

ہندوستان بھر کیلئے امیر شریعت

(۸) جمعیہ کا یہ اجلاس اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی و تنظیم جماعت کے لئے امیر کا انتخاب ضروری ہے، اور اس لئے امیر شریعت کے اختیارات و فرائض کی تعیین کے لئے ایک سب کمیٹی بنائی جائے جو اس کے متعلق یادداشت تیار کرکے جمعیت کے اجلاس ہذا میں پیش کردے۔ (سب کمیٹی کا انتخاب کرلیا گیا)

موپلوں کے متعلق

(۹) یہ اجلاس موپلوں کے متعلق گوناگوں افواہوں کی تصدیق کرنے سے احتراز کرتا ہے یہاں تک کہ قابل وثوق ذرائع سے ان کی صحت ثابت نہ ہوجائے کہ انہوں نے ہندوؤں کو جبراً مسلمان بنایا ہے، اور اعلان کرتا ہے کہ اگر یہ افواہیں صحیح ثابت ہوجائیں تو موپلوں کا یہ فعل خلاف تعلیم اسلامی اور قابل ملامت ہے۔

جمعیہ کو اعوان و انصار کی ضرورت ہے

(۱۰) یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جمعیہ کے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لئے بکثرت اعوان و انصار بہم پہنچائے جائیں، جو ایک روپیہ سالانہ چندہ دیکر جمعیہ کے اس معاہدہ پر دستخط کریں گے جس میں احکام جمعیہ کی تعمیل کا اقرار ہوگا۔

مبارک باد اور گورنمنٹ کے چیلنج کا جواب

(۱۱) جمعیہ علماء کا یہ اجلاس اس امر کو کہ مولانا حافظ احمد سعید ناظم جمعیہ علماء اور مولوی عبد العزیز انصاری کو حکومت دہلی نے اور مقتدایان قوم مولانا حسین احمد، شوکت علی، محمد علی، نثار احمد، غلام مجدد سندھی اور ڈاکٹر کچلو کو حکومت کراچی نے مذہبی احکام کے نشر و تبلیغ کے سلسلہ میں گرفتار کرکے جیل بھیج دیا ہے، اور اس لئے یہ جلسہ اس کارروائی کو مسلمانوں کے لئے اُن کی مذہبی آزادی کے خلاف اعلان جنگ سمجھتا ہے۔ اور اعلان کرتا ہے کہ مسلمانوں کو اپنا مذہب اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز ہے، اور کسی عزیز سے عزیز اور محترم سے محترم شخص کی گرفتاری و قید سے وہ مرعوب اور مذہبی احکام کے نشر و اشاعت سے باز نہیں رہ سکتے۔

جمعیہ علماء کا یہ جلسہ ان گرفتاران بلا کو ان کی ایمانی جرأت پر مبارکباد دیتا ہے اور ان کی اسلامی خدمات کا اعتراف کرتا ہے، اسی سلسلہ میں صوبہ سرحد کے حکام کے جابرانہ طرز عمل پر اظہار نفرت کرتا ہے اور ان دین فروش مولویوں کے قول کو سخت مذموم و خلاف شریعہ سمجھتا ہے جو گورنمنٹ کی حوالات کا فتویٰ دے کر مخلوق خدا کو گمراہ کررہے ہیں۔

کہلاتے نہیں بلکہ مقتولوں میں پڑے کہلاتے ہیں۔ آپ آگے بڑھیں اور لیکن ہتوں ان پہلے کہلاتے ہیں جبکہ صرف کڑاؤں کہلاتے ہیں اور انہیں صرف تڑپنے دیکھتے ہیں۔ اگر تم نے ایسا کرنا نہ چاہا تو یاد رکھو کہ دھمکیوں کے جو بادل آج گرج رہے ہیں کل پھٹ جائینگے اور غیظ و غضب کی جو بجلیاں آج کوند رہی ہیں کل تاریکی میں نہاں ہو جائینگی۔

موت اپنی ساعت سے پہلے نہیں آسکتی اور تکلیفیں خدا کی مرضی کے بغیر تم پر بڑھ نہیں سکتیں پھر کیا تم فرعونی طاقتوں سے مرعوب ہو جاؤ گے؟ اور حکومت کی دھمکیاں تمہاری آزادی کی خواہشوں کو دل سے نکال دینگی؟ اگر ایسا ہے تو ہم اپنے ایمان میں ہیچ ہیں۔ اور ہمارے خدا پرستی کے دعوے غلط اور جھوٹ ہیں جو خدا پرستی مشین گنوں سے سہم جائے اور نیزوں سے خوفزدہ ہو جائے وہ نہ تو ایمان کی تعلیم ہے اور نہ شریعت کی تلقین۔

دنیا کا کوئی انقلاب قربانیوں سے خالی نہیں گیا اور حق کی کوئی فتح مظلومیت اور بے کسی سے پہلے نہیں آئی۔ اگر مصیبتوں کے بغیر خدا کسی شخص اور قوم کو منزل تک پہونچا دیتا تو اسکے سب سے پہلے مستحق محمد رسول اللہ صلعم ہوتے۔ لیکن مکہ کی تیرہ برس کی زندگی اپنے سامنے رکھو اور غور کرو کہ کسطرح خاتم النبیین روحی فداہ نے پتھروں کی چوٹیں کھائیں، آوازے سنے، جسم و جان کو مصیبتوں میں ڈالا۔ پھر ہماری گناہوں سے بھری ہوئی ہستیاں کیونکر مصائب کا سامنا کیے بغیر منزل تک پہونچ سکتی ہیں۔ ہم نے اسوقت تک جسطرح خدا کی نافرمانی کی اور جسطرح اسکی بخشی ہوئی نعمت آزادی کو اپنے ہاتھوں گنوایا اسکا کفارہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ ہم خاموشی کے ساتھ گولیوں کا شکار نہ بنیں اور سنگینوں کی نوکیں بغیر ایک کلمۂ اُف کے ہمارے جسموں کو نہ چھیدیں۔

(ایک آخری معاملہ)

محکومی کی ذلت دنیا کی تمام ذلتوں سے بدتر ہے، عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس فیصلہ کرلو کہ یا تو تمہارے ضعیف اور کمزور ہاتھوں سے ہندوستان کو آزادی کا دن نصیب ہو اور یا راس کماری سے لیکر ہمالیہ کی چوٹیوں تک کی ساری آبادی جیل خانوں کے اندر بند ہو۔ ہندوستان کے بائیس کروڑ انسان اگر ایک ساتھ اس حیات کا رشتہ منقطع کردیں تو وہ غلامی اور رسوائیوں کی زندگی سے کہیں بہتر ہے۔

جنت کو اپنا مستقر بناؤ، اور یا خدا... کے جہنم میں ڈالدو۔

پرنس آف ویلز کا استقبال

۱۷ - نومبر کا دن بھی ہندوستان کی تاریخ میں یادگار رہیگا جس روز حکومت ہند نے پرنس آف ویلز کے ہندوستان آنے کا اعلان کیا تھا، اسی روز ملک کے گوشہ گوشہ سے یہ صدا بلند ہوئی تھی کہ موجودہ حالات میں یہ سیاحت نا مناسب ہے اور اگر گورنمنٹ مُصر ہوگی تو ہندوستان شاہزادہ کا خیر مقدم نہ کریگا، گورنمنٹ کو اگرچہ ڈیوک آف کناٹ کے سفر کے موقعہ پر بھی تجربہ ہو چکا تھا مگر اُسے عبرت نہ ہوئی، اور پہلی رسوائی کے دور کرنے اور کلکتہ ہڑتال کو وقتی جوش قرار دینے کی بنا پر اسنے ملک کی آواز پر کان نہ دھرا اور پرنس کو بلا ہی لیا، آخر نتیجہ وہی ہوا، جو ہونے والا تھا، یعنی ہندوستان کے طول و عرض میں ۱۷ نومبر کو ایسی ہڑتال ہوئی جسکا گورنمنٹ کو وہم بھی نہ تھا، ہم ۱۹ کی شام کو کلکتہ سے لاہور روانہ ہوئے تھے، اور رستہ بھر اسٹیشنوں کو بغور دیکھتے اور لوگوں سے دریافت کرتے رہے، ہر جگہ ہمیں یہی معلوم ہوا کہ مکمل ہڑتال ہے اور اسٹیشنوں پر بھی کوئی گاڑی موجود نہیں ہے، پھر لاہور میں ملک کے تقریباً تمام حصوں سے لوگ آئے ہوئے تھے، انسے بھی یہی معلوم ہوا، اخبارات میں بھی یہی پڑھا اور اس بنا پر ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ۱۷ - کی ہڑتال اپنے باب میں بےنظیر ہے، اور ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ کسی اور ملک میں بھی اسکی مثال نہیں مل سکتی۔

خصوصاً کلکتہ کے عظیم الشان شہر کی ہڑتال ہر حیثیت سے قابل تعریف ہے، اور ہم کارکنان خلافت و کانگریس کی خوش انتظامی پر اظہار تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتے، کہ جنکے حسن تدبیر نے واقعی گورنمنٹ اور اُسکے حواریں کی زبانیں گنگ کردیں جو ہمیشہ یہی دعوے کرنے کی عادی تھیں کہ ہندوستانیوں میں انتظامی قابلیت نہیں ہے، ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ موجودہ گورنمنٹ سے ہندوستان بالکل مستغنی ہے اور بلا کسی قسم کی امداد کے اپنا انتظام خود ہی کرسکتا ہے۔

ہم خصوصیت کے ساتھ رضا کاروں کو مبارکباد دیتے ہیں کیونکہ انہیں کی محنت و جانفشانی نے ہندوستان کی قومی عزت بچالی، اور وہ سب کچھ کیا جو زیادہ سے زیادہ ترقی یافتہ ملک میں رضا کار کرسکتے تھے۔ ہمیں معلوم ہے کہ گورنمنٹ بالکل ہمارے

گورنمنٹ اور اسکے پروردہ رضاکاروں کو "نیچ ذات" کا بتاتی ہے ' لیکن اسمیں ذرا بھی صداقت و حقیقت نہیں ہے ' اور نہ کسی قسم کا رنج و غصہ ہے ' کیونکہ جس گورنمنٹ کے یہاں "ڈائر" اوڈائر" جیسے لوگ "شریف" سمجھے جاتے ہوں ' اور جسکی نگاہ میں معیار شرافت کلکتہ کے "انگلو انڈین گنگسٹ" ہوں ' وہ بلاشبہ ہمارے رضاکاروں کو "نیچ ذات" کہیگی - ہمارے رضاکاروں کو ناراض نہ ہونا چاہئے ' بلکہ گورنمنٹ کی اس بدزبانی کو معاف کردینا چاہئے ' کیونکہ وہ ۱۷ - کی شکست سے بدحواس ہوگئی ہے ' اور "شریف" جیسے رضاکاروں " کو گالیاں دیکر دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی ہے

---

۱۷ - نومبر کو جو شرمناک ہزیمت گورنمنٹ کو پبلک کے ہاتھوں ہوئی ہے ' اسپر ہمیں بھی ترس آتا ہے ' مگر یہ روز بد اسے خود اپنی کمزوری اور خود رائی کی وجہ سے دیکھنا پڑا ' اور جسکی سب سے زیادہ ذمہ داری امپیریل کونسل کے ممبروں اور اسکی ناک کے بال دیسی انگریزوں پر ہے جنھوں نے اسے پرنس کو ہندوستان میں بلانے اور ملک کی آواز پر کان نہ دھرنے کی ترغیب دی تھی ' اور بیڑا اٹھایا تھا کہ اس مردہ اسکی پیشانی پر سے شکست کا وہ سیاہ داغ دھودینگے جو ڈیوک آف کناٹ کی آمد کے موقعہ پر اسے لگ گیا تھا - مگر اب انکی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ ملک کی عام رائے کا بہاؤ کس طرف ہے ' اور یہ کہ گورنمنٹ باوجود اپنے بے شمار وسائل کے بھی پبلک کے مقابلہ میں بے دست رہا ہے !

("انارکی و غدر" کا دور دورہ)

اس شکست فاش سے بجائے اسکے کہ گورنمنٹ عبرت حاصل کرتی ' اور اپنے بے مغز عمال اور بد طینت انگلو انڈین مشیروں سے ہوشیار ہوجاتی ' وہ اور زیادہ تیزی سے ہلاکت کی طرف دوڑی اور اب اسنے پورے طور پر اپنے کو ان بد راہوں کے حوالہ کردیا ہے جو اسے یقیناً جلد اس غار تک پہنچادینگے جسکی طرف عرصہ سے اسکا رخ ہے -

---

۱۷ - کے بعد سے گورنمنٹ نے جو کارروائیاں شروع کی ہیں ' انہیں ایک لمحہ کیلیے بھی قانونی نہیں کہا جاسکتا ' اور نہ وہ کسی ایسے ملک میں ہوسکتی ہیں جس میں نیم مہذب حکومت بھی قائم ہے ' اب تو گورنمنٹ نے علانیہ "انارکی" اور "غدر" شروع کردیا ہے - اور ملک کے امن و امان " اور پبلک کی شخصی آزادی و عزت کا اس طرح خون کیا ہے کہ جسکی مثال افریقہ کے وحشی ممالک میں بھی نہیں مل سکتی ' ہر طرف پولیس اور عمال حکومت وحشی درندوں کی طرح پھیل گئے ہیں اور پبلک کے جان و مال و شرافت پر دست درازی کر رہے ہیں ' ابتک تو دیسی انگریز ٹرامویے کمپنی کے ہڑتالیوں کو انکی بعض زیادتیوں کی وجہ سے "گنڈا" کہا کرتے تھے ' مگر اب ہم گورنمنٹ ' اسکے عمال ' اسکی پولیس ' اور خود انگلو انڈین طبقہ کو کس نام سے یاد کریں ' جنھوں نے تمام ملک کو خطرہ میں ڈالدیا ہے ' اور انہی جانب سے ایسی بد عملی و بے امنی شروع ہوئی ہے جو کسی طرح بھی دائرہ تہذیب و انسانیت میں نہیں آسکتی !

اسوقت تمام ملک خصوصا کلکتہ میں گورنمنٹ اور انگلو انڈین طبقہ کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی برپا ہے ' پولیس جسے چاہتی ہے گرفتار کرلیتی ہے ' یورپین سارجنٹ ہاتھوں میں ڈنڈے لیے وحشیانہ طور پر پھر رہے ہیں ' اور جس کھدر پوش کو دیکھ لیتے ہیں ' اسپر بھیڑیوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں ' سر پھاڑتے ہیں ' کپڑے نوچ ڈالتے ہیں ' اور وہ سب کرتے ہیں ' جو ایک خونخوار جانور کسی انسان کے ساتھ کرسکتا ہے - اسی طرح انگلو انڈین بھی ہر مقام پر زیادتیاں کرتے ہیں ' دیسی کپڑا پہننے والوں کو پریشان کرتے ہیں اور انکی ہر طرح تذلیل و تحقیر کرتے ہیں -

---

خانہ تلاشیاں

اس "انارکی و غدر" کا ایک نتیجہ وہ خانہ تلاشیاں تھیں جو گذشتہ جمعہ کے دن کلکتہ میں ہوئیں لیکن "خانہ تلاشی" کا لفظ اس واقعہ کے اظہار کیلئے کافی نہیں ہے جو رات کی تاریکی میں جبکہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں سو رہے تھے ' ناگہانی طور پر ہوا - ہمارے پاس کوئی الفاظ اسکے اظہار کیلیے موجود نہیں ہے ' کیونکہ آجتک اس قسم کا واقعہ کبھی نہ ہوا تھا ' ہم ناظرین کو انتظار کی زحمت دیے بغیر اس واقعہ سے مطلع کئے دیتے ہیں ' اور اسکے لئے کسی قسم کی تجویز خود انہیں پر چھوڑے دیتے ہیں -

---

وہ عجیب واقعہ یہ تھا کہ شب کو ۱۲ بجے ایک وقت ۱۱ - مکانات پر مسلح جماعتوں نے دھاوا کیا ' اور وہیں گھس کر اندر گھس پڑیں ' یہ جماعتیں پولیس کی وردی پہنے ہوے تھیں اور ہتھیاروں سے آراستہ تھیں اور اسلئے بقول انہیں کے انہیں ہم پولیس کہہ سکتے

[illegible] … [illegible] کی [illegible]
[illegible] سے درخواست [illegible] حضرات [illegible] انکی [illegible] هیں کے جنکی ع[illegible]
[illegible] پر [illegible] سب کو بڑی [illegible]
[illegible] کیا جائے اور [illegible] کی [illegible]
[illegible] اور [illegible] تعمل کا اظہار کرنا چاہئے
[illegible] ایک [illegible] کامیابی کا [illegible] اور [illegible] طریقہ
[illegible] کی کامیابی [illegible]

(بمبئی کے هنگامے)

[illegible] یہ نہ [illegible] بمبئی کے افسوسناک هنگاموں پر [illegible] کو [illegible] هیں ، هم انہیں نہایت افسوس اور نفرت کی نظر سے دیکھتے هیں ، اور انکے بانیوں کو ملامت کا سزاوار تصور کرتے هیں ، همیں بمبئی کے خاص پارسیوں ، یہودی ، انگریزوں اور گورنمنٹ کے [illegible] معلوم هیں ، لیکن هم ان هنگاموں پر بجز پبلک کے اور کسی کو ملامت نہ کرینگے ، یہ کیا جاتا ہے کہ باوجود لیڈروں کی شدید ممانعت کے بمبئی کے هندو مسلمان تشدد پر آمادہ هوگئے اور بالکل غور نہ کیا کہ انکی اس حرکت کا کیا نتیجہ هوگا ؟

همیں اس رنج و تکلیف کا پورا پورا احساس ہے جو مہاتما گاندھی اور دوسرے رهنماؤں کو ان هنگاموں سے پہنچا ہے ، ساتھ هی اب پبلک کی پشیمانی و ندامت کی بھی اطلاع ملی ہے ، اور اس بنا پر اسکو معاف کردینے کی هم رهنماؤں سے سفارش کرسکتے تھے ، لیکن جو شدید گناہ سرزد هوا ہے ، اور اس سے جو برے نتائج نکلے هیں ، انکا لحاظ کرتے هوئے بمبئی کی پبلک هرگز معاف نہیں کی جاسکتی ، اور اسکی سزا و تنبیہ ضروری ہے ۔

همارے خیال میں سب سے بڑی سزا اسکے لئے یہ هوسکتی ہے کہ شہر بمبئی اور اسکے مضافات کو سول نافرمانی کی راہ پر چلنے سے دسمبر کے اواخر تک روک دیا جائے اور جبتک اسکے چال چلن سے ثابت نہ هوجائے کہ وہ آئندہ محتاط رهیگی اس وقت تک اسے اسکی اجازت نہ دیجائے ۔ یہ سزا یقیناً کافی هوگی ، کیونکہ اسکی وجہ سے بمبئی کے باشندوں کو ایک ماہ اور اس حکومت کی ذلت آمیز اطاعت کرنا پڑیگی ، جسکے ظالمانہ قوانین کو سارا ملک ٹھکرا رها هوگا ۔

هم کانگریس کی ورکنگ کمیٹی سے بزور درخواست کرتے هیں کہ وہ بمبئی کے هنگاموں کی پاداش میں تمام ملک کو سول نافرمانی اور بائیکاٹ کے فیصلہ کن عمل سے محروم نہ کرے ، اگرچہ یہ جرمانہ چلنا روزہ هی کیوں نہ هو ، اس لئے کہ اگر ۱۷ تاریخ کو اهل بمبئی اشتعال کے مقابلہ میں اپنے کو ضبط نہ کرسکے ، تو باقی پورے ملک نے کامل سکون و استقامت کا اظہار کیا ہے ، خصوصاً کلکتہ سب پر بازی لے گیا ہے ، اور اس لئے مناسب هوگا کہ ورکنگ کمیٹی بمبئی کے المناک واقعات سے متاثر هوئے بغیر ، پوری سنجیدگی سے اس معاملہ کے نشیب و فراز پر نظر ڈالے اور ملک کو فوراً اس راہ پر گامزن هونے کا موقعہ بخشے ۔

(جمعیۃ علماء هند کے اجلاس پر ایک نظر)

گذشتہ هفتہ بمبئی کے فسادات اور گرفتاریوں کی وجہ سے مکمل طور پر ملک کی توجہ اپنی طرف اٹھا رکھی تھی ، اور اس لئے جمعیۃ علماء کے تیسرے سالانہ اجلاس لاهور کی اهمیت پر لوگوں کو پورا غور کرنے کا موقعہ نہ ملا هوگا ، حالانکہ یہ اجلاس بہت درجہ اهم تھا اور عجب نہیں کہ ملک میں ایک ایسا دور پیدا کردے جسکی مثال ابتک آسنے نہیں دیکھی ہے ۔

(مسئلہ امارت یا امامت هند)

جمعیۃ کے اجلاس میں سب سے زیادہ اهم ، سب سے زیادہ ضروری اور سب سے زیادہ مفید مسئلہ جو طے هوگیا ، وہ " امارت یا امامت " کا مسئلہ تھا ، جسکی غرض یہ ہے کہ هندوستان بھر کیلئے ایک شرعی قائد " امیر " یا امام هو ، جو مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرے ، انہیں شرعی زندگی میں داخل کرے ، اور انکے اجتماعی و ملی مہمات میں رهبر و ذمہ دار هو ۔ مسلمان اسکی اطاعت فی المعروف کا عہد دیں ، اور احکام شرع کی پیروی میں اسکے هاتھ پر بیعت کرکے اسکے اشاروں پر چلیں

یہ مسئلہ ایک عرصہ سے علماء امت کے پیش نظر تھا ، اور وہ اسکے تمام پہلوؤں پر غور کررہے تھے ، یہانتک کہ گذشتہ هفتہ انکی متحدہ جمعیت نے اپنا فیصلہ صادر کردیا ، اور هندوستان میں " امارت شرعیہ " کے قیام کو ضروری ٹھہرایا ، مقام مسرت ہے کہ جملہ علماء بالکل متفق الخیال تھے ، اور انمیں سے کسی ایک نے بھی ادنی اختلاف نہ کیا ۔

انتخاب امام — امارت شرعیہ کے مسئلہ سے کسی کو کوئی اختلاف نہ هوسکتا تھا ، خصوصاً جماعت علماء کسی طرح بھی اس میں متامل نہ هو سکتی تھی ، کیونکہ اس بارے میں

هٰذا بلاغ للناس!

البلاغ

ہفتہ وار

ایڈیٹر
مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ۶ے
ششماہی ۳ے
ممالک غیر سے سالانہ ۱۰ے
قیمت فی پرچہ دو آنہ

مقام اشاعت
۴۵- رپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
البلاغ
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت وارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۴۲۵۱

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہیں

نمبر ۱۱ | جمعہ یکم ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۰ھ مطابق ۲- دسمبر سنہ ۱۹۲۱ع | جلد ۱

امتحان و ابتلاء کا آغاز اور وعدۂ الٰہی!

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ

اللہ تم کو آزمایشون مین ڈالے گا، کہ یہ اُس کا ایک قانون ہے، وہ خوف، بھوک، نقصانِ مال و جان، اور ہلاکت اولاد و اقارب کے

الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا

مصائب مین تمھین مبتلا کرکے، تمھارے صبر و استقامت کی آزمایش کرے گا، اور پھر اللہ کی طرف سے فلاح دارین کی بشارت ہے اُن صبر و استقامت سے کام

أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ

لینے والون کے لئے جن کے ایمان و ایقان کے ثبات کا یہ حال ہے کہ جب کسی مصیبت سے دوچار ہوتے ہین، تو مایوسی و نا اُمیدی کی جگہ "انا للہ وانا الیہ راجعون" کہکر صبر و

عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ!

استقامت پہ استوار ہوجاتے مین۔ یہی لوگ ہین کہ اللہ کی رحمتین ان کے لئے ہے۔ اور یہی ہین جو دنیا مین ہر طرح کی کامیابیان حاصل کرینگے۔

شورش بمبئی

بمبئی کی شورش کی نسبت مولانا ابوالکلام کا حسب ذیل بیان بمبئی کے اخبارات میں شائع ہوا ہے:۔

"جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس لاہور میں شریک ہونے کے لئے میں ۱۷- نومبر کو کلکتہ سے روانہ ہوا، اور ۱۷ کی تاریخ اسٹیشن نے ریل میں [illegible] اری۔ ۱۸ کی دوپہر کو میں لاہور پہنچا، اور وہاں مجھے مہاتما گاندھی جی کا تار ملا۔ نیز ایسوسی ایٹڈ پریس کے مجمل تاروں سے شورش بمبئی کے حالات معلوم ہوئے۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ ۱۹ کو جمعیۃ کی سبجکٹ کمیٹی کا کام پورا ہو جائے، لیکن مسائل کی اہمیت [illegible] نظر و بحث کی وسعت نہ ہو سکا۔ ۲۰ کو سبجکٹ کمیٹی کا آخری اجلاس [illegible] اور اس سے فارغ ہو کر میں بمبئی روانہ ہو گیا۔ ۲۲ کی دوپہر کو جب بمبئی پہنچا تو شہر کا امن و انتظام چار دن کے کامل اختلال کے بعد واپس آچکا تھا، اور ہر گوشہ سے امن و عافیت کی خبریں آ رہی تھیں۔

میں نے تین دن تک شورش کے تمام مبادیات و اسباب کی تفتیش کی۔ ہر فریق اور ہر جماعت کے معتبر اشخاص سے چشم دید حالات دریافت کئے۔ میں طیار ہوں کہ وثوق کے ساتھ اس بارے میں اظہار رائے کر سکوں۔

شورش کی ابتدا نہایت معمولی اور چھوٹی چھوٹی شرارتوں سے ہوئی، جن کے ساتھ نہ تو کوئی غیر معمولی منصوبہ تھا۔ نہ کوئی جماعتی سازش۔ یہ چھوٹی چھوٹی شرارتیں اگرچہ بہر حال نہایت ناپسندیدہ اور قابل انسداد ہیں، لیکن ان کا ظہور ایسے حالات و مواقع میں ایک حد تک جماعت کے نیچر میں داخل ہے۔ شرارتیں اور نادانیاں ہمیشہ ہوئی ہیں اور ہوں گی۔ وہ نابود نہیں کر دی جا سکتیں، لیکن وقت پر روک دی جا سکتی ہیں۔ بدقسمتی سے ۱۷- نومبر کو مقامی کانگرس کمیٹی نے شہر کے انتظام کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ الفنسٹن مل کے میدان میں جو شہر کے آخری کنارہ سے بھی دور واقع ہے، جلسہ تھا اور تمام منتظمین اور والنٹیرز شہر کو خالی چھوڑ کر جلسہ گاہ میں چلے گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شرارت کی چنگاری سلگی، اور چنگاری ابتدا میں کتنی ہی جلد بجھ جانے والی ہو لیکن اگر بجھائی نہ جائے تو فوراً شعلوں کی صورت اختیار کرے گی۔ شرارت کی چنگاریاں بے روک سلگتی رہیں، اور موافق فضا کی بادردی سے اس کے شعلے اسی طرح بھڑک اٹھے۔ جلسہ گاہ سے جب عوام کی ٹولیاں واپس ہوئیں تو شہر کی بدنظمی نے ان کا استقبال کیا، اور پھر اچانک دماغی اختلال کی رَو ہر طرف دوڑ گئی۔ جب قومی کارکن انسداد کے لئے طیار ہوئے۔ تو شورش کا سیلاب پوری قوت سے امنڈ چکا تھا۔

اب اس کے روکنے کے لئے صرف یہی کافی نہ تھا کہ کہہ دیا جائے "تھم جاؤ" ضرورت تھی کہ جس طاقت کے ساتھ سیلاب امنڈا تھا، اس سے دوگنی طاقت کا نظام اس کا مقابلہ کرتا۔ بدقسمتی سے شہر میں کوئی ایسا طاقتور نظام موجود نہ تھا، اس لئے کوئی بروقت تدبیر سود مند نہ ہوئی۔ یقین ہے کہ اگر اس وقت گاندھی جی کی اعانت کے لئے کارکن، طاقتور اور رسوخ و نفوذ کارکن موجود ہوتے تو فوراً یہ سیلاب تھم جاتا، کم از کم مسلمانوں کی نسبت میں کہہ سکتا ہوں کہ انھیں سخت سے سخت جوش و جنون کی حالت میں بھی روک دیا جا سکتا تھا۔ اگر کوئی ایک مسلمان شخص بھی ایسا موجود ہوتا۔ یہ ایک اتفاقی بدقسمتی ہے کہ اس وقت کارکنان خلافت میں سے کوئی سربرآوردہ مسلمان شہر میں موجود نہ تھا۔ خلافت کمیٹی کے ارکان نے مجھ سے بیان کیا کہ جب مولانا آزاد سبحانی بھنڈی بازار میں سمجھانے کے لئے گئے تو مسلمانوں نے انھیں ہندو سمجھا اور اس لئے باز آنے کی جگہ اور زیادہ بھڑک اٹھے، پھر بھی مرکزی خلافت کمیٹی کے کارکنوں ہی کے اثر کا یہ نتیجہ ہے کہ بڑے بڑے مسلمان محلے بالکل پُرامن رہے، اور عیسائیوں اور پارسیوں کی سخت انتقامی کارروائیوں پر بھی مشتعل نہ ہوئے۔ ۲۰ کو جب سیٹھ چھوٹانی صاحب بمبئی پہنچے تو اچانک مایوسی، امید سے بدل گئی اور انہوں نے پہلے ہی دورہ ہی میں حالات پر قابو پالیا۔

ایسا بارہا ہوا ہے کہ نادان لوگوں نے جلسوں، جلوسوں، اور ہڑتالوں کے موقعوں پر نادانیاں کی ہیں۔ لوگوں پر بدیسی کپڑا اتار دینے کے لئے اصرار کیا ہے، لوگوں کے سروں سے ٹوپیاں اتار لی ہیں، آوارہ لڑکوں نے سڑکوں پر شرارتیں شروع کر دی ہیں، ہم مجمعوں میں اصلاح اور انتظام پیدا کرنا چاہتے ہیں، جماعتی فطرت کو بدل ڈالنے کا دعوی نہیں کرتے۔ پس ایسا ہونا ضرور افسوسناک ہے مگر تعجب انگیز نہیں ہے۔ بمبئی میں بھی شورش کی ابتدا اسی سے ہوئی، بدمعاشوں اور لڑکوں نے سڑکوں پر روک ٹوک شروع کی اور ان کی جرأتیں رفتہ رفتہ بے باک ہوتی گئیں، ضرورت تھی کہ ان شرارتوں کو بروقت روک دیا جاتا جیسا کہ ہمیشہ روکا جاتا ہے، اور جیسا کہ ہمیشہ روکنا پڑے گا، لیکن مقامی کارکنوں کی کمزوری و غفلت کی وجہ سے اس کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا تھا۔ شہر بالکل خالی اور انسانی فطرت کے رحم پر چھوڑ دیا گیا تھا، انسانی فطرت قابل اعتماد ہے مگر ساتھ ہی زود اثر بھی ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ محض معمولی عامۃ الوقوع واقعات نے ایک غیر معمولی فتنہ کی صورت اختیار کر لی۔ اور ایسے دردانگیز نتائج رونما ہوئے جن پر کوئی حق پسند قلب بھی بغیر ماتم و حسرت کے آنسو بہائے نہیں رہ سکتا۔

یہ بات کہ ابتدا کن لوگوں سے ہوئی؟ مسلمانوں سے؟ ہندوؤں سے؟ کواپریٹروں سے یا نان کواپریٹرز سے؟ تو میں جس قدر اس کے تصفیہ کو اب غیر ضروری سمجھتا ہوں، اس سے کہیں زیادہ مجہول اور ناقابل تحقیق پاتا ہوں۔ ان حالات میں ہمیشہ ہر جماعت ابتدا کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بچاتی ہے، اور یقیناً قومی طرفداری کے جذبات برانگیختہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بالکل بیکار ہے کہ شروع کس نے کیا؟ مگر یہ یقینی ہے کہ حصہ سب نے لیا۔ اور سب اپنے خدا اور اپنے ملک کے سامنے بدترین جوابدہی کی ذمہ داری سے آلودہ ہیں۔ مسلمانان شہر کا بیان ہے کہ مسلمانوں کا کوئی نمایاں حصہ شورش میں نہ تھا، اور نہ یہ سچ ہے کہ انہوں نے ابتدا کی۔ میں کہتا ہوں کہ اگر نمایاں اور زیادہ حصہ نہ تھا تو مساوی ہوگا؟ اگر مساوی نہ ہوگا تو کمتر ہوگا؟ لیکن میرے غم و حسرت میں ڈوب جانے کے لئے تو صرف اتنا ہی بس کرتا ہے کہ ایک مسلمان وجود نے بھی اس کام میں حصہ لیا ہو۔ اسلامی احکام کی رو سے یہ شورش کیا تھی؟ ظلم تھا، فتنہ تھا، معصیت و عدوان تھا، بے گناہ بندگان خلق کا قتل تھا، مقصد خلافت کی پامالی تھی، آزادی ہند کے بہترین کام کو خود اپنے ہاتھوں غارت کرنا تھا۔ پھر کیا مسلمانوں کو مطمئن ہو جانا چاہیئے اگر انہوں نے اس منحوس کام میں حصہ لیا ہو مگر کم لیا ہو! کم اور زیادہ کا تصفیہ برائی کے ماتم کے لئے بے سود ہے۔ جن لوگوں کو حفظ اسلام و خلافت کی اس نازک گھڑی میں وقف خدمت ہو جانا چاہیئے۔ اگر

انھون نے اس کی پامالی کے کام مین تھوڑا سا بھی حصہ لیا ہو، تو یہ اس کے لئے کافی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ماتم کیا جائے، اور زیادہ سے زیادہ شرم و غیرت مین ہر دل ڈوب جائے!

گورنمنٹ اور پولیس

گورنمنٹ اور پولیس کا اس زمانے مین جو عریان رویہ رہا، اُس کا ذکر بے فائدہ ہے، جو کہ اُس بات کا ہم کو ناچاہیے جو پوشیدہ ہو اور خلاف توقع، لیکن اب نہ تو گورنمنٹ کے طرز عمل کے لئے کوئی نئی زیادتی باقی رہ گئی ہے، نہ ایک لمحہ کے لئے کسی دماغ مین توقع و امید ہے۔ اس کی جانب سے انصاف اور راستی کا ہونا تعجب انگیز ہوگا، نہ کہ ہر وہ بات جو اُس کے خلاف ہو۔ یہ مان لیا جائے کہ شورش کی ابتدا ہندو مسلمانون ہی کے بدمعاش اور آوارہ لوگون کی جانب سے ہوئی، لیکن اس حقیقت سے کون انکار کرسکتا ہے کہ ہمارے پارسی اور عیسائی بھائیون کو بے دریغ اسلحہ دے کر پوری طرح سول وار کا سامان کر دیا گیا، اور انھون نے پتھرون کا انتقام خونریز آلات جنگ سے لیا؟ کیا یہ اس لئے تھا کہ شہر کے مختلف عناصر باہم ٹکرا کر پاش پاش ہو جائین اور اس طرح خود بخود وہ کام پورا ہو جائے جس کے لئے پنجاب مین مشین گنون کی اور ابھی ابھی مدراس مین ایک سو چھ موپلون کو ریلوے ویگن کے "بلیک ہول" مین بند کر دینے کی ضرورت ہوئی تھی؟ گورنمنٹ بمبئی اب اعلان کرتی ہے کہ کواپریٹرز کو اسلحہ نہین دئے گئے تھے، لیکن ان اعلانون کی حقیقت ملک کو معلوم ہو چکی ہے، اور ان بے شمار واقعات اور شہادتون کو نابود نہین کر دیا جا سکتا جو اب تک بمبئی کے بچہ بچہ کے علم مین تازہ ہین!

شہر کے جنگ آزما مسلمان

یہ حقیقت بھی ناقابل شبہ ہے کہ شہر کے وہ مسلمان محلے جن کی شورش پسندی کی روایات قدیم سے مشہور ہین، اور جو بمبئی کا سب سے زیادہ جنگ آزما حلقہ تصور کیا جاتا ہے، اول سے آخر تک کامل امن و نظم کے ساتھ رہے اور انھون نے سخت اشتعال انگیز مظالم سہ کر بھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ مدن پورہ کے مسلمانون نے فسادات مین بالکل حصہ نہ لیا، باوجودیکہ اُن کے قریب ہی عیسائی آبادی بے دریغ اسلحہ سے کام لے رہی تھی، اور مسجد مدن پورہ پر حملہ آور ہونے کی افواہین شب و روز اڑائی جارہی تھین۔ باندرہ مین کئی ہزار مسلمان قصائی رہتے ہین اور وہ شہر کی انتقامی کاروائیون کا حال سن کر سخت مشتعل ہو گئے تھے، اُن کا سیلاب اگر شہر کی طرف بڑھتا تو حالت خلیت نازک ہو جاتی، لیکن جب انھین روکا گیا تو فوراً رک گئے، اور چار دن تک وہاں کا ایک مسلمان بھی شہر مین نہین آیا۔ ۲۰-کو جب سیٹھ چھوٹانی صاحب صدر خلافت کمیٹی بمبئی پہنچے تو مسلمانون کے مختلف حلقے جماعت فریق کے قتل و غارت کی وجہ سے مشتعل اور بے صبر ہو رہے تھے، اُس وقت تک بجز بدمعاشون، اور رہ گرد ٹولیون، اور کارخانون کے مزدورون کے سوا، اور کسی جماعت نے حصہ نہ لیا تھا، لیکن اب طیار تھے کہ مسلمان مقتولین کا انتقام لین، لیکن جب وہ مسلمان حلقون مین گئے اور صبر و تحمل کی نصیحت کی تو فوراً لوگ مان گئے اور اپنی آمادگیون سے باز آگئے۔ یہ تمام حالات اس حقیقت کا قطعی ثبوت ہین کہ اگر "نوان وائیلنس" کی پکار نے دلون پر قبضہ نہ کیا ہوتا اور ملک کا تمام کارکن طبقہ اس پر متفق نہ ہو گیا ہوتا، تو ایسے نازک حالات مین ہزارون مشتعل انسانون کے جذبات کا اچانک تھم جانا بالکل ناممکن ہوتا، اور کسی طرح بھی اس قدر جلد حالات قابو مین نہ آجاتے!

جو ہوا اور جو ہوتا

جو ہوا اُس سے ہمارے دل غمگین ہو رہے ہین، لیکن چاہیے کہ جو ہوتا اور نہ ہوا، اُسکو بھی یاد کرلین۔ سالہاسال سے لاکھون کروڑون دل زخمی ہو رہے ہین، اور مرہم کی جگہ نوک نشتر کی دائمی خلش اُن کے حصہ مین آئی ہے، خلافت اور پنجاب ناقابل فراموش ہے اور اس کے لئے کوئی تلافی موجود نہین۔ اسلامی مصائب روز افزون ترقی پر ہے، اور سرکاری تشدد و مبدم بے پناہ ہوتا گیا، مذہبی احکام مین مداخلت اور اُن کا تمسخر روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اور ملک کے ہر دلعزیز اور محبوب لیڈر اور محترم علما جیل خانون کے اندر مقید ہین، ان سب سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک بہت بڑا حاکمانہ اقتدار اور نظام اشتعال کا پورا پورا سامان فراہم کرتا رہتا ہے، اور ملک کے تمام غم و ماتم کے عہد مین پرنس آف ویلز کو دعوت دے کر کروڑون انسانون کے جذبات کو تعصب و نفرت کے ساتھ ٹھکرا دیتا ہے۔ ان تمام حالات مین ہندوستان کے اندر جو یقیناً فرشتون کی بستی نہین ہے، کیا کچھ ہو جاتا اور کیا کچھ ہو سکتا تھا، اگر تحریک خلافت کی نوان وائیلنس دعوت فتح مند ہو چکی ہوتی؟ وہ یقیناً فتح مند ہوئی۔ اور ہمارے دل اگرچہ ان واقعات کے لئے غمگین ہین، لیکن تحریک کی کامیابی کی طرف سے متفکر نہین ہین۔ امید ہے کہ آئندہ ایسے خطرناک اور منحوس واقعات پیش نہ آئین گے اور تمام خدام خلافت و کانگرس اچھی طرح ہشیار ہو جائین گے کہ انتظام کی ذرا سی غفلت کیسے ہولناک نتائج کا باعث ہو جاتی ہے اور اُس سے ہمارے مقاصد کو کس قدر افسوسناک صدمہ پہنچتا ہے اور پہنچ سکتا ہے۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی کی ورکنگ کمیٹی نے اپنے ۲۲-نومبر کے اجلاس مین ملک کو جو مشورے دئے ہین، وہ نہایت اہم ہین، اور ہمارے آئندہ کامون کی کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ پوری استقامت کے ساتھ اُن پر کاربند ہون۔

گاندھی جی کے دل پر اس منحوس واقعہ سے جو صدمات گزرے اور جس طرح متصل تین دن تک فاقہ کر کے اُن کے محبت پرست دل نے ابنائے ملک کی نادانیون اور گمراہیون پر ماتم کیا، وہ ایک ایسا موثر واقعہ ہے جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔ اور اس کی سچی عزت و احسان مندی یہی ہے کہ آئندہ کے لئے ایسے غم انگیز واقعات کا پوری طرح انسداد ہو جائے۔

آخر مین مین ہر اُس شخص سے جو خلافت اور سوراج کے مقصد کو عزیز رکھتا ہے التجا کرونگا کہ وہ اپنی انتہائی قوت امن و نظم کے قیام مین خرچ کر ڈالے اور یقین کرے کہ ہمارے اعلیٰ ترین مقصد کے لئے کوئی بات بھی اس درجہ مہلک نہین ہے جس قدر بلوے اور فسادات ہین، مین ہر مسلمان سے التجا کرونگا کہ وہ اسلام اور خلافت کے مقاصد کا مبلغ بن جائے اور ہر مسلمان کے کانون تک یہ حقیقت پہنچا دے کہ اگر اس کو اسلام اور اسلامی خلافت عزیز ہے تو آج اس کی خدمت کے لئے اس سے زیادہ کسی بات کی ضرورت نہین کہ ہر طرح کے بلوون اور فسادون کو روکا جائے، اور مخالفون کو تمام [illegible] ملت کی پامالی کا موقعہ نہ دیا جائے۔

شذرات

اناری کا نتیجہ ۔ ۱۰ نومبر کے تاریخی دن کے بعد سے گورنمنٹ نے تمام ملک میں جو "اناری و غدر" برپا کر رکھا ہے، اس کا کیا نتیجہ نکلا؟ یہ ایک ایسا سوال ہے جس پر گورنمنٹ اور پبلک دونوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ سرکاری حلقوں میں اس کا کیا جواب دیا جا رہا ہے۔ لیکن گورنمنٹ کے لسان حال انگلو انڈین اخبارات نہایت خوش ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اس "غدر" سے خاطر خواہ نتائج نکلے ہیں۔ اور ظلم و تشدد کی گرم بازاری نے تحریک آزادی کو سرد کر دیا ہے۔ خلافت اور کانگرس [illegible] خاموش ہو گئی ہیں، رضاکار بھی خائف ہو گئے ہیں۔ [illegible] پر [illegible] سے [illegible] کر رہ گئے ہیں۔

• ✤ •

ہمارے خیال میں گورنمنٹ اور انگلو انڈین طبقہ کی یہ خوشی قبل از وقت ہے، اور انھوں نے نتیجہ نکالنے میں بہت عجلت سے کام لیا ہے۔ ملک ایک لمحہ کے لئے بھی مرعوب نہیں ہوا، اور نہ تشدد کی حماقت آمیز کارروائیاں اس میں کمزوری پیدا کر سکی ہیں، وہ آزادی کے مطالبہ میں پہلے سے زیادہ سرگرم ہے اور پرامن جہاد پر اب اسے اور بھی زیادہ اعتقاد ہو گیا ہے۔ گورنمنٹ کی سختیوں کے مقابلہ میں جو چند روزہ وقفہ ہوا، وہ اس وجہ سے نہ تھا کہ مجاہدان وطن خوفزدہ ہو کر میدان سے ہٹ گئے تھے، بلکہ یہ ویسا ہی وقفہ تھا جیسا جنگستان دشمن کے اچانک حملوں کے وقت ہمیشہ ہوا کرتا ہے اور جس سے مقصود نئی تدبیروں کا سوچنا اور پہلے سے زیادہ سخت حملے کرنا ہوتا ہے، چنانچہ چند روز کے اندر ہی کارکنوں نے تمام باتوں پر غور کر لیا، ورکنگ کمیٹی کا فیصلہ بھی شائع ہو گیا، اور اب دشمن کے مقابلہ میں ہماری فوج کے ہراول آگے بڑھے ہیں۔

• ✤ •

تمام مقامات سے طیاریوں کی اطلاعات پہنچ رہی ہیں، اور بنگال، دہلی، پنجاب اور یوپی کے متعدد حصوں میں مقابلہ شروع بھی ہو گیا ہے، کسی جگہ ظالمانہ احکام کے قبول کرنے سے انکار کر دیا گیا ہے، اور باقی حصے بھی قانون شکنی پر آمادہ ہو رہے ہیں۔ ایسی حالت میں انگلو انڈین اخبارات کی خوشی کہاں تک بجا ہے؟ ہمیں شک ہے کہ مبادا ان کی ہنسی تنگ دلی یا بے حیائی کی ہو۔

• ✤ •

شاید کلکتہ کے ساقط انگلو انڈین اخبارات مقامی خلافت و کانگرس کمیٹیوں کی خاموشی سے اپنے کو فتحیاب کہہ رہے ہوں، لیکن انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ بھی چند روزہ مسرت ہے۔ اور ہفتہ عشرہ کے اندر ہی اندر وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ مقامی کارکن طاقتور ہیں یا کمزور؟ اور یہ کہ گورنمنٹ بنگال کی حد سے بڑھی ہوئی "اناری" نے انھیں بٹھا دیا ہے یا اور زیادہ مضبوطی سے کھڑا کر دیا ہے؟

• ✤ •

ہم قبل از وقت کوئی بات کہنا نہیں چاہتے؛ اور نہ اپنا کوئی راز فاش کرنا چاہتے ہیں لیکن اتنا بتائے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو اس کے تشدد کا جواب سب سے پہلے بنگال ہی سے ملے گا، کیونکہ وہیں سب سے پہلے شروع ہوا ہے۔ اور پھر دنیا دیکھے گی کہ بنگال کے [illegible] ارباب حکومت" اور انگلو انڈین [illegible] کس طرح جواب الجواب دیتے ہیں؟ وہ دن [illegible] جب کلکتہ کی سڑکوں پر ہزاروں کی تعداد میں خلافت و کانگرس کے رضاکار اپنے "یونیفارم" میں پھر رہے ہوں گے، گورنمنٹ ان کو گرفتار کرتے کرتے تھک جائے گی، مگر وہ گرفتار ہوتے ہوتے نہ تھکیں گے! اور کلکتہ کے ہر ہر محلہ و پارک میں گورنمنٹ کے علی الرغم جلسے ہو رہے ہوں گے اور پولیس ہتھکڑیاں لئے بوکھلائی ہوئی پھر رہی ہوگی کہ کسے کسے گرفتار کرے؟ اور کوئی جانتا ہے کہ وہ دن ... ہوا

• ✤ •

اس وقت ہم اپنے مہربان انگلو انڈین بزرگوں سے پوچھیں گے کہ "من أشد منا قوة"؟ ہم دونوں میں کون طاقتور ہے؟ مٹھی بھر ناشکرے بدیشی انگریز یا ۳۲ کروڑ ہندوستانی؟ اور اس دن فیصلہ ہو جائے گا کہ گورنمنٹ اپنے گھمنڈ پر قایم رہتی ہے، یا پبلک کے آگے سر جھکاتی ہے؟ اور جب وہ مبارک دن گزر جائے گا اور آزاد ہندوستان پر روشن سورج طلوع ہوگا تو یہ کینہ پرور اجنبی آبادی دیکھ لے گی کہ ہم اس سے کیسا سلوک کرتے ہیں:- انتقام لیتے ہیں یا انتہائی فراخ دلی سے اس کی تمام شرارتوں کو معاف کر دیتے ہیں! ہمیں معلوم ہے کہ شریف ہندوستان اپنے ناسمجھ اور مغلوب دشمنوں سے انتقام نہ لے گا، بلکہ انھیں پھر شکرگزاری کا موقعہ دے گا۔

• ✤ •

جنگ کا فیصلہ فریقین کی شجاعت و بسالت سے ہوتا ہے، اور شجاعت، مقاصد جنگ کے ماتحت ہوتی ہے۔ اس وقت جو جنگ ہندوستان میں ہو رہی ہے اس کا فیصلہ فریقین کے مقاصد دیکھ کر کر لو۔ گورنمنٹ کے پیش نظر نہایت ادنیٰ مقاصد ہیں، وہ خود جانتی ہے کہ از سر تا پا باطل میں ڈوبی ہوئی ہے، اور محض ظلم و جور کی بنیادوں پر قایم ہے وہ محض دنیاوی فوائد کے لئے جنگ کر رہی ہے، اور ان حقوق کو برقرار رکھنا چاہتی ہے جو انتہائی زبردستی و ناانصافی سے اس نے "تاریک زمانہ" میں حاصل کئے تھے۔ برخلاف اس کے ہندوستانی حق، آزادی، انصاف اور انسانیت کے لئے صف آرا ہوا ہے، وہ دیکھ رہا ہے کہ اس کے حقوق پامال ہو رہے ہیں، اس کی عزت مٹی میں مل گئی ہے، اور اس کے ناموس پر دست درازی ہوئی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ آزادی اس کا پیدائشی حق ہے، اور اس کے بغیر زندگی، موت سے بدتر ہے، وہ روحانیت سے لبریز ہے، اور ہتھیاروں پر نہیں، خدا پر بھروسہ رکھتا ہے ✤

• ✤ •

پھر دونوں میں فتحیاب کون ہوگا؟ کیا گورنمنٹ جس کے مقاصد بد ہیں اور جو کرایہ کے آدمیوں کو لے کر میدان میں آئی ہے یا ہندوستان جس کے مقاصد نیک ہیں اور جس کا بچہ بچہ آزادی کی راہ میں جان تک دینے کو طیار ہے؟ دنیا میں ہمیشہ ایسی ہی جنگیں ہوا کی ہیں اور ان کا فیصلہ بھی ہمیشہ یہی ہوا کیا ہے کہ "حق و اصحاب حق غالب ہوئے ہیں اور باطل و اصحاب باطل مغلوب"!

• ✤ •

پرنس آف ویلز: اور پھر اس فریق کی حیرانی نصیبی مین کسے کلام ہو سکتا ہے جو طفلانہ مزاج رکھتا ہو، اور بچون کی طرح محض ایک چھوٹی سی بات پر ضد کر رہا ہو؟ اس وقت گورنمنٹ کی بالکل یہی حالت ہو رہی ہے۔ ایک طرف تو وہ اپنی رسوائی سے بیخود ہو رہی ہے، اور دوسری طرف اس کی ضد ہے کہ ہندوستان سے جبراً و قہراً پرنس کا خیر مقدم کرا کے رہیگی۔ ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ اس جنگ مین گورنمنٹ کی پوزیشن اپنے حریف ہندوستان کے مقابلہ مین کس قدر نازک ہے، جو نہ تو اپنے مین کسی قسم کی ضد و ہٹ رکھتا ہے اور نہ سطحی باتون کے لئے لڑنے کھڑا ہوا ہے، بلکہ وہ اپنے سامنے ایک نہایت صحیح و سنجیدہ اصول رکھتا اور حق و صداقت کی اٹل و محسوس حقیقتون کو تسلیم کرانا چاہتا ہے۔

• ✤ •

کلکتہ مین ایک اور حماقت بھی دانائی کا جامہ پہن کر رونما ہوئی ہے، یہان کی انگلو انڈین جماعت نے پبلک کو چیلنج دیا ہے اور کہا ہے کہ ۲۴-دسمبر کو وہ ہندوستانیون سے پرنس کا استقبال کرائے گی۔ اور اس مقصد کے لئے اس نے رضا کار طیار کئے ہین، جو سنا جاتا ہے کہ مسلح ہو رہے ہین، اور جن کا کام اس دن یہ ہوگا کہ جبراً بازار کھلوائین، اور لوگون کو بانک کر اسٹیشن لے جائین، ہمین یہ اطلاعین بھی مل رہی ہین کہ انگلو انڈین اصحاب ہندوستانی دوکاندارون سے کہہ رہے ہین کہ جو شخص اس روز ہڑتال کرے گا، پولیس اس کی دوکان جبراً کھول دے گی۔

• ✤ •

ہمین ان "بچون" کی ضد پر ہنسی آتی ہے، کیا پرنس کے یہ نادان دوست سمجھتے ہین کہ ان کی ان روباہ بازیون سے پبلک مرعوب ہو کر شاہزادہ کا خیر مقدم کرنے کے لئے نکل کھڑی ہوگی۔ انہین معلوم ہونا چاہیئے کہ اب وہ زمانے لد گئے جب ہندوستانی سفید چمڑی کے آدمیون کو "ہوّا" سمجھا کرتے تھے، اب تو کوئی بھی ان کی پرواہ نہین کرتا اور ان کی دھمکیون کو گوز شتر سے زیادہ وقعت نہین دی جاتی۔

• ✤ •

ہمارا ابھی سے اس معاملہ پر بحث کرنا بیجا ہوگا۔ ۲۴-دسمبر دور نہین ہے، اس دن دیکھا جائے گا کہ کتنے ہندوستانی استقبال کو جاتے ہین، کتنی دوکانین کھلتی ہین، اور لٹھتون کے تالے پولیس توڑتی ہے۔ ممکن ہے کہ انگلو انڈین لوگ اپنی دھمکیون کا کھرا جواب نہ پا کر فتح کے نشہ سے مخمور ہو رہے ہون، مگر ہم جو ہندوستانی پبلک سے بہت قریب ہین اور ہر قسم کے جذبات معلوم کرتے رہتے ہین، بخوبی جانتے ہین کہ کلکتہ کی پبلک اس دن کیا کرے گی؟ ہمین بتایا گیا ہے کہ ۲۴-کی ہڑتال، ۱۷-کی ہڑتال کو بھی ہیچ کر دے گی، اور جبکہ شاہی جلوس نکل رہا ہوگا، کلکتہ کی سڑکون پر ایسا سناٹا ہوگا جیسا کبھی دیکھا، سنا نہ گیا ہوگا، تمام کاروبار بند ہوگا، تمام بازار خالی پڑے ہون گے، اور تمام آبادی گھرون مین ہوگی۔

• ✤ •

اور اگر بفرض محال تسلیم کر لیا جائے کہ کلکتہ مین گورنمنٹ اور انگلو انڈین جماعت اپنے جبر و تشدد سے پرنس کا خیر مقدم کرانے مین کامیاب بھی ہو جائے، تو اس سے موجودہ جد و جہد پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ کیا ایسا ہوتے ہی تمام ہندوستان مطالبہ آزادی سے دستبردار ہو جائیگا؟ اور کیا اس کی آزادی پرنس کے استقبال یا عدم استقبال پر موقوف ہے؟ اگر گورنمنٹ اور انگلو انڈین اصحاب یہی سمجھ رہے ہین تو ہمین ان کی عقل و دانائی پر ماتم کرنا چاہیئے۔

• ✤ •

سب سے زیادہ حیرت "سول گارڈ" کے قیام پر ہے، ان احمقون سے کوئی یہ پوچھے کہ تمھاری یہ "سول گارڈ" کیا کر سکتی ہے؟ آزادی کے سیلاب مین اس کا وزن ایک تنکے کے برابر بھی نہین ہے، پھر ان عقلمندون کو کیا ہو گیا ہے کہ اس طرح کی باتون سے اپنے کو مضحکہ بناتے ہین؟ اور اگر کلکتہ کے شہر مین یہ کچھ موثر بھی ہو، تو باہر کی تحریک کو کیونکر روک سکتی ہے؟ صرف کلکتہ مین اس کا قیام کیا مفید ہو سکتا ہے جبکہ پورا ملک [illegible] ہے، اور آزادی کے لئے سب کچھ قربان کر دینے کو طیار ہے؟ ہان اس کے قیام سے یہ فائدہ ضرور ہوگا، کہ ہندوستان اور زیادہ مضبوطی سے قدم اٹھائے گا، اور ظلم و استبداد کا خاتمہ جلد تر ہو جائیگا۔

• ✤

پردیسیون کو نکالو! - یہ وہ صدا ہے جو انگلو انڈین اخبارات نے بلند کی ہے، ہم اس کا نہایت جوش سے خیر مقدم کرتے ہین، اور ان کے ہم آہنگ ہو کر کہتے ہین کہ بیشک پردیسیون کو نکال دو! مگر ہمارے اور ان کے نقطۂ نظر مین بڑا فرق ہے، وہ گورنمنٹ کو مخاطب کر کے کہتے ہین، اور ہم پبلک کو، وہ ہمین "پردیسی" بتاتے ہین اور ہم انھین، وہ کہتے ہین کہ "یہان بیرون بنگال کے جو آدمی آئے ہین انھین نکال دینا چاہیئے، کیونکہ "شورش" وہی برپا کرتے ہین"! اور ہم یہ کہتے ہین کہ یہان بیرون ہندوستان کے جو لوگ آ گئے ہین، انھین نکال دو، کیونکہ "انارکی" و فساد کے بانی وہی ہین!

• ✤ •

[illegible] بیرونی بنگال کے ہندوستانیون کو نکال سکتا ہے، مگر انہین کہان پھینکے گا؟ پنجاب مین؟ یوپی مین؟ یا مدراس مین؟ پھر کیا وہ وہان بھی وہی نہ کرین گے [illegible] ہین؟ وہ جہان بھی ہون گے، ظلم و استبداد کے متعلق [illegible] ہین گے جب تک ہندوستان [illegible] بنگال کو اس طرح شیشہ کی بوتل مین قید کر [illegible] آزادی کی ہوا [illegible] گی؟ کیا خود بنگال پر غلامی کی وہ تمام مصیبتین نہین [illegible] ہندوستان [illegible] ہوئے ہین؟ اور کیا بنگال کو آزادی کی [illegible] البلد کر دینے کے بعد یہان سکون ہو جائیگا؟ [illegible] بلند کی تو جب [illegible] ہندوستان [illegible] وقت [illegible] کوئی [illegible] واقف نہ [illegible] کے کیا حق ہین کہ پردیسیون کو نکال [illegible] بنگال خاموش ہو جائے گا۔

• ✤ •

اور اگر [illegible] جو کچھ [illegible] ہے، [illegible] ہم چند غیر بنگالیون کی [illegible] کے بعد [illegible] سناٹا ہو جائے گا، تو بھی دوسرے [illegible] کے آزاد ہو جانے کے بعد کیا بنگال [illegible] غلامی قائم رہ سکے گی؟ [illegible] ہندوستان [illegible]

نہیں کئے جاسکتے۔ اگر ایک صوبہ بھی آزاد ہوگا تو تمام صوبے آزاد ہو جائیں گے، اور غلامی کی لعنت کسی پر بھی نہ باقی رہ سکے گی!

ہم بھی گورنمنٹ بنگال کو مشورہ دیتے ہیں کہ پردیسیوں کو ضرور خارج کر دے جنکی فہرست میں شاید سب سے پہلا نام "موتی لال گھوش، سی۔ آر۔ داس، شام سندر چکرورتی سین گپتا..." کا ہوگا، اور اگر انصاف سے کام لیا جائے تو سب سے پہلے "مسٹر رونالڈشے" کو نکالنا چاہیئے، جنہوں نے شروع میں یہ آگ خوب بھڑکائی تھی، اور اب بجھانے والوں کی صف میں کھڑے مسکرا رہے ہیں!

• ✤ •

زہریلی گیس۔ گورنمنٹ مدراس نے اعلان کیا ہے کہ "بیلر در جیل میں ۶۴ موپلا قیدی دم گھٹنے والی گیس سے ہلاک ہوگئے" اس خبر نے تمام ملک پر گہرا اثر کیا ہے، اور ہر جگہ غم و غصہ کے جذبات پیدا ہوگئے ہیں، ہندوستانی اخبارات نے بھی بہت کچھ ماتم کیا ہے اور اس واقعہ کو کلکتہ کے "بلیک ہول" کے فرضی واقعہ سے تشبیہ دی ہے، ہم اس وحشیانہ حرکت پر اپنے حزن و ملال کا کن الفاظ میں اظہار کریں؟ گورنمنٹ کا موجودہ سسٹم اس سے بھی بڑھ کر خلاف انسانیت کام کر سکتا ہے۔ اور برابر کر رہا ہے۔ آج اگر ۶۴ موپلے زہریلی گیس سے ہلاک کر دئے گئے ہیں، تو اس سے پہلے بارہا انگریزوں کے بوٹ اور گھونسوں سے ہندوستانی مرتے رہے ہیں، اور جلیانوالہ باغ اور چاندپور کے خونیں واقعات اب تک ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور کون جانتا ہے کہ انگریزی فوجیں ملابار میں کیسا کچھ نہ کر رہی ہوں گی ✤

✤

تمام کارکنان خلافت کے نام

۲۷ کو حسب ذیل برقی پیغام مولانا ابو الکلام نے بمبئی سے اخبارات میں بھیجا ہے "مقدمہ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد حیرانی و درماندگی کی جو خاموشی چھائی ہوئی تھی، اب اس کا پردہ چاک ہوا، اور گورنمنٹ ملکی تحریک کے مقابلے میں ایک نئی ہمت اور طاقت کے ساتھ آگے بڑھی ہے۔ سب سے پہلے بنگال میں والنٹیر کورز کو خلاف قانون قرار دیا گیا اور اب پنجاب، دہلی، یوپی میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ پنجاب، دہلی، اور میرٹھ میں سڈیشن ایکٹ بھی نافذ کر دیا گیا ہے۔ میں ۱۶ سے سفر میں ہوں میری عدم موجودگی میں کلکتہ میں میرے مکان اور پریس کی تلاشی لی گئی اور تمام غیر متعلق کاغذات اور میری تصنیفات اور یادداشتوں کے مسودات پولیس نے اپنے قبضہ میں کر لئے مقدمہ کراچی کی یادگار عقلمندی کے بعد یہ دوسری عقلمندی ہے اور جیسا کہ قاعدہ ہے۔ پچھلی عقلمندی کو پہلی سے زیادہ عمدہ ہونا چاہئے۔ والنٹیر کورز کو توڑ کر گویا خود گورنمنٹ نے ہماری رہنمائی کر دی اور بتلا دیا کہ سول ڈس اوبیڈین کی سب سے زیادہ سہل اور کامیاب راہ کونسی ہو سکتی ہے؟

میں اس موقعہ پر تمام خلافت ورکرز کو خاص طور پر توجہ دلاتا ہوں کہ فرض اور ہمت کی پوری روح سے معمور ہو جائیں اور اپنے نظام کو ہر طرح کی خیال اور عمل کی کمزوریوں سے پاک کر دیں۔ سب سے پہلی چیز کامل اور مضبوط اور غیر متزلزل امن ہے، جس کو سخت سے سخت اشتعال بھی ہلا نہ سکے ہم سے بڑھکر ہمارا کوئی دشمن نہ ہوگا اگر ہم امن اور نظم کے قائم رکھنے میں ذرا سی بھی کوتاہی کریں گے۔ بمبئی کے حادثہ نے بتلا دیا ہے کہ وقت پر تھوڑی سی غفلت بھی کیسی خطرناک صورت اختیار کر سکتی ہے، اور ہمارا نفوس ہماری ہتھیاروں سے زیادہ خطرناک ان کے پوشیدہ اور غیر مرئی ہتھیار ہیں۔ بمبئی کے حادثہ نے ایک نئی حقیقت بھی منکشف کر دی ہے۔ ملکی تحریک کو کچلنے کیلئے اب ضروری نہیں ہے کہ فوج اور مشین گنوں کو حرکت میں لایا جائے یہ کافی ہے کہ شہر کے بعض عناصر کو مسلح کر دیا جائے اور ان کے بے روک اسلحہ کی ہلاکت باری کا پولیس اور فوج تماشا دیکھے۔ کلکتہ کی نسبت ہم ابھی سن چکے ہیں کہ کس طرح شہر کی بعض آبادیوں کو مسلح کیا جا رہا ہے، اس کے مقابلہ میں ہمیں چاہئے کہ ہم میں سے ہر شخص قربانی اور برداشت کے اسلحہ سے مسلح ہو جائے، اور ہمارا قومی نظام اپنی قوت نظم و امن کی ایک مثال تاریخ کے لئے چھوڑ جائے۔

اتحاد اسلامی کا قیام

آذربیجان اور اناطولیہ

مصری معاصر الاخبار کا خاص نامہ نگار اپنی ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۲۱ کی چٹھی میں لکھتا ہے:۔

ہمارے ناظرین کو "افغانی، ایرانی، اور روسی سفیروں کے انگورہ پہنچنے کا علم ہو چکا ہے، آج ہم انہیں آذربیجان کے سفیر کے ورود انگورہ کی تفصیل سناتے ہیں:۔

۱۲۔ اکتوبر کو ابراہیم بک آبیلوف اپنے رفقاء کے ساتھ انگورہ پہنچے، جہاں قومی حکومت نے ان کا شاندار خیر مقدم کیا، اسی روز "جاک قیا" میں وہ سرکاری طور پر غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے روبرو پیش ہوئے۔ اور انہوں نے حسب ذیل تقریر کی:۔

سفیر آذربیجان کی تقریر

پاشائے محترم! مجھے اجازت دیجئے کہ ترکی قوم کو وہ پیغام پہنچا دوں جو اس کے بھائی آذربیجانی ترکوں اور ان کی جمہوری حکومت نے میرے ذریعہ سے بھیجا ہے، میری قوم نے اپنا محبت آمیز سلام اور باہمی اخوت کا تمغہ بھیجا ہے، پس میں ترکی قوم، ترکی فوج اور ترکوں کی قومی حکومت کو "زندہ باد"! کہتا ہوں، ترکی قوم وہ قوم ہے جس نے ساری دنیا میں اپنی صداقت پرستی، حب الوطنی اور کامل حریت کا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اور ترکی فوج نے تو ایسی شجاعت و بسالت اور پامردی کا ثبوت دیا ہے کہ دنیا کی جنگی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اے سپہ سالار اعظم! تیری حکومت نے تمام جہان کو اپنے مافوق العقل کارناموں سے محو حیرت کر دیا ہے! اور میں اپنی اس خوش نصیبی پر نازاں ہوں کہ آج آذربیجان کے ترکوں کی طرف سے پیغام محبت پہنچا رہا ہوں، کہ جو زاریت کی بدترین اور طولانی غلامی کے بعد روسی انقلاب کی بدولت آزادی کی سانس لے سکے ہیں۔ ہم ترکی قوم کی راحت کو اپنی راحت، اور اس کی تکلیف کو اپنی تکلیف تصور کرتے ہیں، اور میں اپنی قوم و حکومت

کی طرف سے اعلان کرتا ہون کہ آذربیجان ترکی قوم کی آزادی کی راہ مین اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہانے کو طیار ہے، مگر اُسے یہ منظور نہین ہے کہ ترکی قوم کو گزند پہنچے۔ آخر مین پھر آپ کو، آپ کی فوج کو، آپ کی حکومت کو اور آپ کی قوم کو زندہ باد کہتا ہون اور دست بدعا ہون کہ خدا جلد آپ کو فتحیاب کرے اور دشمن کو نامراد!

غازی مصطفےٰ کمال پاشا کا جواب

مین انتہائی مسرت و شادمانی کے ساتھ آذربیجان کے ترکون اور ان کی جمہوریت کو کہ جس کے آپ نمایندہ ہین خیر مقدم کہتا ہون۔ ترکی قوم اور ہماری قومی حکومت کو اس احساس پر ناز ہے جو ہمارے آذربیجانی بھائیون کے دلون مین موجود ہین، اور ہم انتہائی شکرگزاری کے ساتھ اس محبت و اخوت کے پیام کو قبول کرتے ہین۔ ہم اپنی قومی سرحدون کے اندر آزاد و خودمختار رہنا چاہتے ہین اور اسی مقصد کے لئے یہ جہاد عظیم کر رہے ہین، اور ہمین خوشی ہے کہ آذربیجان ہمارے اس حق کو تسلیم کرتا ہے۔ اناطولیہ اور رومیلی کے تمام ترک اس حقیقت سے کماحقہ واقف ہین کہ آذربیجان کا قلب ان کی ادنی تکلیف پر بھی بے چین ہو جاتا ہے، اور ان کی دلی تمنا ہے کہ وہ ہمیشہ آزاد و خودمختار رہے۔ کیونکہ اس بات کو بخوبی جانتے ہین کہ اس کے نقصان سے ان کا نقصان ہے اور اس کے فائدہ مین ان کا فائدہ۔ آپ نے کہا ہے کہ آذربائیجان ہماری آزادی کی خاطر اپنا خون بے دریغ بہائے گا، مین کس زبان سے شکریہ ادا کرون؟ لیکن مین اس کا ضرور اعلان کرون گا، کہ مین اور میری قوم کی پوری کوشش ہوگی کہ آذربیجان اور اناطولیہ کے مابین زیادہ سے زیادہ مضبوط تعلقات قائم ہو جائین، اور وقت پر ہم ایک دوسرے کے کام آسکین۔ اے مہمان محترم! آخر مین پھر مین آپ کا اور آپ کی آزاد و جمہوری قوم و حکومت کا شکریہ ادا کرتا ہون اور آپ کے لئے خوشحالی و سرسبزی کی دعا کرتا ہون!

سویٹ نظام حکومت
آذربیجان کی سیاسی حالت

اس کے بعد نامہ نگار ابراہیم کی وہ تصریحات نقل کی ہین جو انہون نے اپنے ملک کے متعلق ایک ترکی اخبار کے نمایندہ سے کی ہین، ذیل مین ہم ان کا ترجمہ درج کرتے ہین:-

آذربیجان کا نظام حکومت "سویٹ" ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ ہر ہر گاؤن مین مقامی باشندون کی نمایندہ مجلسین قائم ہین، جو وہان کا انتظام کرتی ہین، پھر یہ اپنے نمایندے ضلع کی مجالس کے نمایندون سے مجلس عام (پارلیمنٹ) بنتی ہے، جو مجلس وزراء کو مرتب کرتی ہے، مجلس عام کا سال مین دو مرتبہ اجلاس ضروری ہے، اور درمیان مین بھی حسب ضرورت منعقد ہو سکتی ہے۔ اس طرح آذربیجان کی حکومت صحیح معنون مین جمہوری ہے، اور اس مین شخصیت یا سرمایہ داری نام کو بھی نہین ہے۔

اجتماعی حالت آذربیجان کا مذہب اسلام ہے، اور وہی ملک کی اجتماعی زندگی مین کارفرما ہے، آذربیجان چاہتا ہے کہ مذہب کی کامل اتباع کے ساتھ اجتماعی اصلاح کرے۔ بلاشبہ وہان بھی کچھ ایسے لوگ موجود ہین جو بالشویک اصول حکومت کو "بے دینی اور الحاد" بتاتے ہین، لیکن ان کا محض تعصب ہے، کیونکہ گورنمنٹ مذہب کا پورا پورا احترام کرتی ہے، اور کسی کے عقیدہ اور مذہب مین ادنیٰ مداخلت بھی نہین کرتی، وہ صرف اجتماعی اصلاح چاہتی ہے، اور اس تعصب کے دور کرنے کی خواہشمند ہے جو جہالت و جمود کی وجہ سے مذہب کے بھیس مین ظاہر ہوتا ہے، اور اس مین بھی اس نے تدریجی ترقی کو مد نظر رکھا ہے، اور اس مین بھی کوئی اچانک تغیر نہین کیا ہے۔

مالی حالت مین سویٹ آذربیجان کی مالی حالت کی نسبت کیا کہون؟ ہم محنت کو سب سے زیادہ قیمتی شئے تصور کرتے ہین، اور ہمارا سب سے بڑا راس المال "عمل" ہے، آذربیجان، سرمایہ داری کی لعنت سے پاک ہے، تمام زمینین اور کارخانے افراد کی ملکیت سے نکل کر قوم کی ملکیت مین آگئے ہین، اور گورنمنٹ ان کی نگران و منتظم ہے، اب سے پہلے چند آدمی دولتمند تھے اور ملک کی تمام زمینون پر قابض تھے، اب انھین اپنے اس ناجائز حق سے دست بردار ہونا پڑا ہے، اور زمینین کاشتکارون پر تقسیم کر دی گئی ہین۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اب صدہا کاشتکار محض ایک شخص کے فائدہ کے لئے محنت نہین کرتے، بلکہ ان مین کا ہر ایک خود اپنے لئے اور ساری قوم کے لئے محنت کرتا ہے، اور جو کچھ پیدا کرتا ہے اُس سے پوری طرح متمتع ہوتا ہے۔

تمام سویٹ ممالک کی طرح آذربیجان مین بھی اندرونی تجارت پورے طور پر آزاد ہے، اور بیرونی تجارت خود گورنمنٹ کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

ہماری گورنمنٹ کے پاس خزانہ بھی ہے، ہر سال پارلیمنٹ اس کی جانچ پڑتال کرتی ہے، اور ملازمون اور مزدورون کو خوراک اور ضروریات زندگی دی جاتی ہین۔ یہ علاوہ اُس تنخواہ و معاوضہ کے جو محنت کے مقابلہ مین انھین ملتا ہے، گورنمنٹ کے پاس ملک کی ضروریات پوری کرنے کے لئے تمام سامان موجود ہے۔

تعلیمی حالت ہماری سرکاری زبان، ترکی ہے، اور اس کے یا روسی زبان کے ذریعہ سے تمام معاملات سرانجام پاتے ہین۔ ہم عنقریب روسی زبان کو چھوڑ دینے والے ہین، ہم تعلیم کی اشاعت مین نہایت زبردست کوششین کر رہے ہین، "زارون" کی سلطنت کے زمانہ مین تمام ملک قصداً جاہل رکھا جاتا تھا۔ تاکہ زار کی غلامی پر قانع رہے، چنانچہ اُس وقت تمام ملک مین ۳۰ ہزار طالب العلم تھے، لیکن اب ان کی تعداد ۲۵۰۰۰۰ ہے اور ابتدائی، ثانوی، اور اعلیٰ تعلیم، سب مفت ہے۔ صرف اسی قدر نہین کہ گورنمنٹ قوم کو مفت تعلیم دیتی ہے، بلکہ طلبہ کی خوراک، لباس، اور ہر قسم کے مصارف بھی اُسی کے ذمہ ہین، اور تمام اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والون کو اس سب کے ماسوا وہ وظائف بھی دیتی ہے۔ ہمارے یہان ابتدائی تعلیم (پرائمری) جبری ہے، جا بجا ٹریننگ تعلیم گاہین بھی قائم کر دی گئی ہین، اور وہ دن دور نہین جبکہ تمام ملک علم کی روشنی سے منور ہو جائے۔

آخر مین سفیر محترم نے کہا کہ ترکی قوم سے ہمین نہایت گہرا تعلق ہے، اس کے جہاد کو ہم اپنا جہاد سمجھتے ہین۔ کیونکہ اس کے بقا پر تمام مسلمانون کی زندگی موقوف ہے۔ (الاخبار)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

جمعہ ۲ دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۴۰ھ

خطبہ صدارت

حضرت مولانا ابوالکلام صاحب مدظلہ

(۲)

حضرات علماء کرام و ارکان جمعیۃ ! اس وقت ایک بہت بڑی آزمائش ہمارے طریق عمل کے لئے درپیش ہے۔ ہم نے مدتوں کی غفلت کے بعد قومی و اجتماعی اعمال کی کشمکش و کشاکش میں قدم رکھا ہے، اس لئے سب سے پہلے ہماری نظر آج کل کے مجلسی و اجتماعی کاموں کے طرق و اسلوب پر پڑتی ہے۔ اور تقلید و محاکات کا جذبہ ہمیں بے اختیار ان کی جانب کھینچنے لگتا ہے۔ لیکن میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ آپ کی راہ ان راہوں سے بالکل الگ ہے، اور کتاب اللہ کی ہدایت اور حکمت نبوۃ کی سنۃ نے آپ کو دنیا اور دنیا والوں کے تمام گڑھے ہوئے طریقوں اور قاعدوں سے مستغنی کر دیا ہے۔ آپ اس لئے نہیں ہیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے طریقوں کی تقلید کریں، بلکہ آپ کو علم و عمل شریعت اس لئے دیا گیا ہے تاکہ دنیا کی آنکھیں آپ کی طرف امید و طلب کو اٹھیں، اور آپ کی ہدایت ان کے لئے اتباع و تقلید کا پیام ہو۔ آپ کے پاس اللہ کی کتاب ہے، اور اس کے رسول کی سنۃ ہے، اور ان دو چیزوں سے بڑھ کر اور کونسا مبدء علم اور سرچشمہ حکمت ہو سکتا ہے جو انسانی اعمال کے تمام اصول و فروع کے لئے دنیا میں وجود رکھتا ہو! دنیا میں علم و یقین صرف وحی الٰہی اور علوم و اعمال نبوت ہیں۔ اس کے سوا علم و یقین کا اس سماء دنیا کے نیچے وجود نہیں۔ اس کے ماسوا جس قدر بھی ہے قرآن پکار پکار کے کہتا ہے کہ ظن ہے، تخمین ہے، قیاس ہے، اٹکل ہے، تخرص اور تلعب بالریب ہے، ظلمت ہے، ظلمات بعضها فوق بعض ہے۔ ما لهم بذلك من علم انهم الا يظنون۔ بل هم في شك يلعبون۔ ما لهم به من علم ان يتبعون الا الظن وان الظن لا يغني من الحق شيئا۔ افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله واتبعوا اهواءهم وغير ذلك من الآيات والقواطع۔ علم، یقین، برہان، بصیرت، فرقان، النور، اور نور علی نور تو صرف احسن العلم الخالق اور اعرف العباد کی درسگاہ سنت و حکمت سے مل سکتا ہے جو شک کی جگہ یقین کا، جہل کی جگہ علم و بصیرت کا، ظن و رائے کی جگہ بینہ و حجۃ کا، قیاس و تخمین کی جگہ برہان و فرقان کا، اور ان سب سے بھی بڑھ کر یہ کہ نور کا، تبیانا لکل شیء کا اور عروة الوثقى لا انفصام لها کا تمام نوع انسانی کے سامنے اعلان کر رہا ہے، اور تمام کرۂ ارضی کو یہ کہہ کر بلا رہا ہے۔ هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعنی (یوسف)۔ پس اب سوال یہ ہے کہ هل يستوي الاعمى والبصير او هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون؟

پس اے علماء ملت ! آپ کو اپنے طریق عمل و نظم کار کے لئے صرف کتاب و سنۃ ہی کو دستور العمل بنانا چاہئیے، اور اور ہر طرف سے آنکھیں بند کر لینی چاہئیں۔ دنیا علم و بصیرت کے لئے آپ کی محتاج ہے، آپ کو علم و بصیرت کے لئے دنیا والوں کی احتیاج نہیں ہے۔

دلا رامے کہ داری دل درو بند
دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

فقید الملۃ والدین

حضرات ! اس تمہید بیان کے بعد میں بالکل آمادہ تھا کہ مقاصد و مطالب کا سفر شروع کر دوں لیکن اچانک ایک غمگین حادثہ کی یاد نے میرے قدم روک دیئے۔ آپ کی اس جمعیۃ کا گزشتہ اجلاس جمع علماء ہند کے جس بزرگ و محترم وجود کی رہنمائی و صدارت میں منعقد ہوا تھا، آج وہ ہم میں نظر نہیں آتا اور اسکی موجودگی کی برکتوں سے محروم ہو گئے ہیں، میرا اشارہ حضرۃ مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کی ذات گرامی کی جانب ہے! اور میں یقین کرتا ہوں کہ آج آپ میں سے ہر فرد کو ان کی یاد دعوت غم دے رہی ہوگی۔ ان کی وفات بلا شبہ ایک قومی ماتم ہے اور ہم سب کو ان کی یاد کی عزت میں چند لمحوں کے لئے رک جانا چاہیئے۔

حضرات ! مولانا مرحوم ہندوستان کے گزشتہ دور علماء کی آخری یادگار تھے۔ ان کی زندگی اس عہد حرمان و فقدان میں علماء حق کے اوصاف و خصائل کا بہترین نمونہ تھی، ان کا آخری زمانہ جن اعمال حقہ میں بسر ہوا وہ علماء ہند کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہیں گے، ستر برس کی عمر میں جب ان کا قد ان کے دل کی طرح اللہ کے آگے جھک چکا تھا، عین جوار حرم میں گرفتار کئے گئے اور کامل تین سال تک جزیرہ مالٹا میں نظر بند رہے۔ یہ مصیبت انھیں صرف اس لئے برداشت کرنا پڑی کہ اسلام و ملت اسلام کی تباہی و بربادی پر ان کا خدا پرست دل صبر نہ کر سکا، اور انہوں نے اعداء حق کی مرضیات و اہواء کی تسلیم و اطاعت سے مردانہ وار انکار کر دیا۔ فی الحقیقت انہوں نے علماء حق و سلف کی سنۃ زندہ کر دی اور علماء ہند کے لئے اپنی سنت حسنہ یادگار چھوڑ گئے۔ وہ اگرچہ اب ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن ان کی روح عمل موجود ہے، اور اس کے لئے جسم کی طرح موت نہیں۔

وما دام ذكر العبد بالفضل باقيا
فذلك حي وهو في الترب هالك

اسوۂ یوسفی

حضرات ! ٹھہریئے ! ابھی ایک اور جماعت بھی ہے جو آپ کے دلوں کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ یہ ہمارے رفقاء طریق ہیں جو کل تک ہمارے ساتھ دعوت و تبلیغ حق میں سرگرم تھے اور جن کو آج اس جمعیۃ کی صف اولین میں ہونا تھا مگر وہ یہاں نظر نہیں آتے۔

وہ اس وقت آپ کو کہاں ملیں گے؟ آپ انھیں اس مصر فراعنہ میں نہ ڈھونڈھیں، جس کی وسیع آبادیاں اگرچہ آلِ فرعون کے لئے عیش کدۂ حکومت و آزادی کا حکم رکھتی ہیں، مگر اسیرانِ بنو اسرائیل کے لئے سرتاسر زندانِ استبداد ہیں۔ وہ آپ کے گمشدان ملت کے پیرہن گم گشتہ ہیں، اگر آپ ڈھونڈھتے ہیں تو اسی یوسف کدۂ عزت و اقبال میں ڈھونڈھیے جہاں اگرچہ السجن احب الیّ مما یدعوننی کے زنجیر و طوق میں وہ گرفتار ہیں مگر فی الحقیقت انک الیوم لدینا مکین امین اور کذالک مکنا لیوسف فی الارض کا تاج و تخت فتح و مراد بھی اسی زنجیر و طوق سے ڈھالا جا رہا ہے۔ قدمن اللہ علینا انہ من یتق و یصبر، فان اللہ لا یضیع احسن المحسنین!

حضرات! قرآن حکیم نے ہمارے سامنے حضرت یوسف علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے:۔ لقد کان فی یوسف و اخوتہ ایات للسائلین حضرت یوسف مصر کے بازاروں میں غلام بنا کر فروخت کئے گئے۔ پھر ان کے سامنے دو راہیں کھلیں۔ ایک میں اللہ کی معصیت تھی اور ایک میں انسان کا ظلم۔ انہوں نے قید خانہ کی مصیبت گوارا کر لی مگر معصیت کی عیش و آزادی گوارا نہ کی۔ ان کو حق کی فتح اور ظلم کے خسران پر اس قدر یقین و ایمان تھا کہ خوشی خوشی قید خانے چلے گئے اور انکی روح ہمیشہ اس یقین سے معمور رہی کہ اگر وہ حق پر ہیں تو بالآخر کامیابی و فتح مندی ان ہی کے حصے میں آئے گی۔ ان کے استغراق ایمانی اور ادائے فرض دعوۃ حق کا یہ حال تھا کہ قید خانے میں بھی زبان کھلی تو اپنے نفس کے لئے نہیں بلکہ حق و ہدایت کی تبلیغ و دعوت ہی کے لئے کھلی: یا صاحبی السجن أرباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القہار۔ بالآخر جب فیصلۂ حق و باطل کا وقت آ گیا تو نصرت الٰہی ظاہر ہوئی! وہ جو زنجیریں قید خانۂ مصر میں پہنائی گئی تھیں، وہی بالآخر مصر کا تاج و تخت بن کر نمودار ہوئیں۔ رب قد اتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السماوات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلماً و الحقنی بالصالحین! اس اسوۂ یوسفی کے بصائر و عبر بے شمار ہیں مگر زیادہ نمایاں حقیقت جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص تاج مصر سر پر رکھنے کا طلبگار ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے زندان مصر کے طوق و زنجیر کو اپنے دست و گردن کا زیور بنا لے۔ ہم تخت مصر کا جاہ و جلال دیکھ کر للچانے لگتے ہیں، مگر زندان مصر کی قید و محن فراموش کر دیتے ہیں حالانکہ طلبگاران تاج آزادی کے لئے پہلی منزل زندان و قید ہی کی ہے۔

اے کہ از دیدار یوسف غافلی
داغ یعقوب و زلیخا را نگر!

بلاشبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چشم شوق ایک مدت کے ہجر و فراق کے بعد جمال یوسفی سے روشن ہوئی۔ انی لاجد ریح یوسف لولا ان تفندون۔ مگر معلوم ہے کہ فتح و مراد کی یہ روشنی اسی سفیدی چشم سے چمکی تھی جو ایک مدت مدید کے صبر و طلب سے وجہ یعقوبی میں پھیل چکی تھی: وقال یا اسفیٰ علیٰ یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فہو کظیم۔ پس اس راہ میں پہلی آزمائش صبر کامل اور طلب صادق ہی کی ہے جب تک طلب یعقوبی حاصل نہ ہو، طلعت یوسفی نظر افروز نہیں ہو سکتا۔

یا من شکی شوقہ من طول فرقتہ
اصبر لعلک تلقی من تحب غدا

مولانا روم کے اشارات اس مقام پر کیا لطیف و بدیع ہیں:۔

تو کہ یوسف نیستی یعقوب باش
روز و شب در گریہ و آشوب باش
پیش یوسف نازش خوبی مکن
جز نیاز و آہ یعقوبی مکن

سورۂ یوسف نے یہ حقیقت بھی آشکارا کر دی کہ اگر ایک غلام زندانی اپنے حسن عمل و استقامت سے ملک کے تاج و تخت کا مالک ہو جا سکتا ہے تو کیا ایک پوری قوم ایمان و عمل کے غیر مسخر اسلحہ سے مسلح ہو کر اپنی کھوئی ہوئی حکومت واپس نہیں لے سکتی؟ و لقد احسن القائل۔

ہزار رشتہ بدام و مرا بہ سادہ دلی
تمام عمر در اندیشۂ رہائی یافت!

حضرات! الحمد للہ کہ اسوۂ یوسفی کے اتباع و تاسی کا باب سعادت ملک و ملت پر کھل چکا ہے اور زندان ہند میں اب روز بروز آزادگان حق کی تعداد بڑھتی جاتی ہے۔ ابھی ابھی ہم ملک و ملت کے محبوب و محترم پیشواؤں کو کراچی کے قید خانے میں وداع کر کے آ رہے ہیں اور آپ کی جمعیۃ کے سرگرم وفادار کارناظم مولانا احمد سعید دہلی سے میانوالی کے جیل میں اس طرح پہنچائے گئے ہیں کہ ان کے جسم پر قیدیوں کا کمل پڑا تھا اور ہاتھ ہتکڑیوں میں بندھے ہوئے تھے۔

وحدثتنی یا سعد عنہا فزدتنی!
جنوناً، فزدنی من حدیثک یا سعد

حضرات! اگر اللہ کی محبوبیت، خدمت ملت کی لازوال عزت، دعوت و شہادۃ حق کا شرف بے مثال، صرف ان ہی زنجیروں اور ہتکڑیوں کے معاوضہ میں مل رہا ہے تو اس سے زیادہ ارزاں سودا اور کون ہو سکتا ہے اور ہزار رشک و مسرت ان خوش نصیبوں پر جو اس دولت بیکراں اور سعادت بے ہمتا سے شاد کام ہوئے!

تمنت سلیمیٰ ان نموت بحبہا
واھون شی عندنا ما تمنت

حضرات! یقیناً یہ وہی وقت ہے جس کی صحاح کی حدیث میں خبر دی گئی تھی۔ الصابر فیہن کالقابض علی الجمر۔ ان وقتوں میں ایمان و حق پر استقامت ایسی مشکل ہو جائیگی جیسے انگاروں کو مٹھی میں لینا۔ سو واقعی آج یہی حال ہو رہا ہے۔ آج ایمان پر قایم رہنا گویا آگ سے کھیلنا ہے، اور جو شخص اس کے لئے طیار نہیں اسے چاہیے کہ اس شعلہ زار حق پرستی سے ہٹ جائے اور اسے جانبازان ایمان کے لئے چھوڑ دے۔

گریز د از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

حضرات ! خدارا بتلایئے میں اپنے دل کے خونچکان زخموں کا مرہم کہاں ڈھونڈھوں کون ہے جو اُس درد و غم کا لذت شناس ہو سکتا ہے جس کو برسوں سے اپنے سینۂ مجروح میں چھپائے ہوئے ہوں ؟ جب سوچتا ہوں کہ ہر اہلِ طریق آج قید خانوں میں اسیر ہیں اور میں نامراد جلسوں کی صدارتیں کرتا پھرتا ہوں، تو یقین کیجیے کہ مجھے اپنی اس زندگی اور تمام تر آرامی سے وحشت ہونے لگتی ہے ' اور میں لفظوں اور صداؤں میں اس درد و غم کی کشمکش ظاہر نہیں کر سکتا جس سے میرا سینہ شق ہوتے لگتا ہے۔ اگر احادیث میں روکا نہ گیا ہوتا کہ مومن کو ابتلا کی تمنا نہیں کرنی چاہیئے تو یقین کیجیے کہ میں اس آزادی سے اس قدر اکتا گیا ہوں کہ قید و بند کی آرزو ئیں کرتا اور اس کے لئے خدا سے دعائیں مانگتا اس پر بھی آپ کو معلوم ہے کہ قطع نظر ایام گزشتہ کے پچھلے دو ماہ کے اندر میں اپنی جانب سے بار بار معاملہ کو انتہا تک پہنچا چکا ہوں مگر نہیں معلوم کیا بات ہے ساری دنیا گرفتار کی جا رہی ہے مگر مجھ مشتاق کے نام کوئی پیام نہیں آتا۔

دیوانہ بہ راہے رود و طفل بہ راہے

یاران مگر این شہر شناسنگ نہ دارد

حضرات ! مجھے یقین ہے کہ میں آپ کے دلوں کی سچی ترجمانی کروں گا اگر اُن تمام عزیزانِ ملت کو آپ کی جانب سے پیام محبت و تشکر پہنچاؤں ' پس اُن سب پر سلام ' جو دین و ملت کے نام پر زندان ہائے ہند میں اسیر ہیں ' اور ان سب کے لئے ہمارے دلوں کی مخلصانہ تبریک ' ہماری روحوں کا لازوال عشق ' اور اللہ کی خوشنودی و محبت کی ابدی و سرمدی بشارت۔ وہ وقت دور نہیں ہے جب یا تو ہم خود اُن تک پہنچیں گے ' یا اُن کو اپنے حلقۂ محبت و شوق کے اندر موجود پائیں گے۔ عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعاً۔ انہ ھو العلیم الحکیم!

دعاء اصحاب کہف

حضرات ! ابھی تھوڑی دیر ہوئی ہے کہ میں نے اس خطبہ کو شروع کرتے ہوئے اپنے دعائیہ کلمات کا خاتمہ اس دعا پر کیا تھا "ربنا آتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا" آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یہ دعا بھی منجملہ ادعیۂ قرآنیہ کے ہے ' اور سورۂ کہف میں بتلایا گیا ہے کہ اصحاب کہف نے اتباع حق کی راہ میں اپنے وطن و دیار کو چھوڑتے ہوئے یہ مقدس دعا مانگی تھی۔ اصحاب کہف سے مقصود چند بندگان مومن و مخلص ہیں۔ دقیٰ اعلم بعد تھم۔ جو ایک ایسی آبادی میں بستے تھے جس میں ہر طرف ظلم و ضلالت کی حکومت چھائی ہوئی تھی اور کوئی گوشہ امن و عافیت ایسا نہ تھا جو پیروانِ حق کے لئے مامن و ملجا ہو سکتا۔ اُن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے ' اور طریق حق کو چھوڑ کر بطلان و ضلالت کے آگے سر جھکانا نہیں چاہتے تھے انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی۔ وہ صرف ایک ہی پروردگار عالم پر ایمان رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمارا سر اس کے آگے جھک چکا اب اور کسی ہستی کے آگے نہیں جھک سکتا۔ فقالوا ربنا رب السماوات والارض لن ندعوا من دونہ الٰھا لقد قلنا اذا شططا۔ لیکن یہ حق پرستی ان کے حکمران ملک کے قانون میں سب سے بڑا انسانی جرم تھی اور جبکہ ان کی آبادیوں میں ظلم کے لئے عیش و آزادی تھی۔ کفر کے لئے عافیت تھی ' گمراہی کے لئے امن تھا ' تو ان عشاق حق کے لئے صرف جنگلوں کے بھٹ اور پہاڑوں کی غاروں ہی میں امن و نجات کا گوشہ باقی رہ گیا تھا۔ بالآخر وہ آبادی سے نکل کر ایک پہاڑ کی غار میں پوشیدہ ہو گئے ' اور انسانی آبادی کا دروازہ جن مظلوموں پر بند ہو گیا تھا ان کے لئے خدا کے پہاڑ نے اپنا آغوش کھول دیا۔ فأووا الی الکھف ینشر لکم ربکم من رحمتہ ویھیئ لکم من امرکم مرفقا!

حضرات ! عہد قدیم کی یہ ایک داستانِ عبرت ہے جو کلام الٰہی نے ہمیں سنائی ہے اور اس بارے میں قرآن حکیم کا اسلوب بیان آپ کو معلوم ہے کہ وہ "کتاب فیہ نبأ ما قبلکم ' وخبر ما بعدکم ' وحکم ما بینکم" (رواہ الترمذی عن علی و محمد ' وابو نعیم فی الحلیہ عن معاذ) ہمیشہ ماضی کو مستقبل کے لئے اور رفتہ کو آئندہ کے لئے بیان کرتا ہے اور اعمال انسانی کے یکساں و یک رنگ حوادث و ایام کو بطور تاریخی استقراء کے مرتب کر کے دائمی نتائج و عواقب کی طرف توجہ دلاتا ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں کہیں بھی مسلسل یا متفرق قصص و ایام ماضیہ کا ذکر کیا ہے ' صاف صاف واضح کر دیا ہے کہ مقصود محض تاریخ اور نقل و حکایات نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جس کے الگ کر دینے کے بعد تاریخ فسانہ بن کر رہ جاتی ہے اور اس کے وجود میں دنیا کے لئے کوئی سود اور فائدہ باقی نہیں رہتا یعنی موعظت و تذکیر ' انتباہ و اعتبار ' واقعات و حوادث کے تسلسل و یکرنگی سے قوانین عالم کا ادراک و انکشاف ' اور گزشتہ سے آئندہ کا استنباط۔ چنانچہ سورۂ ہود میں جس کا محور بیان یہی حقیقت ہے فرمایا وکلا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک وجاءک فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکری للمومنین اور عہد نوح سے لے کر عہد موسیٰ تک کے ایام کا ذکر کر کے نتیجہ نکالا وکذالک اخذ ربک اذا اخذ القری وھی ظالمۃ۔ ان اخذہ الیم شدید۔ ان فی ذالک لایۃ لمن خاف عذاب الآخرۃ۔ الخ۔ سورۂ یوسف کے آخر میں فرمایا وکاین من آیۃ فی السماوات والارض یمرون علیھا وھم عنھا معرضون۔ یعنی کائنات ہستی کی آیتوں میں سے ایک آیۃ تو ملکوت السماوات کی ہے جس کا تفکر ما خلقت ھذا باطلا اور انی وجھت وجھی للذی فطر السماوات والارض حنیفا۔ الخ کا باب عرفان و حقیقت کھولتا ہے اور دوسری قسم آیات ارضیہ کی ہے اور آیات ارضیہ میں سب سے زیادہ نمایاں آیت حوادث و ایام کی ہے جو ہمیشہ قوموں اور ملکوں پر گزر چکے ہیں اور اب یا تو صرف ان کی داستانیں زبانوں پر باقی رہ گئی ہیں۔ جعلناھم احادیث۔ یا اطلال و آثار ہیں ' بہت سے مٹ چکے اور بہت سے ٹوٹی ہوئی دیواروں اور ویران کھنڈروں کی شکل میں عبرت سرائی کے لئے باقی ہیں منھا قائم وحصید۔ پس اس آیت میں حوادث و ایام امم کو بھی زمین کی آیتوں اور نشانیوں سے تعبیر کیا گیا اور اسی طرح سورۂ یونس ' اعراف ' شعراء وغیرہا میں بیان واقعات کے بعد فرمایا فانظر کیف کان عاقبۃ المکذبین فانظر کیف کان عاقبۃ المجرمین۔ ان فی ذالک لآیۃ وما کان اکثرھم مومنین سورۂ نور میں اور بھی واضح کر دیا ولقد انزلنا الیکم آیات بینات ومثلا من الذین

خلوا من قبلکم۔ اور عام طور پر بھی ہر جگہ ایام گزشتہ سے نتائج وعبر اخذ کئے ہیں اور انسان کی غفلت واعراض پر افسوس کیا ہے کہ وہ آنکھ رکھ کر بھی نہیں دیکھتا اور کان رکھ کر بھی نہیں سنتا۔ فکاین من قریۃ اھلکناھا وھی ظالمۃ فھی خاویۃ علی عروشھا وبئر معطلۃ وقصر مشید۔ افلم یسیروا فی الارض فتکون لھم قلوب یعقلون بھا او اذان یسمعون بھا فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور! (حج)

غرضکہ قرآن حکیم کا مقصد قصص واخبار سے موعظت وتذکیر ہے۔ آج کل فلسفۂ تاریخ کے بعض جدید مذاہب نے تاریخ اقوام سے قوانین اجتماع اور طبیعت اقوام کے اصول اخذ کئے ہیں لیکن قرآن حکیم نے موعظت وتذکیر کے ایک لفظ میں بے شمار حقایق ومعارف کے ساتھ اس حقیقت کو بھی آشکارا کر دیا ہے۔ قرآن کا استدلال اس بارے میں یہ ہے کہ جس طرح عالم جسمانی ومادی کے لئے ایک قانون طبیعت ہے، اور اشیاء کے خواص وآثار ہیں جو کبھی اُن سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ پانی ڈوباتا ہے، آگ جلاتی ہے، زہر کی یبوست ہلاکت کا باعث ہوتی ہے۔ صالح غذا سے جسم نشو ونما پاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح عالم معنویات کے لئے بھی ایک قانون طبیعت ہے اور اشیاء کی طرح عقائد واعمال کے بھی خواص ونتائج ہیں جو کبھی ان سے الگ نہیں ہو سکتے۔ باطل کے لئے ہمیشہ مٹنا ہے، اور حق کے لئے ہمیشہ قایم رہنا ہے، فساد کا خاصہ ہمیشہ ہلاکت ہے، اور اصلاح کا نتیجہ ہمیشہ زندگی۔ ظلم وجور ضرور ہے کہ جب کبھی ہو بالآخر شکست کھائے، اور عدل وصداقت کے لئے ضروری ہے کہ جب کبھی ہو فتح پائے۔ قرآن حکیم نے اسی قانون معنوی کو جا بجا سنۃ اللہ اور فطرۃ اللہ کے لفظوں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ فی الحقیقت یہی ناموس خلقت ہے، آئین طبیعت ہے، آگ کی حرارت اور پانی کی برودت سے بھی زیادہ محکم وغیر مبدل ہے، اور صرف عالم حیوانات ہی میں نہیں بلکہ کارخانۂ ہستی کے ایک ایک وجود اور ایک ایک ذرہ تک میں جاری وساری ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ دنیا میں ہمیشہ اسی قانون کے ماتحت قوموں کو زندگی ملی ہے اور اسی کے ماتحت وہ ہلاک ہوئی ہیں، اور چونکہ قانون دائمی ہے، اعمال یکساں ہیں، طبیعت غیر مبدل ہے، خواص لاینفک ہیں، اور نتائج وثمرات ناگزیر، اس لئے آیندہ بھی ہمیشہ وہی ہوگا، جو ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور وقت کا امتداد تغیر اللہ کے قانون مکافات ومجازات عمل کو تبدیل نہیں کر دے گا زہر کھانے سے اگر ایک ہزار برس پہلے آدمی مر جاتا تھا، تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب زہر کھانے سے زندگی ملے، اور اگر آگ پانچ ہزار برس پہلے جلاتی تھی تو ایسا نہیں ہو سکتا کہ اب اُس کے شعلوں میں انگلی ڈالو اور ٹھنڈک اور راحت ملے۔ سنۃ اللہ فی الذین خلوا من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔

چنانچہ اسی بنا پر جا بجا گزشتہ حوادث وانقلابات کے نتائج کو سنۃ الاولین کے لفظ سے تعبیر کیا اور آخرین کے لئے اُس کو بطور دلیل وبرہان کے استعمال کیا۔ انفال میں کہا وان یعودوا فقد مضت سنۃ الاولین اور فاطر میں کہا فھل ینظرون الا سنۃ الاولین فلن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ولن تجد لسنۃ اللہ تحویلا۔ اور سورۂ نساء میں فرمایا سنن الذین من قبلکم!

پس سنۃ اللہ سے مقصود یہ قانون نتائج حق وباطل اور آئین فلاح وخسران امم ہے۔ نہ کہ مادی وجسمانی خواص کا قانون جیسا کہ معتزلۂ قدیم ومقلدین یونانیات وفلاسفہ اور اُن کے خوشہ چینوں نے سمجھا، اور جیسا کہ موجودہ عہد کے معتزلۂ جدیدہ اور مفتونین فتنۂ علوم جدیدہ نے استدلال کیا ہے۔ ایسا استدلال قطعاً تحریف معنوی ہے اور نظم قرآن کو بالکل درہم برہم کر دیتا ہے۔

حضرات! آپ حضرات کی نظر علم وبصیرت سے یہ حقیقت بھی مستور نہ ہوگی کہ قرآن حکیم نے اس ضمن میں جماعت انسانی کے وحدۃ اعمال، وحدۃ خواص، اور وحدۃ نتائج کو ایک عجیب معجزانہ استدلال فطری کے ساتھ پیش کیا ہے۔ البتہ اس کی فقہ ومعرفت کا دروازہ صرف اُن ہی قلوب صافیہ پر کھل سکتا ہے جن کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے انوار کتاب وسنت کے اکتساب واستنارۃ کے لئے مجلی ومزکی کر دیا ہو، اور جنہوں نے ظلمات قیل وقال، وآراء رجال، وسماعات مخترعۂ جدل وخلاف، وسبل متفرقۂ یونانیہ وکلامیہ کے طلسمات ظنون، اور کارخانہ جات اہوا سے نکل کر فضاء بے کنار حکمت قرآن وسنۃ کی سیر کی ہو وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم!

بہرحال قرآن حکیم نے حیات وامم کے قانون الٰہی کا اعلان کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتداء خلقت سے جس طرح حق وصداقت کا ظہور یکساں رہا ہے، اُسی طرح بطلان وفساد کا ظہور بھی ہمیشہ یکساں رہا ہے۔ جس طرح حق کی صدائیں ہمیشہ ایک ہی طرح کی اُٹھی ہیں. اُسی طرح ظلم وعدوان کے دعوے بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کے ہوئے ہیں۔ جس طرح حق وصداقت کی شکل وصورت اور خصایص واوصاف ہر عہد میں ایک ہی طرح کے رہے۔ اُسی طرح بطلان وفساد کا رنگ روپ بھی ہمیشہ ایک ہی طرح کا رہا۔ چنانچہ وہ جا بجا کہتا ہے بل قالوا مثل ما قال الاولون۔ پھر اس استقرار کے بعد وہ اس قدرتی یقین واذعان کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ جس طرح حق وباطل کی یہ دو زنجیریں متقابل ومتوازی ابتدا سے چلی آتی ہیں، ضرور ہے کہ آیندہ بھی جاری رہیں تا آنکہ حق کی آخری فتح مندی کا وقت آجائے اور بطلان وفساد کی تمام سرکش قوتیں مٹ جائیں لیظھرہ علی الدین کلہ۔

پس ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے مستقبل میں بھی ہوگا۔ اور ماضی میں جو نتائج نکلے ہیں ضرور ہے کہ مستقبل میں بھی نکلیں. ہمیشہ ایسا ہوگا کہ حق وباطل، نور وظلمت، ظلم ومظلومی کا معرکۂ آویزش وکشاکش گرم ہوگا۔ حق کا یہ خاصۂ طبیعت ہے کہ اس کی غربت وبیچارگی جتنی زیادہ ہوگی، اُسی قدر وہ فتح وفوز سے قریب ہوتا جائے گا، اور باطل کا خاصۂ طبیعت ہے کہ اس کی قوت ظلم اور استعداد فساد جس قدر بڑھتی جائے گی، اُتنا ہی وہ ہلاکت وخسران کے لئے زیادہ طیار ہوتا جائے گا۔ حق کی مظلومی میں بالطبع داعیۂ فتح ہے، اور ظلم کی سرکشی میں بالطبع داعیۂ خسران۔ کچھ عرصہ تک کشمکش جاری رہے گی اور فساد کو تکمیل مادۂ خسران کے لئے ایک خاص زمانے تک مہلت دی جائے گی۔ اس مہلت کو قرآن حکیم نے جا بجا تمتیع الی حین اور تربص وانتظار واجل سے تعبیر کیا ہے، اور اُس خاص وقت کو جو قانون الٰہی کے ماتحت ظہور نتائج کے لئے مطلوب ہوتا ہے اجل مقدر اور اجل مسمیٰ کہا ہے۔ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءھم العذاب الخ اور سورۂ یونس میں فرمایا ویقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین؟ قل لا

املک لنفسی ضرا ولا نفعا الا ما شاء اللہ لکل امة اجل اذا جاء اجلھم فلا یستأخرون ساعة ولا یستقدمون۔ پس جب وہ وقت آجائے گا اور مادۂ فساد تکمیل تک پہنچ کر انتہا کے لئے طیار ہوجائے گا، تو پھر حق و باطل کا آخری فیصلہ ظہور میں آئے گا۔ حق کی مظلومی و درماندگی فتح پائے گی، باطل کی مغرور طاقت و سطوت کچھ کام نہ دے گی! قرآن حکیم کی اصطلاح میں اسی آخری فیصلہ کا نام قضاء بالحق ہے، اور اب لوگون نے اسے انقلاب اور بقاے اصلح کے نام سے بھی پکارنا شروع کیا ہے فاذا جاء امر اللہ قضی بالحق وخسر ھنالک المبطلون۔

حضرات! اصحاب کہف کو اگر اپنے عہد کے ضلالت و طغیان سے درماندہ و لاچار ہوکر پہاڑ کی غار مین پناہ لینی پڑی، تو گو وہ عہد جاچکا ہے، لیکن اس عہد کی ضلالت و طغیان دنیا سے رخصت نہین ہوئی ہے، آج بھی عشاق حق کے عزم و ثبات کے لئے ایک ایسی ہی آزمایش درپیش ہے۔ آج بھی ظلم کی حکومت ہے، بطلان و فساد کی فرمانروائی ہے، جور و طغیان کا دور دورہ ہے، اور اصحاب کہف کی بستی کی طرح صرف ایک ہی قطعۂ ارضی نہین بلکہ تمام کرۂ ارضی کی خشکی و تری حق و عدالت سے محروم ہوگئی ہے، اور خدا کی زمین پر اس کے مظلوم و درماندہ بندون کے لئے کوئی گوشۂ امن و عافیت باقی نہین رہا ہے۔ ظھر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔ گویا زمین کی تمام پچھلی نامرادیان لوٹ آئی ہین اور تاریخ عالم کی ساری گزری ہوئی شقاوتین ایک ایک کرکے پلٹ رہی ہین۔ سرزمین اصحاب کہف کا جبر و طغیان، فراعنۂ مصر کا ظلم و استبداد، نمارودۂ کلدان کا غرور و تمرد، اصحاب مدین کا انکار و اعراض، قوم عاد کا فسق و عدوان، یہ سب کچھ بہ یک ظرف و زمان جمع ہوگیا ہے۔ مصر و ایران، بابل و نینوی، یونان و روما، اگرچہ اپنے اپنے وقتون مین اللہ کی صداقت و عدالت کے مقابلہ کے لئے اٹھ چکے ہین، لیکن اب ان سب کی جگہ اور ان سب سے بڑھ کر یورپ کی مدنیۂ ملعونہ ہے جو پانچ سال تک آگ اور خون کے سیلابون مین غرق رہ کر بھی بدستور من اشد منا قوة؟ کا دعوی کررہی ہے اصحاب کہف کی جماعت چند انفاس پر مشتمل تھی، اس لئے پہاڑ کی غار مین انھین پناہ مل گئی، لیکن آج اصحاب کہف کی سی مظلومی میں چند افراد ہی نہین بلکہ آبادیون کی آبادیان اور اقلیمون کی اقلیمین مبتلا ہوگئی ہین، اور لاکھون کرورون بندگان الہی پر ان کی بستیون اور شہرون مین امن و آزادی کا دروازہ بند ہوگیا ہے، اس لئے نہ تو صحراؤن کے اس قدر گوشے ہین جہان انھین پناہ مل سکے اور نہ پہاڑون کی اس قدر غارین ہین جو انھین اپنے آغوش مین لے سکین۔

حضرات! آئیے! قبل اس کے کہ ہم اس صف ماتم مین بیٹھین، ذرا اپنی ان بربادیون پر بھی ایک نظر ڈالین جن کے ماتم و فغان سنجی کے لئے آج یہان جمع ہوئے ہین، تمام کرۂ ارضی کے مشارق و مغارب پر نظر ڈالئے اور ڈھونڈھیے کہ پرستاران حق و اسلام کے لئے کوئی ایک گوشۂ امن بھی آج باقی رہا ہے؟ سانپون کیلئے بھٹ ہین، اور درندون کے لئے غار ہین جہان امن و بے فکری سے وہ اپنی رات بسر کرسکتے ہین مگر آہ! پیروان اسلام کے لئے آج تمام کرۂ ارضی مین چار بالشت زمین بھی امن و عافیت کی باقی نہین رہی۔ گویا اسلام کی پوری تیرہ صدیون کی تاریخ اب ایک محض افسانۂ ماضی اور حکایت رفتہ ہے۔ اوراق دوفاتر مین پڑھی جاسکتی ہے، مگر بلاد و اقالیم مین دیکھی نہین جاسکتی۔

کان لم یکن بین الحجون الی الصفا

انیس ولم یسمر بمکة سامر!

حضرات! معلوم نہین کہ آپ کے کانون کا کیا حال ہے مگر مین اپنے نامراد سامعہ کو کیا کرون جس سے ہر لحظہ اور ہر آن واشریعتا! وا دنیا کی جگر دوز صدائین ٹکرا رہی ہین اور میری مجروح آنکھین دیکھ رہی ہین کہ کفر و ظلم کے غلبہ و قہر سے ارض الہی کا ایک ایک چپہ چیخ رہا ہے، پرستاران حق کی غربت و بیکسی ہر طرف سر پیٹ پیٹ کر ماتم کررہی ہے، اور فضاء کائنات کا ایک ایک ذرہ قائم حق کو ڈھونڈھ رہا ہے، اور حامیان ملت کو پکار رہا ہے

یا ناعی الاسلام قم وانعہ

قد زال عرف وبدا منکر

شیخ سعدی نے قتل بغداد کا مرثیہ لکھا اور ابو البقاء نے تباہی اندلس پر ماتم کیا۔ وقت آگیا ہے کہ اس عہد کا ایک نیا ابو البقاء اندلس و بغداد کا نہین بلکہ تمام عالم اسلامی کا مرثیہ لکھے۔

اصابھا العین فی الاسلام فارتزأت — حتی خلت منہ اقطار و بلدان

تبکی الحنیفیة البیضاء من اسف — کما بکی لفراق الالف ھیمان

علی دیار من الاسلام خالیہ — قد اقفرت ولھا بالکفر عمران

حیث المساجد قد صارت کنائس ما — فیھن الا نواقیس وصلبان

حتی المحاریب تبکی وھی جامدة — حتی المنابر ترثی وھی عیدان

یا غافلا ولہ فی الدھر موعظة — ان کنت فی سنة فالدھر یقظان

اعندکم نبأ من اھل اندلس؟ — فقد سری بحدیث القوم رکبان

کم یستغیث بنا المستضعفون وھم — قتلی واسری فما یھتز انسان

الا نفوس ابیات لھا ھمم — اما علی الخیر انصار واعوان

ماذا التقاطع فی الاسلام بینکم — وانتم یا عباد اللہ اخوان

لمثل ھذا یذوب القلب من کمد — ان کان فی القلب اسلام و ایمان

حضرات! یہ دعا اصحاب کہف نے اس وقت مانگی تھی جب ان کی آبادی کے دروازے ان پر بند ہوگئے تھے۔ آئیے آج ہم اس دعا کو وسیلۂ قبولیت بنائین جبکہ صرف ایک ہی آبادی کے نہین بلکہ تمام دنیا کے دروازے پیروان حق پر بند ہوگئے ہین، اور ہر طرف ظلم و فساد کی حکومت پھیل گئی ہے۔ اس دعا مین رحمت الہی کی طلب ہے اور ارشاد امر کا سوال ہے۔ رحمت اللہ کی وہ صفت کاملہ ہے جو ہر طرح کے فیضان و بخشایش کا دروازہ کائنات ہستی پر کھولتی ہے اور رشد امر سے مقصود ہر طرح کی ہدایت و رہنمائی ہے جو حصول و انجاح مقاصد کے لئے مطلوب ہو۔ پس گویا اعجاز بلاغة قرآنی نے ان چند لفظون کے اندر ان تمام برکات و مقاصد کو جمع کردیا ہے جن کی نوع انسانی محتاج ہوسکتی ہے۔ اس کو رحمت کی ضرورت ہے جو اس کی درماندگیون اور خطاؤن کو بخش دے، اور ارشاد امر کی ضرورت ہے تاکہ صحیح راہ کامیابی پر چل کر کامران و فتح مند ہو۔ ان ہی دو چیزون کے ہم بھی آج محتاج ہین۔ ہم نے خطائین کی ہین، پس اس کی رحمت مطلوب ہے جو بخش دے، ہم نے راہ عمل گم کردی اور رشد و ہدایت کے سائل ہین تاکہ صراط مستقیم پر گامزن ہوجائین: ربنا آتنا من لدنک رحمة وھیئ لنا من امرنا رشدا +

(باقی دارد)

سول نافرمانی پر

قرآن حکیم سے ایک نظر

(از مولانا عبد الرحمٰن صاحب ندوی صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ)

اب تک ملک میں جو کچھ ہوتا رہا وہ سب تمہیدی کام تھے جو انجام پاتے رہے۔ عمل اور قربانی کی اصلی منزلیں ابھی سامنے نہ آئی تھیں۔ لیکن اب پہلا قدم اُٹھایا گیا ہے۔ ملک کے مختلف گوشوں سے سول ڈس اوبیڈینس کے لئے جس طرح بے چینی کے ساتھ آوازیں اُٹھ رہی ہیں وہ ہماری تحریک کے لئے فال نیک ہیں۔ سمندر میں جب طوفان آنے کو ہوتا ہے تو یکایک ساری سطح میں لہریں نہیں اُٹھنے لگتیں بلکہ پہلے دُور کے کناروں ہی میں جنبش محسوس ہوتی ہے۔ ہندوستان کی تاریخ سیاست میں وہ دن بڑا ہی مبارک و مسعود ہوگا جب مدت کی دبی ہوئی قومیں سلطنت کی تیاریوں کو نافرمانی اور عدم اطاعت کا پیغام سنائیں گی قوانین حکومت کی یہ نافرمانی عین خدا کی فرمانبرداری اور گورنمنٹ کی عدم اطاعت کا اشتہار میں خدا کی اطاعت کا اعلان ہوگا۔ سیاسی حیثیت سے اس کے جو نتائج محمود ظہور میں آوینگے اور پولیٹیکل حیثیت سے اس تحریک کے جو وجوہ و دلائل در پیش ہیں ان سے قطع نظر کرکے ہم صرف اصولاً سول نافرمانی پر قرآن کریم سے ایک اجمالی بحث کرتے ہیں۔ یہ مسلم ہے کہ نافرمانی کا یہ انداز جو آج ہم صد سالہ غلاموں نے پیش نظر ہے یہ کمزوری او ضعف کا ایک ہتھیار ہے، قرآن کریم کے رو سے مسلمانوں کے لئے محکومی جب ممنوع قرار پاچکی تو ظاہر ہے کہ اس میں محکومی کے اس قسم کے مباحث بھی زیادہ تفصیل سے نہیں مل سکتے۔ تاہم قرآن مجید نے ہر سیاسی اور معاشرتی انقلاب کی ضرورتوں کا لحاظ کیا ہے اس کے کچھ نہ کچھ اشارے پائے جاتے ہیں۔ رسالت پناہ صلعم کے عہد قدسی میں کسی جابر حکومت کی باقاعدہ محکومیت تو نہ تھی لیکن روسائے قریش کی متکبرانہ سرداریوں اور قہارانہ سرکشیوں کی تکلیفیں ضرور تھیں مسلمانوں کا پہلو سیاسی حیثیت سے بے بسی اور بے کسی کے عالم میں تھا اور یہی دو جوہر ہیں جو حکومت اور غلامی میں بالترتیب پائے جاتے ہیں۔ پس اگر قرآن کریم نے روحی فداہ صلعم کو سرداران قریش اور احبار یہود کے قوانین کی خلاف ورزی اور نافرمانی کا حکم دیا تو یہ ہمارے لئے اسوۂ حسنہ بس ہے کہ ہم بیسویں صدی میں یورپ کے متمدن کی دماغ سوزیوں اور برٹش حکومت کی جابرانہ قانون سازیوں کو شکست کردیں۔

سول نافرمانی پر صریح استدلال! تفحص و جستجو نے ہماری نظر کو قرآن کریم کی ایک صاف و صریح آیت پر پہنچا دیا جو سول نافرمانی کے لئے ایک عمدہ استدلال ہے، مسلمانوں کے لئے بلا تخصیص وہی قانون عملدر آمد کے لائق ہے جو وحی الٰہی کے مطابق ہو، اور جس قانون کی بنیاد وحی الٰہی پر نہ ہو بلکہ اس کا سرچشمہ انسانی افکار ہوں تو قرآن صاف کہتا ہے اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم ولا تتبعوا من دونہ اولیاء صرف اسی چیز کا اتباع کرو جو خدا کی جانب سے ہے اور خدا کے سوا دوسرے حاکموں کی پیروی نہ کرو۔ عموماً اولیاء کا ترجمہ دوستی سے کیا جاتا ہے لیکن قرآن مجید میں ایسی آیتیں موجود ہیں جن میں ولایت کے معنی صرف حکومت ہی کے ہوسکتے ہیں، قیامت کے بیان میں کہا گیا ہے ۔۔

ھنالک الولایۃ للہ الحق وہاں کی حکومت صرف خدا ہی کے لئے ہے مفردات راغب میں بھی اسی کے قریب معنی بیان کئے گئے ہیں۔ اس لئے ہم نے حاکموں کا ترجمہ کیا ہے۔ ڈپٹی نذیر احمد صاحب نے اس آیت کا نہایت واضح ترجمہ کیا ہے "لوگو جو تمہارے پروردگار کی جانب سے تم پر اترا اسی پر چلے جاؤ اور خدا کے سوا کارسازوں کی پیروی نہ کرو" اگرچہ ڈپٹی صاحب نے اولیاء کے معنی کارسازوں کے یعنی معبودوں کے بیان کئے ہیں لیکن سوچو کہ جب پتھر کی مورتی یا مخلوق معبود ہیں اتباع کے قابل نہیں تو پھر یہ دغل و فساد کے پیکر کب قابل اتباع ہوسکتے ہیں۔ عدم اتباع کا انگریزی میں صحیح ترجمہ ڈس اوبیڈینس ہی ہوسکتا ہے۔ اسی لئے ہم نے انھیں آیتوں کا انتخاب کیا ہے جن میں عدم اتباع یا عدم اطاعت کی صاف صاف تصریح ہے

سول نافرمانی اور تاریخ قدیم! رسالت پناہ کا عہد تو بلاشبہ باضابطہ حکومت اور غلامی سے پاک تھا لیکن حضرت موسیٰ کی قوم تو غلامی کی تاریخی زندگی بسر کرچکی ہے، قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے چار ہزار برس قبل بھی ایک مرتبہ غلاموں اور محکوموں کی تاریخ سول نافرمانی کا سبق دہرا چکی ہے حضرت موسیٰ اور ہارون سے خطاب ہے فاستقیما ولا تتبعٰن سبیل الذین لا یعلمون تم دونو ثابت قدم رہو، اور ان نادانوں کے رستہ (قانون) کی پیروی نہ کرو۔

سول نافرمانی کا پیغمبرانہ چیلنج! ارباب اقتدار کے مقابلہ میں نافرمانی کا اعلان کرنا نبی کریم کی ایک سنت ہے۔ قرآن مجید میں رسالت پناہ کو حکم دیا گیا ہے قل لا اتبع اھواءکم قد ضللت اذاً وما انا من المھتدین کہدو کہ میں تمہاری مرضی کی باتوں کو نہیں مان سکتا اگر میں ایسا کروں تو میں سیدھے راستہ سے ہٹ کر گمراہ ہوجاؤں گا۔

قانون اور روایات! انگریزی حکومت کی تاریخ میں کتنی عرضداشتوں کے جواب میں کہا گیا ہے کہ ایسا کردینا دولت برطانیہ کی شاندار روایات کے خلاف ہے یہی روایات کا حجاب اکثر ہے جو بیکسوں کی فریاد سننے سے روکتا ہے۔ اور حاکم و محکوم کے درمیان تفرقہ و عناد کی گہری خلیج پیدا کردیتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے بیجا روایات کی پابندی سے منع فرمایا ہے واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما الفینا علیہ اٰباءنا جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کے قانون کی پیروی کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اپنے اسلاف (پیشرو) کی روایات پر چلیں گے۔

عدالت اور سول نافرمانی! حکومت کی ساری مشنری میں صرف عدالت کا نظام سول نافرمانی کے لئے کافی ہے۔ کتنے مسلمان ہیں جن کے دل دیانت داری کے جذبات سے لبریز ہیں لیکن جب وہ بسلسلۂ ملازمت عدالت کی کرسی پر بیٹھتے ہیں تو انھیں مجبوراً شریعت کے خلاف فیصلے لکھنے پڑتے ہیں۔ قرآن مجید میں اسی کے متعلق آیا فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم عما جاءک من الحق ان کے آپس میں مقدمات کا فیصلہ خدا کے قانون کے مطابق کرو حق کو چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

قانون کی بنیاد! اصولی حیثیت سے سول نافرمانی کا سب سے بڑا سبب خود قانون سازی کا موجودہ طریقہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں وہی اصول سامنے رکھے

حکومت انگورہ کی شاندار سیاسی فتح

قارص کانفرنس کا عظیم الشان نتیجہ

الاخبار کا خاص نامہ نگار اُسے ۳۱۔ اکتوبر کو قسطنطنیہ سے لکھتا ہے :-

ہم اپنے گزشتہ مضامین میں اشارہ کر چکے ہیں کہ یورپ کے سیاسی حلقے ترکون اور بالشویکون کی دوستی کو ناپائدار سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ وہ جلد ہی ٹوٹ جائے گی، جس کی بڑی وجہ ان کے نزدیک قارص تھا، جسے ترک اپنے زیر اثر رکھنا چاہتے تھے، اور بالشویک اپنے زیر اثر، کیونکہ یہ مسلم ہے کہ پائے تخت اریوآن کے بعد ارمینیا میں سب سے زیادہ مستم بالشان مقام یہی قارص ہے۔ ترک اُسے صرف اس لئے نہ چاہتے تھے کہ ان کی بہت سی تاریخی روایات کا وہ مرکز ہے، بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ ان کی شمالی مشرقی حدود کی جنگی کنجی ہے، اور ان کے موجودہ و آیندہ ارادے بغیر اس کے وقوع پذیر نہیں ہو سکتے چنانچہ یورپ کو یقین تھا کہ مشرق اوسط میں اس شہر کی وجہ سے بے چینی باقی رہے گی اور ترک اور روسی کتنا ہی ملنا چاہیں، مل نہ سکیں گے۔ لیکن قارص کانفرنس کے انعقاد اور پھر ترکی روسی معاہدہ کی تکمیل نے تمام شکوک دُور کر دئے، اور یورپ کو یہ دیکھ کر بڑی مایوسی ہوئی کہ دونوں قومیں باہم موافق ہو گئیں۔ لیکن پھر بھی بڑی بڑی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں اور اس معاہدہ کی شرائط کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیان پیدا کی جا رہی تھیں، یہاں تک کہ انگورہ گورنمنٹ نے معاہدہ شایع کر کے سب کی زبانیں بند کر دیں!

معاہدہ کی دفعات

انگورہ کے تارون سے معلوم ہوتا ہے کہ جس معاہدہ پر قارص میں ترکون اور روسیون اور قفقاسی جمہوریتون کے دستخط ہوئے ہیں۔ وہ ایک مقدمہ اور ۲۰ دفعات پر مشتمل ہے۔ چنانچہ:-

(۱) پہلی دفعہ میں ہے کہ معاہدہ کرنے والی ترکی، ارمنی، آذربیجانی، اور جارجین حکومتین اُن تمام معاہدون کو کالعدم تصور کرتی ہیں جو اُن گورنمنٹون نے کئے تھے جو اب سے پہلے ان علاقون پر قابض تھیں جو اس وقت معاہدہ کرنے والی مذکور الصدر حکومتون کے قبضہ میں ہیں، نیز اُن تمام معاہدون کو باطل قرار دیتی ہیں جو قفقاز کی جنوبی جمہوریتون کے متعلق ہوئے تھے، اس قرارداد سے صرف وہ معاہدہ مستثنیٰ ہے جو ترکون اور روسیون کے مابین ماسکو میں ۱۶۔ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء کو ہوا ہے۔

(۲) ہر فریق اقرار کرتا ہے کہ کسی بین الاقوامی معاہدہ یا قرارداد کو بلا سبب کی رضامندی کے نہ قبول کرے گا۔ ارمینیا، آذربیجان، اور جارجیا اقرار کرتی ہیں کہ ترکی کے متعلق یورپ کی کوئی قرارداد تسلیم نہ کریں گی جب تک اُسے خود حکومت انگورہ نہ تسلیم کرے، اور یہ کہ ترکی سے مراد وہ علاقے ہون گے جنھیں حکومت انگورہ ترکی قرار دے۔

(۳) معاہدہ کرنے والی تمام حکومتین ترکی میں اجنبی امتیازات کی برطرفی تسلیم کرتی ہیں۔

(۴) چوتھی دفعہ سرحدون کی تعیین کے متعلق ہے، چنانچہ اس کے ترکی سرحدیں اس طرح ہون گی کہ شمال مشرق میں وہ بحر اسود کے قصبہ سارب سے شروع ہو کر سیدھی کیلاس

مناوترع، شاوشت دلخ سے ہوتی ہوئی اقاق داغ تک پہنچین گی اور پھر قارص اور گیمال اردھان کو قدیم نظام کے مطابق لیتی ہوئی آرپہ جای اور آراس تا کو جاتی ہیں، اور قرہ صو دریائون کے سنگم پر ختم ہو جائیں گی۔ اس قرارداد کے بموجب ارمینیا اور جارجیا نے قارص اور اردھان کا ترکی سے الحاق تسلیم کر لیا ہے۔

(۵) ترکی، ارمن، آذربیجان، اور جارجیا "نخجوان" کے علاقے کی آذربیجان کے ماتحت اندرونی آزادی تسلیم کرتے ہیں (اس دفعہ کے ذریعہ سے وہ جھگڑا ابھی ختم ہو گیا جو تین سال سے جمہوریت ارمن اور آذربیجان میں چلا آتا تھا، اور اس سے آخر الذکر کو زیادہ فائدہ پہنچا)

(۶) چھٹی دفعہ کی رو سے ترکی نے باطوم کی بندرگاہ، شہر اور اس کی وہ زمین جو دفعہ ۴ کی حدود کے شمال میں پڑتی ہیں، ان شرائط پر جارجیا کی حکومت کے حوالہ کر دی ہیں کہ

(۱) مذہبی اور شخصی آزادی تمام باشندون کو ہوگی، اور زیادہ سے زیادہ اندرونی خودمختاری انھیں دی جائے گی، نیز زمینیں باشندون پر عدل و انصاف کے ساتھ تقسیم کر دی جائینگی

(۲) ترکی تجارت درآمد و برآمد ہمیشہ بلا روک ٹوک ہوگی، اور اس پر کوئی محصول نہ لیا جائیگا۔

(۷ و ۸) ترکی اور جارجیا کی حکومتین ایک دوسرے کی رعایا کو آمد و رفت اور تجارت کی پوری آزادی دین گی۔

(۹) نوین دفعہ میں ہے کہ ترکی اور جارجیا اقرار کرتی ہیں کہ بحر اسود کی آبنائیون کو تمام قومون کی تجارت کے لئے آزاد رکھین گی، نیز جن سلطنتون کی بحر اسود میں بندرگاہیں ہیں، ان کی مشترکہ کانفرنس وہ قواعد و ضوابط وضع کرے گی جن پر بحر اسود اور آبنائیون میں آمد و رفت ہوا کرے گی، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قواعد ایسے نہ ہون جن سے بحر اسود میں کامل ترکی سیاست یا دار الخلافہ قسطنطنیہ کو صدمہ پہنچتا ہو۔ (اس دفعہ کی رو سے قارص کانفرنس نے بحر اسود اور قسطنطنیہ کے متعلق ترکی مطالبات تسلیم کر لئے)

باقی دفعات میں ان حکومتون کی رعایا کے حقوق کی تفصیل ہے جبکہ وہ ان میں سے کسی کے حدود میں داخل ہو، نیز قیدیون کی واپسی، سیاسی مجرمون کی عام معافی، اور کونسل خانون کے قیام پر بحث ہے۔ اور اٹھارویں دفعہ میں مذکور ہے کہ ان حکومتون کی ایک کانفرنس تفلس میں منعقد ہوگی، جو ان کے تجارتی و اقتصادی تعلقات پر غور و بحث کرے گی۔

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے کہ معاہدہ قارص کی اکثر دفعات ترکی روسی معاہدہ سے ماخوذ ہیں، اور اس طرح قوقاز کی جمہوریتون نے اس معاہدہ کو تسلیم کر لیا ہے۔ نیز اس کے بموجب ترکی، روس، آذربیجان، جارجیا اور ارمنستان میں جتھا قائم ہو گیا ہے، جس نے اُن تمام معاہدون کو کالعدم کر دیا جن کے قبول کرنے پر ترکی مجبور کی گئی تھی، اور جن میں ایک معاہدہ ورسیلز کا بھی ہے، اور "مسئلہ ارمن" کا بھی قطعی خاتمہ کر دیا ہے کہ جس سے دول یورپ اکثر ترکی کو پریشان کرنے کے لئے ابھارا کرتے تھے۔

اس معاہدہ کی حکومت انگورہ اسی ہفتہ میں تصدیق کر دینے والی ہے، ہمیں معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور خود معاہدہ بھی بتاتا ہے کہ اس کی رو سے مذکورہ بالا تمام حکومتین ایک دوسرے سے وابستہ ہو گئی ہیں، اور ان کے لئے جائز نہیں رہا ہے کہ کسی سے بغیر سب کی رضامندی کے کوئی معاہدہ کریں۔ نیز اس کی رو سے حکومت انگورہ قوقازی جمہوریتون کو بحالت ضرورت اپنے وقت جنگی مدد بھی دے سکے گی، اور ارمینیا کو بہت سا

ممالک، ترکی، اور قلعہ بلت حاصل کرے گی جس کے معاوضہ مین ارمینیا اُسے اپنی فوجون سے مدد دے گی۔ اور اگر وہ اس کے خلاف کرے گی تو حکومت انگورہ ان مراعات کو بھی منسوخ کر دے گی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ترکون نے آذربیجان سے ایک ہجومی دفاعی معاہدہ کیا ہے، اور یہ اُس تجارتی معاہدہ کے علاوہ ہے جو اب سے پہلے ہو چکا ہے۔

ان تفاصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت انگورہ کی تمام وطنی تمنائین پوری ہو گئی ہین، اور قوقاز مین اُسے نہایت عمدہ پوزیشن حاصل ہو گئی ہے۔ اس موقعہ پر ترکون نے حالات زمانہ سے خوب فائدہ اُٹھایا، اور سویٹ روس نے ان کی تمام خواہشون کو منظور کر لیا ہے، اسی قدر نہین بلکہ سویٹ گورنمنٹ نے ترکون سے یہان تک درخواست کی تھی کہ اگر اُسے رومانیہ یا پولینڈ سے جنگ کرنا پڑے تو وہ قوقاز کے تمام ممالک پر عارضی قبضہ کر لیں، مگر انھون نے اس کے ماننے سے انکار کر دیا، کیونکہ اس سے آذربیجان کو صدمہ ہوتا۔

رفاقت

ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری

لمثل ھذا، فلیعمل العاملون!

کل چار بجے جب مین بمبئی میل سے کلکتہ پہنچا اور متوقع تھا کہ حسب معمول اسٹیشن پر مولوی عبدالرزاق صاحب سے ملاقات ہوگی تو ان کی جگہ ان کی گرفتاری کی خبر نے میرا استقبال کیا۔ وہ اگر اسٹیشن پر ملتے تو میرے دل مین اُن کی محبت بڑھتی جو گزشتہ دو سال سے برابر بڑھتی رہی ہے، مگر وہ نہ ملے اور جیل خانے چلے گئے۔ اس طرح انھون نے صرف اپنی محبت ہی نہین بلکہ اپنی عزت کے لئے بھی میرے دل سے تقاضہ کیا۔ اب مین ان سے صرف محبت ہی نہین کرتا بلکہ اُن کی عزت بھی کرتا ہون۔

اُن کی گرفتاری کے لئے کوئی وارنٹ نہین جاری کیا گیا، ان سے کہا گیا کہ پولیس کمشنر نے بلایا ہے۔ جب وہان گئے تو گرفتار کر لیا گیا، اور دو گھنٹہ کے بعد میرے مکان پر ٹیلیفون سے اطلاع دی گئی کہ ان کے لئے کھانا بھیجدیا جائے۔ گرفتاری کی کوئی معین بنا ابھی ظاہر نہین کی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انھون نے پچھلے دنون کلکتہ مین کوئی تقریر کی تھی اور اسی کی بنا پر گرفتار کیا گیا ہے۔ ۶- دسمبر کو مقدمہ پیش ہوگا۔

مولوی عبدالرزاق صاحب کا وطن ملیح آباد (لکھنؤ) ہے۔ ابتدائی تعلیم دارالعلوم ندوہ مین حاصل کی۔ اس کے بعد قاہرہ (مصر) چلے گئے اور مدرسۂ دعوۃ وارشاد مین داخل ہو گئے جسے شیخ سید رشید رضا صاحب ایڈیٹر المنار نے جاری کیا تھا۔ تقریباً تین سال تک وہان علوم ادبیہ اور تفسیر قرآن وغیرہ کی تحصیل کرتے رہے اور خود وہان کے مصری طلبا پر اپنی ذوق علم اور طلب صادق سے بدرجہا فوقیت لے گئے۔ مصر سے قسطنطنیہ گئے اور وہان بھی کچھ دنون تک رہے۔ پھر ۱۹۱۹ء مین ہندوستان واپس آئے۔ اور اُس وقت سے ملک مین برابر علمی و قومی خدمات مین مشغول رہے۔ نہ صرف وہ خود بلکہ اُن کا پورا خاندان اپنے جوش ایمانی اور حب اسلامی کے اعتبار سے اخلاص و عمل کا ایک قابل عزت گھرانا ہے۔ اُن کے والد اور تینون بھائی ہمیشہ راہ حق و عمل مین سرگرم رہتے ہین۔ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا کہ ان کے بڑے بھائی ملیح آباد مین اس لئے گرفتار کر لئے گئے تھے کہ انھون نے مقاصد خلافت کی تبلیغ کے لئے ایک اعلان شایع کیا تھا، اور اصل سبب یہ تھا کہ وہ کسان سبھا اور خلافت کمیٹی کے قیام کے لئے بے باکانہ کوششین کرتے تھے۔ وہ عرصہ تک قید تنہائی کی سخت مشقتین برداشت کرتے رہے اور حال مین رہا ہوئے ہین۔

دو سال ہوئے جب یہ مجھ سے ملے، اور مین نے ان مین بہترین قابلیت علم و عمل نمایان پائی۔ یہ ملک کے ان مخصوص اہل علم نوجوانون مین ہین جن کی غیر معمولی قابلیتون سے بہترین اُمیدین وابستہ کی جا سکتی ہین۔ انھون نے خدمت حق و دعوت کی راہ مین مجھ سے جو رشتہ رفاقت و اخوت جوڑا تھا، وہ روز بروز قوی ہوتا گیا۔ اور ایک سچے رفیق اور بھائی کی طرح اُن کی صداقت میرے دل کو جذب کرتی رہی۔ پچھلے دنون، جب مدرسۂ جامع مسجد کلکتہ کا افتتاح ہوا تو مین نے انھین کلکتہ بلا لیا اور اُن ہی کی محنت و سعی سے مدرسہ قایم ہوا۔ یہ مشغولیت ان کے لئے کم نہ تھی، لیکن ان کا ولولۂ خدمت زیادہ وسیع میدان ڈھونڈھتا تھا بالآخر پیغام جاری ہوا، اور اس کی ترتیب و اشاعت کا تمام بار انھون نے اپنے سر لے لیا۔ یہ کہنا ضروری نہین کہ اس بار کے وہ اہل تھے، اور نہایت مستعدی و قابلیت سے تن تنہا اس کی ایڈیٹری کرتے رہے۔ قارئین پیغام مین کوئی شخص نہ ہوگا جو ان کی تحریرون کو دلچسپی و شوق کے ساتھ نہ پڑھتا ہوگا۔

اب وہ گرفتار ہو گئے۔ مین کہنا چاہتا ہون کہ خدا تعالی نے ان کی حسن نیت اور حسن عمل کو قبول کر لیا۔ اس بارے مین انسانی قلب کی درماندگیون کا کچھ عجیب حال ہے۔ مین اگر کہون کہ میرے دل پر کوئی صدمہ نہین، تو یقیناً مین اپنے قدرتی جذبات کے لئے پردہ پوش ہون گا۔ مین اپنے دل کو راز بنانا پسند نہین کرتا۔ میرے دل کو ایسے موقعون پر غم ہوا ہے۔ مین نے برادر عزیز محمد علی و شوکت علی کی گرفتاری کی جب خبر سُنی اور جب کراچی مین ان سے ملا تو مین اپنے دل کو صدمہ سے نہ بچا سکا اور نہ میری آنکھین آنسوؤن کو روک سکین۔ یقیناً اس وقت بھی میرا دل غم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن الحمد للہ کہ دل کے جذبہ پر دماغ کا ایمانی یقین و اعتقاد غالب ہے، اور گو کشمکش ہوتی ہے لیکن بالآخر غلبہ اعتقاد ہی کو ملتا ہے۔ جذبات نابود نہین ہو سکتے مگر مغلوب ہو جا سکتے ہین۔ مین خوش ہون اور سچے دل سے اپنے عزیز رفیق کو مبارکباد دیتا ہون۔ وہ بے گناہ ہین، اور ان کی گرفتاری اُن کے لئے ایک پاک عبادت ہے۔ انھون نے جس سچی و بے تکلف ہمت و بشاشت کے ساتھ اپنی گرفتاری کا استقبال کیا، اور جس اطمینان و استقامت کے ساتھ اس وقت قید خانے مین ہین۔ خدا تعالی وہ جوہر ہر مسلمان کو عطا کرے!

البتہ مین اپنے دل کی اس خلش کو دور نہین کر سکتا کہ رفیقان راہ ایک ایک کر کے قید ہو رہے ہین، اور مین اب تک چھوڑ دیا گیا ہون۔ عسی اللہ ان یاتینی بھم جمیعا، انہ ھو العلیم الحکیم!

ابوالکلام۔ ۲- دسمبر۔ کلکتہ

هٰذا بلاغ للناس!

رجسٹرڈ نمبر سی ۱۰۵۹

پیغام

ہفتہ وار

ایڈیٹر
عبدالرزاق ملیح آبادی

قیمت
سالانہ مع محصول ڈاک ۴ روپے
ششماہی ۲ روپے
ممالک غیر سے سالانہ ۵ روپے
قیمت فی پرچہ دو آنے

مقام اشاعت
۴۵- ریپن لین - کلکتہ
تار کا پتہ
"البلاغ"
جملہ مضامین ایڈیٹر کے نام
بھیجے جائیں اور عام
خط و کتابت و ارسال زر
منیجر کے نام
ٹیلیفون نمبر ۲۲۵۱

جس میں بالالتزام حضرت مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی ہیں

جلد ۱ | جمعہ - ۹ - دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۸ - ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ ہجری | نمبر ۱۲

بنگال میں سول ڈس اوبیڈینس کا شاندار آغاز

خلافت اور کانگرس رضاکاروں کی پیہم قربانیاں

پولیس نے اقرار کیا کہ قیدیوں کے لئے جگہ نہیں ہے

اس وقت تک چھ سو اکہتر ۶۷۱ رضاکار گرفتار ہو چکے ہیں

مسٹر سی - آر - داس کی جانباز بیوی اور بہو گرفتار کر کے چھوڑ دی گئیں - وہ پھر

رضاکاروں کی صف میں کام کر رہی ہیں - پچاس سے زائد خالصۃً عفیفہ خاتونوں نے اپنا نام فہرست میں لکھوا دیا ہے!

امن، انتظام اور قربانی ہی کے ذریعہ ہم میدان فتح کرینگے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغام

ہفتہ وار

جمعہ - ۹ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء مطابق ۸ - ربیع الآخر سنہ ۱۳۴۰ھ

آخری منزل کے آثار شروع ہوگئے

باز ہوائے چشمم آرزوست

گورنمنٹ نے آخری مقابلے کا اعلان کردیا

وقت آگیا ہے کہ اسلام اور ملک کا ہر فرزند بھی

آخری آزمائش کے لئے طیار ہوجائے

وکم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ، والله مع الصابرين

کتنی ہی چھوٹی اور کم تعداد جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی تعدادوں پر غالب آگئیں، مگر شرط کامیابی صبر ہے کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں ہی کا ساتھ دیتا ہے:

(از حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد)

مقدمۂ کراچی کی گرفتاریوں کے بعد [illegible] کی جو خاموشی چھاگئی تھی بالآخر ٹوٹی اور گورنمنٹ نے آخری حملے کے لئے قدم اٹھاتے [illegible] اپنی شان کے ساتھ آگے بڑھی ہے۔ اس میں طاقت سے زیادہ [illegible] ہے اور [illegible] غصہ کی گھبراہٹ مل گئی ہے۔ وہ گویا [illegible] اب وہ حریف کی طرح مقابلہ نہیں کرے گی۔ [illegible] کرڈالے گی۔ بنگال، آسام، یوپی، دہلی اور پنجاب میں [illegible] خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کے [illegible] گرفتار کیا جارہا ہے۔ اکثر [illegible] جرم ہے [illegible] بنگال و آسام [illegible] کلکتہ کی [illegible] ہوشیار آدمی گرفتار [illegible] ٹوپی پر تھا [illegible] گرفتار [illegible] آخری [illegible] اعلیٰ عہدہ داران [illegible] کہ گورنمنٹ تحریک کے بڑے بڑے لیڈروں کو گرفتار کرنے کے لئے طیار ہوگئی۔ گذشتہ دو ہفتے کے اندر [illegible] اور گورنر بنگال نے [illegible] گورنمنٹ کی جانب سے کسی [illegible]

بے بسی کا غصہ

۱۷ تاریخ کی کامیاب ہڑتال اور پرنس آف ویلز کے کورونیشن کا کامیاب بائیکاٹ نے گورنمنٹ کو بے بس کر دیا، اور اس بے بسی نے اب غیظ و غضب کی صورت اختیار کرلی ہے۔ گورنمنٹ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ آیندہ ہڑتال کو روکا جائے گا۔ کلکتہ میں پولیس پورا زور لگا رہی ہے کہ لوگ سہم جائیں اور ہڑتال نہ ہوسکے۔ سول گارڈ کا قیام خلافت والنٹیرز کا جواب ہے، اور اس ذریعہ سے تمام آبادی کو مرعوب کیا جا رہا ہے۔

والنٹیرز کور کو توڑ کر، جلسوں کی ممانعت کر کے، اور کارکنوں کو کثرت کے ساتھ گرفتار کر کے گورنمنٹ چاہتی ہے کہ تحریک کا خاتمہ کر دے۔ اس نے خیال کیا ہے کہ تحریک کی ہستی اور اشاعت کے صرف تین ہی ذریعے ہیں۔ والنٹیرز، جلسے، اور لیڈر۔ ان سب پر بیک وقت وار کر کے وہ اپنے کام سے پوری طرح فارغ ہو جائے گی۔

تشدد اور برداشت کا مقابلہ

ہم نے گورنمنٹ کے تشدد کا ہمیشہ استقبال کیا، ہم نے صرف استقبال ہی نہیں کیا بلکہ آرزومندی کی۔ گورنمنٹ نے کراچی رزولیوشن کو جرم قرار دیا تو ہم میں سے ہزاروں دلوں نے منتیں کیں کہ انہیں بھی گرفتار کر لیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ برابر قدم اٹھاتے پیچھے ہٹتی رہی۔ اب پھر اس نے قدم بڑھایا ہے۔ ہم اس کا، اس کے تمام ساز و سامان کا، اس کے بے پناہ جبر و تشدد کا، اس سے زیادہ غیظ و غضب کا، اس کے [illegible]

جنگ کا پوری آمادگی و قبولیت کے ساتھ استقبال کرتے ہیں، اور ہمارا اعلان ہے کہ ہم آخر تک میدان جنگ کو پیٹھ نہ دکھلائیں گے۔

اب جبر و تشدد اور برداشت میں آخری مقابلہ شروع ہو گیا ہے۔ فتح اُس کی ہوگی جو زیادہ طاقتور ہوگا اور زیادہ دیر تک میدان میں ٹک سکے گا۔ اگر گورنمنٹ کی طاقت ملک کے برداشت سے زیادہ ہے تو جیت اس کی ہے۔ اگر ملک کی برداشت گورنمنٹ کی طاقت سے زیادہ ہے تو ملک کی فتح مندی کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

آخری منزل اور ہمارا فرض

اگر سچ مچ گورنمنٹ کا یہ آخری وار ہے، تو ہم کو بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ سفر کی آخری منزل آ گئی، اور اس لئے ہم کو بھی آخری آزمایش کے لئے طیار ہو جانا چاہیئے۔ ہم نے دو سال سے جس قدر اعلانات کئے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ اُن میں سے ہر اعلان اپنی حقیقت کے لئے مطالبہ کرے۔ ہم نے دو سال سے جس قدر دعوے کئے ہیں، وقت آ گیا ہے کہ ان میں سے ہر دعوا اپنی سچائی کا دُنیا کو یقین دلا دے، ہم دو سال سے جو کچھ کہہ رہے ہیں، وقت آ گیا ہے کہ دُنیا کو وہ سب کچھ کر کے دکھلا دیں۔ ہم نے ایمان کا اعلان کیا ہے، ہم نے خدا پرستی کا دعوا کیا ہے۔ ہم نے سرفروشی اور جانستانی کا نعرہ لگایا ہے۔ ہم نے قربانی و جانبازی کا ہزاروں لاکھوں مرتبہ نام لیا ہے۔ ہم نے حق پرستی کے عہد کئے ہیں، اور اسلام اور ملک سے عشق و محبت کا پیمان وفا باندھا ہے۔ ہم نے نامردی اور بزدلی کی ہمیشہ حقارت کی۔ ہم نے حق سے منہ موڑنے اور خدا کو پیٹھ دکھلانے پر لعنتیں بھیجیں، ہم اُن پر ہنسے جو تکلیفوں اور مشکلوں سے گھبرا گئے، ہم نے اُن کی بدبختی و محرومی سے پناہ مانگی جو وقت پر اپنے دعوؤں میں پورے نہ اُترے، ہم نے خدا کا پاک نام لیا، اور اُس کی شریعت کے حکموں کی اطاعت کی راہ میں قدم اُٹھایا۔ ہم نے خود ہی اپنے ایمان و نفاق کے لئے معیار بنا دیا، اور ہم نے تمام دنیا کو دعوت دی کہ وہ ہم میں سے مومنوں کو منافقوں میں سے چن لے۔ ہم نے کہا کہ ایمان کی گھڑی ہے اور اسلام کا فیصلہ ہے، اور مومن وہ ہے جو وقت کا فرض انجام دے۔ اور منافق وہ ہے جو وقت پر پیٹھ دکھلا دے۔

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ فاما الذین اسودت وجوھھم، اکفرتم بعد ایمانکم فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون واما الذین ابیضت وجوھھم ففی رحمت اللہ، ھم فیہا خالدون!

یہ سب کچھ ہم نے اپنی مرضی اور اپنی طلب سے کیا، خدا اور اس کے فرشتے ہماری زبانوں اور ہمارے دلوں پر گواہ ہیں، پھر اگر آج آزمایش کی گھڑی آ گئی ہے اور وہ منزل سامنے ہے جس کے لئے ہم اس قدر دعوے کر چکے ہیں تو کیا ہم عین وقت پر اپنے تمام دعوے بھلا دینگے؟ اور اپنے تمام اعلان واپس لے لیں گے؟ کیا ہمارا دعوا دھوکا ثابت ہوگا، اور ہمارا اعلان محض فریب کا تماشہ ہوگا؟ کیا ہم نے جو کچھ کہا وہ جھوٹ تھا، اور ہم نے اپنے ایمان اور حق کے لئے جو کچھ سمجھا وہ دھوکا تھا؟ کیا ہم خدا اور اس کی سچائی سے منہ موڑ لیں گے؟ کیا ہم ایمان کی اس سب سے چھوٹی آزمایش میں بھی پورے نہ اُتریں گے؟ مشکلیں ہم کو ہرا دیں گی، تکلیفیں ہمیں ڈرا دیں گی، اور گرفتاریوں کا ہراس ہمارے ایمان پر غالب آ جائے گا؟

دُنیا ہم کو تک رہی ہے، تاریخ کے صفحات ہمارے انتظار میں ہیں، ہزاروں لاکھوں شہیدان ظلم کی نگاہیں ہم پر لگی ہوئی ہیں، سمرنا اور ایشیائے کوچک کی خون آلود سرزمین سے ہمارے لئے صدائیں اُٹھ رہی ہیں، اور ہندوستان کی پامال سرزمین کا ایک ایک ذرہ ہماری کھوج میں ہے۔ کیا ہمارا وجود ان سب کے لئے مایوسی کا پیام ہوگا؟ کیا ہماری نامرادی و بدبختی کی سرگزشتیں لکھی جائیں گی؟ کیا تاریخ کو ہم صرف اپنی منحوس ناکامی ہی کی کہانی دے سکتے ہیں؟ کیا آنے والی نسلوں کی زبانوں پر ہمارے لئے صرف نفرتیں اور لعنتیں ہی ہو سکتی ہیں؟ کیا ہم دنیا کو چھوڑ دیں گے تاکہ وہ ہماری ایمان سے محرومی اور ہمت سے تہی دستی پر گواہی دے؟

آہ! یہی گھڑی ہے جو اس کا فیصلہ کرے گی! اور یہی وقت ہے جو ہمیشہ کے لئے ہماری فتح و شکست کا فیصلہ لکھ دے گا، آؤ! اپنی قسمت کی تعمیر کریں، اپنی عزت و اقبال کو ڈوبنے سے بچا لیں۔ اپنی فتح کو شکست کے لئے نہ چھوڑ دیں۔ اسلام کے دامن کے لئے دھبہ نہ بنیں جو کبھی دھویا نہ جا سکے۔ ہندوستان کی آزادی اور نجات کی اُمید کو تاراج نہ کر دیں، جو پھر صدیوں تک واپس نہ مل سکے!

راہ عمل

ہمارے کام کا راستہ بالکل صاف ہے اور ہماری کامیابی کے لئے کوئی روک نہیں ہو سکتی۔ یقیناً خدا کی رحمتوں نے ہمارا ساتھ دیا ہے اور ہم پر ایسی راہ عمل کھول دی ہے کہ جب تک ہم خود اپنے کو شکست نہ دینا چاہیں، کوئی ہمیں شکست نہیں دے سکتا۔ ہم نے اول دن ہی سے قربانی اور استقامت کا اعلان کیا ہے۔ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ مقصد کی راہ میں ہر طرح کی تکلیف و مصیبت جھیلتے رہنا اور استقامت سے مقصود یہ ہے کہ راہ میں جمے رہنا اور کبھی اس سے منہ نہ موڑنا۔ پھر گورنمنٹ یا گورنمنٹ سے بھی کوئی بڑی طاقت اس کے مقابلہ میں کیا کر سکتی ہے؟ کیونکر وہ ہمیں روک سکتی ہے؟ اور کس طرح ہم پر غالب آ سکتی ہے؟ فوج ہو تو اسے شکست دے دی جائے، قلعے ہوں تو انہیں ڈھا دیا جائے، دیواریں ہوں تو انہیں گرا دیا جائے، ہتھیار ہوں تو انہیں چھین لیا جائے۔ لیکن جو قوم خود ہی قربان ہونے اور مرمٹنے کے لئے طیار ہو گئی ہو اور صرف قربان ہونا اور جان پر کھیل جانا ہی اسکی فوج اور ہتھیار ہو، اس کا مقابلہ کس چیز سے کیا جائے گا؟ جسموں کو مارا اور ہتھیاروں کو چھینا جا سکتا ہے، لیکن دلوں کے عشق اور روحوں کے ایمان کے لئے نہ کوئی کاٹ ہے، نہ کوئی آگ۔

اچھا اب ایک ایک چیز کو گنو اور سوچو کہ ہمارے مقابلے میں کون کون سی طاقت لائی جا سکتی ہے؟

گورنمنٹ ڈرانے کے لئے پوری طرح ہیبت ناک ہے لیکن بے خوفی کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ احکام نافذ کر کے روک دے سکتی ہے لیکن جن لوگوں نے ٹھان لیا ہو کہ کبھی نہیں رکیں گے اور نہ رک کر سب کچھ جھیل لیں گے، ان کے مقابلے میں کیا کرے گی؟

گورنمنٹ گرفتار کر کے قیدخانے بھر دے گی۔ لیکن جو لوگ خود ہی قید ہونے کے لئے طیار ہیں، ان کے لئے قیدخانے کی نمایش کیا کام دے سکتی ہے؟

سب سے آخری طاقت ہلاکی کی طاقت ہے۔ بلاشبہ فوجیں جمع ہو سکتی ہیں، ہتھیار چمک سکتے ہیں، توپیں گرج سکتی ہیں لیکن جو لوگ موت کے لئے خود ہی طیار ہو چکے ہوں ان کے سامنے موت آ کر کیا کر سکتی ہے!

ہم کو ہمارے سوا کوئی زیر نہیں کر سکتا

لیکن ہاں، جبکہ کرۂ ارضی کی سب سے بڑی مغرور طاقت ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تو ایک طاقت ہے جو ہمیں ایک پل میں پاش پاش کر دے سکتی ہے۔

وہ کون ہے؟

وہ خود ہم ہیں، اور ہماری خوفناک غفلت ہے اگر وہ وقت پر نمودار ہو گئی۔ ہم پر ہمارے سوا کوئی غالب نہیں آسکتا۔ ہم ایمان اور استقامت سے مسلح ہو کر اتنے طاقتور ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ارضی گھمنڈ بھی ہمیں شکست نہیں دے سکتا، لیکن اگر ہمارے اندر اعتقاد اور عمل کی ایک ادنیٰ سی کمزوری اور خامی بھی پیدا ہو گئی، تو ہم خود آپ ہی اپنے قاتل بنیں گے اور ہم سے بڑھ کر دنیا میں اچانک نابود ہو جانے والی کوئی چیز بھی نہیں ملے گی۔

ہم کو گورنمنٹ شکست نہیں دے سکتی لیکن ہماری غفلت ہم کو پیس ڈالے گی۔ ہم کو فوجیں پامال نہیں کر سکتیں لیکن ہمارے دل کی کمزوری ہمیں روند ڈالے گی۔ ہمارے دشمن اجسام نہیں ہیں بلکہ عقائد اور اعمال ہیں۔ اگر ہمارے اندر ڈر پیدا ہو گیا، شک و شبہ نے جگہ لی، ایمان کی مضبوطی اور حق کا یقین ڈگمگا گیا، ہم قربانی سے جی چرانے لگے، ہم نے اپنی روح فریب نفس کے حوالہ کر دی، ہمارے صبر اور برداشت میں فتور آ گیا، ہم انتظار سے تھک گئے اور طلبگاری سے اکتا گئے، ہم میں تفرقہ رہا اور ہم اپنی تحریک کے تمام دلوں اور قدموں کو ایک راہ پر نہ چلا سکے، ہم سخت سے سخت شکوں اور مصیبتوں میں بھی امن اور انتظام قائم نہ رکھ سکے اور ہمارے باہمی اتفاق اور یگانگت کے رشتہ میں کوئی ایک گرہ بھی پڑ گئی، غرضکہ دل کے یقین اور قدم کے عمل میں ہم کچے اور پورے نہ نکلے، تو پھر ہماری شکست، ہماری نامرادی، ہماری پامالی، ہمارے پس جانے، ہمارے نابود ہو جانے کے لئے نہ تو گورنمنٹ کی طاقت کی ضرورت ہے، نہ اس کے جبر و تشدد کی۔ ہم خود ہی اپنا خاتمہ کر دیں گے اور صرف ہماری نامرادی کی کہانی دنیا کی عبرت کے لئے باقی رہ جائے گی!

ہماری طاقت بیرونی سامانوں کی نہیں ہے کہ انہیں کھو کر دوبارہ پا لیں گے۔ ہماری ہستی صرف دل اور روح کی سچائیوں اور پاکیوں پر قائم ہے، اور وہ ہمیں دنیا کے بازاروں میں نہیں مل سکتیں۔ اگر خزانہ ختم ہو جائے تو فراہم کر لیا جا سکتا ہے، اگر فوجیں کٹ جائیں تو دوبارہ بنائی جا سکتی ہیں، اگر ہتھیار چھن جائیں تو کارخانوں میں ڈھال لئے جا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہمارے دل کا ایمان جاتا رہا تو وہ کہاں ملے گا؟ اگر قربانی و حق پرستی کا پاک جذبہ مٹ گیا تو وہ کس سے مانگا جائے گا؟ اگر ہم نے خدا کا عشق اور ملک و ملت کی شیفتگی کھو دی تو وہ کس کارخانے میں ڈھالی جائے گی؟

گورنمنٹ کی مخالفت یا اعانت؟

گورنمنٹ نے آخری حملہ کے لئے ہتھیار اٹھائے لیکن پھر کیا ہوا؟ کیا ہماری شکست، ہماری پامالی، ہماری ناکامیابی، کے لئے کوئی بات بھی دکھلا سکی؟ یہ الفاظ بھی موزوں نہیں۔ یوں پوچھنا چاہیے کہ کیا وہ کوئی ایک بات بھی ہماری مخالفت میں کر سکی؟ وہ تو اور زیادہ ہماری موافقت کر رہی ہے، اور ٹھیک ہماری آرزوؤں اور خواہشوں کے مطابق ہم کو کامیابی کی طرف کھینچ رہی ہے! وہ زیادہ مخالف ہوئی تو اس نے زیادہ گرفتاریاں شروع کر دیں۔ لیکن گرفتاریوں کے لئے تو خود ہم نے پہلے ہی پیام بھیجا تھا! وہ زیادہ سختی پر آئی تو اس نے بڑے بڑے لیڈروں پر بھی ہاتھ اٹھایا۔ لیکن تحریک کی طاقت اور ترقی کے لئے بھی تو ہم اسی بات کے طلبگار تھے؟ حق کہ گرفتاریوں کے لئے گورنمنٹ کو دعوتیں دیتے دیتے تھک گئے تھے؟ وہ زیادہ مقابلے میں سرگرم ہوئی تو والنٹیئرز کور توڑ ڈالی گئیں، لیکن یہ تو ہمیں ہماری دستگیری ہے اور سچ مچ کو ہماری رہنمائی کرنا ہے، کیونکہ سول ڈس او بیڈینس کے لئے ہمیں کسی ایسی ہی بات کی تلاش تھی۔ پھر یہ کیسی مخالفت ہے جو ہمیں موافقت کا کام دے رہی ہے؟ اور کیسا مقابلہ ہے جس کا ہر وار ہمیں ایک نیا ہتھیار بخش دیتا ہے؟ فی الحقیقت حق و باطل کی معرکہ آرائی کا یہ ایک یادگار منظر ہے اور حق کے مقابلہ میں طاقت کی بیچارگی و درماندگی کی ایک بہترین مثال دنیا کے سامنے آگئی ہے۔ یہی ایمان و صبر کی راہ کا معجزہ ہے، اور یہی وہ راز ہے کہ ایمان اور قربانی کے مقابلے میں طاقت کا سارا ساز و سامان بیکار ہو جاتا ہے۔ دنیا میں شکست دینے اور مٹانے کے جتنے بھی ہتھیار ہیں ان میں سے کوئی ہتھیار بھی اس پر غالب نہیں آسکتا۔

گورنمنٹ کی رہنمائی

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت ہماری تحریک کی طاقت اور فتح کے لئے ہمارا بڑا سے بڑا طاقتور دوست اور رہنما بھی ہم پر وہ احسان نہیں کر سکتا تھا جو گورنمنٹ نے خلافت اور کانگریس والنٹیئر کورز کو توڑ کر ہم پر کر دیا ہے۔ اس نے ٹھیک وقت پر ہماری مدد کی، وہ ہماری مدد کیوں کرتی؟ لیکن اسی کارساز قدرت نے اس کے ہاتھوں کرائی جو ہمیشہ اپنی نیرنگیوں کے کرشمے دنیا کو دکھلاتا رہتا ہے۔ ٹھیک ٹھیک یہ اسی وقت ہوا جبکہ ہم میں سے ہر دل بڑی بیقراری کے ساتھ اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔ یہ گویا آسمان کی فیاض اور وقت شناس بارش ہے جو نہ تو پہلے آئی اور نہ دیر کر کے آئی۔ ٹھیک اسی وقت آئی جبکہ تمام کھیت اس کی راہ تک رہے تھے۔

اس وقت تحریک کی کامیابی کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور ناگزیر عمل "سول ڈس او بیڈینس" کا تھا۔ یعنی اس بات کا کہ سول قوانین کی تعمیل سے انکار کر دیا جائے اور قید خانے بھر کر گورنمنٹ کے تشدد کو تھکا دیا جائے۔ اس کی کامیابی کے لئے کامل نظم و امن اور صبر و استقامت کی ضرورت تھی اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ وقت پر اس کی شرطیں پوری ہو سکیں گی یا نہیں؟

سول ڈس او بیڈینس کی دو صورتیں ہیں:۔

ایک یہ کہ کوئی خاص معین قانون ہو جو ہماری تحریک کے جائز اور باامن کاموں کو جبراً روکتا ہو، اور صرف اسی کی عدم تعمیل سے کام شروع کیا جائے۔ یہ صورت سب سے زیادہ محفوظ اور کامیاب ہے کیونکہ میدان عمل محدود رہتا ہے، اور صرف وہی لوگ اس میں آسکتے ہیں جو اچھی طرح اس کے لئے طیار ہوں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا قانون سامنے نہ ہو، اور عام طور پر تمام سول قوانین کی تعمیل سے انکار کر دیا جائے۔ اس میں زیادہ اولوالعزمی اور طاقت ہے، لیکن ساتھ ہی بہت نازک اور کٹھن بھی ہے۔ اس کو صرف دو چار آدمی کر کے نتیجہ نہیں پیدا کر سکتے جب تک بڑی جماعت اور پوری آبادی شریک نہ کرے، اور ظاہر ہے کہ پوری آبادی کا اس کی شرائط

پر غالب آنا اور تمام شرطوں میں پورا اترنا آسان نہیں۔

آل انڈیا کانگرس کمیٹی نے جب پہلی صورت سامنے نہ دیکھی، تو دوسری صورت اختیار کی لیکن اس کے لئے ضروری شرطیں بھی ٹھہرا دیں، یہ شرطیں ایسی ہیں جو صرف چند خاص مقامات ہی میں پوری ہو سکتی ہیں اس لئے لوگوں کو مایوسی ہوئی اور تمام کارکن حلقے کام میں شریک نہ ہو سکے۔

گورنمنٹ نے کراچی کا مقدمہ کر کے فوج اور پولیس کا مسئلہ ہمارے لئے پیدا کر دیا تھا، ہم طیار ہو گئے کہ اسی سے سول ڈس اوبیڈینس کے مقاصد حاصل کریں۔ ہم نے پوری طرح کوشش کی اور کوئی دقیقہ اس مسئلہ کے اعلان اور اعتراف میں اٹھا نہ رکھا، لیکن گورنمنٹ بہت جلد چونک اٹھی۔ اور سمجھ گئی کہ وہ ہم پر وار نہیں کر رہی ہے بلکہ ہمارے وار کے لئے اپنے کو پیش کر رہی ہے۔ اس نے فوراً خاموشی اختیار کر لی اور ایک شخص کو بھی کراچی رزولیوشن کے تکرار و تصدیق کی بنا پر گرفتار نہیں کیا۔

لیکن اب والنٹیر کورز کو خلاف قانون ٹھہرا کر اس نے نعم البدل ہمیں دے دیا ہے۔ ہر اعتبار اور ہر حیثیت سے یہ سول ڈس اوبیڈینس کے لئے بہترین راہ کھلی۔ ہم گورنمنٹ سے اگر کوئی چیز مانگتے تو یہی چیز مانگتے جو اس نے دے دی۔ اس راہ کی ساری دقتیں دور ہو گئیں اور ساری خوبیاں حاصل ہو گئیں۔ اب کامیاب اور بے خطر سول ڈس اوبیڈینس یہی ہے کہ والنٹیرز کی جماعتیں ازسرنو بھرتی کی جائیں اور گورنمنٹ کو چھوڑ دیا جائے کہ جہاں تک گرفتار کر سکتی ہے گرفتار کرتی جائے۔

سب سے بڑا کام

اب خلافت اور کانگرس کمیٹیوں کے لئے صرف یہی ایک کام بڑا سے بڑا کام ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اسلام اور ملک کی محبت کا دعویدار ہے، راہ عمل کھل گئی ہے کہ فوراً اٹھے اور سارے کام چھوڑ کر قومی والنٹیرز میں اپنا نام لکھوا دے اب وقت کی سب سے بڑی خدمت یہی ہو گئی۔ کل تک ہمارے لئے بہت سے کام اور ہر کام خلافت اور سوراج کی خدمت تھا۔ ہم تقریریں کرتے تھے، جلسے کرتے تھے، دوروں میں نکلتے تھے، خلافت اور کانگرس کمیٹیوں کے عہدوں پر مامور ہوتے تھے، لیکن آج وہ تمام کام غیر ضروری ہو گئے۔ صرف یہی ایک کام خلافت اور سوراج کی ایک ہی خدمت ہے۔ اب سب سے بڑا خادم اسلام و ملک وہی ہے جو والنٹیر بن جائے۔ اور پورے صبر اور استقامت کے ساتھ اپنی ڈیوٹی پر کام کر کے جیل خانے چلا جائے۔ کوئی خدمت بھی اس خدمت کو نہیں پہنچتی، اور تحریک کی سب سے بڑی بڑائی اسی میں آ گئی ہے۔

نظم امن اور استقامت

البتہ تمام کارکنوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ کامیابی کے لئے تین شرطیں ناگزیر ہیں اور جب تک وہ ان شرطوں کی طرف سے مطمئن نہ ہو جائیں ہرگز اس راہ میں قدم نہ اٹھائیں کام کا کم ہونا مضر نہیں ہے۔ مگر کام کا بگاڑ دینا ناقابل معافی ہے۔ اگر اس نازک گھڑی میں ہم نے ذرا بھی غفلت کی، تو ہم سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی مجرم نہ ہوگا۔

پہلی شرط نظم ہے جو خلافت یا کانگرس کمیٹی یہ کام شروع کرے، سب سے پہلے اپنی انتظامی قوت کو اچھی طرح دیکھ بھال لے۔ انتظام کے لئے تین باتوں کی طرف سے اطمینان ہونا چاہئے۔

(۱) تمام مقامی کارکن کسی ایک شخص کے حکموں پر چلتے ہوں، اور پوری طرح اس کی اطاعت کرتے ہوں۔ اگر خلافت اور کانگرس کمیٹی کے صدر کو ایسی طاقت حاصل ہے تو یہ منصب اسی کا ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو جو شخص ایسا اثر رکھتا ہو، عارضی طور پر والنٹیر کا نظام اس کے ماتحت کر دینا چاہئے۔ اور تمام کارکنوں کو پورے اخلاص اور ایثار کے ساتھ اس کا ساتھ دینا چاہئے۔

(۲) مقامی آبادی پر کمیٹی کا پورا پورا اثر ہونا چاہئے۔ اور اس کو یقین ہونا چاہئے کہ وہ وقت پر سب کو اپنے قابو میں رکھ سکے گی۔

(۳) انتظام کے قایم رکھنے کے لئے کافی اور ہشیار کارکن ہونے چاہئیں۔ تاکہ ہر وقت کام دے سکیں۔ ان کو والنٹیرز میں شامل نہ ہونا چاہئے۔

دوسری شرط امن ہے، اور یقین کرنا چاہئے کہ اگر ہم امن قایم نہ رکھ سکے تو ایک لمحہ کے لئے بھی یہ عمل کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ہم امن کو گورنمنٹ کے لئے نہیں چاہتے۔ بلکہ اپنی کامیابی کے لئے چاہتے ہیں۔ گورنمنٹ تاک میں ہے کہ کوئی بات بھی بلوے اور بدنظمی کی ہو اور اس کو قابو پانے کا موقعہ مل جائے۔ بمبئی کے واقعہ نے بتلا دیا ہے کہ انتظام کی غفلت اور غیر ذمہ دار لوگوں کی شرارتوں نے کیسی خوفناک صورت اختیار کر لی؟ پس چاہئے کہ ہم سچے دل سے اس شرط پر یقین رکھیں، اور خدمت دین و ملت کے پاک کام کو بدمعاشوں اور شریروں کی شرکت سے گندہ نہ ہونے دیں۔ ہم کو پوری ہشیاری اور نگہبانی کے ساتھ اس کا اطمینان کر لینا چاہئے، اور جب تک اطمینان نہ ہو والنٹیرز کا نیا کام شروع نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اطمینان دونوں جماعتوں کی طرف سے ہونا چاہئے۔ ان کی طرف سے بھی جو والنٹیر بنیں، اور ان سب کی طرف سے بھی جو والنٹیرز کی قربانیوں اور گرفتاریوں کا نظارہ کریں۔ دونوں کے دلوں کو ٹٹول لینا چاہئے، اور دونوں کے دلوں پر امن کی ضرورت نقش کر دینی چاہئے۔ والنٹیر وہی ہے جو گرفتار ہو جائے اور پھر بلا جرمانہ دئے، بلا معافی مانگے، بلا ماتھے پر بل لائے، سزا جیل بھگتنے کے لئے طیار رہے، اسی طرح والنٹیرز کا کام صرف اسی آبادی میں شروع کیا جائے جو ہر روز اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے عزیزوں کی گرفتاری دیکھے۔ لیکن نہ تو اسے خوف و ہراس ہو، اور نہ بیجا جوش اور شورش۔ اگر ولولہ اٹھے تو ان کی تقلید کا، اور جوش پیدا ہو تو ان ہی کی طرح خوش خوش قید ہو جانے کا۔

تیسری شرط استقامت ہے۔ یعنی قربانی اور جانبازی کی راہ میں قدم اٹھا کر پھر اس طرح جم جانا کہ نہ تو کوئی طمع ہلا سکے اور نہ کوئی خوف ڈرا سکے۔ سمندر کی طرح پرجوش، پہاڑ کی طرح مضبوط اور غیر متزلزل!

تزول الجبال الراسیات وقلبھم

علی العھد لا یلوی ولا یتغیر!

اس شرط کی نسبت کیا کہا جائے؟ کامیابیوں کی جڑ، فتح و مراد کا سرچشمہ، ایمان کا خلاصہ، عمل کی روح اور خدا کی رحمت کا وسیلہ اگر ہے تو صرف یہی ہے، اور اس کے سوا کچھ نہیں ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون!

آزادی کے رہنما

اور

ان کے فرائض

(از مولانا وحید الرحمٰن صاحب نگرامی صدر جمعیت خلافت کلکتہ)

عام جماعت میں گستہ کا پیدا کر دینا اس درجہ دشوار نہیں جس قدر حرکت کے بعد کی خود پرداشت کرنا مشکل ہے۔ یوں تو سلطنت کی ہر تحریک اور تجدید کی ہر دعوت مشکلات سے لبریز ہے لیکن تحریک آزادی کی رہنمائی اور خصوصاً استقلال کی پیشوائی کا راستہ اپنے اندر بہت سے پیچ و خم رکھتا ہے۔ ان دشواریوں سے نجات پا جانا تو ممکن نہیں اس لئے کہ جماعت کبھی بھی اپنی تمام معاملتوں میں اپنی صحیح ذمہ داری نہیں سمجھتی کہ کسی نہ کسی کمزوری اور کوتاہی سے بے نیاز ہو جائے لیکن دانائی اور دور اندیشی کے ساتھ ان خطرات سے گزر جانا اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔ یہی وہ پیشوائی کی دانائی اور اصلاح و رہبری کی دانش آرائی ہے جسے قرآن حکیم نے حکمت سے تعبیر کیا ہے ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً اس لئے طریق اصلح یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے اسوۂ حسنہ کی تلاش کی جائے جن کی زیر ہدایت اگلی امتوں میں آزادی کی تحریک برومند ہوئی۔ قرآن کریم میں صرف آزادی کے لئے سب سے بہتر تعلیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ اور نمونۂ کامل دائم میں ہے اس لئے ہم زیادہ تر رہنمائی آزادی کے انہیں معاملات کا تذکرہ کرتے ہیں جو حضرت موسیٰ کو پیش آئے کہیں کہیں وہ اشارے بھی لے لئے ہیں جو روحی فداہ صلعم کی ذات گرامی سے متعلق ہیں کہ حضور کی ذات جملہ عالم کے لئے ہر قسم کی آزادی اور استقلال صالح کا پیغام عام تھی۔

نفسیات کی واقفیت اس رہنمائی کا سب سے مقدم فرض یہ ہے کہ پہلے محکوم جماعت کے جذبات اور رجحانات کا ایک علم اجمالی حاصل کر لینا چاہئے غلامی کے مرض کے علاج سے پہلے خود قوم کی نبض شناسی ضروری ہے، بسا اوقات جماعت کے عام رجحانات کی ناواقفیت تحریک کے بہت سے پہلوؤں کو بے موقع بنا دیتی ہے جس طرح ایک دن میں ہوا کے سیکڑوں رخ بدلتے ہیں اسی طرح جماعت ہر پل اور ہر ساعت اپنے مزاج اجتماعی میں تبدیلی پیدا کرتی ہے۔ اس تبدیلی سے باخبر رہنا رہنمائی کے لئے اکسیر اعظم ہے ۱۹۱۹ء میں گاندھی کی تحریک سیاگرہ اسی لئے ناکام ہو گئی تھی کہ وہ وقت جماعت کے ان رجحانات کا نہ تھا اور جیسے بالآخر اس نے انسان نے تسلیم بھی کر لیا، لیکن اب صورت اس کے برعکس ہے ترک موالات کی تمہیدی منزلوں نے خود بخود جماعت کی توجہ اس طرف پھیر دی ہے، اب زمین اسی تخم کے لئے صالح ہے اور اگر موسم کے پہچاننے والے کاشتکاروں نے جلدی نہ کی تو پھر فصل کے دنہ کاٹنے کی امید بیکار ہو جائے گی۔ قرآن کریم میں تخلیق و استخلاف آدم کا جو قصہ مذکور ہے وہ اپنے تقدم ذکری کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رکھتا ہے کہ اس حکایت آفرینش میں نوع انسانی کی رہنمائی کا سب سے بڑا راز بتلایا گیا ہے جو قرآن کریم کا مقصود اعظم ہے۔ ایزد جل و علا نے حضرت آدم کو جماعت کے امور نفسیہ کی اطلاع دے دی تھی، اور اس طرح عالم کی بدامنی اور خونریزی کا وہ خطرہ جاتا رہا تھا جس کا ملائکہ نے اپنے بیان میں حوالہ دیا ہے۔ ہمارے نزدیک وعلم آدم الاسماء کی یہی تفسیر بھی ممکن ہے کہ ہمارے انہیں کیفیات نفسی کی طرف اشارہ ہے جن پر جماعت کا امن موقوف ہے، اس اجمال کی تفصیل ایک فرصت دراز چاہتی ہے، وقت اور جہت نے مساعدت کی تو موجودہ کشمکش کے خاتمہ پر ان کے قلمبند کرنے کی نوبت آئے گی۔

عزم کی مضبوطی رہنما کے لئے سب سے بڑی کمزوری اس کی قوت ارادی کا ضعف ہے، سابق لیڈروں اور رہنماؤں کی سرداریاں جو ہمیں عہد دوا دو میں نظر آتی ہیں ان کا ایک باعث یہی ہے کہ وہ بار بار آزادی کی تحریک سے گرا تے لیکن پھر حریف سیاست کے ایک اشارۂ چشم و ابرو نے ان کی عزیمت و استواری ہلا کے کامل انقضا کر دیا عاقبت اندیشی اور مآل کار کا فکر یہ سب چیزیں اپنے اپنے مقام پر محمود ہیں لیکن ان چیزوں کے سوچنے کا وقت وہی ہوتا ہے جب آپس میں کسی امر کے متعلق مشورے کئے جاتے ہیں، لیکن صلاح و مشورہ کے بعد جو راہ مختتم طور پر تمام ہو گئی اس سے ہٹنا مقصود کو ایک صدمۂ عظیم پہنچانا ہے مثلاً تحریک حاضرہ میں اگر بمبئی کے ہنگاموں کو سامنے رکھ کر سول نافرمانی کی تجویز معرض التوا میں ڈال دی جائے تو قرآن کریم کے نقطۂ تحقیق سے یہ ایک عمل کی کمزوری اور ارادہ کا ضعف ہے جس سے نبی کریم صلعم کو منع کیا گیا ہے وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ ان سے معاملہ کے متعلق مشورہ لو لیکن جب ارادہ پختہ ہو جائے تو صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

ضبط نفس دوسری بڑی چیز ضبط نفس ہے، کہا جاتا ہے کہ تحریک ترک موالات کی جان ضبط نفس کے اندر ہے، بلاشبہ نفس کا اشتعال ہی ایک ایسا مہلک و تباہی خیز مرض ہے جو آزادی کی بنتی ہوئی عمارت کو جڑ سے ہلا دیتا ہے۔ تحریک آزادی کی رہنمائی تزکیۂ نفس کے اس بڑے مرحلہ کا امتحان ہے، ایک طرف حاکم قوم کی سختیاں، تشدد اور نارواں نفس کی ولولہ انگیزیاں کرتا ہے۔ دوسری طرف اپنی قوم کی نادانی اس کی کمزوریاں دل کو جلا دیتی ہیں اور انسان ایسی حالتوں میں جھلا اٹھتا ہے۔ اس دوگونہ رنج و عذاب میں پڑ کر اگر نفس نے ضبط و ثبات کی راہ نہ چھوڑی تو کامیابی سامنے ہے۔ حضرت موسیٰ کو خدا کس بلیغ اسلوب سے اس ضبط نفس سے تعلیم فرمائی۔ موسیٰ اور خضر کا قصہ قرآن کریم میں دو مستقل رکوعوں میں بیان کیا گیا ہے۔ اس تمام تر قصہ کی بنیاد صرف ایک بات پر ہے کہ حضرت موسیٰ سے یہ شرط کی گئی تھی کہ وہ صرف ہر بات کو خاموشی سے دیکھ لیا کریں۔ ظاہر میں یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے لیکن ساری تحریک اصلاح بنی اسرائیل کی جان ہے قرآن کریم نے اس قصہ میں اس مقام کو بار بار دہرایا ہے اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پبلک کے لئے بالعموم اور رہنمایان تحریک کے لئے بالتخصیص یہ ایک ضروری وصف ہے۔

مصائب کا تحمل حکومت کی جباریاں رہنماؤں اور کارکنوں کے سامنے ڈراور دھمکی کی جو صورتیں پیش آ رہی ہیں ان میں سے کون سی صورت ہے جو انگلے نبیوں اور اللہ کے پیغام لانے والوں کے سامنے نہیں لائی گئی۔ جیل کا ڈر، قید و بند کی تخویف، جلاوطنی کی دھمکی اور بالآخر پھانسی کا خطرہ یہ سب سختیاں ہمیشہ پوری جوش کے ساتھ ہی ان سے چارہ نہیں بلکہ ان سے محرومی ایک حسرت ہے۔ رسالت پناہ صلعم سے خطاب ہے۔ اذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک کفار تمہارے متعلق تدبیریں کر رہے تھے کہ تم کو باندھ لیں یا قتل کر دیں یا جلاوطن کر دیں۔ فرعون نے حضرت موسیٰ کو ڈرایا۔ لاجعلنک من المسجونین میں تم کو قید کر دوں گا، قوم و وطن کی آزادی کی خاطر [illegible]

چھوڑنا چاہیے اور وطن کو خیرباد کہنا پڑتا ہے فخرج منہا خائفا یترقب حضرت موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے اور بچتے ہوئے نکلے۔

عام مصائب کی مشق! ہم جب سنتے ہیں کہ قوم کے رہنما جیل کے اندر مزدوروں کے لباس میں دیکھے گئے ہیں اور قید با مشقت گوارا کر رہے ہیں تو ہمارے دل رنج اور تکلیف سے بھر جاتے ہیں لیکن رہنمایان آزادی کو ہمیشہ حکومت کی جباریوں سے اس قسم کے کام کرنا پڑتے ہیں حضرت موسیٰ جو فرعون کی سلطنت سے نکلے تو آپ نے آٹھ برس تک حضرت شعیب کے یہاں مزدوری کی حضرت شعیب نے شرط کیا کہ علیٰ ان تاجرنی ثمانی حجج تم آٹھ برس تک میری مزدوری کرو۔

پروپیگنڈا کا اہتمام! جماعت کی بیداری کے بعد ضبط و نظم کے قیام اور طریق عمل کی ہدایت کے لئے سب سے زیادہ بلیغ اہتمام اور توجہ شعبہ تبلیغ و اشاعت کی طرف صرف کرنا چاہیے اور پروپیگنڈا پھیلانے کی راہ میں جن مصیبتوں کے پیش آنے کا خوف ہے ان سے یک قلم قطع نظر درکار ہے بلغ ما انزل الیک فان لم تفعل فما بلغت رسالته والله یعصمک من الناس خدا کے احکام پہنچاؤ، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو فرض تبلیغ میں کوتاہی کی اللہ تم کو تمام انسانوں کے ضرر سے بچائے گا۔

نیچ ذاتوں کے ساتھ سلوک! نسلی امتیاز و تفرقہ ہمیشہ مذہب کے نزدیک معیوب اور معصیت شمار کیا گیا ہے یہ متکبرانہ خیال مختلف زمانوں میں مختلف ناموں سے ظاہر ہوتا رہا ہے۔ رسالت پناہ صلعم کے زمانہ میں افلاس و غربت کے لباس میں چھوٹے اور نیچے درجہ کے آدمیوں کو علیحدہ کرنے کی کوشش کی گئی اور اس وقت ہندوستان میں نیچ ذاتوں کی تفریق وہی تخم بد ہمارے اندر بو رہی ہے۔ ملک کے نجات دہندوں اور خیرخواہوں کے لئے ایک یہ امر بھی ہماری شرکت سے مانع ہے کہ آزادی کی تحریک ملک کے ایک بیکس اور حقیر بے مایہ کو ان کے برابر کر دے گی۔ اس لئے رہنماؤں کو ہمیشہ ان چھوٹے درجہ کے انسانوں کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنا چاہیے کانگریس کمیٹی مبارک بادی کے قابل ہے کہ اس نے سول نافرمانی کے لئے ایک شرط یہ بھی لگادی ہے کہ اس پر عمل کرنے والا مسئلہ چھوت چھات کے مسئلہ سے علیحدہ ہو نبی کریم صلعم کو اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے فتطردھم فتکون من الظالمین اگر تم نے ارباب تمول کی رضامندی کے لئے ان غریبوں کو ہٹانا چاہا تو تم ظالموں سے شمار ہو گے۔

ایک دوسرے کی ماتحتی! چند ماہ پیشتر اسلامی پریس میں معرکۃ الآرا بحث رہ چکی ہے کہ اسلامی رہنماؤں نے کیونکر آزادی کی تحریک میں مہاتما گاندھی کی سرداری قبول کرلی ہے۔ اس معاملہ میں یہ خیال رکھنا چاہیے کہ سرداری اسی کے لئے اولیٰ ہے، جو ہونے والی جنگ کے نشیب و فراز سے پوری طور پر واقف ہو اور اگر دیندار اور صالح و صاحب شخصیت اشخاص اس معاملہ خاص میں اس شخص کی پیروی کریں تو نامناسب ہوگا جالوت کے خلاف جب طالوت نے فوج کشی کی تو وہ صرف بادشاہ اور سپہ سالار تھے۔ اس لشکر میں حضرت داؤد خدا کے رسول اور نبی بھی شامل تھے وقتل داؤد جالوت حضرت داؤد نے جالوت کو قتل کیا۔

تباہی کا چیلنج! حکومت کے مظالم حد سے گزر جائیں تو رہنمایان آزادی کا فرض ہے کہ وہ ارباب حکومت کو صفائی اور بے خوفی کے ساتھ تباہی و بربادی کی بشارت دے دیں جو ہمیشہ سے دست درازی اور ظلم آرائی کا مآل کار ہے، حضرت موسیٰ نے فرعون سے صاف صاف کہہ دیا تھا وانی لاظنک یفرعون مثبورا اے فرعون! میرے نزدیک تیری تباہی یقینی اور قطعی ہے۔

احسانات کا جواب! سابق مضمون میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حکومت اپنے احسانات جتلاتی ہے۔ اس حاکمانہ وعظ و نصیحت اور پند و تذکیر کے جواب میں رہنماؤں کو کیا کرنا چاہیے۔ سب سے پہلی بات تو یہ کہ وہ اپنی سابق غلطیوں کا اعتراف کرلیں کہ ہم نے یہ جو اپنے کو تمہاری گود میں ڈال دیا یہ ہماری راہ ناشناسی اور نادانی کی علامت تھی فعلتها اذا وانا من الضالین یہ باتیں ہم نے تب کیں جب ہم نادان تھے اور پھر بلند آہنگی کے ساتھ حکومت پر یہ امر واضح کر دینا چاہیے کہ قوم کی غلامی اور وطن کی محکومی کے بعد تمہارا یہ احسان لائق فراموشی اور تمہاری یہ نیکی در اصل بدی ہے۔ زبردستی غلام بنانے کی معصیت اصلاح و تعمیر کے تمام اعمال حسنہ پر پانی پھیر دیتی ہے وتلک نعمة تمنها علی ان عبدت بنی اسرائیل تمہاری یہی نیکی ہے جس کا تم احسان جتلاتے ہو کہ تم نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا۔

کواپریٹروں کو آخری دعوت! یہ بھی ہمیشہ سے چلا آیا ہے کہ محکوم قوم کے کچھ افراد مناصب کی طمع میں حکومت کا دامن تھام لیتے ہیں حکومت ان ہی راہ گم کردہ لوگوں سے آزادی کی تحریک کا مقابلہ کرتی ہے رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ تحریک کی آخری ساعت تک اپنے ان بھائیوں کو آزادی کی راہ کی طرف آنے کی دعوت دیتے رہیں فرعون نے جب سارے ممالک سے ساحر جمع کرلئے اور وہ مقابلہ کے لئے میدان میں اترے تو اس رزمگاہ حق و باطل میں حضرت موسیٰ نے ساحروں کو دعوت دی ویلکم لاتفتروا علی اللہ کذبا فیسحتکم بعذاب خدا کے اوپر افترا پردازیاں نہ کرو ورنہ وہ تم کو اپنے عذاب سے ہلاک کر دے گا۔

ڈیماکریٹ پارٹی! سچائی کی یہ گرج اور رہنمایان آزادی کی یہ آخری دعوت بے سود نہیں جاتی حضرت موسیٰ نے جب یہ الفاظ فرمائے تو ساحروں کے باہم سرگوشیاں ہونے لگیں، قرآن کریم میں اسی آیت کے بعد ہے فتنازعوا امرهم بینهم واسروا النجوی وہ آپس میں جھگڑنے لگے اور چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے۔ ہندوستان میں بھی اس کا اثر دیکھ لیا گیا ترک موالات کی تحریک اور داعیان آزادی کی آواز نے اتنا اثر تو پیدا کیا کہ چند ہفتے پہلے یہ خبر پڑھی گئی کہ لیجسلیٹو اسمبلی میں حقوق ملک کی ایک نئی مطالبہ کرنے والی ڈیماکریٹ پارٹی پیدا ہو گئی ہے۔

بد آئینی کا الزام! فرعونی حکومت کا سب سے زیادہ حیرت افزا و مضطربانہ جملہ ہے جو بعض اشیران سلطنت نے اس وقت کہا جب حضرت موسیٰ کی تحریک آزادی تمام بنی اسرائیل میں سرایت کر گئی اور جو آج بھی بغیر کسی کمی بیشی کے ٹھیک ٹھیک لارڈ ریڈنگ اور لارڈ ... کی زبان سے ادا ہو رہا ہے۔ وقال الملاء من قوم فرعون اتذر موسیٰ وقومه لیفسدوا فی الارض فرعونی مشیروں نے کہا کہ اے صاحب تاج مصر کیا تو اسے

کی قوم اور ان کے نبی موسیٰ کو زمین میں فساد ڈالنے کے لئے چھوڑ دے گا؟ موصوف الذکر دونوں لارڈون نے گورنمنٹ ہند کو یا بارجن لفظون مین تشبیہ کیا ہے ان کو پڑھا جائے تو ایک اتقد کا فرق نہین معلوم ہوتا۔

آخری منزل اور کامیابی ان تمام اوصاف اور خوبیوں کے ساتھ اگر رہنماؤن نے جماعت کی رہبری کی تو منزل تک پہنچنا یقینی اور قطعی ہے۔ قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے واورثنا القوم الذین یستضعفون مشارق الارض ومغاربھا کمزورون اور ناتوانون کو ہم نے مشرقی اور مغربی ممالک کا حاکم بنا دیا اور یہی جنگ آزادی کا آخری اور قطعی فیصلہ ہے +

عراق پر سیّد احمد شریف سنوسی کی یورش!

برطانیہ کی ملک گیری خطرہ مین

مصری معاصر الاخبار رقمطراز ہے کہ ریوٹر کمپنی نے یہ خبر پہنچائی ہے کہ سید احمد الشریف السنوسی مردین سے عراق کی طرف روانہ ہوئے ہین" ہم اس خبر کو حسب ذیل وجوہ سے صحیح سمجھتے ہین:

(۱) نہاد پاشا، جو ترکی عراقی حدود پر جنگی انچارج ہین، کردون کے ملانے، انھین فوج کی شکل مین مرتب کرنے اور ان کے لئے اسلحہ وسامان جنگ مہیا کرنے مین پورے طور پر کامیاب ہو گئے ہین، جیسا کہ ترکی اور اتحادی تمام ذرائع سے پایۂ ثبوت تک پہنچ چکا ہے۔

(۲) فرانکو کمالی معاہدہ کی روسے ترکی شامی حدود مین تغیر ہوگا، اور مردین کا علاقہ ترکون کو مل جائے گا، شیخ سنوسی کے وہان پہنچنے کے یہ معنی ہین کہ وہ پہلے سے طیار تھے، اور صرف اس خیال سے رکے ہوئے تھے کہ مبادا فرانس کو ناگوار ہو، اور اس گفتگو مین رکاوٹ پیدا ہو جائے جو انگورہ مین فرانس سے ہو رہی تھی، لیکن جب معاہدہ ہو گیا، تو وہ مردین پہنچ گئے۔

(۳) سید احمد سنوسی کو عراق کے تخت پر بٹھانے سے ترکون کی غرض انگریزون کی پالیسی کو برباد کرنا ہے، جو انہون نے امیر فیصل کو بادشاہ بنانے مین ملحوظ رکھی ہے۔ کمالی اس کوشش مین ایک سال سے لگے ہوئے ہین، اور تمام لوگ واقف ہین، انگریزون کو اس کی وجہ سے بڑی پریشانی تھی، اور اسی لئے انہون نے امیر فیصل کو عراق کا بادشاہ بنانے مین عجلت سے کام لیا، جس کے بعد ظاہر ہے کہ شیخ سنوسی بھی رک نہ سکتے تھے، چنانچہ وہ برابر آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے ہین اور پورے عراق پر قبضہ کر لینا چاہتے ہین۔

ریوٹر کی خبر مین ایک اور بات بھی غایت درجہ قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ مردین سے روانہ ہو کر شیخ سنوسی کس راہ سے عراق جا رہے ہین؟ مردین سے عراق کو دو راستے جاتے ہین، ایک راستہ تو "نصیبین" کا ہے، جو بغداد ریلوے کا ایک اسٹیشن ہے اور موصل کے مغرب مین واقع ہے۔ اور دوسرا راستہ "جزیرۂ ابن عمر" کا ہے، جہان تک آدمی دجلہ کے ذریعہ سے پہنچتا ہے، اور موصل کے شمال مین واقع ہے (یہ مقام (جزیرۂ ابن عمر) معاہدۂ درسیلز کے رو سے [illegible]

پر قبضہ کرنا چاہتے ہین، اور معلوم ہے کہ موصل پر قبضہ ہوتے ہی عراق دو حصون مین تقسیم ہو جائیگا۔ عراق جنوبی، جس کا پائے تخت بغداد ہوگا، اور عراق شمالی، جس کا پائے تخت موصل ہوگا، اس حصہ پر انگریزون اور امیر فیصل کی حکومت ہوگی، اور اس حصہ پر شیخ سنوسی اور جنرل نہاد پاشا کی۔ اس تفصیل سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سنوسی کا عراق کی طرف رخ کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے، اور یہ کہ کردون کی جو طرفداری انھین حاصل ہو گئی ہے، اس کی وجہ سے برطانیہ اور امیر فیصل کی پوزیشن کس درجہ نازک ہو گئی ہے؟ +

ٹرکی اور روس کا بحری معاہدہ

ابھی حال ہی مین سوویٹ اور انگورہ گورنمنٹ کے درمیان جو بحری معاہدہ تو بہ سنہ روان مین طے پایا ہے اس پر عنقریب دستخط ہو جائینگے، طرابزون مین چار جنگی جہاز ترکی بیڑہ مین شامل ہونے کے لئے آ گئے ہین اور چار آ رہے ہین +

یونان مین اندرونی جنگ کا احتمال

العدل قسطنطنیہ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ یونان کی آئی ہوئی خبرین ظاہر کرتی ہین کہ ملک کے اندر بیسیون فوجی اور سیاسی جماعتین پیدا ہو گئی ہین اور عنقریب ایک اندرونی جنگ برپا ہونیکا اندیشہ کیا جاتا ہے

انگورہ مین فوجی طیاریان

اناطولیہ کی خبرین مظہر ہین کہ حکومت انگورہ نے اپنے تمام ممالک محروسہ مین فوجی بھرتی کا کام تیزی کے ساتھ شروع کر دیا ہے +

غازی مصطفٰے کمال پاشا کی جدید تصریحات

پاشائے موصوف نے اعلان فرمایا ہے کہ ٹرکی اپنے تمام مقبوضہ ممالک کی واپسی پر سختی سے قایم رہے گا۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم تمام مہذب دنیا سے صلح کرنے کے لئے تیار ہین بشرطیکہ یہ سب قومین ہمارے مذہبی اور قومی حقوق کا مکمل اعتراف کر لین +

سلیشیا مین ترکی عمال کا تقرر

الاخبار کو موثق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ نے محی الدین پاشا کو سلیشیا کا گورنر مقرر کر کے فوراً اس طرف روانہ کر دیا ہے۔ دوسری طرف سے موسیو فرینکلان بھی سلیشیا کو روانہ ہو گئے ہین تاکہ جلد سے جلد تخلیہ کو مکمل کر کے ان مقامات پر ترکی انتظام قایم کر دیا جائے۔

شام کی ناخوشگوار حالت

بیروت کا ایک تار مظہر ہے کہ دمشق سے جو لوگ یہان آئے ہین وہ بیان کرتے ہین کہ شام مین امیر عبداللہ کے خلاف سخت ناراضی پھیلی ہوئی ہے۔ امیر مین انتظامی اوصاف بالکل مفقود ہین۔ بیروت مین فرانسیسی اور کمالی معاہدہ پر بڑی خوشیان منائی جا رہی ہین، اور آیندہ کے لئے بہت سی توقعات ظاہر کئے جاتے ہین +

تاوان تجویز کیا جا رہا ہے

العدل قسطنطنیہ اعلان کرتا ہے کہ انگورہ گورنمنٹ ایک خاص کمیٹی اس غرض سے [illegible]

و سعادت کي علت صرف یه تهي که قرآن حکیم اور سنة رسول کو انهوں نے اپنا دستور العمل حیات قرار دیا تها قرآن کي نسبت صاحب قرآن کا اعلان تها " إن الله یرفع بهذا الکتاب أقواماً و یضع به آخرین " (رواه مسلم) الله تعالی اس کتاب کي هدایت سے قوموں کو اٹهایگا ' اور یهي ہے جسکو ترک کر کے قومیں گریںگي اور هلاک هونگي ' اور روایت حضرة علي عند ترمذي و ابو نعیم و الطبراني في الکبیر میں فرمایا " و هو الفصل لیس بالهزل ' من ترکه من جبار قصمه الله ' و من ابتغی الهدی في غیره اضله الله " الی ان قال " من قال به صدق ' و من عمل له اجر ' و من حکم به عدل ' و من دعا الیه هدي الی صراط مستقیم " پس جب مسلمانوں نے قرآن و سنة کا علم و عمل ترک کردیا ' تو اقبال و عروج نے بهي انسے کناره کشي کرلي - یه مسلم اور حقائق تاریخیه میں سے ہے که مسلمانوں کے عروج و اقبال کا سب سے بہتر و ارفع زمانه وهي تها ' جب بجز کتاب و سنة کے علم و عمل کے ' اور کوئي تعلیم انکي رهنما نه تهي ' یعني عهد صحابهٔ کرام و خلفاء راشدین ' " اولئک اصحاب محمد ابر هذه الامة قلوباً ' و اعمقها علماً ' و اقلها تکلفاً ' قوم اختارهم الله بصحبة نبیه و اقامة دینه ' فاعرفوا لهم حقهم ' و تمسکوا بهدیهم ' فانهم کانوا علی الهدی المستقیم " (قاله ابن مسعود رضی الله عنه) اور تنزل و فساد کا عهد اسي وقت سے شروع هوا جبکه اقوام ماضیهٔ مغضوبه کے علوم و اعمال یعني علوم دخیله و اعمال بدعیه ان میں رائج هوئے - ایک هي علت کے دو مختلف نتائج نهیں نکل سکتے - پس اگر اب بهي مسلمان اپنے عروج رفته کو دو باره حاصل کرسکتے هیں ' تو اسکي صرف ایک هي راه ہے - اسکے علاوه جسقدر راهیں بهي نکلینگي گمراهي و فساد کي هونگي ' یعني علم و عمل شریعت کا احیاء اور ترک و هجر شریعت کا انسداد -

(۳) اس مسلک کي بنیاد اس ایماني اور اعتقادي حقیقت پر بهي تهي که شریعت اسلامیه آخري و اکمل شریعت ہے - اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتي - اور اسکا وعده ہے - لیظهره علی الدین کله یقیناً اس وعده کا ابهي ظهور نهیں هوا - پس ضرور ہے که وعدهٔ الهي ظاهر هو ' اور اسلئے مستقبل کیلئے اگر کوئي راه فوز و فلاح هوسکتي ہے تو وه صرف دعوة شریعة اور احیاء عمل بالقرآن هي ہے -

(۵) مسلمانوں سے اهتداء و ادوام شریعت مهجور نهیں هوا مگر علماء اسلام کي غفلت و اعراض سے - شریعت کے علم و عمل کے وهي حامل و مبلغ تهے اور امت کي حیات شرعیه کا تمام دار و مدار خود انکي حیات علمي و عملي پر تها - جب کتاب و سنة کا ترک و هجر ' تفرقه و تشتت وحدة اور سبل متفرقه کا شیوع ' اختلاف و تحزب کي عصبیت ' علوم محدثه کا استغراق ' حب جاه و ریاست کا استیلاء ' فریضهٔ دعوة الی الخیر و امر بالمعروف و نهي عن المنکر سے تغافل ' اهواء سلاطین و امراء کا اتباع ' اجتهاد فکر و نظر کا فقدان ' غرضکه منصب امانت نبوة کا ضیاع اور احبار و رهبان اهل کتاب کے متذکرهٔ قرآن مفاسد کا بحکم " یاتي علی امتي ما اتی علی بني اسرائیل حذو النعل بالنعل " (اوکما قال) ظهور و احاطه ' خود طبقهٔ علماء میں بحد کمال پهنچ گیا ' تو اسکا لازمي نتیجه امت کي هلاکت تها ' اور وه ظهور میں آیا - و کان وعداً مفعولا -

(۶) پس اب اگر اصلاح حال کي کوئي راه صحیح ہے تو وه صرف یهي ہے که علماء امت کے طبقه میں احساس حال کي تبدیلي پیدا هو ' اور وه اپنے منصب عظیم کو از سر نو سنبهال لینے کیلیے آماده هو جائیں ' اور اسطرح علم و عمل شریعت کا احیاء صورت پذیر هو -

ترکستان و بلاد روسیه میں شیخ صدر الدین ' مصر میں شیخ محمد عبده ' شام میں شیخ عبد الرحمن کواکبي اور شیخ کمال الدین قاسمي و غیرهم ' اسي مسلک اصلاح کے داعي تهے مگر سلطان عبد الحمید مرحوم کے استبداد نے مهلت عمل نه دي اور انکے افکار نفاذ و عمل تک نه پهنچ سکے -

ایک چوتها مذهب

ان تین جماعتوں کے علاوه ایک چوتهي جماعت بهي همیشه رهي ہے اور اب بهي موجود ہے - لیکن اس جماعت کا کوئي ایجابي مسلک نهیں ہے - محض سلبي وجود ہے ' یعني ارباب جمود و غفلت کا طبقه - اس جماعت کو اصلاح سے انکار ہے ' اور ضرورت سعي و انقلاب سے گریز - اور پهر انهي میں وه دعاة فتن ' و علماء سوء و مشائخ دنیا ' و دجاجلهٔ فساد بهي هیں ' جو هر صداے حق کے جاحد ' اور هر سعي اصلاح و عمل کے انکار و مقاومت کو اپنا فریضهٔ علم و عمل سمجهتے هیں - میں نے انکا ذکر نهیں کیا کیونکه الحمد لله اب انکي کوئي مقاوم هستي باقي نهیں رهي ہے : استحوذ علیهم الشیطان فانساهم ذکر الله اولئک حزب الشیطان الا ان حزب الشیطان هم الخاسرون -

اصلاح دهلی کے گذشته ایام

حضرات ! اس مسلک اصلاح کے مطابق اگرچه ممالک اسلامیه میں متعدد کوششیں علماء کے اجتماع و نهضة کیلیے کي گئیں ' شیخ

محمد عبده نے اپنے معلم آخري امام حیات علماء ازهر کے انتقاد و بیداري میں صرف کردیے ' شیخ محمد جزائري نے علماء جامعۂ زیتونیۂ تیونس کي ایک جمعیۃ اصلاح قائم کرنے کیلیے عمدا العمر آہ و فغاں کیا ' شیخ عبد الرحمن کواکبي نے " سجل جمعیۃ ام القری " لکھکر علماء اسلام کي ایک بین الملي جمعیۃ کي تحریک کي ' هندوستان میں پہلے ندوۃ العلماء اور پھر جمعیۃ الانصار دیوبند قائم هوئي ' لیکن افسوس هے که اسوقت تک کوئي سعي ذرہ بھر بھي سود مند نہ کامیاب نہ هوئي - اس ناکامیابي کے بڑے واضح و بین اسباب هیں ' لیکن میں بخیال اختصار انکي تشریح نہیں کرونگا - بعض مساعي کیلیے استبداد حکومت مانع هوا - بعض مساعي باهم دگر اختلافات و نزاعات کي وجہ سے ناکام رهیں ' بعض تدابیر میں علماء سوء و دعاۃ فتن کي مقاومت نے خلل ڈالا - اور اکثر کا حال یہ رها که خود نفس دعوۃ و تدبیر کے اندروني نقائص کامیابي میں حائل هوگئے - ازانجمله سب سے بڑا نقص ان تمام دعوتوں میں یہ رها که گو اصلاً اصلاح دیني کي قسم میں داخل نہیں ' لیکن بمصداق خلطوا عملاً صالحاً و اخر سیئا جو طریق عمل اختیار کیا گیا تھا ' وہ ٹھیک ٹھیک نہج قویم و مستقیم پر نہ تھا - یعني منہاج و اسوۂ نبوت کے علوم و اعمال کو ان میں علیه و احاطه حاصل نہ تھا ' اور کتاب و سنۃ کي دعوۃ خالص و بے آمیزش کي جگهہ موجودہ عهد کے طرق محدثه نے اُن میں راہ پالي تھي - اور ازانجمله ایک بڑا سبب انکي ناکامي کا یہ بھي هوا که اصول کي جگهہ فروع کا استغراق داعیوں پر چھا گیا ' اور یہ حقیقت اُنپر منکشف نہ هوئي که راہ کي بدایۃ و نہایۃ کا تعین کیونکر کرنا چاهیے ؟ پس ایسا هوا که جو طاقت اصل پر خرچ کرني تھي ' وہ بعض شاخوں کیلیے وقف هوگئي - مثلاً مسئلہ اصلاح نصاب تعلیم وغیرہ اور اس طرح تمام کارخانۂ دعوت درهم برهم هوگیا - معهذا اس کارخانۂ حیات اور کارگاہ مکافات و مجازات کا کوئي عمل بھي بکلي ضائع نہیں جاتا جسکي بنیاد اعتقاد صحیح پر هو یہ کوششیں اگرچه خود راہ نہ پاسکیں ' لیکن انہوں نے آنے والے عهد کیلیے بہت کچھہ راہ صاف کردي ' اور کم از کم ان میں سے هر سعي کا یہ نتیجه ضرور نکلا که دعوۃ اصلاح دیني اور حرکت و نہضۂ علماء ملت کیلیے وقت کي استعداد روز بروز بڑهتي گئي -

(دعـــوۃ الهـــلال)

حضرات ! مجھے امید هے که آپ مجھے خودستائي اور خود فروشي کا الزام نہ دینگے اگر میں بطور تحدیث نعمت اس موقعه پر دعوۃ الهلال کا بھي ذکر کروں - عالم اسلامي کے ماضي قریب میں اصلاح دیني اور انتباہ و انبعاث علماء ملت ' اور احیاء و تجدید امت کي جو دعوۃ ان تمام پچھلي دعوتوں کے طریقوں اور اسلوبوں سے بالکل مختلف اسلوب پر بلند هوئي هے ' وہ دعوۃ الهلال هے -

آج آپکي یہ مقدس و مبارک جمعیۃ العلماء جس مقصد کي جستجو میں منعقد هوئي هے ' میں آپکو یاد دلانا چاهتا هوں که یہ وهي یوسف مقصود هے جسکے فراق میں میں سنه ۱۹۱۱ع سے متصل " وا اسفا علي یوسف " کي فغاں سنجي کر رها هوں ' اور جسکے لیے میں نے الهلال مرحوم کے صفحوں کو کبھي اپنے چشم خونبار کے آنسوؤں سے رنگا هے ' اور کبھي اسکے سواد حروف کے اندر اپنے دل و جگر کے ٹکڑے بچھادیے هیں - سنه ۱۹۱۱ع سے لیکر آجتک یہ مقصد میرے دل کي تمناؤں اور آرزوؤں کا مطلوب اور میري روح کي عشق و سیفتگي کا محبوب رها هے - خدا کي کوئي صبح مجھپر ایسي طلوع نہیں هوئي جب اس مقصد کي طلب سے میرا دل خالي هوا هو ' اور کوئي شام مجھپر ایسي نہیں گزري جب میں نے اسکي تمنا میں اپنے بستر غم و اندوہ پر بیقراري کي کروٹیں نہ بدلي هوں - میں نے اپني آزادي کي تمام فرصت اسی کے عشق میں بسر کي ' اور نظربندي و قید کے چار سال بھی اسي کے فراق میں کاٹے :

یذکرني طلوع الشمس صخرا
و اذکرہ بکل غروب شمس !

پس اے بزرگان ملت ! اگر آج علماء امت کي یہ نہضۃ مبارکه جمعیۃ العلماء کي شکل میں طالع و نظرافروز هوئي هے ' تو مجھے کہنے دیجیے که یہ میرے دہ ساله سوالوں کا جواب هے ' میري تمناؤں اور آرزوؤں کا ظهور هے ' میري فریادوں اور التجاؤں کي قبولیت هے ' میرے لیے ما تشتهیه الانفس و تلذ الاعین هے ' اور یقیناً میري امیدوں کے خواب قدیم کي تعبیر هے : هذا تاویل رویاي من قبل ' قد جعلها ربي حقا !

کار زلف تست مشک افشاني اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آهوے چین بسته اند !

(جمعیۃ العلماء کا قاعدۂ اساسي)

حضرات ! جمعیۃ العلماء کا قیام دراصل اسي آخري مذهب اصلاح و احیاء کا ظهور هے ' اور اسکي تاسیس حضرۃ امام مالک کے اس اعتقادي قاعدہ پر هوئي هے که " لا یصلح اخر هذہ الامۃ الا بما صلح به اولها " اس امت کے آخري دور کي اصلاح بھي اُسي چیز سے هوگي جس سے ابتدائي عهد کي هوئي تھي - اور یہ قاعدہ ٹھیک ٹھیک حضرۃ صادق مصدوق کي اُس خبر کے مطابق هے جو مشهور حدیث غربۃ میں دي گئي هے " بدء الاسلام غریبا و سیعود کما

ہمارا علم معدود و محسوس نہ کرسکے - یہ ملائکۂ سماویہ و ارضیہ ہی کی شہادت ہے جو تمام تغیرات کونیہ کے اندر سے فاطر السماوات والارض کی قدرت و حکمت کا اعلان کر رہی ہے ولکن لا یعقلہا الا العالمون -

تیسری شہادت اولو العلم یعنی علم والوں کی ہے - جب شہادت الٰہی کی ابدی و سرمدی نداؤں اور ملکوت السماوات والارض کی غفلت شکن صداؤں سے غافل انسان اپنے کان بند کر لیتا ہے تو پھر ایک تیسری شہادت کی ضرورت ہوتی ہے جو خود انسانوں ہی کے اندر سے آئے - وہ شہادت الٰہی کی حامل و مبلغ ہو اور شہادۂ ملائکہ کے ادراک و معرفت کی راہیں کھولنے والی ہو پس یہ تیسری شہادت اصحاب علم و معرفت کی شہادت ہے - اصل اور اساسی طبقہ اس جماعت کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور پھر تبعاً انکے متبعین صادقین یعنی علماء و شہداء حق ہیں جو ہمیشہ نوع انسانی کی غفلتوں اور ضلالتوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور خدا کی زمین کو اسکے کلمۂ صدق و حق کی شہادت سے خالی ہونے نہیں دیتے -

چنانچہ شاہدین حق کی یہ جماعت ابتداء ظہور ہدایت سے برابر رہی اور جب تکمیل شریعت کا وقت آگیا اور اتمام نعمت کی وجہ سے حضرۃ خاتم الادیان و مکمل الشرائع و متمم النعم کا ظہور ہوا تو اس شہادت الٰہی کا منصب بھی قیامت تک کیلیے انہی کے سپرد ہوا اور علماء اسلام انکے وارث و نائب ٹھہرے - وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیداً ؛ نیز فرمایا انا ارسلناک شاہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ و سراجاً منیراً یعنی حق و ہدایت کی جو شہادت اس شاہد صادق نے امۃ مرحومہ کو پہنچائی ہے امۃ مرحومہ تمام نوع انسانی اور کرۂ ارضی میں اسکے اعلان و قیام کی ذمہ دار ٹھہری - تاکہ جو روشنی اس سراج منیر سے حاصل کی ہے اس سے تمام ارض الٰہی کو روشن کردے -

(علماء اسلام اور فرض شہادت)

پھر اسکے بعد واضح کرنا تھا کہ علماء اسلام نے گذشتہ تیرہ صدیوں کے اندر کس طرح اس فرض شہادت کو انجام دیا ہے اور دعوۃ و اعلان حق کی راہ میں کیسی کیسی قربانیاں اور سرفروشیاں کی ہیں ؟ دنیا کی کسی قوم کی تاریخ حق پرستی کی ایسی مثالیں نہیں دکھلا سکتی جن سے علماء اسلام کی تاریخ کا ہر باب و صفحہ روشن ہے - دنیا کی کوئی طاقت و دہشت اور انسانی تاج و تخت کی کوئی ہیبت و سطوت بھی علماء اسلام کے جذبۂ اعلان حق پر غالب نہ آسکی ' اور دنیاوی خوف و طمع کا کوئی مظہر بھی انہیں اس راہ سے باز نہ رکھہ سکا - دنیا میں راہ حق سے روکنے والی صرف دو ہی چیزیں ہیں ' اور ساری آزمائشیں انہی میں منحصر ہیں - ایک خوف ہے ' ایک طمع - لیکن انکے دلوں میں خوف تھا تو صرف اللہ کے جبروت و جلال کا ' اور طمع تھی تو صرف اسی کی رضا و رحمت کی . یدعون ربہم خوفاً و طمعاً - پس نہ تو خوف کا جذبہ ڈرا سکتا تھا ' اور نہ طمع کی دلفریبی اپنے دل کو لبھا سکتی تھی -

تزول الجبال الراسیات و قلبہم
علی العہد لا یلوی و لا یتغیر!

حضرات ! وقت تھا کہ اسی سلسلے میں میں آپکو علماء اسلام کے اداے فرض کے چند مناظر دکھلاتا -

آپ حضرت سید التابعین سعید بن المسیب کو دیکھتے کہ حکام جور کے حکم سے انکی پیٹھہ پر درے لگائے جا رہے ہیں مگر انکی زبان صدق بیان اعلان حق میں پہلے سے بھی زیادہ سرگرم ہوگئی ہے -

آپ مدینہ کی گلیوں میں امام دار الہجرۃ حضرۃ مالک بن انس کو دیکھتے - انکی مشکیں اس زور سے کس دی گئی ہیں کہ دونوں بازو اکھڑ گئے ہیں اور اوپر سے پیہم تازیانے کی ضربیں پڑ رہی ہیں - اس عالم میں بھی جب زبان ہلتی ہے ' تو اسی مسئلہ کا اعلان کرتے ہیں جسکو وہ حق سمجھتے تھے لیکن وقت کی حکومت اسکے اعلان کو اپنے جبر و طاقت سے روکنا چاہتی تھی - یعنی مسئلہ طلاق مکرہ کو - جب گورنر مدینہ نے تشہیر و تذلیل کیلیے اونٹ کی برہنہ پیٹھہ پر سوار کراکے گشت کرایا تو انکا یہ حال تھا کہ جب کبھی کوئی بازار یا مجمع سامنے آجاتا تو عین ضرب تازیانہ کی حالت میں کھڑے ہوجاتے اور پکار کر کہتے " من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالک بن انس اقول ان الطلاق المکرہ لیس بشیٔ " (حکاہ ابن خلکان)

آپ امام اہل سنۃ حضرۃ امام احمد بن حنبل کو دیکھتے کہ معتصم باللہ جیسا قاہر و باجبروت فرمانروا انکے سامنے کھڑا ہے - تو جلاد یکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں - پیٹھہ زخموں سے چور چور ہوگئی ہے - تمام جسم خون سے رنگین ہوچکا ہے - اور یہ سب کچھہ اسلیے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب و سنت کے خلاف سمجھتے ہیں ' اسکا ایک مرتبہ اقرار کرلیں ' لیکن اس پیکر حق ' اس مجسمۂ سنۃ ' اس صابر اعظم کما صبر اولوالعزم من الرسل کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے - اعطونی شیئاً من کتاب اللہ او سنۃ رسولہ حتی اقول :

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

آپ حضرۃ امامۃ الاعظم امام ابو حنیفہ رضي اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھیئے کہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں ' لیکن اسیر بھی منصور عباسي جیسے قاہر و سفاح بادشاہ کے حکم کے سامنے آنکا سر نہیں جھکتا -

آپکو حضرۃ امام شافعي اس حالت میں نظر آئے کہ یمن سے بغداد تک قید و اسر کي حالت میں بھیجے جا رہے ہیں ' اور انکا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعي ہیں اور صدق و ہدایت پر قائم ہیں -

آپ شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ کو دیکھیے کہ کئی کئی مرتبہ مصر کے قید خانے میں اسیر کیے گئے اور بالآخر قید خانے هي میں وفات پائي مگر اظہار حق سے منہہ نہ موڑا اور حکومت وقت کے آگے سر اطاعت خم نہ کیا -

آپ خود اسي ہندوستان میں حضرۃ شیخ احمد سرہندي مجدد الف ثاني کو دیکھیے کہ قلعۂ گوالیار میں قید ہیں ' مگر جہانگیر کے آگے اس سر کو جھکانے کیلیے طیار نہیں جسکو اللہ نے صرف اپنے هي آگے جھکنے کیلیے بنایا ہے -

آج ہندوستان میں صرف قید و بند هي کي منزل ہمارے سامنے آئي ہے ' اسلیے میں صرف آنهي کا ذکر کر رہا ہوں جنہوں نے راہ دعوۃ حق میں اس منزل کو مردانہ وار طے کیا - ورنہ علماء حق کي شہادت حق اور اداء فرض نیابۃ نبوت کا سب سے بڑا مشہد و منظر تو میدان شہادت ہے جہاں انہوں نے صرف اپني زبان هي سے نہیں بلکہ اپنے خون شہادت کي سرخي سے حق و صداقت کے نقوش ہمیشہ کیلیے صفحۂ عالم پر ثبت کردیے ہیں -

(سد باب شہادۃ اور تنزل علم و علماء)

پھر اسکے بعد مجھے بالتفصیل عرض کرنا تھا کہ وہ کیا اسباب و بواعث ہیں جنکي وجہ سے اس شہادۃ کے قیام و اجراء میں خلل پڑا ؟ یعني مسلمانوں کے تنزل علم و عمل کے مبادي و اساسات کیا کیا ہیں ؟ کیونکہ جب تک امراض کي صحیح تشخیص نہوگي ' علاج صحیح کي راہ نہیں کھل سکتي -

(اصول مفـــاسد)

اس سلسلہ میں مفاسد و مہالک کے اصول تھے اور فروع تھے - مباني و مبادیات تھے اور آنکا تفرع و انشعاب تھا - مجھے ایک ایک کرکے سب کو شمار کرنا تھا -

اصلیۃ اس بارے میں وہ مفاسد و فتن ہیں جو ہمیشہ اقوام و شرائع کي ضلالت و فساد کا باعث رہچکے ہیں اور اسلیے قرآن و سنۃ نے اول دن هي ان سب کي توضیح و تشریح کردي تھي -

ازانجملہ وہ مفاسد ہیں جنکا حال امم سابقہ علی الخصوص اہل کتاب کے اسباب ضلالت کي حکایت کرتے ہوے قرآن حکیم نے جابجا بیان کیا ہے ' اور مقصود انسے امت مرحومہ کو تنبہ و اعتبار ہے - چنانچہ حدیث ابو سعید عند بخاري و مسلم میں فرمایا " لتتبعن سنن من کان قبلکم حذو القذۃ بالقذۃ " وفي لفظ " حذو النعل بالنعل "

اور ازانجملہ فتنہ شبہات و شہوات ہے جسکي خبر حدیث عائشہ عند صحیحین وغیرهما میں دي گئي - " شبہات " میں تمام ذہني و اعتقادي مفاسد آگئے ' اور " شہوات " میں تمام عملي مفاسد -

اور ازانجملہ فتنہ تفرقۃ و اختلاف ہے جسکے اخبار سے دواوین سنۃ مملو ہیں -

اور ازانجملہ فتنۃ تاویل الجاہلین و تحریف الغالین و انتحال المبطلین ہے جسکي خبر حدیث ابراہیم بن العذري عند بیہقي میں دي گئي تھي اور جسکے تین جملوں میں سارے فتنے گن دیے ہیں -

اور ازانجملہ فتنہ جدل ' و فتنۃ تعمق و تنطع ' اور فتنۃ اہواء ہے ' جنکے اخبار کو حضرۃ امام بخاري نے باب اعتصام بالسنہ میں ایک عجیب و دقیق ترتیب حکیمانہ و استنباط فقیہانہ کے ساتھہ جمع کیا ہے -

اور ازانجملہ فتنۃ مولدین و دخلاء ہے جسکي خبر حدیث ابن ماجہ میں دي گئي تھي کہ " لم یزل امر بني اسرائیل معتدلاً حتی نشاء فیہم المولدون "

اور ازانجملہ فتنۃ تولید " وھن " اور ترک جہاد في سبیل اللہ ہے ' اور " وھن " کے معني بتلادیے تھے کہ " حب الدنیا وکراھۃ الموت " رواہ ابوداؤد -

(فروع مفاسد)

پھر ان مفاسد اصلیہ کے فروع اور برگ و بار ہیں ' ضرور تھا کہ انکي بھي تشریح کي جاتي -

مثلاً نظام و قوام خلافت کي برہمي ' تفرقۂ قوي و مناصب ' حکومت شوریٰ کي جگہ حکومت شخصیہ و مستبدہ کا قیام -

وحدۃ کلمۂ اسلام کي جگہ تفرقۂ مذاہب و احزاب کہ في الحقیقت راس الفتن اور علۃ العلل انقراض ملت یہي ہے -

اسي طرح ترک اهتداء بہ کتاب و سنۃ ' اور علوم اصلیۂ کتاب و سنۃ کي جگہ علوم محدثہ و دخیلہ کا استغراق او ر شیوع ' فتنۂ یونانیہ و عجمیہ کا ظہور کہ فتنۂ شبہات اور فتنۂ مولدین میں انهي دو سب سے بڑے فتنوں کي خبر دي گئي تھي -

اور ازانجملہ علماء میں اصحاب مناصب و ریاست کی کثرت کہ بقول امام غزالی کے یہ بڑا سبب ہے علماء دنیا کی کثرت اور علماء آخرۃ کی قلت کا یہی ہوا - قالہ فی الاحیاء

اور ازانجملہ اقوام مغضوبہ و مضلہ کی موالات کا شیوع و استیلاء جس سے کتاب و سنۃ میں بار بار روکا گیا تھا اور صحابۂ کرام اس فتنہ سے تعوذ کیا کرتے تھے -

اور ازانجملہ خلافت عربیہ کا انقراض ' عجمی حکومتوں کا قیام اور مرکزیۃ و وحدۃ خلافۃ کا فقدان ' بالآخر تمام اسلامی حکومتوں کا زوال ' علماء کا محکومیت و غلامی پر اقدام ' فریضہ جہاد و دفاع فی سبیل اللہ سے اعراض ' اداء فرائض و وظائف شرعیہ میں طرح طرح کا تعطل و اختلال ' اور اسی طرح کے بے شمار دوسری مفاسد تھے جنکا افسانۂ درد آپکے آگے دہرایا تھا -

(طرق اصلاح)

ان تمام تفصیلات کے بعد اُن طرق اصلاح پر نظر ڈالنی تھی جو گذشتہ صدی میں عالم اسلامی کے تمام داعیان اصلاح نے اختیار کی ہیں اور پھر خاص ہندوستان کی سابق اور موجودہ حالت اور اسکی مقتضیات و داعیات پر بحث کرنی تھی - اس طرح واضح ہوتا کہ ہمارے لیے آئندہ مسلک عمل کیا ہونا چاہیے اور اسکے ارکان و طرق حسب ہدایت کتاب و سنۃ کیا کیا ہیں ؟ لیکن مسائل حاضرہ کے استغراق اور وقت کی قلت کا لحاظ کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام مباحث کو اس خطبہ کے مطبوعہ نسخہ کیلیے اُٹھا رکھوں ' اور یہاں صرف یہ عرض کردوں کہ آئندہ کیلیے سب سے زیادہ مقدم اور بنیادی معاملہ کیا ہے ؟

(طریق تاسیس و تجدید)

حضرات ! اس موقعہ پر میں آپکی توجہ اس خطبہ کے ابتدائی حصہ کی طرف مبذول کراؤنگا - میں نے ابھی ابھی عرض کیا ہے کہ اس راہ میں شرط کامیابی یہ ہے کہ ہمارا عمل خالصاً لوجہ اللہ ہو - اور نیز طریق صواب پر ہو ' اور طریق صواب نہیں ہے مگر طریق سنۃ و منہاج نبوت -

اسکے بعد میں دو لفظ بولونگا - ایک لفظ " تاسیس " ہے اور ایک " تجدید " انکے معانی آپ پر روشن ہیں " تاسیس " اساس سے ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ از سرنو کسی چیز کو بنانا " تجدید " جدۃ سے ہے ' اور اسکے معنی یہ ہیں کہ کسی پیشتر کی بنی ہوئی چیز کو تازہ کردینا اور اسطرح سنوار دینا گویا وہ بالکل نئی ہوگئی - آج ہمارے قومی کاموں کی ہر شاخ میں ایک بنیادی غلطی یہی ہے کہ ہم نے اصولی طور پر طریق اصلاح کا فیصلہ نہیں کیا - مسلمانوں کی اصلاح حال کیلیے ضرورت طریق تاسیس کی ہے یا تجدید کی ؟ یعنی اسکی ضرورت ہے کہ از سرنو نئی باتیں ' نئے طریقے ' نئے ڈھنگ ' نئے نظام ' اور نئی نئی چالیں اختیار کی جائیں ؟ یا صورت حال یہ ہے کہ پہلے سے ایک مکمل کارخانۂ ملت موجود ہے جسکو اپنے بقا و ترقی کیلیے کسی نئی بات کی احتیاج نہیں ' مگر طرح طرح کی خرابیاں عارض ہوگئی ہیں ' اور بہت سی نئی باتیں بڑھا دی گئی ہیں - پس ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ خرابیاں دور کردی جائیں ' کھوئی ہوئی چیزیں واپس لیلی جائیں ' اور اسکو ویساہی بنا دیا جائے جیسا کہ اصل میں وہ تھا -

" تاسیس " کے معنی تو یہ ہوے کہ آپنے ایک نئی عمارت تعمیر کی - " تجدید " یہ ہوئی کہ مکان پہلے سے موجود ہے - صرف شکست و ریخت کی درستگی مطلوب تھی - پس اپنے نقائص دور کرکے درست کردیا - ہمکو غور کرلینا چاہیے کہ بناء ملت کی درستگی کیلیے تعمیرات اساسیہ مطلوب ہیں ' یا صرف اصلاحات تجدیدیہ ؟

اگر تاسیس مطلوب ہے تو بلاشبہ ہمارا پہلا کام یہ ہوگا کہ نئے نئے ڈھنگ اختیار کریں - لیکن اگر تجدید کی ضرورت ہے تو ہمیں نئی نئی چیزوں کی ضرورت نہوگی - صرف یہ دیکھنا ہوگا کہ پہلے سے جو چیزیں موجود ہیں ' انکا کیا حال ہے ؟ اور ان میں جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں وہ کیونکر دور کی جائیں ؟

حضرات ! دین کامل ہوچکا اور اتمام نعمت کا اعلان کردیا گیا : اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي اور مجھے یقین ہے کہ ہم میں ایک فرد واحد بھی ایسا نہ ہوگا جو یہ کہے کہ اصلاح ملت اسلامیہ کیلیے قرآن و شریعت کی تعلیمات و نظامات کافی نہیں ہیں ' اور ہمیں غیروں کی تقلید اور دریوزہ گری کی ضرورت ہے - پس یہ اصل تو متفق و مسلم ہے کہ راہ اصلاح میں ضرورت صرف تجدید کی ہے - تاسیس کی نہیں ہے - خود شارع علیہ السلام نے بھی ہمیں تجدید ہی کی خبر دی نہ کہ تاسیس کی " ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها " رواہ ابو داؤد عن ابی ہریرہ - لیکن میں عرض کرونگا کہ اگر یہ سچ ہے تو عملاً نتیجہ اس اعتقاد کا یہ ہونا چاہیے کہ ہمارا قدم طلب اصلاح میں تاسیس کی طرف نہ جائے ' اور وقت کے نظر فریب اسلوب کار ' علی الخصوص یورپ کے مجلسی و اجتماعی طریقے ہمیں نظم شرعی سے روگرداں نہ کردیں - افسوس ہے کہ اسوقت تک تمام داعیان اصلاح کا طرز عمل اسکے مخالف رہا ہے ' اور یقین کیجیے کہ یہی علت ہے کہ اسوقت تک ہماری کوئی سعی اصلاح و ترقی فوز و فلاح نہ پاسکی -

اسلام اگر ایک دین کامل ہے تو ضرور ہے کہ اُس نے اپنے پیروؤں کی تمام انفرادی ' اجتماعی ' اور مدنی ضرورتوں کیلیے کامل و اتم تعلیم دیدی ہو ' اور اگر وہ دین آخری ہے تو ضروری ہے کہ اسکی تعلیم اور شارع کی عملی سنت ہر عہد ' ہر زمانے ' ہر حالت ' اور ہر مشکل و ضرورت کیلیے رہنما و کفیل ہو - ہمارا ایمان ہے کہ حقیقت ایسی ہی ہے ' اور اسلام نے ہمارے لیے تمام اجتماعی و قومی برکات کا سامان کردیا ہے - لیکن پھر یہ کیا مصیبت ہے کہ ہم ان کھوئی ہوئی برکتوں کو واپس لینا نہیں چاہتے ' مگر نئی نئی راہوں کی جستجو میں حیران و سرگرداں ہیں ؟ مثلاً میں چند امور عرض کرونگا :

قوم افراد سے مرکب ہے ' اور افراد کی قومی ہستی کے قیام و ظہور کیلیے ضروری ہے کہ ایک جماعتی سلسلے میں تمام افراد منسلک ہو جائیں اور تفرقہ و تشتت کی جگہ وحدت و اتحاد پر افراد قوم کی شیرازہ بندی کی جائے - ہم اسکی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور یورپ کے اجتماعی طریقوں کی نقالی کرنی چاہتے ہیں - لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ آخر اسلام نے بھی جماعت اجتماعی کیلیے کوئی نظم ہمیں دیا تھا یا نہیں ؟ اگر دیا تھا اور ہم نے ضائع کردیا ہے تو یورپ کی دریوزہ گری سے پہلے خود اپنی کھوئی ہوئی چیز کیوں نہ واپس لے لیں ؟ اور سب سے پہلے اسلام کا قرار دادہ جماعتی نظام کیوں نہ قائم کریں ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک مجالس نہوں ' اجتماعات نہ ہوں ' انجمنیں نہ ہوں ' کانفرنسیں نہ ہوں ' کوئی قومی عمل انجام نہیں پاسکتا ' نہ اتحاد و تعاون کی برکت حاصل ہوسکتی ہے ' پس ہم آجکل کے مجلسی طریقوں کے مطابق انجمنیں بناتے ہیں ' کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں ' مگر ہم میں سے کسی کو بھی اسکا خیال نہیں آتا کہ اسی مقصد اجتماع و تعاون کیلیے اسلام نے پانچ وقت کی نماز با جماعت ' جمعہ و عیدین ' اور اجتماع حج کا حکم دیا ہے ' اور اسکا نظام و قوام درہم برہم ہوگیا ہے ' سب سے پہلے اُسے کیوں نہ درست کرلیں ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ جب تک کوئی قومی فند نہو ' اسوقت تک قومی اعمال انجام نہیں پاسکتے ' پس ہم نئے نئے فند قائم کرتے ہیں - یہ ٹھیک ہے ' مگر کاش کوئی یہ بھی سونچے کہ خود شریعت نے اسی ضرورت کو رفع کرنے کیلیے زکواۃ و صدقات کا حکم دیا ہے - اسکا نظم ٹھیک قائم ہے یا نہیں ؟ اگر وہ قائم ہو جائے تو پھر بھی کسی چندہ اور فند کی ضرورت ہوگی ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ قوم کی تعلیم عام کیلیے مجامع و محافل کی ضرورت ہے - ہم اسکے لیے نئی نئی تجویزیں کرتے رہتے ہیں مگر کبھی یہ حقیقت ہمارے دلوں کو بیقرار نہیں کرتی کہ عین اسی مقصد سے شریعت نے خطبۂ جمعہ کا حکم دیا - ہم نے کیوں اسکی برکتوں کا دروازہ اپنے اوپر بند کرلیا ہے ؟

ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی قومی و اجتماعی کام انجام نہیں پاسکتا جب تک اسمیں نظم و انضباط نہو ' اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک اسکا کوئی رئیس و قائد مقرر نہ کیا جاے - پس ہم طیار ہوجاتے ہیں کہ جلسوں کیلیے صدر تلاش کریں - لیکن اگر یہی حقیقت شریعت کی ایک اصطلاح " امامت " کے لفظ میں ہمارے سامنے آتی ہے تو ہمیں تعجب و حیرانی ہوتی ہے - اور اسکے لیے ہم طیار نہیں ہوتے -

حضرات ! میں مثالوں میں آپکا زیادہ وقت نہ لونگا - مقصود یہ ہے کہ ہمارے لیے راہ عمل تجدید و احیاء ہے - نہ کہ تاسیس و اختراع - پس کسی طرح بھی یہ طریق صواب نہ ہوگا کہ علماء امت کی جمعیۃ بھی اپنے نظام و قوام کیلیے محض آجکل کی مجلسوں کے قاعدوں اور طریقوں کی نقل و محاکات پر اکتفا کرلے - حاملین شریعت کا مقام اس سے بہت بلند ہے کہ وہ اپنے عمل کیلیے ان مجلسوں کے ڈھنگوں اور [illegible] کے محتاج ہوں - انکی راہ اتباع شریعت اور اقتداء به مشکوٰۃ نبوت کی ہے ' اور اُسوۂ حسنۂ نبوت اور حکمت رسالت نے انہیں تمام انسانی طریقوں سے مستغنی و بے نیاز کردیا ہے - ہمارا طریق عمل یہ ہونا چاہیے کہ ہم ہرطرف سے آنکھیں بند کرکے حکمت اجتماعیۂ نبوت کو اپنا دستور العمل بنائیں ' شریعت کے کھوے ہوے نظام کو از سرنو قائم و استوار کردیں ' اور اسطرح اسلام کی مٹی ہوئی سنتیں زندہ ہوجائیں - محض مجلس آرائی و ہنگامہ سازی ہمارے لیے کچھہ سودمند نہیں ہوسکتی -

(باقی دارد)

PRINTED & PUBLISHED BY F. D. AHMAD MIRZA AT THE "ALBALAGH" PRINTING & PUBLISHING HOUSE.
45, RIPON LANE, CALCUTTA.

جس منزل کا انتظار تھا وہ آگئی

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند

الذین صبروا وعلی ربھم یتوکلون

جن لوگوں نے مشکلوں اور مصیبتوں میں ثابت قدمی دکھائی اور اپنے پروردگار کی مدد اور رحمت پر بھروسہ رکھتے ہیں، بالآخر منزل مقصود انہی کی ہے

کیسی مبارک گھڑی ہے جو آگئی؟

خوف و ہراس کے بادل چھٹ گئے، امید کی روشنی پھیلنے لگی، فتح و مراد کا سورج نکل رہا ہے، اور خدا کی رحمت و نصرت بے نقاب ہو کر سامنے آگئی ہے۔ افسوس ان پر جو اب بھی نہ دیکھیں!

انتظار کی رات بڑی ہی تاریک تھی۔ لیکن پھر، امید کی صبح بھی کیسی دلفریب اور جانفزا ہے؟ افسوس ان پر جو اب بھی کروٹ نہ لیں!

کیا تم ادھر کی طرف نہیں دیکھتے؟ یہ سچ ہے کہ سورج ابھی نہیں نکلا، لیکن اسکی روشنی تو اچھی طرح نکل آئی ہے، اور ہم سورج کو صرف اسکی روشنی ہی میں دیکھ سکتے ہیں۔

آؤ، غفلت کا بستر ہمیشہ کیلئے تہ کر دیں، خدا کا پاک نام لیں اور راہ مقصود میں آخری کوچ شروع کردیں۔ راستہ صاف ہے، اور منزل سامنے نظر آ رہی ہے۔ ہمت، صبر، قربانی، اور استقامت کے چند ایام میں مدتوں کا سفر طے ہو جائیگا۔

[illegible]

اصبروا، وصابروا، ورابطوا، لعلکم تفلحون۔

ابوالکلام
۱۰ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ع

عصاء موسی اور ترک موالات

(از مولانا عبد الرحمن صاحب نگرامي صدر مدرس مدرسۂ جامع مسجد کلکته)

خدا کي هر نعمت اپنے ظہور سے پہلے اپنے علائم و آثار پیش کرتي هے' یه علائم و آثار مختلف شکلوں اور صورتوں میں ظاهر هوتے هیں- سطح پر غور کرنے والے ان چیزوں کو صرف قدرت کا ایک کرشمه اور فطرت کا ایک کهیل جانتے هیں' لیکن بصیرت ایمان کی روشني ان هي قدرت کے کهیلوں سے حقیقت کي راه معلوم کرتی هے - آزادي بهي خدا کی ایک بڑی نعمت هے' ضروري هے که جس قوم پر الله کي یه نعمت آنے والي هو' استعداد نزول کے اثرات پہلے هي سے اسپر طاري هو جائیں - ایام قدیمه میں بني اسرائیل پر جسطرح یه عطیه الهی تمام هوا' اور جو ایام مطالبه پہلے اسکي قومي سطح پر ظاهر آئے' دلیل میں اُن میں سے ایک کا بیان کیا جاتا هے - آزادي کي سب سے بڑي نشاني حضرت موسی کا معجزۂ عصا هے -

معجزات کي اصل غرض

انبیاء علیهم السلام کو قدرت الهيه کي جانب سے جو کمالات عطا هوے اور جنهیں اصطلاح میں معجزات سے تعبیر کیا جاتا هے' انکے متعلق قدیم و جدید طریقه پر جو امی بحث هوئی اسکا زیاده تر تعلق امکان و استحاله و وقوع و عدم وقوع سے رها - معجزات کی اصل غرض اتنی ضرور بتائي گئي اور لکهوں میں لکهی گئي که انبیا علیهم السلام کي تصدیق کیلیے معجزات دیے جاتے هیں لیکن یه امر که آیا صرف معجزات کا ظهور تصدیق کیلیے کافي هے' یا اس ظهور میں اور بهي کچهه اسرار و اشارات هوتے هیں جو جماعت کو اور ارباب بصیرت کو ایمان و اعتقاد کیطرف لے جاتے هیں- اسپر زیاده غور نہیں کیا گیا' قرآن کریم میں تمامي معجزات کو آیات اور بینات سے تعبیر کیا گیا هے' پس صرف یه سمجهنا که صرف لاٹهي کا سانپ بن جانا هي تصدیق کیلیے مقصود هے' درست نہیں - هم سمجهتے هیں که ان معجزات کي ظاهري شکلوں اور صورتوں کے اندر اجتماعي اصلاح کے اشارات بهي پائے جاتے هیں اور قرآن مجید میں انتہائي بلاغت کے ساتهه ان اسرار کیطرف اشارے بهي کردیے هیں -

معجزۂ عصا کا موقع ظهور

سب سے پہلي بات قابل غور یه هے که عطیه الهي کے پہلے مرتبه ظاهر هونیکے بعد انسانوں کے سامنے یه معجزه کس وقت پیش کیا گیا اور اسوقت اس معجزه کا مقصود اظہار کیا تها - سورۂ اعراف میں اس قصه کو مفصل بیان کرتے هوے بتلایا گیا هے' که حضرت موسی نے فرعون سے خطاب کیا که میں خدا کے پاس سے کهلي هوئي دلیل لایا هوں' اب تم نے بني اسرائیل کو آزاد کردو - فرعون نے کہا : ان کنت جئت بآیة فات بها ان کنت من الصادقین - اگر تم (آزادي پر) دلیل لائے هو اور سچے هو تو پیش کرو : فالقی عصاه فاذا هي ثعبان مبین - حضرت موسی نے جواب میں اپني لاٹهي ڈالدي اور وه ایک نمایاں اژدها بن گئی - اب غور کرو که حضرت موسی حلیم و بصیر خدا کي طرف سے ایک بنده بنکر فرعون کے پاس بني اسرائیل کي آزادي کیلیے جاتے هیں' دلیل مانگي جاتي هے تو عصا کا معجزه دکهلایا جاتا هے - اب صرف یه بات کیونکر وضع هوسکتي هے که محض لاٹهي کا سانپ بن جانا کسي قوم کي آزادي کیلیے بہترین ثبوت هے' اس موقع ظهور کو سامنے رکهو اور آگے غور کرو -

معجزۂ عصا کي اهمیت

صرف یهي نہیں که ایک موقع پر اس معجزه کو بیان کردیا گیا هو' بلکه مختلف موقعوں پر مختلف لفظوں سے اس معجزه کي اهمیت کو بڑهایا گیا هے - کہیں جگه تو اور دوسري نشانیوں کا ذکر کرکے فرمایا که : و سلطان مبین - تمام نشانیوں کے ساتهه ایک کهلا هوا غلبه عطا فرمایا - ایک دوسرے موقعه پر معجزۂ عصا اور یدبیضا کا ذکر کرکے کہا گیا : فذانک برهانان من ربک - یه دونوں معجزے خدا کي طرف سے (آزادي) کے قطعي دلائل هیں - سورۂ نازعات میں کہا گیا : فاراه الایة الکبری - موسی نے فرعون کو سب سے بڑي نشاني دکهائي' ایک اور موقع پر هے . جاء هم بالحق - موسی فرعون کے پاس حق کو لائے - کیا یه بات قابل لحاظ نہیں که ایک معجزه جسکو باري تعالی دلیل غلبه' برهان جلي' بڑي نشاني سے بیان فرمایا هے - اسکي حقیقت بس اتني هي هو که لکڑي سانپ بن گئي -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمعہ ۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۱ مطابق ۱۵ ربیع الآخر سنہ ۱۳۴۰

> یہ تحریر حضرت مولانا کی گرفتاری کے بعد انکے کاغذات میں سے دستیاب ہوئی ہے جو بجنسہ شائع کی جاتی ہے - (ایڈیٹر)

وللہ الحمد للہ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون وما اللہ بغافل عما یعملون -

مباش غمزدہ عرفی کہ راہ و ماہ سالار
جزاء ہمت عالی و دست کوتہ ماست

آج ۸ - دسمبر سنہ ۱۹۲۱ کی شام ہے ' کل شام کو مجھے قابل وثوق ذرایع سے اطلاع ملگئی کہ گورنمنٹ بنگال نے وزراء کے مشورہ کے بعد میری اور مسٹر سی - آر - داس کی گرفتاری کا فیصلہ کرلیا ہے' میری نسبت گورنمنٹ بنگال کا ارادہ یہ ہے کہ اگر میں کنارہ کش کلکتہ سے باہر نہ گیا تو مجھے گرفتار کرلیگی ' لیکن اگر میں بدایوں کے جلسہ جمعیۃ العلماء کیلیے چلا گیا تو پھر اسکے سرے سے دل کا دل جانتی ' اور صرف مسٹر داس گرفتار کرلیے جائینگے -

میرا وقت تمام تر بنگال سے باہر ہندوستان کے کاموں میں خرچ ہوتا رہا ہے - اسوقت بھی میں تحریک کے نہایت اہم کاموں میں مشغول تھا' اور ۲۵ دسمبر تک کا پروگرام میرے سامنے تھا - لیکن اچانک بنگال گورنمنٹ کی نئی سرگرمی شروع ہوگئی' اور اسکے بعد دوسرے صوبوں میں بھی اسکی تقلید کیگئی - میں کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے جلسہ کی وجہ سے بمبئی میں تھا - مہاتما گاندھی جی سے میں نے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ چند دنوں کیلیے کلکتہ چلا جانا ضروری ہے ' پہلی دسمبر کو میں کلکتہ پہونچا - میں نے دیکھا کہ گورنمنٹ نے آخری حد تک تشدد کا ارادہ کرلیا ہے ' اور کوئی ناجائز طریقہ ایسا نہیں ہے جو ۲۴ - کی ہڑتال روکنے کیلیے عمل میں نہ آرہا ہو - تاہم لوگ پوری استقامت کے ساتھ صبر و سکون پر قائم ہیں اور آخر تک قائم رہینگے -

میرا پہلا کام یہ تھا کہ لوگوں کے ایمان اور استقامت دونوں کی نسبت اطمینان حاصل کرلوں' یہ اطمینان مجھے ۵ - تک حاصل ہوگیا ' اب میں نے سوچا کہ کلکتہ سے باہر جاؤں یا نہ جاؤں ؟ بدایوں کے جلسۂ جمعیۃ میں جانا بھی نہایت ضروری تھا ۲ تک میں متردد رہا میں نے مہاتما گاندھی جی کو لکھدیا کہ نقیۃ کاموں کیلیے مسٹر سی آر داس کافی ہونگے' میں بدایوں ہوکر بمبئی آتا ہوں - لیکن ۲ - کی شام کو ایکایک حالات نے دوسری شکل اختیار کی' میں نے محسوس کیا کہ گورنمنٹ کی تمام طاقت کلکتہ میں سمٹ آئی ہے' اور مقابلہ کا فیصلہ کن میدان یہیں پیدا ہوگیا ہے' پس میرے لیے ضروری ہوگیا کہ تمام کاموں کو ترک کرکے کلکتہ کیلیے وقف ہوجاؤں میں نے فیصلہ کرلیا کہ اب میں یہیں رہونگا -

میں نے یہ بھی دیکھا کہ گورنمنٹ نے خلافت اور کانگریس کمیٹیوں کو بالکل توڑدینے اور معطل کردینے کا ارادہ کرلیا ہے - ایک ایک کرکے تمام کارکن گرفتار کیے جا رہے ہیں - قومی اخبارات بھی عنقریب بند کردیے جائینگے - مسٹر داس بالکل تنہا رہگئے ہیں ' ایسی حالت میں میرے لیے کلکتہ چھوڑنا ناممکن تھا -

یہ سچ ہے کہ گورنمنٹ بنگال مجھے گرفتار کرنے سے بچنا چاہتی ہے ' اور منتظر ہے کہ میں کلکتہ سے باہر چلا جاؤں - گورنمنٹ کے ایک سمجھے ہوئے دوست نے مجھے اس سے مطلع بھی کردیا ہے' لیکن افسوس ہے کہ گورنمنٹ کی تمام خواہشوں کی طرح یہ خواہش بھی میری خواہش سے متضاد ہے ' اور میرا موجودہ فرض تعمیل نہیں ہے بلکہ خلاف ورزی -

میں نے پوری طرح غور کرکے یہ فیصلہ کیا ہے - بلا شبہ بہت سے کاموں کیلیے میں اپنی موجودگی ضروری دیکھتا ہوں - اور کام اور ضرورت کا یہ حال ہے کہ جسقدر بھی مہلت ملجائے اُسے ضائع نہیں کرنا چاہیے - لیکن اللہ کے فضل نے کلکتہ میں جو میدان عمل پیدا کردیا ہے وہ ہر اعتبار سے مجھے قیمتی اور اہم معلوم ہوتا ہے' اور میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا انتخاب غلط نہ ہوگا -

گورنمنٹ نے میری گرفتاری کا فیصلہ کرکے مجھے ایک بہت بڑے بوجھہ سے نجات دیدی - خدا بہتر جانتا ہے' کہ میرے لیے اب حلل سے باہر رہنا کسقدر تکلیف دہ ہوگیا تھا - جو چلے جاتے ہیں انھیں کیا معلوم کہ پیچھے رہجانے والوں کے دلوں پر کیا گذرتی ہے - محمد علی ' شوکت علی ' لالہ لاجپت رائے ' پنڈت موتی لال ' سب کا سفر پورا ہوگیا اور میں اب تک منزل کے انتظار میں تھا ' اب منزل میرے سامنے ہے اور میرا دل خوشی سے معمور ہے' کہ ایک آخری مگر فتحمند میدان اپنے پیچھے چھوڑ کر جا رہا ہوں - میں نے کلکتہ کے موجودہ میدان عمل کو " آخری اور مقدم میدان " کہا یہ میرا یقین ہے اور عنقریب تمام ملک دیکھہ لیگا کہ جو کام تین سال کے اندر تمام ملک میں انجام نہ پاسکا' وہ ان چند دنوں کے اندر کلکتہ میں انجام پا جائیگا - ولتعلمن نباہ بعد حین -

البتہ اس آخری کام کی تکمیل اور مضبوطی کیلیے ایک آخری مرحلہ باقی ہے' اور میں مطمئن ہوگیا ہوں ' کہ گورنمنٹ بنگال کے ہاتھوں وہ کام پورا ہوجائیگا - اگر دو تین دن کے اندر مجھے اور مسٹر سی - آر داس کو گرفتار کرلیا گیا - تو نہ صرف کلکتہ بلکہ تمام بنگال کو ایک نئی بیداری اور زندگی سے معمور کردیگا - بنگال کو ہم تین سال تک آزاد رھکر بیدار نہ کرسکے لیکن ہماری گرفتاری ایک منٹ کے اندر بیدار کردیگی -

میں اپنی گرفتاری میں تمام مسلمانان ہند کی ایک نئی کروٹ دیکھہ رہا ہوں - مجھے خاص طور پر پنجاب ' صوبۂ سرحد ' اور بہار پر اعتماد ہے - ان تین صوبوں کے مسلمانوں نے ہمیشہ میری صداؤں کو محبت ' اعتماد ' اور قبولیت کے ساتھہ سنا ہے - وہ گذشتہ دس سال سے میری تمام امیدوں کا مرکز ہیں - مجھے یقین ہے کہ میری گرفتاری ان کیلیے آخری دعوت عمل ہوگی - جو حقیقت تین سال کی پیہم تقریروں اور تحریروں میں نہیں سمجھا سکا تھا ' وہ میری گرفتاری کی خاموشی انہیں سمجھا دیگی -

اسطرح گورنمنٹ بنگال صرف بنگال ہی کیلئے نہیں بلکہ تمام ملک کیلئے ایک بہترین خدمت انجام دے رہی ہے -

(اولین مبارکباد)

اگر میں گرفتار ہوگیا تو مہاتما گاندھی جی کو میرا یہ پیام پہونچا دیا جائے -

" میں آپکو آپکی فتح یابی پر سب سے پہلے مبارکباد دیتا ہوں ' اس مبارکبادی کیلئے آپ مجھے جلد باز نہ سمجھیں - میں اس اٹل وقت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں ' اور چاہتا ہوں کہ اسکی مبارکباد دینے میں کوئی دوسرا مجھہ سے بازی نہ لے جائے -

آپکے ساتھہ انسانی رفاقت روز بروز گھٹ رہی ہے' مگر خدا کی مدد بڑھتی جاتی ہے - بمبئی کے حادثہ نے آپکے دل کو بہت صدمہ پہنچایا - میں آپکو افسردہ اور غمگین دیکھکر نہایت درد مند ہوا تھا ' لیکن اب کلکتہ اٹھا ہے' تاکہ غمگینی کی جگہہ خوشی اور کامیابی کا تحفہ آپکے سامنے پیش کرے - آپ نے ۲۵ نومبر کی شام کو جب مجھہ سے کلکتہ کے بارے میں گفتگو کی تو میں نے آپکو اطمینان دلایا تھا ' میں خوش ہوں کہ میرا اطمینان بالکل صحیح نکلا - کلکتہ میں میں پندرہ سال سے کام کررہا ہوں - نصف صدی کی خاندانی زندگی رکھتا ہوں' اسلیے میرا اطمینان علم و یقین پر مبنی تھا - گذشتہ تین سال کے اندر تحریک خلافت کے سب سے اہم کام کلکتہ ہی کے مسلمانوں نے انجام دیے ہیں - اب آخری منزل میں بھی پہلا قدم وہی اٹھائیگا - اسنے بار بار قربانی کا اقرار کیا ہے - وہ نہ تو بھٹکیگا ' نہ بچھڑیگا ' مگر اسکی آگ برابر سلگتی رہیگی - تا آنکہ سول ڈس اوبیڈینس کی منزل طے کرنا اسی کے حصہ میں آیا ہے ' وہ اس کا حقدار تھا -

آخری پیغام

میرا آخری پیغام وہی ہے جو آج سے دس برس پہلے پہلا پیغام تھا' لا تہنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مومنین - نہ تو ہراساں ہو' اور نہ غمگین ہو - تم ہی سب پر غالب رہوگے' اگر سچا ایمان اپنے اندر پیدا کرلوگے -

ہماری تمام فتح مندیوں کی بنیاد چار سچائیوں پر ہے' اور میں اسوقت بھی ' ملک کے ہر باشندے کو انہی کی دعوت دیتا ہوں -

(۱) ہندو مسلمانوں کا کامل اتفاق

(۲) امن

(۳) نظم

(۴) قربانی اور اسکی استقامت -

مسلمانوں سے میں خاص طور پر التجا کرونگا ' کہ اپنے اسلامی شرف کو یاد رکھیں ' اور آزمائش کی اس فیصلہ کن گھڑی میں اپنے تمام ہندوستانی بھائیوں سے آگے نکل جائیں - اگر وہ پیچھے رہے ' تو انکا وجود چالیس کروڑ مسلمانان عالم کیلیے شرم و ذلت کا ایک دائمی دھبہ ہوگا -

میں مسلمانوں سے خاص طور پر دو باتیں اور بھی کہونگا - ایک یہ کہ اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھہ پوری طرح متفق رہیں ' اور اگر انمیں سے کسی ایک بھائی یا کسی ایک جماعت سے کوئی نادانی کی بات بھی ہوجائے تو اسے بخشدیں اور اپنی جانب سے کبھی کوئی

[بقیہ مضمون کیلیے صفحہ ۸ ملاحظہ ہو]

خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء

نمبر چہارم

(مسئلہ نظم جماعت)

حضرات ! اب آپ مجھے اجازت دیں کہ میں مختصراً اس مسئلہ کی نسبت بھی کچھ عرض کروں جسکو میں علی وجہ البصیرۃ آج تمام اعمالِ اسلامیہ کیلیے بمنزلہ اصل و اساس کے یقین کرتا ہوں اور کامل تیرہ سال کے مسلسل غور و فکر کے بعد اس نتیجہ تک پہنچا ہوں کہ بغیر اسکے کوئی عقدہ کبھی حل نہیں ہوسکتا - میرا اشارہ مسئلہ نظام جماعت اور قیام امارت شرعیہ کی جانب ہے -

مسئلہ نظام جماعت سے مقصود یہ ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی اصلاح حال اور اداء فرائض شرعیہ کی استطاعت کبھی ظہور پذیر نہیں ہوسکتی جب تک وہ اپنی موجودہ حالۂ انفرادی کو ترک کرکے حیات اجتماعی و شرعی اختیار نہ کرلیں یعنی احکام و نظام شرع کے مطابق سب ایک امیر و قائد شرع کی اطاعت پر مجتمع نہ ہوجائیں ' اور بکھرے ہوے مختلف قومی مرکزوں کی جگہ ایک ہی مرکز قومی پیدا نہ ہو جائے - یہی اصل و اساس کار ہے ' اور تمام مقاصد اصلاح اور مصالح انقلاب کا نفاذ و ظہور اسی کے قیام و وجود پر موقوف ہے -

حضرات ! اسلام کے نظام اجتماعی کی نسبت کسی شرح و تفصیل کی ضرورت نہیں - علی الخصوص ایک ایسے مجمع میں جسکا کہ فضل و توفیق الہی سے اسوقت میرے گرد و پیش موجود ہے - اسلام نے مسلمانوں کے تمام اعمالی حیات کیلیے بنیادی حقیقت یہ قرار دی ہے کہ کسی حال میں بھی فرادی ' متفرق ' الگ الگ ' اور منتشر نہ ہوں ' ہمیشہ مجتمع ' مولف ' متحد اور بمنزلہ جسم واحدہ ہوکر رہیں - یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنۃ میں جا بجا اجتماع و وحدۃ پر زور دیا گیا اور کفر و شرک کے بعد کسی بد عملی سے بھی اسقدر اصرار و تاکید کے ساتھہ نہیں روکا جسقدر تفرقۂ و تشتت سے - اور یہی وجہ ہے کہ اسلام کے تمام احکام و اعمال میں اس حقیقت اجتماعیہ بمنزلۂ محور و مرکز کے قرار پائی ' اور تمام دائرۂ عمل اسی کے گرد قائم کیا گیا - عقیدہ توحید سے لیکر تمام عبادات و اعمال تک یہی حقیقت مرکزیہ جلوہ طرازی کر رہی ہے - اور اسی بناپر بار بار نظم جماعت پر زور دیا گیا کہ " علیکم بالجماعۃ والسمع والطاعۃ " رواہ ترمذی اور " علیکم بالجماعۃ فان الشیطان مع الفذ وہو من الاثنین ابعد " رواہ البیہقی - اور " اذا کان ثلاثۃ فی سفر فلیؤمروا احدکم " رواہ اصحاب السنن اور اسی لیے نظام و قوام ملت کے لیے منصب خلافۃ کو اطاعت قرار دیا گیا کہ تمام متفرق کڑیاں ایک زنجیر میں منسلک ہوجائیں شرح اس مقام کی بہت طولانی ہے' اور معارف کتاب و سنۃ اس بارے میں بے شمار اور احاطہ حصاء و استقصاء سے باہر ہیں' رسالۂ خلافت میں اسپر بحث کرچکا ہوں ' اور زیادہ شرح و تفصیل تفسیر القرآن میں ملیگی -

میں یہاں اس بارے میں کچھہ عرض نہیں کرونگا کہ کیونکر گذشتہ آخری صدیوں میں مسلمانوں کا شیرازۂ اجتماع پراگندہ ہوا ' اور تقریباً پانچویں صدی ہجری کے بعد سے اس پراگندگی کے اسباب یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے رہے ؟ مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ با ایں ہمہ تفرق و پراگندگی ہندوستان میں اسلامی حکومت قائم تھی ' اور جب تک وہ قائم رہی نظام جماعت بھی قائم رہا - لیکن اسلامی حکومت کے انقراض کے بعد مسلمانان ہند کا نظم جماعت بالکل درہم برہم ہوگیا ' اور سرتا سر جاہلیۃ کی سی بے نظمی و بے قیدی ہم پر چھاگئی - بلاشبہ مرکزی خلافت آل عثمان کی موجود تھی ' اور مسلمانان ہند کیلیے بھی تمام مسلمانان عالم کی طرح وہی خلیفۂ عہد و مطاع تھے ' لیکن مسلمانان ہند کا فرض تھا کہ یا تو اپنے تعلق فعلاً و عملاً بارگاہ خلافت سے قائم کرتے اور اسکے ایک موجود و عامل نائب کی نیابت حاصل کرکے اپنا فرض اسلامی انجام دیتے ' اور اگر ایسا ہونا دشوار تھا اور واقعی بات یہی ہے کہ دشوار تھا تو پھر ضروری تھا کہ اپنے لیے ایک نائب امیر و امام منتخب کرلیتے اور اسکے ماتحت اعادۂ حال اور تہیۂ کار اور اداء فرائض اسلامیہ میں کوشاں ہوتے - لیکن بدبختانہ ایسا نہیں ہوا ' اور جہاں غیر مسلم غلبۂ و استیلاء پر محرومانہ قناعت کرلی گئی ' وہاں اس اولین فریضۂ ملت کی طرف سے بھی ہمتوں کے قصور اور عزائم کے فقدان نے کوتاہی کی - بہرحال ایک زمانۂ دراز اسپر گزر گیا ' اور اب حالت یہ ہے کہ دس کڑور مسلمان جو تمام کرۂ ارض میں سب سے بڑی یکجا اسلامی جماعت ہے ' ہندوستان میں اسطرح زندگی بسر کررہی ہے کہ نہ تو ان میں کوئی رشتۂ انسلاک ہے ' نہ وحدۃ ملت کا کوئی رابطہ ہے ' نہ کوئی قائد و امیر ہے ' اور نہ کوئی آمر و نافذ شرع ' محض ایک بھیڑ ہے ' ایک انبوہ ہے ' ایک گلہ ہے ' جو ہندوستان کی آبادیوں میں بکھرا ہوا ہے ' اور یقیناً ایک حیاۃ غیر شرعی و جاہلی ہے ' جسمیں یہ پوری اقلیم مبتلا ہوگئی ہے -

اس حالت کے مفاسد و شرور میں سے ایک بہت بڑا مفسدہ یہ بھی ہے کہ برسوں سے ہندوستان میں شریعت کا باب قضاء گویا

بالکل معدوم ہوگیا ہے - کیونکہ قضاء کا وجود بلا قاضی کے ہو نہیں سکتا اور قاضی کا وجود امارت و امامت کے قیام پر موقوف ہے :

حضرات ! ایک منصب قضاء ہے اور ایک منصب امارت ہے - دونوں میں عام و خاص کی نسبت ہے - قضاء امارت کے مقاصد میں داخل اور اسکے ماتحت ہے ' مگر مقاصد امارت قضاء سے حاصل نہیں ہوسکتے - پس میں مقاصد امارت کے فقدان کا ذکر کر رہا ہوں - صرف قضاء کا ذکر نہیں کرتا جسکے لیے محض نام نہاد قاضیوں کا تقرر یا فرضی عدالتوں کا اجراء کافی ہو -

حضرات ! اب سوال یہ ہے کہ کیا موجودہ حالت میں ہم کوئی قدم مقاصد و اعمال ملیہ کا اٹھا سکتے ہیں ؟ کیا احیاء و تجدید ملت اور قیام شرع و اداء فرائض اسلامیہ کی کوئی صحیح راہ پیدا ہوسکتی ہے ؟ کیا محض ایک بھیڑ اور انبوہ کو لیکر ہم وہ فرائض انجام دیسکتے ہیں جنکے لیے اولین شرط عقلاً و شرعاً وجود جماعت منظمہ اور امارت صحیحۂ شرعیہ ہے ؟ چھوڑ دیجیے مصطلحات شرعیہ کو - اگر انسے ہمیں اسقدر بعد ہوگیا ہے کہ ساری باتوں کیلیے طیار ہیں مگر بحکم اشمأزت قلوب الذین لا یومنون بالاخرۃ طریق شرعی اور اسکے نظام و قوام کے الفاظ سنکر یکایک متوحش و مضطرب الحال ہو جاتے ہیں - صرف انہی قواعد و اصول کو سامنے لائیے جن پر آج تمام اقوام عالم عامل ہیں - میں پوچھتا ہوں کہ کیا بغیر ایک قائد اور لیڈر کے کوئی جماعت اپنی ہستی قائم رکھ سکتی ہے ؟ پھر یہی حقیقت تو شریعت نے بھی لفظ امیر و امام میں مضمر رکھی ہے ' یہ کیا مصیبت ہے کہ اگر لیڈر کا لفظ کہا جاے تو آپ اسکا استعمال کریں ' اور امیر و امام کا لفظ آجاے تو نفرت و استکراہ سے بھر جائیں ؟ کیا یہ وہی غلطی نہیں ہے جسکو راہ تاسیس اور راہ تجدید کی اصطلاح میں ابھی ابھی عرض کرچکا ہوں -

اسکو بھی چھوڑیے - آج وقت کی سب سے بڑی مہم ' اور اداء فرض اسلامی کی سب سے بڑی نازک اور فیصلہ کن گھڑی ہے جو آزادی ہند اور مسئلہ خلافت کی شکل میں ہمارے سامنے آگئی ہے - ہندوستان میں دس کروڑ مسلمان ہیں جو اسوقت تک سرشار غفلت تھے ' اور اب آمادہ ہوے ہیں کہ اطاعت و اعانت خلیفۂ عہد ' حفظ و حیانت ' بلاد اسلامیہ اور آزادی ہندوستان کی راہ میں اپنا اولین فرض اسلامی انجام دیں - خدارا بتلائیے اس صورت حال میں بھی طریق کار کیا ہونا چاہیے اور ایسے وقتوں کیلیے آخر اسلام نے بھی کوئی نظام کار بتلایا ہے یا نہیں ؟ یا وہ باوجود دعوئے تکمیل شرع اسقدر نامراد ہوگیا ہے کہ آج اسکے پاس وقت کی مشکل و معصیت کا کوئی حل نہیں ؟ اگر بتلایا ہے تو وہ کیا ہے ؟ کیا محض انجمن سازی اور ہنگامۂ مجالس آرائی ؟ کیا محض اتباع آراءِ رجال اور تقلید ارباب ظن و تخمین ؟ میں اعلان کرتا ہوں کہ اس بارے میں راہ شرعی صرف وہی ایک ہے - اور جب تک وہ ظہور میں نہ آئیگی ہماری کوئی سعی مشکور نہیں ہوسکتی -

جو فتنہ آج یورپ سے اٹھا ہے ' چھٹی صدی ہجری میں بھی اسکے مثل ایک بلاد تاتار و چین سے آئی تھی ' اور تاتاریوں کے استیلاء سے تمام عالم اسلامی تہہ و بالا ہوگیا تھا - اسوقت بھی تمام بلاد شرقیہ اسلامیہ کا یہی حال تھا جو آج نظر آرہا ہے - لیکن اس عہد کے علماء نے پہلا کام یہ کیا کہ جن بلاد پر تاتاریوں کا قبضہ و استیلاء ہوگیا تھا ' وہاں نظم جماعت اور قیام شرع کیلیے والئ مسلمین کے نصب و تقرر کا حکم دیا ' اسی بنا پر متاخرین کے یہاں اسکی تصریح ملتی ہے کہ بلاد محکومۂ کفار میں طلب والئ مسلم واجب ہے - شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہ نے انہی بلاد محکومۂ تاتار کیلیے فتوی دیا تھا کہ وہاں کے مسلمانوں کو ابداً اس دمیر پر قانع نہیں ہونا چاہیے ' اور ایک لمحہ بھی بغیر کسی امام کے بسر نہیں کرنا چاہیے - یا تو وہاں سے ہجرت کرجائیں اور یا ایک امیر نصب کرکے اپنے فرائض شرعیہ انجام دیں -

فی الحقیقت احکام شرع کی رو سے مسلمانان ہند کیلیے صرف دو ہی راہیں تھیں ' اور اب بھی دو ہی راہیں ہیں - یا تو ہجرت کرجائیں ' یا نظام جماعت قائم کرکے اداء فرض ملت میں کوشاں ہوں -

حضرات ! بعض اصحاب نے اس واضح و بین مسئلہ کی نسبت بھی شکوک و شبہات ظاہر کیے ہیں ' لیکن وہ سب کے سب اہل نظر و بصیرت کے نزدیک ما لا یعبأ بہ میں داخل ہیں ' اور اس لیے میں انکے رد و نقد میں آپکا وقت ضائع نہ کرونگا - بعض حضرات مسئلہ کی صحت و شرعیت تو تسلیم کرتے ہیں ' مگر اسلیے آمادۂ عمل نہیں کہ اسکے بعد بہت سی مشکلات اور دشواریاں پیش آئینگی - میں عرض کرونگا کہ بلاشبہ دنیا کے ہر عمل عظیم کی طرح اس عمل کی راہ میں بھی مشکلات پیش آ سکتی ہیں ' لیکن یہ آپ سے کس نے کہا ہے کہ اپنی راہ عمل آسائشوں کا باغ اور راحتوں کا عیش کدہ ہے ؟ آپنے تو مشکلوں ہی کی طرف قدم اٹھایا ہے اور دشواریوں ہی کی طلب کی ہے - آپ قوموں کی قسمت پلٹنے کیلیے اٹھے ہیں اور تمام کرۂ ارضی کی ظلم و ضلالت سے آپکو مقابلہ درپیش ہے - اگر آپ مشکلوں سے گھبراتے ہیں تو صرف اس مسئلہ پر کیا موقوف ہے ؟ عمل و عزم ہی سے کنارہ کش ہوجائیے :

[بقیہ مضمون صفحہ ۵]

بات ایسی نہ کریں، جس سے اس مبارک اتحاد کو صدمہ پہنچے - دوسری بات یہ ہے کہ مہاتما گاندھی جی پر پوری طرح اعتماد رکھیں اور جب تک وہ کوئی ایسی بات نہ چاہیں (اور وہ کبھی نہ چاہینگے) جو اسلام کے خلاف ہو، اسوقت تک پوری سچائی اور مضبوطی کے ساتھ انکے مشوروں پر کار بند رہیں -

(مرکزی خلافت کمیٹی)

مرکزی خلافت کمیٹی کے کاموں کی طرف سے میں مطمئن ہوں ! انکے باہمت اور سرگرم صدر سیٹھہ چھوٹانی صاحب کی موجودگی ہر طرح کفایت کرتی ہے - میرے عزیز ڈاکٹر سید محمود سکریٹری منتخب ہوچکے ہیں، اور نہایت سرگرمی سے کام کر رہے ہیں، انکی اعانت کیلیے مسٹر احمد صدیق کھتری ایڈیٹر سے موجود ہیں - مجھے امید ہے کہ دفتر کے تمام اخوان و ارکان اُن باتوں کو فراموش نہ کرینگے جو گذشتہ قیام بمبئی کے موقعہ پر میں نے اُنسے کہی تھیں، اور آئندہ متحدہ زندگی اور سعی ہماری عدم موجودگی کی پوری طرح تلافی کردیگی -

(حکیم محمد اجمل خاں صاحب)

اور ڈاکٹر انصاری کو میرا پیام پہنچا دیا جائے، کہ اب آپکی دوش همت پر صرف آپ هي کے فرائض کا نہیں بلکہ هم سب کا بوجهہ آپڑا ہے - حکمت الہی کا منشا ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ باہر کے تمام کام آخر تک آپ هي انجام دیں - بہتر یہ ہے کہ اب آپ بمبئی تشریف لیجائیں، اور دهلی کی فکر چهوڑ دیں -

(انگورہ فنڈ)

افسوس ہے، کہ انگورہ فنڈ کی مزید تکمیل کا صحیح موقعہ نہیں ملا غالباً اسوقت تک چھٹی لاکھہ روپیہ فراهم هوگیا ہے - پہلے آخر دسمبر تک کا زمانہ قرار پایا تها، اب بہتر هوگا کہ ایک ماہ کی مدت اور بڑهادی جاے، اور جنوری کے آخر تک فراهمی کا سلسلہ جاری رہے - میرا ارادہ تها، کہ دسمبر کے وسط میں ایک خاص تاریخ عام وصولی کیلیے قرار دی جاے - اور جسطرح مردم شماری کے وقت انتظام هوتا ہے - اسی طرح هر جگہ انتظام کیا جاے - پہلے سے اعلان کردیا جاے کہ فلاں وقت چندہ کرنے والے نکلینگے - هر شخص حتی الامکان اپنے مکان میں رہے - پهر وصول کرنے والے تمام شہر میں پهیل جائیں اور هر مسلمان کے آگے دست سوال دراز کریں - کم از کم ایک مرتبہ تو ایسا هوجانا چاهئے کہ هندوستان کا هر مسلمان حفاظت اسلام و خلافت کے لئے کچهہ نہ کچهہ مالی قربانی کردے -

لیکن کلکتہ پہنچکر جب ملک کی عام حالت پر نظر ڈالی تو یہ وقت اسکے لیے موزوں معلوم نہ ہوا - میں چاهتا هوں کہ احمدآباد خلافت کانفرنس میں اسکا اعلان هوجاے، اور جنوری کے پہلے هفتہ کی کوئی تاریخ مقرر کردی جاے -

جمعیۃ العلماء

کا وجود اسوقت سب سے زیادہ اهم اور سب سے زیادہ ذمہ دار ہے - وہ علماء کا مجمع ہے، اور علماء کے سوا کوئی نہیں جسے مسلمانوں کی دینی و دنیوی رهنمائی و پیشوائی کا منصب حاصل هو - جمعیۃ کے سامنے اسوقت ایک نہایت اهم اسلامی مسئلہ تها اللہ تعالی تمام ارکان جمعیۃ کو توفیق دے کہ اجتماع بدایوں میں کامل اتفاق و اجماع کے ساتهہ کسی بہتر فیصلہ پر پہنچیں - سردست میں ارکان جمعیۃ سے بہ ادب عرض کرونگا کہ :

(۱) آپ سب کا باهمی اتحاد هر حال میں ضروری، اور تمام مقاصد کیلیے بنیاد کا رہے -

(۲) هندو مسلمانوں کے اتفاق کی ضرورت و اهمیت اور شرعی استحسان آپکی نظر سے پوشیدہ نہیں - اسکی پوری طرح حفاظت کرنی چاهیے، اور اسکی حفاظت آپ هی کے هاتهہ میں ہے -

(۳) احمد آباد کانگرس میں تمام علماء اسلام کو اور خاصۃ ارکان جمعیۃ کو ضرور شریک هونا چاهیے، اور جمعیۃ العلماء کی جانب سے اسکا اهتمام کرنا چاهیے -

(۴) لاهور میں ارکان عامہ کی جو تجویز منظور هوئی ہے، اسپر فوراً عمل درآمد شروع هوجاے، اور جہانتک جلد ممکن هو مجوزہ تعداد ممبروں کی بهم پہنچائی جاے -

(گورنمنٹ بنگال)

آخر میں مجهے سر هنری وہلر اور مسٹر کلارک پولیس کمشنر کلکتہ کیلیے بهی ایک پیغام لکهنا ہے - وہ یہ ہے کہ ۲۴ - کی هڑتال ضرور هوگی، اور خلافت اور کانگرس رضاکاروں کا سلسلہ هماری گرفتاری کے بعد دوگنی طاقت کے ساتهہ جاری رهیگا -

عزیزان ملک و ملت !

میں چار سال نظر بند رهنے کے بعد دسمبر سنہ ۱۹۱۹ع میں رہا هوا، اور دو سال کے بعد اب پهر جیل خانہ جارها هوں، اللہ آپ سب کا مددگار هو، اور راہ خدمت حق میں مستقیم رکهے و افوض امری الی اللہ، ان اللہ بصیر بالعباد !

ابوالکلام

رفتار سیاست

کلکته میں شاندار قومی نظارہ
ملک و ملت کی زندگی کے آثار

اینگلو انڈین اخبارات خوش تھے کہ جب سے گورنمنٹ نے سختی گیری کی پالیسی شروع کردی ہے' اسوقت سے عوام میں ایک پژمردگی اور افسردگی چھا گئی ہے- جسے وہ اپنی زبان میں یوں کہتے تھے که اب بے چینی اور بد امنی کی جگه امن اور اطمینان نے لے لی ہے- لیکن انہیں کیا خبر تھی که یه دبی ہوئی چنگاریاں اندر ہی اندر سلگ رہی ہیں' اور جو بالغرض اس زور سے مشتعل ہوئیں که حکومت مضطرب ہوکر سونچ رہی ہے' که آیا وہ تشدد کا قدم آگے بڑھائے یا اپنی غلطی کا اعتراف کرلے اور امتناعی قوانین سے دست برداری کرلے - ایسے وقتوں میں عموماً حکومت کی طرف سے پہلی ہی صورت کو ترجیح دی جاتی ہے - بہرحال دسمبر کے اوائل ہی سے به کثرت رضاکار خاموشی کے ساتھ کام کرنے کیلیے داخل ہو رہے تھے - ۷ - دسمبر سے والنٹیروں کے پانچ پانچ کے دستے نکلنے لگے' ہاتھوں میں کھدر لیے ہوے الحاح و لجاجت کے ساتھ دکانداروں سے ۲۴ کو مکمل ہڑتال کی درخواست کرتے جاتے تھے- سارجنٹوں کی ماتحتی میں پولس اپنی موروثی تندی کے ساتھ رضاکاروں کو گرفتار کرتی رہی' لیکن ابتک گرفتار کرنیوالے ہاتھوں میں تیزی نه تھی - دوسرے دن جب پھر کام شروع ہوا تو کام کرنے والوں میں مسٹر داس کے صاحبزادے بھی شامل تھے جو گرفتار کرلیے گئے' انکی گرفتاری پر آگے بڑھنے والے قدم اور گرفتار کرنے والے ہاتھ دونوں اپنا اپنا کام تیزی سے کر رہے تھے - گرمی کے آثار آسیدن شروع ہوگئے تھے' لیکن پھر بھی کسی قدر سستی تھی - تیسرے دن کا منظر دلوں کو تڑپا دینے والا تھا - مسٹر داس کی محترم بیوی اور بہن اور دیگر خواتین ٹھیک اسی مقام سے جہاں سے که انکے صاحبزادے گرفتار ہوے تھے' ہڑتال کا اعلان کرنے نکلیں - یه منظر بڑا پر اثر تھا' یه شرم و حیا کی مجسم ملک و وطن کی محبت میں سر بکف ہاتھوں میں کھدر کے ٹکڑے لیے عاجزی کے ساتھ لوگوں سے درخواستیں کرتی تھیں' که ملک کی شرم رکھو اور ۲۴- دسمبر کو کاروبار بند کرو - بہادر" سارجنٹوں نے انکی گرفتاری کیلیے قدم اٹھایا اور ان جان نثار عورتوں نے استقلال و سنجیدگی کے ساتھ اپنے کو حواله کردیا -: اس واقعه نے مردہ دلوں میں روح پھونکدی - سینکڑوں آنکھیں غیرت کے آنسوؤں سے تر ہوگئیں' دل حمیت سے گرما گئے' اور رگیں خون کی گرمی سے اچھلنے لگیں - اب رضا کار بڑی تعداد میں آنے لگے' اور یه عالم ہوگیا که گرفتاری کے شوق میں لوگ ایکدوسرے سے جھگڑنے لگے - دور دور فاصله پر کھڑے ہوئے خود بخود آتے تھے اور گرفتار شدہ گروہوں میں شامل ہوتے جاتے تھے -

اس روز دیسی پولس کی تیزی و تندی بھی ملک کی ہمدردی کے جذبات سے بدل گئی اور ایک بڑی تعداد نے اسیوقت استعفی داخل کردیا - شنبه کے روز مسٹر داس اور حضرت مولانا کی گرفتاریاں انکے علاوہ ایڈیٹران اخبارات' سکرٹریاں خلافت وممبران و کانگرس کی گرفتاریاں عمل میں آئیں' جسکا نتیجه یه دیکھنے میں آرہا ہے' که کالج خالی ہو رہے ہیں' ایم - اے - اور بی - اے - کلاس کے طالب علم رضاکاروں کی صف میں نظر آنے لگے- جیل خانے بھر گئے' روزانه اڑھائی سو کے اوسط سے گرفتاریاں جاری ہیں - اور طرفه تماشا یه که دوسریطرف گرفتاریوں کے بعد رہائی پر بھی زبردستی مجبور کیا جارہا ہے - جیل کے پھاٹک پر جسوقت ان گرفتاران آزادی کی گاڑیاں پہونچتی ہیں' تو یه فرط مسرت سے اسطرح اچھلتے ہیں گویا انکے لیے جنت کا دروازہ کھولا جارہا ہے- دس دس بارہ بارہ برس کے بچے اپنی گرفتاری کیلیے سپاہیوں اور سارجنٹوں سے لڑتے ہیں اور انکے انکار پر لوگوں سے اپنی محرومی کی شکایت رو رو کر کرتے ہیں' غرض ایک عجیب زندگی کا تماشا ہے - غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے' که جس ملک میں قربانی اور ایثار کے ایسے جذبات پیدا ہوجائیں' کیا اسپر خدا کی رحمت نازل ہونے کے قریب نہیں ہے؟ ان واقعات نے معتدل ممبران کونسل ماڈریٹ پارٹی کے دل ہلادیے اور اب وہ معاملات پر غور کرنیکے لیے بار بار حکومت کو نوٹس دے رہے ہیں اور تشدد کے نامحمود عواقب سے آگاہ کررہے ہیں

سرپی - سی - رائے مشہور سائنس داں کا دل درد کے جذبات سے لبریز ہوگیا - حق یه ہے که جو آنکھیں یه معاملات دیکھیں اور پھر نم نہوں' اور یه واقعات دلوں میں پیوست ہوں اور وہ دل واقف رنج و الم نه ہوں' اور سراپا اثر نه ہو جائیں' تو پھر دنیا میں کوئی چیز موثر نہیں ہوسکتی - یه بات کسقدر حیرت انگیز ہے که طاقت کے غرور سے بھرے ہوے سولجر ضعیف اور لاچار رضا کاروں کو مارتے ہیں' وہ زخمی ہوتے ہیں اور اس حالت میں بھی اپنے ارد گرد جمع ہونے والے لوگوں سے پرامن رہنے کی درخواست کرتے ہیں - یه زمانه کی نیرنگیاں اور خدا کی کارسازی کے کرشمے ہیں - الله کے نزدیک ہر چیز آسان ہے وہ دلوں کو پلٹ دینے والا اور راتوں کو پھیر دینے والا ہے- اسی کی مہربانی پر بھروسه کرنا چاہیے' اور اپنی قربانی اور عمل سے اسکی رحمت کو بلانا چاہیے- ان رحمة الله قریب من المحسنین -

شوكتكم ؟ وكيف ستم تاخذون متحمدون ؟ مصرتم نعطون قتذمون هل رضيتم بان تكونوا من الخاملين الباعين ؟ بعد ان كنتم خيرا لعاملين المحتسبين ؟ اليس منكم رجل رشيد ؟ اترضون ان تكونوا ممن نزل فيهم " باسهم بينهم شديد " ؟ الا تتدبرون قوله تعالي وكذالك اخذ ربك اذا اخذ القرى وهي ظالمة اخذه اليم شديد -

يا علماء الاسلام ! كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وجعلكم الله امة وسطا لتكونوا شهداء علي الناس - ولكنكم غيرتم ما بانفسكم فغير الله ما بكم فامنه الوثنيون وانتم غافلون ' واجتمع اليهود وانتم متفرقون وسبق النصاري وانتم متخلفون - وا بناريخ من قبلكم ' وباحوال الامم في عصركم وتدبروا القرآن ' وما فيه من سنن الله في نوع الانسان فقد آن الاوان ' واستدار الزمان ' واتصل الاقرب بالبعيد ' وامتاز القوي من الرشيد ان في ذالك لذكري لمن كان له قلب او القي السمع وهو شهيد !

يا علماء الاسلام ! كانت الامة الاسلامية بكم خير امة اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر فيخضع لكم الملوك والامراء ' وتهتدي بكم الزعماء والدهماء ولكن انتم بعدتم عن الامة وبعدت الامة عنكم ' فسرى الالحاد والطغيان الي خواصها لانكم لستم انتم الذين تتولون تعليمهم ' واستشري الفسق والفساد في عوامها لانكم تركتم وعظهم وارشادهم ' فانتم مسئولون في الدنيا والاخرة عن امة محمد صلي الله عليه وسلم ' فبم تجيبون ؟ وماذا تقولون ؟

ايها العلماء الكرام ! ما اصاب من مصيبة في الارض ولا انفسكم ' ولا وقع فساد في امتكم او دولتكم الا وسببه تفرقكم واختلافكم ' وعلة تخاذلكم وشقاقكم وما شدد دينكم في شي كما شدد خطر التفرق والخلاف ولا اكد شيئاً كتاكيده وجوب الاجتماع والاتفاق فان كان الشيطان قد سول لكثير من المختلفين منا ان في التفرق دوام عصبيتهم وحفظ رياستهم ' فقد آن لعقلائنا اليوم ان يعلموا ان هذا التفرق سينتهي بالانقراض والزوال ' اذا لم نتداركه بالاعتصام والالتئام فاعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ' وكونوا انتم الامة التي تدعو الي الخير وتامر بالمعروف وتنهي عن المنكر واعدوا انفسكم لزعامة هذه الامة بحق واهدوها الي صراط مستقيم -

جنرل گاوراق کا اعلان
تخلیه سلیشیا پر

ذیل میں معاصر المقطم سے جنرل گاوراق فرانسیسی سپہ سالار متعینه شام کا وہ اعلان نقل کیا جاتا ہے جو سلیشیا کو انگورا گورنمنٹ کے حواله کرنیکے وقت جاری کیا گیا تھا -

"میں سلیشیا کے تمام باشندوں کیلئے پوری ہوشیاری اور عقلمندی سے کام لینے کا پیغام دیتا ہوں' میں جانتا ہوں که بہت سے عیسائی عرب اور ترک جن کے تعلقات حکومت فرانس کے ساتھ بہت پخته ہے' خوفزده ہیں که دوباره عثمانی اقتدار ہوجانے سے ترک ان سے انتقام لینگے' میں یقین دلاتا ہوں که ہمارا معاہده جسپر فرانسیسی گورنمنٹ اور مصطفی کمال پاشا کے دستخط ثبت ہیں ' تمام آبادی کیلیے بلا تفریق مذہب امن اور سلامتی کا ضامن ہے- اس معاہده سے معلوم ہوتا ہے که پاشا موصوف نه صرف ایک پخته کار سپه سالار ہی ہیں' بلکه وه ایک دور اندیش مدبر بھی ہیں - انگوره گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے که وه نسل اور زبان اور وطنیت کی تفریق کو اٹھاکر تمام قلیل التعداد جماعت کے لوگوں کی مکمل نگہداشت کریگی - ملک کے تمام افراد بلا استثناء اپنے شخصی اور شہری حقوق لے سکینگے - انکے عقائد اور مذہبی رواسم میں کوئی خلل اندازی نہوگی قانون کے نزدیک وه سب بلا لحاظ تعداد برابر ہونگے ' پولیٹکل معاملات میں بھی چھوٹی جماعتیں آزاد ہونگی - تجارتی اور کاروباری معاملات میں ہرشخص اپنی مادری زبان استعمال کرسکیگا -

اب چند ہی روز کے بعد تمہاری آسایش و آرام کیلیئے تمہارے ملک میں عثمانی انتظام قایم ہوجائیگا' اور مجھے پورا بھروسه ہے' که عثمانی گورنمنٹ امن اور رفاہیت کو قائم رکھنے کیلئے پورے طور پر اہل ہے '

باشندگان سلیشیا اب امن اور اطمینان کے ساتھ دولت عثمانیه کے زیر سایه اپنی زندگی کو خوشحال بنالیں - فرانسیسی حکومت ہمیشه انکی خوشحالی کی خواہاں رہیگی -

---

اناطولیه میں ایک لاکھ یتیم

نوجوانان مصر کے نام آستانه علیه سے انجمن خدام تیامی اناطولیه کے سکریٹری نے ایک پردرد اپیل شایع کی ہے ' جس سے معلوم ہوتا ہے که اسوقت اناطولیه میں ایک لاکھ سے زیاده یتیم بے خان ومان پھر رہے ہیں یه یتیم ان مجاہدوں کی اولاد ہیں جنہوں نے ملک اور مذہب کیلئے اپنی جانیں قربان کی ہیں ' سردی کی شدت سے ان یتیموں کے جسم اکڑ رہے ہیں جنگلوں میں مارے مارے گھوم رہے ہیں' انکے لیے فوری امداد کی ضرورت ہے -

اخبار و حوادث

حضرت مولانا کي گرفتاري

۱۰ - دسمبر کي شام بهي کیسي مبارک و مسعود تهي' که اس وقت همارے لیے حضرت مولانا آزاد کي گرفتاري سے منزل کے قریب تر هو جانے کا اعلان کیا گیا -

۱۷ - نومبر کي کامیاب اور مکمل هڑتال کے بعد سے یکایک گورنمنٹ بنگال کي پالیسي میں تبدیلي پیدا هوئي هندوستانیوں کے قدیم مهربان انگلو انڈین اخبارات نے اپني جبلي شفقت اور محبت سے مختلف تجویزیں حکومت کے سامنے پیش کرني شروع کیں' اور توقع تهي که جلد سے جلد انهیں شرف قبولیت بخشا جائیگا - ادهر دو تین دن تنظیم و تنسیق کے افکار میں خلافت اور کانگریس کے کاموں میں وقفه پڑا' اور ادهر یاران زود فهم نے مشهور کردیا که اب تحریک سست پڑ گئي - سریجت سي آر داس اور حضرت مولانا ان دونوں میں سے کوئي بهي اسوقت کلکته میں موجود نه تها - باهر سے واپسي کے بعد دونوں حضرات نے باهمي مشورے سے کام کو اور زیاده پرجوش طریقے پر شروع کرنے کا فیصله کیا -

۲۴ - دسمبر کي هڑتال کو روکنے کیلیے حکومت کي طرف سے طرح طرح کے حربه لالچ اور دهمکي کے استعمال کیے جا رهے تهے' اسلیے شهر کے مختلف حصوں میں رضا کاروں نے خاموشي کے ساتهه پروپیگنڈا کا کام شروع کردیا - حکومت کے اعلان پے در پے شائع هو رهے تهے' لیکن کسي ایک گوشه سے بهي اطاعت و تسلیم کي آواز نه سنکر ایک نیا انداز یه اختیار کیا گیا که شهر کے ایک حصه کو میدان جنگ بنادیا گیا - یوروپین سولجر' مشین گنیں اور توپیں مختلف موڑوں پر نصب کردي گئیں - رضا کار اپنا کام انهي توپوں کے سایه اور سولجروں کے پهلو میں باطمینان کر رهے تهے - یه تدبیر بهي کارگر نه هوئي تو شنبه کے دن پونے چار بجے حضرت مولانا اور سریجت سي آر داس کي گرفتاري عمل میں لائي گئي - هم لوگ عمارت کے نیچے کے حصے میں بیٹهے هوے تهے' اور مولانا اسوقت ایک ضروري مشوره سے فارغ هوکر باهر سے تشریف لاے تهے' که ڈپٹي کمشنر پولس مع دو اور افسروں کے عمارت کے اندر داخل هوا - مولانا کو دریافت کیا اور ملاقات کے بعد محض زباني حکم پر حضرت کو اپنے ساتهه چلنے کیلیے کها - حضرت اپنے قیام کے کمرہ سے هنستے هوے نیچے تشریف لاے' اور بڑي مسرت کے ساتهه هملوگوں کو منزل کے سر پر آ جانے اور آئنده استقامت کے ساتهه مصروف عمل رهنے کي هدایت دیکر روانه هوگئے -

یه دونوں گرفتاریاں غیر متوقع نه تهیں دو تین روز پہلے جب مصالحت کے نامه و پیام کے نتیجه ختم هوگئے تهے' تو یهي امید کي جاتي تهي که حکومت اپني آخري تدبیریں جلد هي ختم کر دیگي' بے شبه همارے دل ان گرفتاریوں سے ملول و محزون هیں' لیکن هماري بصیرت خوش اور همارا ایمان مسرور هے' یه تمام اهم گرفتاریاں سوراج کا پیش خیمه هیں - هم مولانا کے تمام مریدین و معتقدین سے جو سارے هندوستان کے طول و عرض میں اور خصوصاً پنجاب' سندهه اور صوبهٔ سرحدي میں موجود هیں' درخواست کرتے هیں که وه اس عطیهٔ الهي کو ایمان کي شادماني اور کامیابي کي مسرت سے قبول کریں' فرصت کو غنیمت جانیں' اور پوري مستعدي کے ساتهه کام میں مصروف هو جائیں - هم حضرت مولانا کي ایک تحریر اسي نمبر میں شائع کرتے هیں' جو گرفتاري سے دو دن پہلے انهوں نے لکهي تهي - اور گرفتاري کے بعد ان کے کاغذات میں ملي هے -
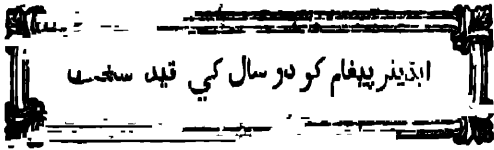
اڈیٹر پیغام کو دو سال کي قید سخت

۱۴ - دسمبر کو مولوي عبدالرزاق صاحب اڈیٹر پیغام کے مقدمه کا فیصله سنا دیا گیا اور دو سال کي قید با مشقت کا حکم هوگیا - مقدمه کي کارروائي ابتدا سے بند کمرے کے اندر هوئي' اسلیے زیاده تفصیلي حالات نهیں معلوم هوے - بالاجمال اتنا معلوم هوا که مولوي صاحب نے اصول کے مطابق کسي قسم کي مدافعت پیش کرنے سے انکار کیا' لیکن یه ثابت کرنے کیلیے که گورنمنٹ بنگال سي - آئي - ڈي کے جن ملازمین پر اعتماد کرتي هے' وه اردو زبان سے کس درجه نا آشنا هیں' انهوں نے ثبوت کے گواهوں سے جرح کي' جرح میں سي - آئي - ڈي نے اور گورنمنٹ کے مترجم نے تسلیم کیا که وه مولانا کي تقریر سمجهنے سے قاصر هیں - بهرحال حکم سزا سننے کے بعد موصوف نے نهایت خنده پیشاني کے ساتهه مجسٹریٹ کا شکریه ادا کیا' جسپر مجسٹریٹ نے سرمندگي کے ساتهه اپني مجبوري بیان کي اور اظهار افسوس بهي کیا -

(بقیـــہ خطبـــۂ صـــدارت صفحـــہ ۷)

دار بردرد ندهم که بدین راه بدوست
عشق شیوهٔ رندان بلاکش باشد !

آپنے خلافت اسلامیہ و جزیرۃ العرب کی حفاظت و دفاع کا اعلان کیا ہے ' آپ ہندوستان کی آزادی کیلیے بیقرار ہیں ' یہ کونسی آسانیوں کی راہ ہے ؟ کونسی پھولوں کی سیج یہاں آپکے لیے طیار کی گئی ہے ؟ آپ کرۂ ارضی کی سب سے قوی قاہر و جابر طاقت کے دھن آر سے اسکا نکلا ہوا لقمہ واپس لینا چاہتے ہیں - لہذا تنظیم جماعت کی راہ اس سے زیادہ دشوار نہیں ہے -

حضرات ! یاد رکھیے کہ آج آپ جس راہ میں قدم اٹھاتا ہے وہ سرتاسر مشکلوں اور آزمائشوں ہی کی راہ ہے - وہ پھولوں کی روش نہیں ہے ' کانٹوں کا دشت بے کنار ہے - اگر آپکے تلوے لذت زخم سے آشنا نہیں ہیں ' تو مشکلات راہ کی شکایت نہ کیجیے - بہتر یہ ہے کہ دیبا و مخمل کے فرش پر لوٹیے اور اس راہ کی زخم و کاوش انہی لوگوں کیلیے چھوڑ دیجیے جو اس ذوق کے لذت شناس ہیں :

کسیکہ تشنـۂ وصل ست با کوثر نمی سازد
بہ آب خضر اگر عاشق زود تر نمی سازد !
رہ الفت خطرناک ست پنہانش نظر درکن
دران وادی کہ عشق اوست بی پا سر نمی سازد

اور حضرات ! حق تو یہ ہے کہ جس راہ کو آپ مشکل کہہ رہے ہیں ' ساری آسانیاں اسی میں پنہاں ہیں ' اور جسکو آپنے سہل سمجھہ رکھا ہے ' مشکلوں اور دشواریوں کا وہی سرچشمہ ہے - مشکلیں انسان کے بناے ہوے طریقوں میں ہوسکتی ہیں ' مگر اللہ کی کھولی ہوئی فطری راہوں میں نہیں ہوسکتی - نہ وہاں دشواری ہے ' نہ اعوجاج اور نہ کسی طرح کا ضیق و حرج - ملۃ السمحۃ الحنیفۃ لیلھا کنہارھا - البتہ ساری دشواری خود ہمارے نفس و غفلت ہی کی پیدا کی ہوئی ہے ' اور بلا شبہ جب تک اس سے ہمارا چھٹکارا نہ ہوگا ' کوئی عمل حق بھی ہم پر آسان نہیں ہوسکتا -

فیـا دارھا بالخیـف ان مزارھـا
قریب ' و لکن دون ذلک اھوال !

حضرات ! بعض حضرات کا بیان ہے کہ اس سے ممکن ہے ' کوئی نیا فساد اٹھہ کھڑا ہو - میں عرض کرونگا کہ اگر یہ طریقہ احکام شریعت سے ماخوذ ہے ' تو ہمارے سامنے یقین و برہان آگیا - اب کیا آپ یقین کو شک کی خاطر چھوڑ دینگے ؟ آپ کہتے ہیں کہ ممکن ہے کوئی فساد پیدا ہو جاے - میں کہتا ہوں کہ اللہ اور اسکے رسول نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ فوز و فلاح حاصل ہوگی - پھر کیا شک لیکر آپ یقین کے مقابلے کیلیے آئے ہیں ؟ و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا-

حضرات ! سچ یہ ہے کہ یہ تمام مظاہر اسی حقیقت کے ہیں کہ مدتوں کی غفلت اور ترک و بعد کتاب و سنۃ کی وجہ سے ہمتیں مفقود ہوگئی ہیں ' عزائم معدوم ہوگئے ہیں ' اور عزائم امور کی راہ سے ہم سب یک قلم نا آشنا ہوگئے ہیں - ضرورت اس بات کی ہے کہ سنۃ الہی وقت کی مہم کو سر کرنے کیلیے اپنی عادت جاریہ کے مطابق سرگرم انبعاث و ظہور ہو ' اور توفیق الہی قیام حق اور مقام عزیمۃ دعوۃ کیلیے کسی مرد غیب کے قلب کا انشراح فرمادے - یہ راہ اصحاب عزم کی ہے اور فاتحین عہد کی - ضعفاء طریق اور در ماندگان راہ کا یہاں گزارہ نہیں ہوسکتا - آج ایک ایسے عازم امر کی ضرورت ہے جو وقت اور وقت کے سرو سامان کو نہ دیکھے بلکہ وقت اپنے سارے سامانوں کے ساتھہ اسکی راہ تک رہا ہو - مشکلیں اسکی راہ میں غبار و خاکستر بنکر اڑ جائیں اور دشواریاں اسکے جولان قدم کے نیچے خس و خاشاک بنکر پس جائیں - وہ وقت کا مخلوق نہ ہو کہ وقت کے حکموں کی چاکری کرے ' وہ وقت کا خالق و مالک ہو اور زمانہ اسکی جنبش لب پر حرکت کرے ' اگر انسان اسکی طرف سے گردن موڑ لیں تو وہ خدا کے فرشتوں کو بلا لے - اگر دنیا اسکا ساتھہ نہ دے تو وہ آسمان کو اپنی رفاقت کیلیے نیچے اتار لے ' اسکا علم مشکوۃ نبوت سے ماخوذ ہو ' اسکا قدم منہاج نبوت پر استوار ہو ' اسکے قلب پر اللہ تعالی حکمت رسالۃ کے تمام اسرار و غوامض اور معالجۂ اقوام اور طبابۃ عہد و ایام کے تمام سرائر و خفایاء اس طرح کھول دے کہ وہ صرف ایک صحیفۂ کتاب و سنۃ اپنے ہاتھوں میں لیکر دنیا کی ساری مشکلوں کے مقابلہ اور ارواح و قلوب کی ساری بیماریوں کی شفا کا اعلان کردے - و ما ذالک علی اللہ بعزیز !

حضرات ! سنہ ۱۹۱۴ع کے لیل و نہار قریب الاختتام تھے ' جب اللہ تعالے نے اپنے فضل و کرم سے یہ حقیقت اس عاجز پر منکشف کی ' اور مجھے یقین ہوگیا کہ جب تک یہ عقدہ حل نہ ہوگا ہماری کوئی سعی و جستجو بھی کامیاب ہوگی چنانچہ اسی وقت سے میں سرگرم سعی و تدبیر ہوگیا - حضرۃ مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات بھی دراصل اسی طلب و سعی کا نتیجہ تھی ' انہوں نے پہلی ہی صحبت میں کامل اتفاق ظاہر فرمایا تھا اور یہ معاملہ بالکل صاف ہوگیا تھا کہ وہ اس منصب کو قبول کرلینگے اور ہندوستان میں نظم جماعت کے قیام کا اعلان کردیا جائیگا - مگر افسوس ہے کہ بعض زود راے اشخاص کے مشورہ سے مولانا نے اچانک سفر حجاز کا ارادہ کردیا اور میری کوئی منت و سماجت بھی انہیں سفر سے باز نہ رکھہ سکی - اسکے بعد میں نظربند کردیا گیا ' لیکن ایام نظربندی میں بھی اسکی فکر و تبلیغ سے

غافل نہ تھے چنانچہ صوبۂ بہار کے بعض احباب و مخلصین کو اسی زمانے میں اس طرف توجہ دلائی گئی ' اور وہاں ابتدائی بنیاد اسکی ڈالدی گئی - اسی زمانے میں میرے عزیز و رفیق مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب رانچی مجھسے ملے تھے اور اسی وقت سے سعی و تدبیر میں ' مشغول ہوگئے تھے - جنوری سنه ۲۰ میں جب مدں رہا ہوا ' اور موجودہ تحریک خلافت کی تنظیم شروع ہوئی تو اسوقت بھی میں نے بار بار کوشش کی اور تمام کارکن طبقہ کو اس طرف توجہ دلائی مگر حالات موافق مساعد نہ ہوے اور مجھے مجبوراً انہی اصلاحات پر قناعت کرلینی پڑی جو اس تحریک کے اندر رہکر ہی انجام دے سکتا تھا -

گذشتہ موسم گرما میں جب اس طرف سے مایوسی ہوگئی کہ تمام ملک کیلیے کوئی متفقہ و متحدہ نظام قائم ہو تو پھر یہ ارادہ کیا کہ اقلاً صوبہ وار تنظیم کا کام شروع کردیا جائے - چونکہ صوبۂ بہار میں تین چار سال سے ابتدائی بنیاد کام کررہی تھی ' اسلیے سب سے پہلے اسی کی طرف توجہ ہوئی ' اور میں نہیں جانتا کہ کن لفظوں میں حضرات علماء بہار کو مبارکباد دوں کہ انہوں نے سبقت بالخیرات کا مقام اعلی حاصل کیا اور جمعیۃ العلماء بہار کے جلسہ میں تین سو مجمع علماء نے بالاتفاق اپنا امیر شریعت منتخب کرلیا -

اسکے بعد ارادہ تھا کہ فوراً دوسرے صوبوں میں بھی کام شروع کردیا جائے ' لیکن یکایک بعض حضرات نے اس مسئلہ کی نسبت اخبارات میں قیل و قال شروع کردی ' اور بلا ضرورت علماء ملت کا ایک عملی کام انتظار عوام میں بصورت اختلاف و جدل نمایاں کردیا گیا - یہ چیز مجھکو اس کام سے ایک لمحہ کیلیے بھی نہیں روک سکتی تھی مگر جب میں نے دیکھا کہ اب یہ مسئلہ منظر عام پر آچکا ہے اور جمعیۃ العلماء اسکا آخری اور قطعی فیصلہ کردے سکتی ہے ' تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ اسے جمعیۃ کے حوالے کرکے بالفعل خود سبکدوش ہو جاؤں - چنانچہ ارکان جمعیۃ کی ایک خاص مجلس شوری منعقدۂ دہلی میں یہ مسئلہ پیش ہوکر بالاتفاق منظور ہوا ' اور اب اسکا آخری فیصلہ اس اجلاس کے ہاتھہ میں ہے -

حضرات ! ارکان جمعیۃ و علماء کرام آپکی جمعیۃ کیلیے شریعت کا مقررہ نظام عمل یہ ہے ' اور صرف یہی ایک راہ فوز و فلاح کی ہے -

(الی العلماء الكرام)

ایها العلماء و السادہ ! قد تمهد طريق الاصلاح ' و نادى مؤذنه حي على الفلاح ' فاقبل كثير من المعرضين ' و عرف كثير من المنكرين ' و نطق كثير من الساكتين ' و دعا كثير من المثبطين ' فان كان قد آن لمن تمهد لهم الطريق ان ينادوا ' فقد آن للمعهدين ان يسيروا '

و لمن قالوا من قبل ان يفعلوا ' وهدوا الى الطيب من القول وهدوا الى صراط الحميد !

ایها العلماء ان انفساد قد طرا على جسم هذه الامة من زمن بعيد ' فهو يحتاج الى تكوين جديد ' ومن المبشرات ان نرى المسلمين قد تنبهوا الى الحاجة الى هذه التكوين ولكن اختلفت فيه الاراء و عبثت به الاهواء ' لا زعيم يرجع اليه ولا امام يقتدى به ' وما على طالب الاصلاح الآن ' الا اقامة الحجة والبرهان ' و تربية استعداد الامة الى ان ينهض زعيم من الائمة ولا بد من مسامحة العوق و الحراب و احاطة استقلال الرائي بسياج الآداب ' فبشر عباد الذين يستمعون القول فيتبعون احسنه اولئك الذين هداهم الله واولئك هم اولو الالباب

يا علماء الملة ! كان الاسلام نوراً و ضياء سطع في افق الجزيرة العرب فعم الكون باسره و بهر الناظرين وكان المسلمون عصبة صالحة نبتت في المنبسط الحجاز ' فدولت على المشرق و المغرب وقبضت على نواصي المجد الاعلى وملكت زمام العالمين -

هكذا كان شان الاسلام والمسلمين والامر على ذلك ' حتى عمل الشيطان مكائده عليهم والقى باسهم بينهم ' و افشى فيهم فتنة الشهوات الشهوات و رسخت فيهم التقاليد و العادات و المبتدعات فدب الفساد الاجتماعي في جسم الامة ' وعم الظلم والطغيان و الفتنة ' ففسدت الاخلاق و ضعفت النفوس ' و تقاعست الهمم ' و فترت العزائم ' و طبع القلوب بالتعاند والتذلل ' حتى لا امر بمعروف ولا ناهي عن منكر ' ولا لعاذن على بر ' ولا امدا صبر على رفع ضر - فتمزق شمل المسلمين ' واضاعوا السياسة والدين ' و ردو الامة اسفل سافلين - ذلك هو الخسران المبين

اما خسرانهم الدنيا فان جميع شعوبهم و بلاد هم قد استولى عليها الكفرة الفجرة ' وما بقي منها في ايديهم قد او غلت سلطنة الكفر مي احشائه ' وهي تهدده بسلب رمائه و اما خسرانهم الاخرة فبما ابتدع جماهيرهم في الدين و ادعوا غير سبيل المسلمين الاولين - وقد وعد الله بنصرهم الحق وما هم منصورين وكتب الغلب لحزبه وما هم بغالبين و نراهم قد ضربت عليهم الذل ' و لله العزة و لرسوله و للمومنين !

يا اهل الدين ! ان الفر كان حجة لكم فصار اليوم حجة عليكم - اخبر الله فيه ان الارض يرثها عباده الصالحون ' و ان العزة لله و لرسوله و المومنين ولكن المنافقين لا يعلمون فما بال الناس يرثون ارضكم ' و يخلفون لكم في مالكم ' و انتم لا ترثون ارضا ؟ بل لا تحفظون ارثا وما بالهم يسلكون كل سبيل للا منيات عليكم ' وما بالكم تعزبون بيوتكم بايديهم و ايديكم ؟ كيف ذهبت عزتكم ؟ وكيف خصدت

[بقیه مضمون کیلیے صفحه ۱۰ ملاحظه هو]

مختارات

مشرق کی بیداری

عنوان بالا سے مصر کے مشہور رسالہ " المنار " میں ایک طویل مضمون شائع ہوا ہے' ذیل میں اسکا ملخص شائع کیا جاتا ہے' اس ملخص میں دوران جنگ کے بہت سے ایسے واقعات ملینگے جو ابتک ہندوستان میں شائع نہیں ہوئے ہیں -

اب اسمیں شبہ کرنیکی کوئی گنجائش نہیں کہ مشرق بیدار ہوچکا ہے - اسکی گہری نیند ختم ہوگئی ' امید کی صبح طلوع ہوچکی ' جنگ عظیم کے خاتمہ نے مشرق کے ہر چھوٹے سے چھوٹے حصہ کو ہوشیار کردیا ہے - یورپ اس امر کو پورے طور پر سمجھ گیا ہے' کہ کل کا مشرق اور تھا اور آج کا مشرق اور ہے - یہ بہت ممکن تھا کہ انقلاب کی تحریکیں ابھی صدیوں تک نہ پیدا ہوتیں ' لیکن اس عام اور تباہ کن جنگ نے ہر مشرقی آبادی کو انقلاب کا خواب دکھلا دیا ' اور ایسا خواب کہ اسکی تعبیریں بھی جلد جلد وقوع میں آنے لگیں - عارضی فتح کا اطمینان اور عیش و عشرت تمام چھوٹی قوموںکو ہضم کرجانیکی توقع یورپ کے خیال سے محو ہوگئی - ابتداء " ضرور اس جنگ کے نتائج یہی نظر آئے " کہ اب فضا میں کوئی چیز نو آبادیوں کی خواہش کے مکمل کرنے میں مانع نہیں ہے ' لیکن خدا کا نوشتہ صادق آیا ' بہت ممکن ہے کہ تم بہت سی چیزوںکو مکروہ جانو اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوں - ان نتائج غیر محمود کے پس پردہ بہت سے فوائد تھے' جو ایک ایک کرکے اب سامنے آرہے ہیں -

یورپ کے نو آبادی پسند مدبروں نے اہل عرب کو آزادی اور استقلال کامل کے جال میں پھنسا کر چاہاکہ انہیں ترکی سلطنت سے علحدہ کردیں ' اور اگر موقع ہو تو دونوں قوموں میں تصادم بھی کرادیا جائے ' تاکہ انہیں اپنے اغراض حاصل کرنیکے لئے کافی آدمی مل سکیں اور عرب کے قدرتی وسایل کو کام میں لاکر دولت کا بھی ایک نیا دروازہ کھول لیں ' اہل عرب اس جال میں پھنس گئے اور انہوں نے اپنی نادانی سے ایک عرصہ تک انہیں مدبروںکی زیر ہدایت انکے اغراض کیلئے اپنی قربانیاں دیں' لیکن ترکوں سے علحدگی کے بعد ہی انکو معلوم ہوگیا کہ اب یورپ کی طاقتیں جنگل کے شکار کیطرح اپنے باہم بلاد عربیہ کی تقسیم کرنا چاہتی ہیں استقلال ' آزادی ' ترقی ' نشو و نما ' عمدہ نگرانی کے سب الفاظ ختم ہوگئے ' اور اب انکی بجائے یورپین فوجیں توپ اور بندوقیں ہیں اس احساس نے عربی النسل لوگوں میں ترکوں سے زیادہ اجنبی طاقتوں کی نفرت پیدا ہوگئی - یورپین سیاست کی اسی حرص و طمع کا نتیجہ ہے جو اسوقت مشرق قریب اور مشرق متوسط میں جنگ کے شعلے بلند ہورہے ہیں حالانکہ ابھی جنگ عظیم کے مصائب سے نجات نہیں ملی ' بہرحال اس کشمکش تقسیم میں پڑکر اہل عرب نے اپنے مختلف ٹکڑوں میں ان طاقتوں کے خلاف جنگ شروع کردی ' جو حکم برداری کے نام سے ان ممالک پر اپنا قبضہ جمانا چاہتی تھیں -

انگلستان عراق کی حکم برداری لیکر مصائب میں گھر گیا ' تمام سال تک متواتر فوجوں پر فوجیں اور مہموں پر مہمیں بھیجی جاتی رہیں' ہوائی جہازوں اور ہر قسم کی توپوں سے کام لیا گیا' گاؤں کے گاؤں پھونک دئے گئے' مکانات مسمار کردیے گئے' ڈیڑھ لاکھ سپاہیوں کا لشکر برابر متعین رہا ' ہرسال فوجوں پر تقریبا ۷۵ کرور روپیہ صرف ہوتا رہا ' یہ سب کچھ ہوا لیکن عراق میں کوئی کامیابی نصیب نہ ہوئی' نفرت روز بروز بڑھتی گئی اور بالآخر تلوار سے مجبور ہوکر اب خوشامد' اور تملق' اور ڈپلومسی کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا - امیر فیصل کو یہ کہکر تخت عراق کی دعوت دیگئی کہ ہم عراق کی مکمل اندرونی آزادی تسلیم کرتے ہیں صرف خارجی معاملات میں اپنی نگرانی چاہتے ہیں جیسے امیر فیصل نے قبول کرلیا - لیکن عام آبادی اس نرمی پر بھی قانع نہیں ہوئی' اور ہر قسم کی کامل طور پر آزادی کی طلبگار رہی' صرف چند اقتصادی رعایتیں البتہ دینے کیلیے لوگ تیار ہیں :

جنگ سے پہلے اہل عراق کے متعلق کون اس قسم کے خیالات قائم کرسکتا تھا ؟

شام کا بھی یہی حال ہے - فرانسیسیوں نے خیال کیا تھا کہ شاید صرف بندرگاہ بیروت پر فرنچ جھنڈا آزادینے سے تمام شام انکے قبضے میں آجائیگا ' لیکن ڈیڑھ ارب روپیہ کے خرچ کرنے اور بیسیوں ہزار سپاہیوں کی جان ضائع کرنے پر فرانس کو کیا ملا ؟ کچھ نہیں -

شام کی تمام آبادی اپنے لیے کامل آزادی مانگ رہی ہے - اگرچہ لبنان - سیریا - فلسطین انمیں سے ہر ایک ٹکڑا اپنی مستقل آزادی کا خواہاں ہے ' لیکن مجموعی حیثیت سے ان تمام حصوں کے باشندے شام میں فرانسیسی یا انگریزی اقتدار کو سخت غصہ کی نظر سے دیکھتے ہیں' اور ایک لمحہ کیلیے بھی اسکی تائید کرنیکے لیے تیار نہیں ہیں' ہاں چند ضمیر فروش افسر ضرور ایسے ہیں جو ترقی اور زندگی کے الفاظ کی حمایت میں فرانسیسی یا انگریزی اثر کے حامی ہیں -

جنگ کے اخراجات کیوجہ سے فرانس کا بار ... اپنی ملکی آمدنی سے دوگنا زائد ہے' ایسی ... میں کب تک قبضہ شام کی بیکار اخراجات برداشت ... اور ... مجبور ہوکر سلیشیا کا تخلیہ کرنیکے لیے فرانسیسی ... ہو ... ہیں' ایسے ہی ایک دن تخلیۂ شام کی خبریں بھی ... میں ...

فلسطین میں اگرچہ ابھی کارروائیوں ... ہے' لیکن مسٹر بالفور کا یہ اعلان کہ فلسطین یہودیوں کا قومی ... ہے' وہاں کی آبادی کے دلوں میں آگ سلگا رہا ہے ... ہے کہ فلسطین کے باشندے عراق' شام' اور مصر کے بعد ... مرضی کسی قبضہ و اثر کو تسلیم کریں -

یمن کے صوبے کو انگریزوں نے بصرہ ... لیا اور کئی برس تک اہل یمن اور دولت عثمانیہ ... منقطع رکھے کہ شاید اس علحدگی کے بعد یمن کے لوگ ... و تسلیم کرلیں' لیکن انکی تمام امیدوں کے خلاف معاملہ ... رہا' کہاں تو یہ حال تھا کہ جنگ سے پیشتر دولت علیہ ... پچاس ... پلٹنیں ہمیشہ یمن میں اپنا اقتدار ... کرنے ... پڑتی تھیں' اور کہاں زمانہ جنگ میں ... کے بعد جب ایک عثمانی سپاہی بھی یمن کی ... جود نہ تھا تمام یمن کے باشندے کھڑے ہوگئے' اور سب نے ... دولت عثمانیہ کا خادم قراردیا' زمانہ ماسبق کی نسبت ... کے تعلقات آستانہ عالیہ کے ساتھ بہت بڑھ گئے' تمیمیوں نے بھی ... نہیں کیا' کہ عدن کے علاقہ میں انگریزوں کو آگے ... بندرگاہ حدیدہ جسکو بحری طاقت کے ذریعہ ... مقبوضہ بنا لیا تھا خالی کرانیا - انگلستان نے ... امام یحیی کے پاس ... کی بشارتیں ... امام یحیی عرب کے دوسرے امیروں کی طرح ... آئے اور انہوں نے صاف اعلان کردیا کہ وہ ہمیشہ ... سمجھتے رہینگے' نہ صرف وہ بلکہ تمام یمن' حضور ... بھی اپنے آپ کو ایسا ہی سمجھتے ہیں' ... خاص مراسلت کے ذریعہ سے اعلحضرت سلطان ... کو یقین دلایا ہے' کہ کہ تمام یمن کے شافعی ... آپکی خلافت کو تسلیم کرتے اور آپکو اپنا بادشاہ تصور ...

مسقط میں جسقدر عثمانی ... نے کوشش کی' کہ زمانہ جنگ میں امیر مسقط ... تمام لوگوں کے ہتھیار لے جالیں' اس ... ہوا کہ حامیان خلافت عثمانیہ نے اس امیر ... نے بہت کچھ کوششیں کیں' لیکن ابتک وہاں کے لوگ اپنی تلواروں سے اپنی آزادی کی حفاظت کررہے ہیں' مصر کے حالات کیلیے ایک مستقل مضمون درکار ہے بالاختصار اتنا سمجھنا چاہیے کہ مصر کے ۸۰ فیصدی مطالبات پورے ہو رہے ہیں - فرانسیسیوں نے یہ سمجھا کہ کہ کئی برس تک ولایت حلب کے لوگ جنگ کی پریشانیوں میں مبتلا ہوکر تھک گئے ہیں' اسلیے غالباً اس لقمہ ترکے ہضم کرنے میں کوئی دقت نہوگی - فرانس کی اس تمنا کا حشر آخرکار یہ ہوا کہ ڈیڑھ ارب سے زائد روپیہ اور بیس ہزار جنگی سپاہی سلیشیا پر قبضہ کرنے میں ضائع ہوئے' بالآخر سلیشیا ترکوں کے حوالے کردیا پڑا' اور صرف چند ایسے اقتصادی شرائط پر یہ معاہدہ ہوا جو کسی خونریزی اور فوج کشی کے بغیر بھی طے ہوسکتی تھیں -

جنرل گاؤراڈ ایک عرصہ کی ناراضی کے بعد اب ترکوں کے مداح ہوگئے ہیں' اور فرمانے ہیں کہ ترکوں کی قوم بے انتہا شریف ہے - وہ ہر حال میں جنگ کرتے ہوے انسانیت کا برتاؤ کرتے ہیں - اس موقع پر یہ ذکر کردینا بیجا نہوگا' کہ ترکوں کی شرافت ہی سے جنرل گاؤراڈ کی جان بچی ہے - جب وہ درہ دانیال کی ایک جنگ میں زخمی ہوکر ایک ہسپتالی جہاز پر جسپر صلیب احمر کا جھنڈا نصب تھا تشریف لے جارہے تھے' حالانکہ جرمنی نے دوسری طاقتوں کی طرح ہسپتالی جہازوں کے ساتھہ کسی قسم کی رعایت نہیں منظور کی تھی' ترک اگر چاہتے تو آسانی سے اس کشتی کو ڈبو سکتے تھے رهیب (پاشا جو درہ دانیال کی جنگ میں چناق قلعہ کے کمانڈر تھے جسطرف سے فرانسیسی حملہ ہوا تھا) بیان کرتے ہیں کہ یہ غلط ہے کہ جنرل گاؤراڈ جس کشتی پر زخمی ہونے کے بعد لے جائے جارہے تھے وہ ہسپتالی کشتی تھی بلکہ درحقیقت وہ ایک جنگی کشتی تھی لیکن اسپر محض دھوکا دینے کی غرض سے صلیب احمر کا جھنڈا اڑادیا گیا تھا ایسی جعلسازی خود قوانین جنگ کے بھی خلاف ہے' اسی لیے جنرل لیمان فان ساندرس کمانڈر انچیف افواج متعینہ درہ دانیال نے اس جنگی کشتی کو جو دفعۃً ہسپتال بن گئی تھی گولہ باری کرکے ہلاک کردینے کا حکم نافذ کردیا تھا لیکن میں نے (رهیب پاشا نے) یہ کہکر اس حکم کی تعمیل سے انکار کردیا' کہ جب ان بدبختوں نے صلیب احمر کی پناہ لی ہے' تو ہمیں کم سے کم اس مصنوعی تقدیس کا احترام تو ضرور کرنا چاہیے' تخلیہ سلیشیا کی تجویز معاہدہ میں طے ہوجانیکے بعد خود جنرل گاؤراڈ نے فرانسیسی قومی مجلس کے سامنے اس امر واقعہ کو بیان کیا' لیکن افسوس کہ آج سے چند دن پیشتر یہی جنرل اس احسان عظیم کو بھولکر جانب - مداعشی اور دوسرے مقامات میں کسدرجہ